یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیۃ
فی
الفتاویٰ النقشبندیۃ

المجلد العاشر

تصنیف
فخر المتاخرین العالم العارف باللہ
مفسر کلام اللہ تعالیٰ وخادم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
الشیخ السید احمد علی شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السہروردی

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: العطایا السیفیۃ فی الفتاوی النقشبندیۃ، المجلد العاشر

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۲۴ء بمطابق شوال المکرم ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

جذب،وجد اور حرکتِ لطائف کے بیان میں

بعض علماء وجد اور تواجد، غشی (بے ہوشی) اور بکاء (رونا) اور رقص (ناچنا) وغیرہ حالات شریفہ جو سالکین پر ذکر واذکار اور نعت خوانی کے وقت وارد ہوتے ہیں اور حرکتِ لطائف سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ جذب اوروجدوغیرہ قران پاک کی تفاسیر ،احادیث مبارکہ، فقہائے کرام کے اقوال اور مذاہب کی کتب سے ثابت ہیں۔

مقدمہ:

ہر آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس شعبہ سے متعلق بات کرنا چاہتاہے تو اسے اس شعبہ کے بنیادی اصول وضوابط و قواعد کو جاننا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ ہر علم کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیواقیت والجواہر میں امام ابن عربی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

ما من طائفة تحمل علما من المنطقین و النحاة و اهل الهندسة و الحساب و المتكلمين و الفلاسفة الا ولهم اصطلاح لا یعلمه الدخیل فیهم الا بتوقیف منهم۔

علماء منطق، نحو، ہندسہ، حساب، عقائد اور فلسفہ کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو ان علماء کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔[1]

الشیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ حقائق عن التصوف میں لکھتے ہیں:

فان لكل فن من الفنون او علم من العلوم كالفقه و الحديث و المنطق و النحو و الهندسة و الجبر و الفلسفة اصطلاحات خاصة به لا یعلمها الا ارباب ذالک العلم۔

تمام علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، منطق، نحو، ہندسہ، الجبرا اور فلسفہ وغیرہ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو ان علوم کے ماہرین جانتے ہیں۔[2]

الشیخ القاضی العلامۃ محمد اعلی بن علی الفاروقی (المتوفی ۱۱۹۱ھ)۔ لکھتے ہیں:

الشطح من مصطلحات الصوفیة۔

شطح صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔[3]

---

[1] (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ج ۱ ص ۲۰)

[2] (حقائق عن التصوف ص ۲۵۸ ۔از دیوان پریس برطانیہ)

[3] (کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ ص ۹۴ سہیل اکیڈمی لاہور)

توہم واضح یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہر علم کی الگ الگ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو علماء اور مشائخ کے درمیان نزاع کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء، صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور مشائخ، علماء و محدثین کی اصطلاحات سے ان جان ہوتے ہیں۔ ہم متقدمین مشائخ وعلماء کی بات نہیں کر رہے کیونکہ تقریباً دو اڑھائی سو سال قبل تک علم ظاہر اور علم باطن کا مرکز ایک ہی ہوتا تھا جو بھی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتا وہ بیک وقت صوفی بھی ہوتا اور عالم بھی ہوتا۔ اگر صاحب رتبہ صوفی نہ بھی ہوتا تو فکری و نظری طور پر تصوف واہل تصوف سے ضرور واقف ومانوس ہوتا اور بقدر ظرف طلب ان سے فیض یاب بھی ہوتا تھا۔ لیکن زوال امت اور مغربی غلامی کے آغاز سے یعنی تقریباً دو اڑھائی سو سال سے علماء وصوفیاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے نہ وہ ان سے واقف رہے نہ یہ ان سے واقف رہے۔

بوجہ درج بالا کئی ایک سائل ومعاملات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن پر تحقیقِ مزید کے بجائے بات خواہ مخواہ کی بحث و تنقیص پہ جا پہنچتی ہے جس سے اکابرین وسلف صالحین کے طریقہ وتربیت سے آدمی کہیں دور جانکلتا ہے۔ مثلاً ایک معاملہ جو سوال کی شکل میں اکثر پیش آتا ہے کہ:

صوفیائے کرام جو احادیثِ مبارکہ "**قال رسول اللہ ﷺ**" لکھ کر بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی تو کیا ان احادیث کا انکار اس بناء پر کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ احادیث ہی نہیں ہیں؟ کچھ لوگ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی کتابوں میں ان کی نقل کردہ احادیث مبارکہ کو نہیں مانتے بلکہ صرف اسی کو حدیث مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہوں۔ کچھ لوگ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی معمولات پر اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ وہ معمولات سلف صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہوتے ہیں اور اس انکار کی وجہ سے اللہ والوں سے دشمنی مول لیتا ہے جو ان کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔

اس مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلے ایک بنیادی مقدمہ کا سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فالانسان علی نوعین: جسمانی وروحانی۔

ترجمہ: پس انسان کی دو حالتیں ہیں جسمانی اور روحانی۔[1]

سندِ اصفیاء واتقیاء وعلماء حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الانسان مرکب من جسم وروح۔

[1] (سر الاسرار ومظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

ترجمہ: انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[1]

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و اعلم ان الانسان مرکب من جسد و من روح۔

ترجمہ: اور جان لے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[2]

ان جلیل القدر شیوخ امت کی درج بالا عبارات سے مترشح ہوا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے دو علوم (علم ظاہر یعنی علم شریعت اور علم باطن یعنی علم روحانیت) عطا فرمائے جن کو قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴿الكهف ٦٥﴾

ترجمہ: تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔

امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۶۷۱ھ) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای علم الغیب ابن عطیه: کان علم الخضر معرفته بواطن قداوحیته الیه۔

ترجمہ: یعنی علمِ غیب ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم باطنی حقائق کا جاننا تھا جو ہم نے ان کی طرف وحی کیا۔[3]

امام نور الدین علی بن سلطان الہروی المکی الحنفی المعروف بہ الملا علی القاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمۃ الباری وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی مایحصل من طریق الھام دون التکلیف بالطلب۔

ترجمہ: علم لدنی وہ ہے جو طلب کی مشقت کے بجائے الہام کے طریقہ سے حاصل ہو۔[4]

---

[1] (لواقع الانوار القدسیة فی بیان العھود المحمدیه ص ۱۳۴ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[3] (تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۳۲۵، مکتبة الرسالة العالمیة)

[4] (تفسیر ملا علی قاری المسمی انوار القرآن و اسرار الفرقان جلد ۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

صاحب عرائس البیان الشیخ العارف باللہ ابی محمد صدر الدین روزبھان ابی نصر البقلی الشیرازی (المتوفی: ۶۰۶ھ)علیہ الرحمہ وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا۔ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من المعارف القدسیۃ و الحقائق الکلیۃ اللدنیۃ بلا و اسطۃ تعلیم بشری۔

ترجمہ: معارف قدسیہ اور حقائق کلیہ لدنیہ میں سے علم لدنی ہے جو تعلیم بشری کے واسطے کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔[1]

الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی (المتوفی: ۱۱۲۷ھ)علیہ الرحمہ وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاصا ھو علم غیوب و الاخبار عنہا باذنہ تعالی علی ما ذھب الیہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما او علم الباطن۔

ترجمہ:(علم لدنی)حقیقتاً علم غیب کی خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔اس کی طرف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے ہیں یا علم لدنی سے مراد علم باطن ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے لکھتے ہیں:

وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا و ھو علم معرفۃ ذاتہ و صفاتہ الذی لا یعلمہ احد الا بتعلیمہ ایاہ۔

ترجمہ: (وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا) علم لدنی اس کی ذات وصفات کی معرفت کا نام ہے اسے کوئی ایک بھی نہیں جانتا مگر جسے وہ بطورِ خاص سکھائے۔[2]

امام ابی العباس احمد بن المھدی ابن عجیبہ الحسنی (المتوفی: ۱۲۲۴ھ)علیہ الرحمہ وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی: ھو الذی یفیض علی القلب من غیر اکتساب و لا تعلم۔

ترجمہ:علم لدنی وہ علم ہے جو بغیر کسب اور بغیر سیکھے قلب (دل) پر وارد ہو۔[3]

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۱۹۵ھ) وَ عَلَّمْنَاہُ مِنۡ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ (وھو علم الغیوب) و المراد بالغیب ھنا الخفی لا ینتصب علیہ دلیل و قد اعلم اللہ الخضر بعضا من تلک الغیوب۔

ترجمہ:اوروہ علم غیوب ہے اور غائب سے مراد یہاں خفی علم ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہوتی ہے اوراللہ جل شانہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بعض ان غیوب میں سے علم عطا کیا تھا۔[1]

---

[1](تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن جلد ۲ ص ۴۳۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2](تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[3](تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ۴ ص ۱۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

علامہ القاضی ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عطیہ الاندلسی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۵۴۶ھ) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال القاضی ابو محمد: کان علم الخضر معرفۃ بواطن۔

ترجمہ: قاضی ابو محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا علم باطن کی معرفت تھا۔[2]

امام ابی محمد الحسین بن سعود القراء البغوی الشافعی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۵۱۶ھ) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای علم الباطن الھاما۔

ترجمہ: علم باطن الہاماً عطا کرنا۔[3]

امام صاوی علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای مما یختص بنا ولا یعلم بواسطۃ معلم من اھل الظاھر۔

ترجمہ: جو خاص ہے ہمارے ساتھ اور اس کا حصول علم ظاہر کے معلم کے ساتھ نہیں ہے۔[4]

قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر علم باطن سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿بقرہ ۱۵۱﴾

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

بالفکر والنظر اذ لا طریق الی معرفتہ سوی الوحی وکرر الفعل لیدل علی انہ جنس آخر۔

ترجمہ: تم ان علوم کو نظر و فکر کے ذریعے نہیں جانتے کیونکہ اس کی معرفت کی طرف وحی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور یہاں فعل (یعلمکم) کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ (علم) دوسری جنس سے ہے۔[5]

---

[1] (حاشیۃ القونوی علی تفسیر امام بیضاوی جلد ۱۲ ص ۱۲۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)
[2] (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز جلد ۳ ص ۵۲۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)
[3] (تفسیر البغوی جلد ۳ ص ۱۴۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)
[4] (تفسیر صاوی جلد ۴ ص ۱۲۰۸)
[5] (تفسیر انوار لقرآن و اسرار الفرقان ج ۱ ص ۱۳۶)

خاتمۃ المحققین وعمدۃ المدققین مفتی بغداد علامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی البغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:[1]

الشیخ القاضی ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس آخر و لعل المراد بہ العلم اللدنی۔

ترجمہ: (یعلمکم) فعل کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے۔[2]

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور ان کی تفاسیر سے خوب واضح ہو گیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علم بھی ہے جو علم باطن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان دونوں علوم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک ﷺ سے دو اقسام کے علم سیکھے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا اور دوسرے کو اگر میں بیان کروں تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔[3]

الحافظ الامام بدر الدین ابی محمد بن احمد العینی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۸۵۵ھ) اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت المتصوفۃ: المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اھل العرفان وقال آخرون منھم: العلم المکنون علما وھو نتیجۃ الخدمۃ وثمرۃ الحکمۃ لا یظفر بھا الا الغواصون فی بحار المجاھدات ولا یسعد بھا الا المصطفون بانوار المجاھدات والمشاھدات۔

ترجمہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں پہلے ظرف سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے اور دوسرے ظرف سے مراد اسرار و رموز کا علم جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دیگر صوفیاء نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ

---

[1] (تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی جلد ۱ ص ۲۸ المکتبۃ الحقانیۃ ملتان)
[2] (تفسیر المظھری جلد ۱ ص ۱۵۱۔۱۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)
[3] (صحیح البخاری، باب حفظ العلم ص ۱۰۵، دار المعرفت بیروت لبنان)

راز جو محفوظ ہے اور یہ (مقربین) کی خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات اور مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں[1]

ولعل المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اھل العرفان۔

ترجمہ: اور شاید پہلے علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار ورموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان میں سے علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[2]

شیخ المحققین حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وگفتہ اند کہ مراد باول علم احکام واخلاق ست کہ مشترک است میان خواص وعوام فبثانی علم اسرار کہ محفوظ ومصوٗن است از اغیار از جہت باریکی وپوشیدگی آن وعدم وصول فہم ایشان بان ومخصوص است بخواص از علماء باللہ از اہل عرفان۔

ترجمہ: اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ اول علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور (یہ علم) خواص وعوام میں مشترک ہے اور دوسرے علم سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ومصوٗن (بچاہوا) ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی پوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[3]

العلامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما احدھما وھو علم الظاھر من الاحکام والاخلاق واما الآخر وھو علم الباطن۔

ترجمہ: پس دونوں علوم میں سے پہلا علم احکام اور اخلاق سے متعلق ہے اور وہ علم ظاہر ہے اور دوسرا وہ علم باطن ہے۔[4]

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتا دیا اور دوسرا علم اسرار وطریقت وحقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔[5]

---

[1] (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۵ دار الاحیاء بیروت)
[2] (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۵۷ مکتبۃ العلمیۃ بیروت لبنان)
[3] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)
[4] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)
[5] (مرآۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۱۸۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ان دونوں علوم کی مزید تائید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاروایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العلم علمان: فعلم فی القلب فذاک العلم النافع و علم علی اللسان فذاک حجة اللہ عز و جل علی ابن آدم۔ رواہ الدارمی۔

ترجمہ: علم دو قسم کا ہے پس ایک قلب کا علم ہے پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے پس یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔[1]

الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد یحمل الاول علی علم الباطن و الثانی علی علم الظاهر۔

ترجمہ: تحقیق محمول کیا ہے پہلے علم کو علم باطن پر اور دوسرے کو علم ظاہر پر۔[2]

امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۷۴۳ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و یمکن ان یحمل الحدیث علی علمی الظاهر و الباطن۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو علم ظاہر اور علم باطن پر محمول کیا جائے۔[3]

حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۵۰۵ھ) علم طریق آخرت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاعلم انه قسمان: علم مکاشفة و علم معاملة فالقسم الاول علم المکاشفة و هو علم الباطن و ذلک غایة العلوم۔

ترجمہ: پس جان لیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: علم مکاشفہ اور علم معاملہ پس پہلی قسم علم مکاشفہ ہے اور وہ علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔[4]

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نہایت ہی قابل ذکر ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: انزل القرآن علی سبعة احرف لکل آیة منها ظاهر و باطن و لکل حد مطلع۔ رواہ فی شرح السنه۔

---

[1] (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[2] (مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب العلم حدیث نمبر ۲۷۰ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[3] (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۱۶ مکتبہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ)

[4] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اترا ہے ان میں ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔[1]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الاتقان فی علوم القرآن میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف۔ ما منھا حرف الا ولہ ظھر وبطن وان علی بن ابی طالب عندہ من الظاھر والباطن۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اصفہانی حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا ہے کہ اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی علم ہے۔[2]

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن بھی ہمارے دین کا درجہ ہے اور اس کی تعلیم دینا فرائض نبوت میں سے ہے اور زمانہ مصطفی ﷺ میں اس کی باقاعدہ تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔

اب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں علوم کے باہمی ربط و تعلق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن جمع بینھما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پا لیا۔ (محقق بنا)۔[3]

حضرت امام ابو طالب المکی علیہ الرحمہ ان دونوں علوم کے ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ھما علمان اولیان لا یستغنی احدھما عن الاٰخر بمنزلۃ الاسلام والایمان مرتبط کل منھما بالاٰخر کالجسم والقلب لاینفک احد عن صاحبہ۔ (رواہ دارمی)

ترجمہ: یہ دونوں علوم اصل ہیں کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا یہ بمنزل ایمان اور اسلام کے ہیں ان کا ایک دوسرے سے تعلق جسم اور دل کی طرح ہے کوئی ایک بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔[4]

---

[1] (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[2] (الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین تفسیر الصحابہ۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۱ ص ۶۵ دار الکتب العربی بیروت لبنان)

[3] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[4] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔ شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح المسمیا لکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اور اسی طرح امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) نے ان دونوں علوم کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَالطَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ مُتَلَازِمَةٌ۔

ترجمہ: اور یہ طریقت اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔[1]

امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں:

و کل شریعة غیر مؤیدة بالحقیقة فغیر مقبول و کل حقیقة غیر مقیدة بالشریعة فغیر مقبول۔

ترجمہ: پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔[2]

الشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم باطن کہاں سے حاصل ہو گا؟ اور اس کا ماخذ ومصدر کیا ہے؟

العلم اللدني المأخوذ من بطون القران و من مشکوة صدر النبي صلی الله علیه وسلم الذي لا سبیل الی درکه الا الانعکاس و اما درک درکه فبعید عن القیاس۔

ترجمہ: علم اللدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن اور حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ اطہر ہے اس علم اللدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کا ادراک کا پتہ چلانا بعید از قیاس ہے۔[3]

بطونِ قرآن اور سینہ مصطفی ﷺ تک رسائی فقط طہارت باطنی سے ہی ممکن ہے اور قرآنی اصطلاح میں طہارت باطنی کو تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے اور یہی تزکیۂ نفس انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ﴿الاعلی ۱۴﴾

ترجمہ: بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگی سے) پاک ہو گیا۔

---

[1] (ردالمحتار علی در المختار جلد ۴ ص ۲۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

[2] (الرسالة القشیریة ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[3] (التفسیر المظہری جلد ۱ ص ۱۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

نجیب الطرفین کریم الابوین السید الشریف الشیخ محی الدین ابی محمد عبد القادر الجیلانی البغدادی الحسنی الحسینی قدس سرہ (المتوفی: ۵۶۱ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر الجیلانی میں لکھتے ہیں:

وتطهير عن ادناس الطبائع واكدار الهيولى من الميل الى الدنيا وما فيها من اللذات الفانية والشهوات الغير الباقية وتوجه نحو المولى بالعزيمة الخالصة۔

ترجمہ: اور پاک ہو طبیعتوں کے میل کچیل سے اور مادہ کی کدورتوں سے یعنی دنیا کی طرف مائل ہونے سے اور جو اس میں لذات فانیہ ہیں ان سے اور فانی شہوات سے اور تو متوجہ ہو اپنے مولیٰ کی طرف خالص عزیمت وارادے کے ساتھ (یعنی ہر چیز سے کٹ کر)

اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿الاعلی ۱۴﴾ کے تحت لکھتے ہیں:

وفى الآية اشارة الى تطهير النفس عن المخالفات الشرعية وتطهير القلب عن المحبة الدنيوية بل عن ملاحظة الغير والتوجه الى الله تعالى بقدر الاستعداد۔

ترجمہ: اس آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کو مخالفتِ شرعیہ سے پاک کرنے اور قلب کو حب دنیا سے اور غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے پاک کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بقدر استعداد متوجہ کرے۔[1]

اور قرآن مجید میں ایک اور تمام پر تزکیہ نفس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس ۱۰)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی) اور بے شک وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

معناه قد افلح من زكى نفسه فاصلحها وحملها على طاعة الله عز وجل۔

ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کی اصلاح کر لی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔[2]

تو تزکیہ نفس کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جس کو صوفیانہ اصطلاح میں علم باطن کہتے ہیں۔

---

[1] (روح البیان تفسیر القرآن جلد ۱۰ ص ۴۱۷ ا مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴ ص ۴۶۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔ تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۴۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم المکاشفة فهو عبارة عن نور يظهر فی القلب عند تطهيره و تزكيه من صفاته المذمومة۔

ترجمہ: علم مکاشفہ نور سے عبارت ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے دل میں اس کے صفاتِ مذمومہ سے طہارت اور پاکیزگی کے وقت۔[1]

اور ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی لکھتے ہیں:

و ذالک بعد تطهير القلب من النقائص و الرذائل وتفرغه من العلائق و الشواغل فاذا كمل تطهير القلب و انجذب الی حضرة الرب فاضت عليه العلوم اللدنية و الاسرار الربانية۔

ترجمہ: اور (اس نور کا پیدا ہو جانا) قلب کا نقائص اور رذائل سے پاک ہونے اور دل کا علائق و شواغل سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ پس جب دل کی طہارت مکمل ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی حضوری نصیب ہوتی ہے تو علم لدنیہ اور اسرار ربانیہ (دل) پر وارد ہونے لگتے ہیں۔[2]

شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبعضے میگویند کہ این بشارت است برائیان جمال او را در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ و قطع علائق جسمانیہ بمرتبہ کہ بے حجاب کشفا و عیانا د بیداری باین سعادت فائز باشند۔

ترجمہ: بعض ارباب معرفت کہتے ہیں کہ یہ خواب میں جمال محمدی ﷺ کا دیدار کرنے والے خوش بختوں کے لئے بشارت ہے کہ جسمانی کدورتوں کے اٹھ جانے اور جسمانی تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد اس مقام کو پہنچ جائیں گے کہ بحالت بیداری کشف اور مشاہدے میں اس سعادت کو حاصل کریں گے۔[3]

اور اسی سے متعلقہ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

و وراء العقل طور آخر تنفتح فيه عين اخرى يبصر بها الغيب و ما سيكون فی المستقبل و امورا اخرى العقل معزول عنها۔

ترجمہ: اور ماوراء عقل ایک اور راستہ ہے جس میں دوسری آنکھ کھل جاتی ہے جس کے ذریعے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے امور جس سے عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔[1]

---

[1] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[2] (تفسیر بحر المدید جلد ۴ ص ۱۷۹ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[3] (اشعة اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۵ المکتبۃ الحبیبیۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الرسالۃ اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن عبد الا ولقلبہ عینان۔ وھما عینان یدرک بھما الغیب فاذا اراد اللہ تعالی بعبد خیر افتح عینی قلبہ لیری ماھو غائب عن بصرہ۔

ترجمہ: ہر بندے کے دل کی دو آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ غائب کا ادراک کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھ لے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔[2]

نور باطن کی وسعت کا اندازہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے لگائیے آپ فرماتے ہیں

ومن اول الطریقۃ تبتدئ المشاھدات والمکاشفات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویکتسبون منھم فوائد۔

ترجمہ: اور ابتدائے طریقت میں مکاشفات ومجاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ عین حالت بیداری میں بھی وہ ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔[3]

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں بہت سے پاکیزہ نفوس اس مقام پر پہنچے جو مجلس نبوی ﷺ میں حاضر اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے براہِ راست ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

جیسا کہ علامہ محمد عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۳۱ھ) حدیث طوبی لمن رانی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعارفون یرونہ فی عالم الحس یقظۃ حتی قال الشیخ ابو العباس المرسی: لو احتجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ماعددت نفسی من الفقراء وفی روایۃ من المسلمین۔

ترجمہ: عارفین آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ایک پل کے لئے بھی مجھ سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو (اس وقت) فقراء میں شمار نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[4]

---

[1] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۲۶ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[2] (مجموعہ رسائل امام غزالی الرسالۃ اللدنیہ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[3] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۷ المکتبہ الحقانیہ ملتان لاہور)

[4] (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد ۴ ص ۳۷۰ حدیث ۵۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

وقال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ بھر بھی مجھ سے محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[1]

عارف باللہ احمد بن محمد بن عجیبہ شرح الحکم میں حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

قال ابو العباس المرسی لی ثلاثون سنۃ ما غاب عنی رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ولو غاب عنی ما اعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: ابو العباس المرسی نے فرمایا تیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک پل بھی علیحدہ (غائب) نہیں ہوئے اگر آپ ﷺ مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[2]

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی مین شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال ایضا فی ترجمۃ الشیخ خلیفۃ بن موسی النہر ملکی: کان کثیر الرؤیۃ لرسول اللہ ﷺ یقظۃ ومناما فکان یقال ان اکثر افعالہ متلقاۃ منہ بامر منہ اما یقظۃ اما مناما۔ ورأہ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشر مرۃ۔

ترجمہ: اسی طرح شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے سوانح حیات میں ہے کہ ان کو حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا کثرت سے دیدار ہوتا تھا اور نیند کی حالت میں بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر امور آپ ﷺ سے حاصل شدہ تھے۔ اور آپ ﷺ کے حکم سے تھے وہ احکام یا تو حالت بیداری میں تھے یا حالت خواب میں بھی تھے اور ایک ہی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ السلام کی سترہ (۱۷) مرتبہ زیارت کی۔[3]

اسی روایت کو امام المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۵۱ پر نقل کیا ہے:

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۳ھ) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والشیخ جلال الدین السیوطی کان یقول. رأیت النبی ﷺ واجتمعت بہ یقظۃ نیفا وسبعین مرۃ۔

---

[1] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)
[2] (ابعاد الغمم عن ایقاظ الھمم فی شرح الحکم ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)
[3] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۵۹ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)

ترجمہ: شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مجلس اور زیارت حالت بیداری میں پچھتر (۷۵) مرتبہ کی۔[1]

علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۲۴ھ) حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و اھل ھذا المقام موجودون فی کل زمان فان القادر فی زمانھم ھو القادر فی زماننا۔

ترجمہ: اس مقام و مرتبے والے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں پس ان کے زمانہ میں جو (اس مقام پر) فائز رہے وہ ہمارے زمانہ میں بھی پائے گئے ہیں (یعنی کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا)۔[2]

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و اعلم ان مقام مجالسۃ رسول اللہ ﷺ عزیزۃ جدا و قد جاء شخص الی سیدی علی المرصفی و انا حاضر فقال: یا سیدی قد وصلت الی مقام صوت اری رسول اللہ ﷺ یقظۃ ای وقت شئت۔

ترجمہ: جان لے بے شک رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی بہت ہی پیاری ہے اور تحقیق ایک شخص سید علی مرصفی کی بارگاہ میں آیا اور میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا یا سیدی میں ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں میں حالت بیداری میں جس وقت بھی تمنا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں۔[3]

الشیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی کے متعلق الحاوی للفتاوی میں اور شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الجیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد؟ فقال افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ سبعا و قال: تتکلم علی الناس و ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظھر و جلست و حضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا قائما بازائی فی المجلس فقال لی: یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال: افتح فاک ففتحتہ فتفل فیہ ستا فقلت: لم لا تکملھا سبعا؟ قال ادبا مع رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر سے پہلے دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی

---

[1] (لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)
[2] (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ۳ ص ۲۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)
[3] (لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اے میرے حضور! میں عجمی ہوں کیسے بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے تقریر کروں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا پس آپ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ و نصیحت کیجئے اور بلایئے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ پس میں نے نماز ظہر ادا کی اور میں وعظ کیلئے بیٹھا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، مجھ پر کپکپی طاری ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر میں اسی مجلس میں دیکھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آپ کلام کیوں نہیں کرتے ؟ میں نے عرض کی دادا حضور! مجھ پر کپکپی طاری ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولیئے میں نے اپنا منہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے عرض کیا سات مرتبہ مکمل کیوں نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کی وجہ سے۔[1]

شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

در بہجۃ الاسرار باسنادی کہ دروی دوواسطہ بیش نیست روایت کردہ کہ روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشتہ بود ووعظ میفرمود وقریب بدہ ہزار کس در پایۂ وعظ وی حاضر و شیخ علی بن ہیتمی در زیر پائے کرسی شیخ نشست گاہ شیخ علی ہیتمی راخوابی برد پس شیخ عبد القادر قوم رافرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تاآنکہ جز انفاس از ایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد بادب پیش شیخ علی مذکور وی نگریست دروی پس بیدار شد شیخ علی وگفت شیخ عبد القادر بادی کہ دیدی توآن حضرت را در خواب گفت نعم فرمود ازین جہت ادب درزیدم باتوایستادیم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آن حضرت ﷺ گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت انچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید وروایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ درآن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: صاحب بہجۃ الاسرار اپنی ایسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے تقریباً دس ہزار افراد مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی ہیتی حضرت شیخ کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو خاموشی کا حکم دیا سب لوگ خاموش ہو گئے حالت یہ تھی کہ سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا

[1](الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان فتاوی حدیثیہ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۵۱ مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضرت شیخ نے کہا تمہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: اسی لئے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا تمہیں نبی کریم ﷺ نے کیا نصیحت فرمائی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیداری میں دیکھا روایت کرتے ہیں کہ اس دن مردانِ خدا میں سے سات افراد اس دنیا سے چلے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔[1]

شیخ محقق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ودر مواہب لدنیہ گفتہ کہ ابن منصور در رسالۂ خود نوشتہ کہ درآمد شیخ ابو العباس قسطلانی بر آن حضرت پس دعا کرد آن حضرت او را فرمود۔ (اخذ اللہ بیدک یا احمد)

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن منصور نے اپنے رسالے میں لکھا کہ شیخ ابو العباس قسطلانی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔[2]

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مزید شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

واز شیخ ابو المسعود آوردہ کہ مصافحہ میکرد آن حضرت را بعد از ہر نماز۔

ترجمہ: شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔[3]

فقہاء، مفسرین، محدثین اور جلیل القدر بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تمام دلائل اور ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضور پاک ﷺ انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔

جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿الجمعہ ۲﴾

---

[1] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان)
[2] (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)
[3] (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ‌ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿جمعة ۳﴾

ترجمہ: اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود نہیں ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے) اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن حسن بن حسین ابن علی التیمی الرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۶۰۶ھ) ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعلمهم ای ویعلمهم ویعلم آخرین منهم۔

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی تعلیم فرماتے ہیں۔[1]

امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۵۲ھ) ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویزکیهم ویعلمهم ای یعلمهم ویعلم آخرین من المؤمنین۔

ترجمہ: آپ ﷺ انہیں پاک بھی فرماتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور بعد والے مؤمنین کا بھی تزکیہ اور تعلیم فرماتے ہیں۔[2]

دیوبند مکتبۂ فکر کے ایک بہت بڑے محدث اور شارح بخاری شیخ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ) فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

ویمکن عندی رؤیته ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمة الله علیه کان زاهد متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن۔ انه رآه ﷺ اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححهابت تصحیحه ﷺ وکتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت وکان یوقره فابی السیوطی رحمة الله علیه ان یشفع له وقال انی لا افعل وذلک لان فیه ضرر نفسی وضرر الامة لانی زرته ﷺ غیر مرة ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی باب الملوک فلو فعلت امکن ان احرم من زیارته المبارکة۔ فانا ارضی بضررک

[1] (التفسیر الکبیر جلد ۱۵ ص ۵ جز ۳۰ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (الجامع الاحکام القرآن جلد ۲۰ ص ۴۵۳ الرسالة العالمیة)

الیسیر من ضرر الامۃ الکثیر۔ والشعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایضا کتب انہ راہ ﷺ وقرأ علیہ البخاری فی ثمانیۃ دفعۃ معہ ثم سماھم وکان واحد منھم حنفیا وکتب الدعاء الذی ترأہ عند ختمہ فالرؤیۃ یقظۃ متحققۃ وانکارھا جھل۔

ترجمہ: میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لئے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی جس طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زاہد تھے اور اپنے بعض معاصرین پر کلام میں متشدد تھے اس کے لئے یہ شان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بائیس ۲۲ مرتبہ (صحیح پچھتر بار ہے) زیارت کی اور آپ ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا۔ اور علامہ شعرانی نے بھی بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا لہٰذا بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔[1]

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد ابو المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد ابو المواھب الشاذلی: احد اکابر العارفین ائمۃ العلماء العاملین ومن کراماتہ انہ کان کثیرا رؤیا للنبی ﷺ فی المنام حتی کانہ لا یفارقہ وحتی کانہ یراہ فی الیقظۃ وقد جمع مرائیہ فی کتاب طالعت من اولہ الی آخرہ فرأیتہ حقیقۃ من اعظم الکرامات لھذا العارف حتی انہ یری النبی ﷺ فیتذاکر معہ فی امر ثم یراہ فی منام آخر فیکمل لہ الحدیث الذی ابتداہ فی المنام قبلہ بل ذکر بعضھم انہ کان یجتمع بہ ﷺ یقظۃ وانہ تلقی منہ علیہ السلام حزب الفردانیۃ یقظۃ۔

ترجمہ: محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور باعمل عالموں میں سے ایک تھے اور آپ کی کرامات میں سے یہ کہ وہ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے گویا آپ ﷺ سے جدا بھی نہ ہوتے تھے حتی کہ بیداری میں بھی آپ ﷺ کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقاتِ کبری میں لکھے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ہے میں نے عارف کی سب سے بڑی کرامت یہ پائی کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے تھے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات سیدنا حضرت محمد مصطفی

---

[1] (فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرمادیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔[1]

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ سلمان ابن عنان المندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ودر معاملہ قرآن راپیش آں سرور ﷺ تجوید نمود۔

ترجمہ: قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔[2]

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۰۲ھ) نور الہدیٰ کلاں میں لکھتے ہیں:

شریعت آراہی ست کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ رفتہ باشد قدم بر قدم محمدی ﷺ شب وروز پیاپی خود درامد خل مجلس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساندوہر علم نص وحدیث در مجلس حضور حیات النبی ﷺ خواند۔

ترجمہ: شریعت وہ راہ ہے کہ جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ گامزن رہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر رات دن ان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آخر کار مجلس محمد ﷺ میں جا پہنچتا ہے اور وہاں سے نص وحدیث کا تمام علم پڑھ لیتا ہے۔[3]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاویٰ حدیثیہ میں سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وحکی ابن فارس عن سیدی علی وفا قال: کنت وانا ابن خمس سنین اقرا القرآن علی رجل فاتیتہ مرۃ فرایت النبی ﷺ یقظۃ لا مناما وعلیہ قمیص ابیض قطن ثم رایت القمیص علیّ فقال لی: اقرأ فقرأت علیہ سورۃ والضحیٰ والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت احدی وعشرین سنۃ احرمت بصلاۃ الصبح بالقرافۃ فرأیت النبی ﷺ قبالۃ وجھی فعانقنی فقال: واما بنعمۃ ربک فحدث۔ فأوتیت لسانہ من ذلک الوقت انتھی۔

ترجمہ: سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا اور ایک دن میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے

---

[1] (جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۱۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)
[2] (اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۲۲ مطبع دھلی)
[3] (نور الھدیٰ کلاں ص ۲۳۶ العارفین پبلی کیشنز لاھور پاکستان)

بیداری میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا پڑھ پس میں نے آپ ﷺ کو سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح پڑھ کر سنا دیں پھر آپ ﷺ غائب ہو گئے جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر قرافہ میں نماز فجر کے لئے تکبیر کہہ چکا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: **و اما بنعمة ربک فحدث۔** پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضوری عطا فرمائی۔[1]

ذرا سوچیں! انسان تصور و تخیل ان لوگوں کی کیفیات کو اپنی گرفت میں کیسے لا سکتا ہے؟ جو عالم علمی مسائل میں بھی حضور پر نور ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوں ان کی زندگیوں میں علم و عمل اعتقاد اور تقویٰ میں پختگی کا عالم کیا ہو گا؟

ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علمائے ظاہر کے پاس حدیث مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل و قال کی روایت ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اس لئے انہوں نے ان کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابل تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے جبکہ علماء باطن (صوفیاء) کا ذریعہ علم باطن میں مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری اور کشف ہے۔

دائمی حضوری کے متعلق امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

کان للشیخ ابی العباس المرسی رحمة اللہ علیه و وصلة بالنبی ﷺ اذا سلم علی النبی ﷺ رد علیه السلام و یجاو به اذا تحدث معه۔

ترجمہ: شیخ ابو العباس المرسی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرتے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب کوئی بات آپ ﷺ سے عرض کرتے تو اس کا جواب بھی ارشاد فرماتے۔[2]

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انه حضر مجلس فقیه فروی ذلک الفقیه حدیثا فقال له الولی: هذا الحدیث باطل فقال الفقیه: و من این لک هذا فقال هذا النبی ﷺ واقف علی راسک یقول انی لم اقل هذا الحدیث و کشف للفقیه فر أه۔

ترجمہ: ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس میں درس میں حاضر ہوئے فقیہ نے ایک حدیث پڑھی اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں فرمائی بعد میں اس بزرگ نے اس فقیہ کو بھی زیارت کروا دی۔[3]

---

[1](فتاوی حدیثیه ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانه کراچی پاکستان۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۱ المکتبة النوریة الرضویة)
[2](الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)
[3](الحاوی للفتاوی جلد ۲، ۲۴۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

تو یہ بات ذہن نشین کرلے کہ محققین کے نزدیک بنیادی طور پر علم کے حصول کے ذرائع چار ہیں:

ا۔ حواس خمسہ ۲۔ عقل ۳۔ کشف والہام ۴۔ وحی

حواس کی رسائی فقط محسوسات تک محدود ہے۔ مدرکاتِ حسی سے ماوراء حقائق کے لئے حواس خمسہ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اسی طرح عقل کا دائرہ بھی محدود ہے اس کی رسائی صرف معقولات تک محدود ہے۔ عقل کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کئے بغیر پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد علم کے حصول کا تیسرا ذریعہ کشف والہام ہے۔

عالم طبیعیات میں جو تمام تر حقائق وموجودات ہیں خواہ ان کا شمار محسوسات میں ہو یا معقولات میں ہو زمانی ہو یا مکانی، صوفیانہ کشف والہام کے ذریعے صوفیاء کو عالم مابعد الطبیعیات کا ادراک ومعرفت ہوتی ہے تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مل کر بھی حتمی اور قطعی علم مہیا نہیں کر سکتے لیکن ان کے حرمانِ قطعیت اور نقصانِ ادراک ومعرفت کے باوجود انہیں ذریعہ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کشف والہام کو ذریعۂ علم کی حیثیت سے ماننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

علم کے حصول کا چوتھا ذریعہ وحی ہے جو کشف والہام سے بھی اعلیٰ اور سب سے مضبوط حتمی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ جب صوفی تزکیہ اور تصفیہ میں کمال حاصل کرلیتا ہے اور وہ مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا کشف مشمولات وحی کے مطابق وموافق ہو جاتا ہے اور یہی مطابقت وموافقت اس کے کشف کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی: انہ بلغنی عن النبی ﷺ ان من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا غفر لہ و من قیل لہ غفر لہ ایضا فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجہ الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء فسالتہ عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الآن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ و صحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث۔

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی تو میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی پھر اتفاق سے میں بعض احباب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے۔ اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی

دل میں ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی نے کہا! میں اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان گیا۔[1]

اسی وجہ سے ان صوفیاء کرام کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہتے جن کی ولایت امت محمدیہ ﷺ کے نزدیک مسلمہ ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کو اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور وہ ہر چیز ان کے حکم واجازت سے لکھتے ہیں۔

جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کلید التوحید خورد میں لکھتے ہیں:

کسی را کہ عقل باشد ودانش وشعور تمام است کہ این کتاب بہ حکم اللہ تعالیٰ واز نظر رحمت اللہ تعالیٰ قدم ومنظور شدہ بہ اجازت حضرت محمد ﷺ رقم حضور شدہ کہ ہر حرف این کتاب حضوری شایدہ حق بخشد وہر سطر ازین کتاب از اسرار مشاہداتِ تجلیات نور حق ذات بابرکت از برکت اسم اللہ ذات وآیات کلام اللہ شریف وشریعت نبی محمد ﷺ می کشاید۔

ترجمہ: جس کسی کو عقل ہے اور وہ کامل دانائی اور شعور کا مالک ہے تو اس کے لئے یہ بات کامل حجت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور نگاہِ رحمت کے تحت لکھی گئی ہے اور یہ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ سے منظور شدہ ہے اور انہی کی اجازت سے تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کا ہر حرف شاہدہ حق کی حضوری بخشا ہے اور اس کی ہر سطر ان بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے شاہدے میں پائے جاتے ہیں۔ اسم اللہ ذات وآیات قرآن اور شریعت محمدی ﷺ کی برکات سے اس کی ہر سطر یہ بھید کھلتے ہیں۔

اس بات کی مزید تائید ہمیں اپنے اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتی ہے مثال کے طور پر اگر آپ تخریج کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ لم اقف علیہ میں اس پر واقف نہیں ہوں۔**لم اقف علیہ بھذا اللفظ** میں اس لفظ پر مطلع نہیں ہوں۔**لم اقف بھذا الحدیث** میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوں۔**لم اقف علی اسنادہ** میں اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوں **لم اری** میں نے نہیں دیکھی **لا اعرف من الاسناد** میں اس کی اسناد کو پہچانتا نہیں ہوں **لا اعرف بھذا الحدیث** میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ وغیرہ اس قسم کے مختلف الفاظ آپ کو بکثرت ملیں گے۔ اسلاف کا یہ طرزِ تحریر ہم پر واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے مطالعہ

---

[1] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

کی کمی کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے نہ کہ بزرگوں کے علم کی نفی۔ جب وہ حدیث کی سند کسی کتاب میں نہیں پاتے تو یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی سند نہیں ملی اس کی مزید وضاحت کے لئے میں اپنی گفتگو کے بجائے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اعلی حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی کا طویل اقتباس پیش کروں۔ اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے سلف صالحین کی نقل کردہ احادیث کا انکار کرتے ہیں آپ انکا محاسبہ فرماتے ہیں۔[1]

جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرت عالیہ آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل وغیر ثابت بناتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ کے آمدی وکے پیر شدی کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی میں نے نہیں دیکھی اور مجھے نہیں ملی نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینے میں لئے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہم آئمہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مامن اصحاب النبی ﷺ احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبداللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۹۳ تا ۳۰۵)

ترجمہ: اصحابِ نبی ﷺ میں سے کسی نے حضور اقدس ﷺ سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوائے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہیں لکھتا تھا۔[1]

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئی ہیں اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو (۵۳۰۰) احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اب کہیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحا صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث کثیر الحدیث جانتے ہیں۔

امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور کتب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامہ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں:

بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ آئمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسی (۸۰) علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے موطائے مالک موطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہام نے جن کی جلالتِ قدر آفتاب نیم روز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا:

لعل قصور نظرنا اخفاھماعنا۔

امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انہیں ہم سے چھپالیا۔

دیکھو علماء یوں فرماتے ہیں:

---

[1] (صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابہ العلم ص دار المعرفۃ بیروت لبنان)

اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمة۔

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ:

لعله خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا۔

شاید وہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا جنہوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدت فیه جمیع الاحادیث النبویة باسرها۔

میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کروں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

هذا یحسب ما اطلع علیه المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر قاله المناوی۔

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔

وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے کہ شاید یہ حدیث ان کتب آئمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں اور پھر دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھ دیا کہ الامر کذلک یعنی واقعی ایسا ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔

امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم کثیر من الائمة انه لا اصل له۔

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔

(مذکورہ حدیث) کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کردی کہ لم نقف علیہ ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔

تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضو نور علی نور اخرجہ رزین و لم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیہ۔

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

اس سے عجیب ترسنیے۔ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانوں کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا: **ھکذا فعل رسول اللہ ﷺ**۔ ایسا ہی کیا رسول اللہ ﷺ نے۔ اس کی نسبت امام ابو عمر بن عبد البر نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابو ذکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے تو کتاب الخلاصہ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور یہ نہیں کہ: **ھکذا فعل رسول اللہ ﷺ**۔ حالانکہ بعینہ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

فی صحیح مسلم عن علقمۃ و الاسود انھما دخلا علی عبد اللہ فقال اصلی من خلفکما قالا نعم فقام بینھما فجعل احدھما عن یمینہ و الاخر عن شمالہ ثم رکعنا فوضعنا ایدینا علی رکبنا ثم طبق بین یدیہ ثم جعلھما بین فخذیہ فلما صلی قال ھکذا فعل رسول اللہ ﷺ۔ قال ابن عبد البر لا یصح رفعہ و الصحیح عندھم الوقف علی ان مسعود رضی اللہ عنہ و قال النووی فی الخلاصۃ الثابت فی صحیح مسلم ان ابن مسعود فعل ذلک و لم یقل ھکذا کان رسول اللہ ﷺ یفعلہ قیل کانھما ذھلا فان مسلما اخرجہ من ثلث طرق لم یرفعہ فی الاولین و رفعہ فی الثالثۃ و قال ھکذا فعل۔

ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے دونوں نے عرض کی ہاں حضور۔ پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا پھر ہم سب نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا پھر دونوں ہاتھ کو ملایا پھر انہیں دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اکرم ﷺ نے کیا۔ ابن عبد البر نے کہا: اس روایت کا حضور ﷺ تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ تک موقوف ہے امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا، پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انہوں نے حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا۔

میں یہاں اگر اس کی نظریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ **نور عینی فی الانتصار للامام العینی** میں لکھیں۔ یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم 4 واحاطۂ نظر کا دعویٰ ہے، کیا ان آئمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث اپنی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا۔ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے؟

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الطف واہم، ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں؟ پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح اللہ پاک ذات کی یاد کی ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع واعظ کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہو گی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آ کر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ و رُبَّ حامل فقہ لیس بفقیہ۔ رواہ الائمۃ الشافعی و الاحمد و الدارمی و ابو داؤد و الترمذی و صححہ و الضیاء فی المختارۃ و البیھقی فی المدخل عن زید بن ثابت و الدارمی عن جبیر بن مطعم رضی

اللہ عنہما و نحوہ لاحمد و الترمذی و ابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ بسند صحیح و الدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ۔

ترجمہ: بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد دارمی، ابو داؤد و ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح رسول کریم ﷺ سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداء سے انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ جلیل الشان اور اجلہ آئمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھے امام رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔

امام اعمش نے کہا:

حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقھاء انتم الاطباء و نحن العیادلۃ و انت ایھا الرجل انذت بکلا الطرفین۔

ترجمہ: بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لئے۔ و الحمدللہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابو ہریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین و غیرہم

رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد ہیں جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام بآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحديث فرويناه الفقهاء من اذا علم عمل۔

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا)۔[1]

مگر آج کل کے نام شخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی بینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[2]

اعلی حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی اس طویل عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسلمہ بزرگوں کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کا طریق کتاب و سنت کی حقیقی برکات سے مستحکم اور اخلاق انبیاء علیہم السلام واصفیاء کے سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور یہ امت محمدیہ ﷺ میں باعتبار تقویٰ ورجوع الی اللہ سب سے افضل ترین گروہ ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے جب جماعت صوفیاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

هم قوم اثروا الله عزوجل على كل شيء فاثرهم الله عزوجل على كل شيء۔

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے جو اللہ عزوجل کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔[3]

امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) جماعتِ صوفیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقد جعل الله هذه الطائفة صفوة اوليائه وفضلهم على الكافة من عباده بعد رسله وانبيائه صلوات الله وسلامه عليهم وجعل قلوبهم معادن اسراره واختصهم من بين الامة بطوالع انواره فهم الغياث للخلق والدائرون في عموم احوالهم مع الحق بالحق صفاهم من كدورات البشرية ورقاهم الى محال المشاهدات بما تجلى لهم من حقائق الاحدية ووفقهم للقيام بآداب العبودية واشهدهم مجارى احكام الربوبية فقاموا باداء ما عليهم من واجبات تكليف وتحققوا بما منه سبحانه لهم من التقليب والتصريف۔ثم رجعوا الى الله سبحانه وتعالى بصدق الافتقار ونعت الانكسار ولم يتكلوا على ما حصل منهم من الاعمال او صفالهم من الاحوال۔

---

[1] (نقله الذهبي في تذكرة الحفاظ)

[2] (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۴۹۲ تا ۳۵۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

[3] (رسالہ قشیریہ باب التصوف ص ۳۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

جذب ،وجد اور حرکت لطائف کے بیان میں

ترجمہ: پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے جماعت صوفیاء کو اپنے اولیاء میں سے منتخب فرمایا ہے اور اپنے رسولوں اور انبیاء (ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو) کے بعد اپنے تمام بندوں پر ان کو فضیلت دی اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور امت کے درمیان ان کو اپنے انوار کے طلوع ہونے کے ساتھ خاص کیا۔ وہ مخلوق کے مددگار ہیں اور اپنے عام حالات میں حق کے ساتھ حق کے ہمراہ پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری کدورتوں سے پاک کیا ہے اور وحدانیت کے جو حقائق ان کے لئے روشن کئے ان کے مشاہدات کے مقامات کی طرف ان کو ترقی دی اور ان کو آداب عبودیت (بندگی) قائم رکھنے کی توفیق دی اور احکام ربوبیت جاری ہونے کے مقامات میں حاضر کیا۔

پس ان کو جن واجبات کا مکلف بنایا وہ ان کو ادا کرنے کے لئے کمر بستہ ہوئے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو تبدیلی اور پھرنے کا حکم ملا اس کو ثابت کیا۔

پھر وہ سچی محتاجی اور انکساری کی صفت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے اور انہوں نے اپنے اعمال یا احوال کی صفائی پر بھروسہ نہ کیا۔[1]

صوفیاء کی اسی اخلاقی پاکیزگی نے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا آپ جماعت صوفیاء کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السابقون لطریق اللّٰه تعالی خاصة و ان سیرتهم احسن السیر و طریقهم اصوب الطریق اخلاقهم ازکی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء و حکمة الحکماء و علم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیرو اشیئا من سیرهم و اخلاقهم ویبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیلا فان جمیع حرکاتهم و سکناتهم فی ظاهرهم و باطنهم مقتبسة من نور مشکاة النبوة و لیس وراء نور النبوة علی وجه الارض نور یستضاء به۔

ترجمہ: بے شک مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاء ہی وہ جماعت ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء میں واقفانِ شریعت کے اسرار و علم کو جمع کیا جائے تاکہ یہ لوگ صوفیاء کی سیرت اور اخلاق میں سے ذرا بھی بدل سکیں اور ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تو وہ یہ ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں۔ اور نورِ نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔[2]

---

[1] (رسالہ قشیریہ ص ۸ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۲۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

آپ اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی کی تمام حرکات وسکنات بارگاہِ نبوت سے تشکیل پاتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے غلط بیانی کرسکتے ہیں؟ اور وہ کیسے تاجدار کائنات ﷺ کی طرف غلط چیز منسوب کرسکتے ہیں؟ یا جو قول آقا ﷺ کی بارگاہِ مبارک سے تصدیق نہ کیا ہو وہ بیان کرسکتے ہیں۔

امام ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الانصاری الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (المتوفی: ۹۷۳ھ) طبقات الکبری میں صوفیاء کے مقام ومراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال القشیری لم یکن عصر فی مدة الاسلام وفیه شیخ من هذه الطائفة الا وائمة ذلک الوقت من العلماء قد استملوا الذلک الشیخ وتواضعوا له وتبرکوا به ولو لا مزیة وخصوصیة للقوم لکان الامر بالعکس۔

قلت: ویکفینا للقوم مدحا اذعان الامام الشافعی رضی اللہ عنه لشیبان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یساله عمن ینسی صلاة لا یدری ای صلاة هی واذعان الامام احمد بن حنبل لشیبان کذلک حین قال شیبان: هذا رجل غفل عن اللہ عز وجل فجزاؤه یؤدب۔

وکذلک یکفینا اذعان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنه لابی حمزة البغدادی الصوفی رضی اللہ عنه واعتقاده حین کان یرسل له دقائق المسائل ویقول: ماتقول فی هذا یا صوفی؟ فشیء یقف فی فهم الامام احمد بن حنبل ویعرفه ابو حمزة غایة المنقبة للقوم کذلک یکفینا اذعان ابی العباس بن شریح للجنید حین حضره وقال لا ادری ما یقول ولکن لکلامه صولة لیست بصولة مبطل وکذلک اذعان الامام ابی عمران للشبلی حین امتحنه فی مسائل من الحیض وافاده سبع مقالات لم تکن عند ابی عمران وحکی الشیخ قطیب الدین بن ایمن رضی اللہ عنه ان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنه کان یحث ولده علی الاجتماع بصوفیة زمانه ویقول انهم بلغوا فی الاخلاص مقام لم تبلغه۔۔۔ قلت وسمعت شیخی ومولائی ابا یحیی زکریا الانصاری شیخ الاسلام یقول: اذ لم یکن للفقیه علم باحوال القوم واصطلاحاتهم فهو فقیه جاف۔۔۔ قلت وقد رایت رسالة ارسلها الشیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنه للشیخ فخر الدین الرازی صاحب التفسیر یبین له فیها نقص درجته فی العلم هذا والشیخ فخر الدین الرازی مذکور فی العلماء الذین انتهت الیهم الریاسة فی الاطلاع علی العلوم جملتها۔

اعلم یا اخی وقفنا اللہ وایاک انا الرجل لا یکمل عندنا فی مقام العلم حتی یکون علمه عن اللہ عز وجل بلا واسطة من نقل او شیخ فان من کان علمه مستفادا من نقل او شیخ فما برح عن الاخذ عن المحدثات وذلک معلول عند اهل اللہ عز وجل ومن قطع عمره فی معرفة المحدثات وتفاصیلها فاته حظه من ربه عز وجل لان العلوم المتعلقة بالمحدثات یفنی الرجل عمره فیها ولا یبلغ الی حقیقتها ولو انک یا اخی سلکت علی ید شیخ من اهل اللہ عز وجل لاوصلک الی حضرة شهود الحق تعالی فتاخذ عنه العلم بالامور من طریق الالهام الصحیح من غیر تعب ولا نصب ولا سهر کما اخذه الخضر علیه السلام فلا علم الا ما کان عن کشف وشهود۔ لا عن نظر وفکر وظن وتخمین وکان

الشیخ الکامل ابو یزید البسطامی رضی اللہ عنہ یقول لعلماء عصرہ اخذتم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت۔

وینبغی لک یا اخی الا تطلب من العلوم الا ما تکمل بہ ذاتک معک حیث انت قلت ولیس ذلک الا العلم باللہ تعالی من حیث الوھب والمشاھدۃ فان علمک بالطب مثلا انما یحتاج الیہ فی عالم الاسقام والامراض فاذا انتقلت الی عالم ما فیہ سقم ولا مرض فمن تداوی بذلک العلم۔

فقد علمت یا اخی انہ لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معہ الی البرزخ دون ما یفارقہ عند انتقالہ الی عالم الاخرۃ ولیس بمنتقل معہ الا علمان فقط العلم باللہ عز وجل والعلم بمواطن الاخرۃ۔

حتی لا ینکر التجلیات الواقعۃ فیھا ولا یقول للحق اذا تجلی لہ نعوذ باللہ منک کما ورد فینبغی لک یا اخی الکشف عن ھذین العلمین فی ھذہ الدار لتجنی ثمرۃ ذلک فی تلک الدار ولا تحمل من علوم ھذہ الدار الا ما تمس الحاجۃ الیہ فی طریق سیرک الی اللہ عز وجل علی مصطلح اھل اللہ عز وجل ولیس طریق الکشف عن ھذین العلمین الا بالخلوۃ والریاضۃ والمشاھدۃ والجذب الالھی وکنت ارید ان اذکر لک یا اخی الخلوۃ وشروطھا وما یتجلی لک فیھا علی الترتیب شیئا فشیئا لکن منعنی من ذلک الوقت واعنی بالوقت من لا غوص لہ فی اسرار الشریعۃ ممن دابھم الجدال حتی انکروا کل ما جھلوا وقیدھم التعصب وحب الظھور والریاسۃ واکل الدنیا بالدین عن الاذعان لاھل اللہ تعالی والتسلیم لھم۔

ترجمہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ اس میں اہل تصوف کا شیخ موجود ہو اور اس زمانے کے آئمہ عظام نے اس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اس سے عاجزی سے پیش نہ آئے ہوں اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو اگر ان (صوفیاء) کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ اس قوم (جماعت صوفیاء) کی فضیلت پر ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ یہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے قول کو مان لیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا دیا جس وقت انہوں نے فرمایا: کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہے پس اس کی پاداش یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اور اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ابی حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور ان کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا (ما تقول فی ھذا یا صوفی؟) کہ اے صوفی تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں۔ تو اس سے جماعت صوفیاء کی غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے۔ (امام شعرانی فرماتے ہیں) اسی طرح ہمارے لئے کافی ہے ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی رضی

اللہ عنہ پر اعتقاد لانا۔ جب وہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنید کہتے ہیں اس کو تو میں نہیں جانتا لیکن ان کے کلام میں ایک رعب پایا جاتا ہے۔ جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے اور اسی طرح امام ابو عمران اکابرین فقہاء میں تھے نے حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ کے آگے اس وقت سر جھکایا جس وقت حیض کے مسائل میں حضرت امام شبلی کا امتحان لینا چاہا اور انہوں نے سات ایسی باتیں بتائیں جو امام ابو عمران کو معلوم نہ تھیں۔

اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پیر و مرشد اور آقا و مولیٰ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب فقیہ کو اس قوم (جماعت صوفیاء) کے احوال اور ان کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ خشک فقیہ ہے۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شیخ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخر الدین رازی کا شمار ان علماء میں ہے جن پر تمام علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔

اور وہ خط یہ ہے:

اے میرے بھائی خدا ہم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بغیر واسطۂ نقل یا استاد کے خدائے عز و جل کی طرف سے نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد سے حاصل ہوتا ہے (یقینا) وہ برابر نو پیدا چیزوں سے لیتا ہے۔ اور (یہ) اہل اللہ کے نزدیک خالی از علت نہیں اور جس نے نو پیدا چیزوں کی شناخت اور اس کی تفاصیل میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ اللہ عز و جل کے پاس کھو دیا کیونکہ آدمی ان علوم میں جو نو پیدا چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کے حضور مرتبۂ شہود تک پہنچا دیتا۔ وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقے سے حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا۔ پس علم تو ہے ہی وہی جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر و فکر اور گمان و قیاس سے۔ اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے علماء سے فرماتے تھے تم نے اپنے علوم رسمی عالموں (یعنی) مردوں نے مردوں سے حاصل کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے علوم اس زندہ جاوید سے حاصل کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے میرے بھائی! آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے اسی علم کی جستجو میں رہو جس سے

تمہاری ذات کامل ہو۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور ایسا علم صرف علم باللہ ہی ہے جو وہب اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے پس اگر آپ کا علم طب ہے مثال کے طور پر تو اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں دکھ اور بیماریاں ہیں اور جب تم اس عالم میں منتقل ہو جاؤگے جہاں دکھ اور مرض نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعے کس کا علاج کروگے ؟

اے میرے بھائی! یقیناً آپ کو علم ہوگا کہ صاحب عقل کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے صرف وہی علم حاصل کرے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم آخرت کی طرف منتقل ہوتے وقت ساتھ چھوڑ دے اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف دو ہی علم ہیں ایک علم باللہ اور دوسرا مواطن آخرت (معاملات آخرت) کا علم۔

حتی کہ اس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اس پر ہو تو نعوذ باللہ منک نہ کہہ دے جیسا کہ وارد ہوا ہے اس لئے اے میرے بھائی! آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم آپ پر کھل جائیں تاکہ ان کا پھل اس عالم میں تم کو ملے، اور اس عالم کے انہی علوم کو لو جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے اور کشف کا راستہ (فقط) ان دونوں علوم میں سے نہیں مگر خلوت، ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ساتھ۔

اور اے میرے بھائی! میں نے چاہا (کہ دونوں علموں کا انکشاف) صرف خلوت اور اس کی شرائط اور ان تجلیات کا جو آپ کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کے لئے ذکر کروں لیکن (مخالفتِ) زمانہ نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا (مخالفت) زمانہ سے میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرارِ شریعت کی سمجھ نہیں ہے جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں اور تعصب اور نام ونمود سردار بننے اور دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے ان کو اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور ان کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے۔[1]

امام اجل الشیخ محمد بن علی بن عطیہ الحارثی بابی طالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف **"قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب و وصف طریق المرید الی مقام التوحید"** میں صوفیاء کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبارت نقل کرنے سے پہلے سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اہمیت واضح کر دوں۔

تصوف کی دنیا میں قوت القلوب ایسی مستند ترین کتاب ہے کہ جس سے امام غزالی جیسی شخصیات نے استفادہ کیا ہے۔

---

[1] (الطبقات الکبری المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار ص ۱۲ ، ۱۱ ، ۱۰ ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

"المنقذ من الضلال" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فابتدات بتحصیل علمهم من مطالعة کتبهم مثل قوت القلوب لابی طالب مکی رحمة الله علیه و کتب الحارث المحاسبی و المتفرقات الماثورة عن الجنید و الشبلی و ابی یزید البسطامی قدس الله ارواحهم۔

ترجمہ: میں نے علم صوفیاء کو حاصل کرنے کی ابتدا ان کی کتابیں پڑھنے سے شروع کی مثلاً ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور تصنیفاتِ حارث محاسبی اور متفرقاتِ ماثورہ جنید و شبلی اور بایزید بسطامی قدس اللہ ارواحہم۔[1]

اب حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

و قد کان علماء الظاهر اذا اشکل علیهم العلم فی مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الی التوفیق عندهم ابعد من الهوی و المعصیة منهم۔ الشافعی رحمة الله علیه کان اذا اشتبهت علیه المسالة لاختلاف اقوال العلماء فیها و تکافؤ الاستدلال علیها رجع الی علماء اهل المعرفة فسالهم قال: و کان یجلس بین یدی شیبان الراعی کما یجلس الصبی بین یدی المکتب و یساله کیف یفعل فی کذا و کیف یصنع فی کذا فیقال له مثلک یا ابا عبدالله فی علمک و فقهک تسال هذا البدوی فیقول ان هذا و فق لما علمناه۔۔۔ و قد کان احمد بن حنبل و یحیی بن معین رضی الله عنهما یختلفان الی معروف بن فیروز الکرخی رحمة الله علیه و لم یکن یحسن من العلم و السنن ما یحسنانه فکانا یسئلانه۔

ترجمہ: علماء ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عالم باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو جب کبھی علماء کرام کے اقوال میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہل معرفت علماء کرام (یعنی صوفیاء کرام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔

منقول ہے کہ وہ (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت شیبان راعی کی خدمت میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور ان سے عرض کرتے کہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو لوگ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتے اے ابو عبد اللہ! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے مسائل دریافت کرتا ہے تو وہ (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عرض کرتے ہیں جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے موافق ہے۔۔۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور

[1] (مجموعہ رسائل غزالی المنقذ من الضلال ص ۵۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

امام یحییٰ بن معین اکثر حضرت معروف بن فیروز کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم و سخن میں ان دونوں سے زیادہ (عالم و محدث) نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔[1]

اور امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لو لا السنتان لھلک النعمان۔

ترجمہ: اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہلاک ہو جاتا۔

ایک لمحہ کے لئے ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام شافعیر ضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام یحییٰ بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام اور مرتبہ کو بھی دیکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، حضرت شیبان راعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام یحییٰ بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہکا حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقیہ ابو عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، حضرت امام شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو العباس بن سریج رضی اللہ تعالیٰ عنہکا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابی حمزہ بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھنا بھی دیکھیں اس لئے یہ بڑے احتیاط کی جگہ ہے۔

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

و من فتح باب اعتراض علی المشائخ و النظر فی افعالھم و البحث عنھا فان ذالک علامۃ حرمانہ، سوء عاقبتہ و انہ لا یفلح انتھی۔

ترجمہ: اور جس شخص نے صوفیاء کرام و اولیاء پر اعتراض کا دروازہ کھولا اور (عیب جوئی کے لئے) ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی بے شک یہ بد نصیبی اور برے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔[2]

---

[1] (قوت القلوب جلد ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (مجموعہ رسائل ابن عابدین الجز الثانی ص ۲۸۹ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)

ضروری گزارشات

لہٰذا اگر ہم تصانیفِ صوفیائے کرام میں عمل تخریج کے دوران وسائل کی کمی یا کتب احادیث کی عدم دستیابی یا کسی بھی وجہ سے متنِ حدیث ڈھونڈنے میں ناکام ہو جائیں تو:

۱۔اس کے حدیث ہونے سے انکار نہ کیا جائے۔

۲۔اسے اپنی علمی کم مائیگی کی طرف لوٹایا جائے۔

۳۔تمام متونِ حدیث کے دستیاب ہونے تک اس پر تحقیق کا کام جاری رکھا جائے۔

۴۔اور صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معمولات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

۵۔صوفیاء واولیاء کے روایتِ حدیث کے طریقہ کو لازماً مد نظر رکھا جائے اور اسے برحق مانا جائے۔کیونکہ یہ ہستیاں اکثر فرامین واحادیث براہِ راست مجلس نبوت ﷺ سے سماع فرماتی ہیں۔

حکم شرعی:

صوفیاء کرام جو احادیث مبارکہ خواب میں یا براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر احادیث کو لیا اور بعض احادیث کی تصحیح کروائی اور شاہ صاحب نے تو ان تمام احادیث مبارکہ کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام دُرِ ثمین رکھا ہے تو ایسی تمام احادیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہیں لیکن ان سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوں گے۔اور اس بات کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ خواب یا بیداری میں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے شخص کو صحابی نہیں کہیں گے اور نہ صحابیت کا درجہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی صحابی کے مقام ومرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۹۔۱۱۰۲ہجری)کلید التوحید کلاں میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمیع اصحاب اصحاب صفہ واصحاب بدرو اصحاب کبار رضوان اللہ تعالی علیہم ہیچ کس نہ سیر سد بجز اصحابانِ محمد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابہ بدر اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

در حصولِ صحبت و ثبوت احکام شرعی بر غیر رائی حجت نہ واللہ اعلم۔

(کوئی ولی اللہ) حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنے سے صحابی نہیں بنتا اور احکام شرعیہ کے ثبوت کے لئے دوسرے شخص کے نزدیک یہ زیادہ حجت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی اور باطنی شاگرد ہوئے ہیں اور آپ ﷺ ان کا ظاہری اور باطنی تزکیہ اور تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی مرضی ورضا کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور یقیناً انہی نفوس قدسیہ کی شان میں آیا ہے:

کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها۔

ترجمہ: میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔

اور انہی سے متعلق فرمایا گیا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ تعالی۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رسالہ القشیریہ (ص:۱۱) میں فرماتے ہیں:

اعلموا رحمکم اللہ ان شیوخ هذه الطائفة بنوا قواعد امرهم علی اصول صحیحة فی التوحید صانوا بها عقائدهم عن البدع ودانوا ابما وجدوا علیه السلف واهل السنة۔

ترجمہ: جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اس جماعتِ صوفیاء کے بزرگوں نے توحید کے سلسلے میں اپنے موقف کے قواعد کو صحیح اصول پر استوار کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد کو بدعات سے محفوظ رکھا اور ان عقائد اور اعمال کے قریب ہو گئے جن پر اسلاف اور اہل سنت کو پایا۔

[1] (کلید التوحید کلاں: صفحہ ۱۴۲: العارفین پبلیکیشنز لاہور پاکستان)

[2] (اشعة اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۴ کتاب الرؤیا مکتبہ رشیدیہ مرکی روڈ کوئٹہ پاکستان)

اور رسالہ القشیریہ (ص:۴۲۷) میں لکھتے ہیں:

کان اصول ھذہ الطائفۃ اصح الاصول و مشایخھم اکبر الناس و علماءھم اعلم الناس۔

ترجمہ: اس گروہ کے اصول سب سے زیادہ صحیح اصول ہیں اور ان کے مشائخ تمام لوگوں سے بڑے اور ان کے علماء سب لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ المنقذ من الضلال ص ۶۲ میں فرماتے ہیں:

و ان سیرتھم احسن السیر و طریقھم اصوب الطریق اخلاقھم ازکی الاخلاق۔

ترجمہ: اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں۔

امام ابو طالب مکی ان کی شان میں قوت القلوب ص ۲۷۰ میں لکھتے ہیں:

و قد کان علماء الظاھر اذا اشکل علیھم العلم فی مسالۃ لاختلاف الادلۃ سالوا اھل العلم باللہ لانھم اقرب الی التوفیق عندھم و امابعدمن الھوی و المعصیۃ منھم۔

ترجمہ: علمائے ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عارف باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ جل وعلا کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۵۷ میں امام ابو طالب مکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لو فور علمه و کمال حاله و علمه باحوال السلف ومکان ورعه وتقواه وتحریه الاصوب و الاولی۔

ترجمہ: اور شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر اور مستند ہے کیوں کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں حال میں صاحب کمال ہیں اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں اور تقویٰ اور ورع میں ان کا خاص مقام اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکرِ کامل رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت اور نامناسب بات ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

و اتبع سبیل من اناب الیّ۔

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اھل الدین۔

ترجمہ: دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیاء سے بڑھ کر کون دین دار ہے۔[1]

صوفیاء کرام کے اقوال پر رد کرنے سے پہلے کتابوں کے مطالعہ کی جو شرطیں سمجھنا ضروری ہیں:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

کتابہائے کہ علماء وفقہاء در رد وانکار بظواہر اقوال قوم نوشتہ اند، اگرچہ در منع وتحذیر واحتراس از ورود مواقع غلط واشتباہ نفع دارد ولیکن متضمن بضرر نیز ہست وحصول حقیقت وانتفاع واستفادہ ازان موقوف ست بر رعایتِ چند۔ شرطِ اول آنکہ نظر براحوالِ خود مقتصر گرداند ومجلس آرائی نگرداند وباغیر سالک راہ کہ بذکائے طبیعت وجودت فطنت وسلامت قریحت ودریافتِ وقتِ کلام ونزاکتِ مرام وشباتِ قدم در مقامِ صدق وتحقیق وسلوکِ طریق ورع واحتیاط موصوف بود، بیان نکند وبامریدان سادہ لوح وخالی الذہن کہ بصفاے عقیدت بحضراتِ مشائخ موصوف اند، وقوتِ تمیزِ سخن ندارند درمیان نیارد، ودر اعتقاد وارتباطیکہ بامشائخ دارند تشویش وتفرقہ نیندازد، واگر فرضاً در مقامِ وعظ ونصیحت احتیاج باعلام وتنبیہ شود، دخل واعتراض در مجرد قول کند بے تعین قائل ودر ضمن بیان تعرض بعظمتِ حال وجلالتِ شان این طائفہ علیہ قدس اللہ سرہم نماید۔ زیراکہ ستر زلات ائمہ وپوشیدن خطائے بزرگانِ دین از واجباتِ وقت واسبابِ سعادت وسرمایۂ برخورداری ست، وصیانتِ دین وحفظ حوزۂ اسلام ومراعاتِ شریعت اوجب والزم است وقائم بدینِ خدا ماجور ومنتصر وے منصور وانصاف درحق لازم واتباع نفس وہوا ممنوع ودیانتے کہ مصحوب ہوا باشد فاسد ونصیحتے کہ مشوب بغرض نفسانی بود باطل است۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان)

شرط دوم رسوخ اعتقاد و تحسینِ ظن بمشائخ و تنزیہہ ساحت عز و کمال ایشان از غبار طعن و تنقیص تارةً بنفی نسبت و منع صدور آن از ایشان واخری بتاویل و تطبیق آن بظاہر واعتذار بوقوع آن بسکر حال و غلبۂ وجد۔

شرط سوم اعتقاد آنکہ باعث رد وانکار و مآل آن حسم مادہ و سد ذریعہ است تا عامۂ خلق و مدعیان راہ این چنین نکنند و بے تحقیق بمقام صدق و تمکن حقیقت براہ تقلید و متابعتِ ایشان نروند کہ تقلید واتباع در احکام ظواہر شرع رود نہ در احوال و مواجید و اذواق۔ واز فقہاء کسے کہ بر طائفہ صوفیہ علیہ قدس سرہم براہ رد وانکار رفتہ و تشدید و تغلظ نمودہ۔

ابن جوزی ست کہ از اکابر علمائے فقہ و حدیث است و گفتہ اند کہ مقصود وے نیز سدّ ذرائع است بدلیل تطریز و توشیح وے کتب خود را بذکر حکایات و کلمات مشائخ واستشہاد بافعال واقوال ایشان باوجود رد وانکار وے بر ایشان در بعضے مواضع و در چند موضع از کتاب تلبیس ابلیس کہ از تصانیف مشہورۂ اوست گفتہ است و مبالغت نمودہ و قسم یاد کردہ است کہ مقصودِ من اظہارِ علم و تحقیقِ سنت و تنبیہ و تحذیر از مواضع بدعت است نہ طعنِ رجال و تنقیص اہلِ کمال۔ ولیک از شدت و غلظت و خشونت کلامِ وے معنوی ست و در نظر انصاف آن کتاب در معرفت مداخل شیطان و حسم مادۂ بدعت و جہالت بے نظیر است۔ غیر آنکہ خشونت الفاظ و تشدید انکار و تغلیظ طعن و تشنیع وے موحش و مشوش است۔ ولہٰذا محققان از اربابِ نصیحت از خواندن این کتاب و امثال آن منع و تحذیر کردہ و بعدم خوض و وقوع در آن وصیت فرمودہ اند تا بسوئِ ظن و تنقیص مشائخ و اربابِ احوال گرفتار نگردد و، ہمچنانکہ از ین کتاب و امثال آن منع کردہ اند از خوض در بعضے کتب این قوم مثل فصوص الحکم و اشباہِ آن کہ اسرار و حقائق و مواجید را صریحاً بے توقف و تحاشی نوشتہ اند نیز نہی فرمودہ اند۔

شرطِ چہارم کہ خلاصۂ کلام و حاصل مرام است آنست کہ اعتراف بقصورِ علم و ضعفِ فہم خود کند، خداداند کہ ایشان چہ گفتہ اند و چہ ازارت کردہ سخنان ایشان را بایشان گذارد و خود را و تصرف خود را از میان بردارد۔ و انصاف آنست کہ توقف و انکار بر آنست کہ در فہم این کس می درآید، یا باحتمال آنکہ چیزے ارادہ کردہ باشند کہ منکر نباشد پس در حقیقت انکار بر نفسِ خود است نہ بر ایشان۔ و بالجملہ دین و شریعت واضح ست خود موافق آن رود بدان کرکن۔ و اگر از تو مسئلہ شرعی

بپر سند موافق حکمِ شریعت جواب گو۔ واگر در خصوص حال یکے از صادقان راہ سخن افتد تغافل ورز واغماض کن۔ وبدانکہ جحود وانکار سببِ بُعد وحرمان ست وتصدیق واعتقاد موجب فتح باب واللہ الھادی ومنہ التوفیق لنیل الصواب۔

تمام شد نقلِ قواعد از کتاب قواعد الطریقت فی الجمع بین الشریعت والحقیقت وچون عبارات این کتاب در غایتِ دقّت وایجاز بود اگر بجہت بسط وایضاح زیادت کلمہ یا فقرہ شدہ باشد دور نیست ولیکن نقل سخنے وحکایتے زائد بر اصلِ مقصود وکلام شیخ کردہ نشد الا ما شاء اللہ۔ واگر توفیق رفیق خواہد شد این معانی را در رسائل دیگر بتقریب اقتضائے وقت باضم معانی دیگر نیز تفصیل دادہ آید انشاء اللہ تعالیٰ۔

جو کتابیں علماء اور فقہاء نے صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال کے ظاہری مفہوم کے ردو انکار میں لکھی ہیں اگرچہ ان کے غلط مواقع پر استعمال سے ڈرانے، روکنے اور حفاظت کرنے کی غرض سے ہیں اور اگرچہ ان میں نفع کا شائبہ ہے لیکن ساتھ ہی نقصان کا بھی احتمال ہے ان سے حقیقت کا حصول اور نفع اور فائدہ حاصل کرنا چند شرطوں کی رعایت پر موقوف ہے۔

اول یہ کہ نظر کو اپنے احوال پر منحصر کردے (زیادہ نہ جائے) اور اس کو اپنے نفس پر انکار و مواخذہ کا سبب بنائے۔ فصاحت اور طلاقت لسانی اور مجلس آرائی کا اظہار نہ کرے اور سالک راہ کے علاوہ (کہ جو طبیعت کی ذہانت، عقل کی تیزی اور مزاج کی سلامتی رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ کس وقت بات کی جائے۔ مقصد کی کیا نزاکت ہے۔ صدق، تحقیق اور سلوک کے مقام میں ثابت قدم رہے اور ورع اور احتیاط کے طریقوں سے موصوف ہو) کسی سے بیان نہ کرے۔ اور سادہ لوح اور خالی الذہن مریدوں کے (جو گہری عقیدت کی بنا پر کہ وہ حضرات مشائخ سے رکھتے ہیں اور بات کو سمجھنے کی قوت نہیں رکھتے) درمیان نہ لائے اور جو اعتقاد اور ارتباط ان کو مشائخ سے ہے اس میں انہیں پریشانی اور الجھن (پراگندگی) میں نہ ڈالے اگر بفرض محال وعظ ونصیحت کے موقع پر کسی بات کو جتانے یا تنبیہ کرنے کی ضرورت ہو تو ایک عام بات کے انداز میں دخل دے یا اعتراض کرے۔ قائل کا نام نہ لے اور بیان کے سلسلہ میں اس گروہ کی عظمتِ حال اور جلالتِ شان کا لحاظ کرتے ہوئے اعتراض کرے۔ اس لئے کہ اماموں کی لغزشوں کو چھپانا، بزرگوں کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھنا واجباتِ وقت اور اسبابِ سعادت سے ہے۔ اور دین کی نگہبانی مملکتِ اسلام کی حفاظت اور شریعت کی مراعات اس سے زیادہ واجب اور لازم ہیں۔ خدا کے دین پر قائم رہنے والا ماجور اور اس کی مدد کرنے والا منصور ہے۔ حق بات کے سلسلے میں انصاف لازم اور نفس اور خواہش کی پیروی ممنوع ہے۔ وہ دیانت جو خواہش اور ہوا کی ساتھی ہو فاسد ہے۔ اور وہ نصیحت جس میں نفسانی غرض کی آمیزش ہو باطل ہے۔

دوسری شرط: مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ مضبوط اعتقاد اور حسنِ ظن اور ان کے دامنِ عزت و کمال کی طعن اور تنقیص کے غبار سے پاکی و صفائی اور حسنِ ظن کا اظہار اس طریقہ پر کہ جس بات کی تنقیص کی جارہی ہے اس کی نسبت ان سے ممکن نہیں یا یہ کہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہو سکتا اور دوسرے ان کے افعال کی اس طرح تاویل کہ یہ کام جس کا ظاہر مخالف ہے در حقیقت مخالف نہیں۔ یا اگر مخالف بھی ہے تو ان سے سکر و حال اور غلبۂ وجد کی وجہ سے صادر ہو گیا۔

تیسری شرط: اس بات کا اعتقاد کہ ردو انکار کا باعث دراصل مادہ فاسد اور غلط تصورات کی روک تھام ہے تاکہ عام خلقت اور اس راہ پر چلنے والے گمراہ نہ ہوں اور صدق و تمکن حقیقت کے مقام کی تحقیق کے بغیر ان کی تقلید اور پیروی کی راہ پر نہ چلیں کیونکہ تقلید و اتباع شریعت کے ظاہری احکام میں چلتی ہے۔ احوال و مواجید اور اذواق میں نہیں۔ اور فقہاء میں سے جو لوگ صوفیہ کے گروہ کے ردو انکار کی راہ پر چلتے ہیں اور جنہوں نے اس معاملہ میں سختی اور شدت سے کام لیا ہے وہ ابن جوزی ہیں جو فقہ اور حدیث کے بڑے علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ " اس کا بھی مقصد ذرائع کی روک تھام ہے۔ اس کی آرائش و زیبائش کے خیال سے اپنی کتابوں کو مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی حکایتوں اور کلمات اور ان کے افعال و اقوال سے استشہاد کے ذکر میں ردو انکار کے باوجود انہوں نے ان کے بارے میں بعض موقعوں پر اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں جو ان کی مشہور تصنیف ہے چند جگہوں پر کیا ہے۔ انہوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ میرا مقصد علم کا اظہار اور سنت کی تحقیق اور بدعت کے مواضع پر تنبیہ اور تحذیر (ڈرانا) ہے۔ رجال پر طعن کرنا اور اہلِ کمال کی تنقیص کرنا نہیں۔ لیکن ان کے کلام کی شدت، سختی اور لہجہ کی تیزی سے جو انہوں نے اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا انکار قوی اور ان کی نزاع معنوی ہے اور انصاف کی نظر میں یہ کتاب شیطان کے داخل ہونے اور بدعت و جہالت کے مادہ کو کاٹ ڈالنے کی معرفت میں بے نظیر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ان کے الفاظ کی سختی، انکار کی شدت اور طعن و تشنیع میں گہرائی وحشت میں مبتلا کرنے اور تشویش میں ڈالنے والا ہے، اس لیے اربابِ نصیحت میں سے محققین نے اس کتاب کے پڑھنے اور اس کی مثالیں دینے سے منع کیا اور روکا ہے، اور وصیت کی ہے کہ اس پر غور و خوض نہ کیا جائے۔ تاکہ مشائخ اور اربابِ احوال سوء ظن اور ان کی تنقیص میں مبتلا نہ ہوں جیسا کہ اس کتاب اور اس میں مذکور مثالوں سے منع کیا ہے۔ اسی طرح اربابِ طریقت کی بعض کتابوں مثلاً فصوص اور اس کے مثل اور کتابوں پر غور کرنے سے بھی روکا ہے کہ ان میں اسرار، حقائق اور مواجید کو صریحاً بغیر توقف اور یکسوئی کے لکھ ڈالا ہے۔

چوتھی شرط: جو خلاصہ کلام اور حاصلِ مقصد ہے یہ ہے کہ اپنے علم کی کمی اور عقل کی کمزوری کا اعتراف کرے۔ خدا جانتا ہے کہ انہوں نے (مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے) کیا کہا ہے اور کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کی باتوں کو انہیں کے

ساتھ چھوڑے اور خود کو اپنے تصرف کو درمیان سے ہٹالے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ توقف اور انکار اس بات پر کیا جاتا ہے جو اس کی سمجھ میں آرہی ہے یا احتمال اس امر کا ہو کہ انہوں نے اس چیز کا قصد کیا ہے جو فی نفسہ بری نہیں ہے۔ پس حقیقت میں انکار خود اپنے نفس پر ہوتا ہے ان پر نہیں۔

حاصل کلام کہ شریعت ایک واضح چیز ہے، خود اس کے موافق چل اور اسی کے مطابق کام کر۔ اور اگر تجھ سے مسئلہ شرعی پوچھا جائے تو شریعت کے حکم کے مطابق جواب دے۔ اور اگر صادقانِ راہ کے بارے میں کوئی بات آجائے تو تغافل سے کام لے اور چشم پوشی اختیار کر۔ واضح رہے کہ انکار دوری اور حرمان کا سبب ہوتا ہے اور تصدیق و اعتقاد کامیابی کا موجب ہے: واللہ الھادی ومنہ التوفیق لنیل الصواب (یعنی: اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ وہی توفیق دیتا ہے اور وہی صحیح بات تک پہنچاتا ہے)۔

کتاب قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعت و الحقیقۃ سے قواعد کی نقل پوری ہوئی۔ چونکہ اس کتاب کی عبارتیں وقت کی مناسبت سے بے حد مختصر تھیں۔ اس لئے اگر شرح اور وضاحت کی وجہ سے کسی کلمہ یا فقرہ کی زیادتی ہوگئی ہو تو کچھ بعید نہیں لیکن کسی بات یا حکایت کی نقل میں اس اصل سے زیادتی نہیں کی گئی جو شیخ کا مقصود یا ان کا اپنا کلام ہے سوائے بعض جگہوں کے۔ اور توفیق ملی تو اس مفہوم کو دوسرے رسالوں میں بھی وقت کے تقاضہ کے مطابق کچھ اور مضمون شامل کرکے تفصیلاً بیان کیا جائے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔[1]

راہِ تسلیم اور غلبۂ وجد و حال:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وطریق اسلم کہ مرکزِ دائرۂ اعتدال و توسط است تسلیم است۔ چنانچہ گفتہ اند اسلم تسلم۔ وحاصل معنی تسلیم بدان رود کہ بدانند کہ منشائے این امور حالِ صحیح ونسبتِ درست ونیتِ صادق است ولیکن بغلبۂ حال واستیلائے وجد قدم صبر وثبات از جاء در آمد وعنانِ ضبط واختیار از دست رفت بحدیکہ صورت این فعل قبح شرعی وے از نظرِ اعتبار سقوط پذیرفت ونظر بر صرف معنی وروح عمل کہ حضور واخلاص است مقتصر آمد، وقدم از وسط طریق لغزید، واگر این حالت را در عالم ظاہر مثالے طلبند طریان حالتِ غضب وفرح است علیٰ حسب تفاوت درجاتھماومراتبھما۔

---

[1] (مرج البحرین، ص، ۸۵، تا، ۸۸، محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی) (مرج الجرین، ص: ۱۱۰۔۱۱۴)

که چگونه مرد عاقل را بجنباند واز اختیار بیرون آرد وبیخود کرداند، اگرچه آن حصهٔ اختیار که مبدائِ فعل است باقی ست ولیکن سخن در زلت وثبات وغالب ومغلوب می رعد، غلبه وجد وحال را همبرین قیاس توان کرد، واین جز در مقامِ سکر وتلوین وبدایتِ حال نباشد۔

ترجمہ: بحث کا طریقہ جو اعتدال اور توسط کا مرکز ہے وہ تسلیم ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے " اَسْلِمْ تَسْلَمْ (یعنی اسلام قبول کرو سلامت رہو گے)۔ دراصل تسلیم کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جان لیں کہ ان امور کا منشا صحیح حالت، درست نسبت اور سچی نیت ہے۔ لیکن حال اور وجد کے غلبہ کی وجہ سے ثبات کا قدم اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے اور ضبط واختیار کی عنان ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شریعت کے لحاظ سے اس فعل کی جو برائی ہے وہ نظر سے ساقط ہو جاتی ہے اور صرف معنی اور روح عمل پر نظر جم کر رہ جاتی ہے کہ یہی چیزیں حضوری واخلاص کا موجب ہیں، اور قدم درمیانی راستے کے سرے پر پہنچ کر لڑکھڑا جاتا ہے اور اگر اس حالت کو عالمِ ظاہر میں مثال کے ذریعہ سمجھنا چاہیں تو یہ حالتِ غضب کی روانی اور فرحت والی ہے۔ اور وہ درجوں اور مرتبوں کے تفاوت کی بنا پر ہے کہ کس حد تک وہ کسی عقلمند آدمی کو کس طرح حرکت دیتی، بے اختیار کرتی اور بے خود بناتی ہے۔ اگرچہ اختیار کا وہ حصہ جو کسی فعل کا موجب ومبدا ہوتا ہے، باقی رہتا ہے لیکن بات اصل میں خطا ہونے، قائم رہنے، غالب ہونے یا مغلوب ہونے کی ہے۔ وجد اور حال کے غلبہ کو بھی اسی بات پر قیاس کر لیا جائے اور یہ بغیر سکر وتلوین اور حال کے ابتدا میں نہیں ہوتا۔[1]

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے:

اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس العلماء الغافلين و الفقراء المداهنين و المتصوفة الجاهلين۔

ترجمہ: تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے اجتناب کیا کرو۔ ایسے علماء سے جو عمل سے غافل ہوں، ایسے فقیروں سے جو دھوکے باز ہوں اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔[2]

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہور عالم ہیں وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ:

و ما كان المتقدمون فی التصوف الا رؤ وسا فی القرآن و الفقه و الحديث و االتفسير۔

متقدمین صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر کے امام تھے۔[3]

---

[1](مرج البحرین، ص، ۳۷، ۳۶، محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی)(مرج الجرین، ص: ۵۲)

[2](تلبیس إبلیس ص ۳۹۶ دار ابن حزم)

[3](تلبیس إبلیس ص ۳۴۹ دار ابن حزم)

علامہ نور الدین ابو الحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی، علامہ محمد بن یحیی التاذفی الحلبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

اخبرنا الشیخ الاصیل محیی الدین ابو محمد یوسف ابن الامام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی۔ قال: قال لی الحافظ ابو العباس احمد بن احمد البغدادی البندلجی: حضرت انا و والدک علیہ الرحمۃ یوما مجلس الشیخ محیی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ، فقرء القاری آیۃ فذکر الشیخ فی تفسیرھا وجھا فقلت لوالدک: اتعلم ھذا الوجہ؟ قال: نعم، ثم ذکر وجھا آخر، فقلت لہ، اتعلم ھذا الوجہ؟ قال: نعم، فذکر الشیخ فیھا احد عشر وجھا، انا اقول لوالدک: اتعلم ھذا الوجہ؟ وھو یقول نعم، ثم ذکر الشیخ وجھا آخر، فقلت لوالدک: اتعلم ھذا الوجہ؟ قال: لا، حتی ذکر فیھا کمال اربعین وجھا یعزو کل وجہ الی قائلہ، و والدک یقول: لا اعرف ھذا الوجہ، و اشتد تعجبہ من سعۃ علم الشیخ، ثم قال: نترک القال، و نرجع الی الحال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فاضطرب الناس، اضطرابا شدیدا، و مزق والدک ثیابہ۔

حافظ ابو العباس احمد بن احمد البندلجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت کا ذکر ہے کہ میں اور ابن الجوزی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترجمہ پڑھا رہے تھے۔ قاری نے ایک آیت پڑھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے وجوہات بیان فرمانے شروع کیے۔ میں نے پہلی وجہ پر ابن جوزی سے پوچھا: کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ وجہ معلوم ہے تو انہوں نے کہا: ہاں! پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک وجہ بیان فرمائی، میں نے شیخ موصوف سے پوچھا: کہ یہ وجہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہے انہوں نے کہا: ہاں! یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کریمہ کے متعلق گیارہ وجوہات بیان فرمائیں اور ہر ایک وجہ پر میں شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف سے پوچھتا گیا کہ آپ کو یہ وجہ معلوم ہے تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف ہر ایک وجہ کی نسبت کہتے گئے کہ ہاں یہ وجہ مجھے معلوم ہے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اور وجہ بیان کی جس کی نسبت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف سے میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: کہ یہ وجہ مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوری چالیس وجوہات بیان فرمائیں اور ہر ایک وجہ کو اس کے قائل کی طرف بھی منسوب کرتے گئے اور اخیر تک ہر وجہ پر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف نے کہا: کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی وسعت علم پر نہایت متعجب ہوئے پھر شیخ نے فرمایا کہ ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ان کا یہ کہنا کہ مجلس میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور آپ کے والد موصوف نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔[1]

[1] (بھجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص، ۲۲۵، ۲۲۴، مؤسسۃ الشرف بلاھور، پاکستان) ص، ۲۵۱ (غوث جیلانی۔ ص: ۱۶۵)

اب ہم اپنے مقصد اصلی کی طرف چلتے ہیں۔

مسئلۂ وجد اور تواجد اور جذب قرآن واحادیث مبارکہ اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہے جو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے لیکن میرے خوش قسمت بھائی یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ وجد عربی زبان کا لفظ ہے جو وجدیجد باب ضرب یضرب سے ہے لغت میں مطلوب پانے کو کہا جاتا ہے اور اس کا استعمال غمی اور خوشی، محبت اور شوق وذوق، قدرت وعلم وغیرہ میں ہوتا ہے، لیکن اہلِ تصوف کی اصطلاح میں وجد، ذوق وشوق باطنی فیض الٰہی کو کہا جاتا ہے۔ اور تواجد تکلفًا حالتِ وجد کا اظہار کرنے کو کہا جاتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فالتواجد: استدعاء الوجد بضرب اختيار وليس لصاحبه كمال الوجد۔

تواجد اپنی طرف سے حالتِ وجد کو ظاہر کرنا ہے جبکہ اس کو وجدِ حقیقی حاصل نہ ہو۔[1]

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

التواجد المتكلف فمنه مذموم ومنه محمود۔

تواجد تکلف سے وجد ظاہر کرنا جب ریا مطلوب ہو تو مذموم ہے اور اگر وجد حقیقی سے مشابہت مقصود ہو تو محمود ہے۔[2]

علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولاشك ان التواجد وهو تكلف الوجد واظهاره من غير ان يكون له وجدًا حقيقتًا فمنه تشبه باهل الوجد الحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعًا۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تکلف کے ساتھ وجد کا اظہار جب حقیقت میں نہ ہو۔ اس میں وجد حقیقی والوں کی مشابہت ہے تو جائز ہے بلکہ مطلوب شرعی ہے۔[3]

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والتواجد مذموم للرياء لا لقصد الوصول الى الحقيقة لورود۔

تواجد دکھاوے کے لئے مذموم ہے حقیقت وارد تک پہنچنے کے لئے مذموم نہیں بلکہ محمود (اچھا) ہے۔[4]

---

[1] (الرسالة القشيرية ج ۱ ص ۱۶۱)

[2] (إحياء علوم الدين ج ۲ ص ۲۹۵)

[3] (الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية ج ۲ ص ۵۲۵)

[4] (عين العلم کے صفحہ نمبر ۴۰۵)

جذب، وجد اور حرکت لطائف کے بیان میں

تواجد : تواجد عربی زبان کا لفظ ہے اور باب تفاعل سے ہے تکلف کے ساتھ وجد ظاہر کرنے کو کہا جاتا ہے اور وجد کی جتنی تعریفیں بزرگوں نے کی ہیں سب کا مرجع (حاصل) ایک ہے فرق صرف اسباب میں ہے۔

"جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

الوجد وارد حق یزعج (ای یمیل) القلوب الی الحق۔

وجد اللہ کی طرف سے ایسا ایک وارد ہے جو دلوں کو اللہ کی طرف مائل کرتا ہے جیسا کہ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔[1]

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا:

الوجد وارد یرد من الحق سبحانہ کما فی عوارف المعارف۔

وجد اللہ تعالیٰ کی جانب سے عارفوں پر وارد ہونے والے فیض کا نام ہے۔

ابو الحسن دراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

الوجد عبارۃ عما یوجد عند السماع کما فی احیاء العلوم۔

وجد اس حال کا نام ہے جو سماع یعنی نعت و ثناخوانی یا قوالی کے وقت سالکین پر وارد ہوتا ہے۔[2]

ابو سعید بن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

الوجد رفع الحجاب و مشاھدۃ الرقیب و حضور الفھم و ملاحظۃ الغیب و محادثۃ السر و ایناس المفقود" کما فی احیاء العلوم۔

وجد باطنی حجابات اٹھ جانے اور نگہبان حقیقی کا مشاہدہ کرنے اور فہم و فراست حاصل ہونے اور غیب کے مرتبوں کے ملاحظہ ہونے اور رازوں کے حصول کے ساتھ مشغول ہونے اور گم شدہ نعمت پانے کا نام ہے۔[3]

عین العلم میں درج ہے:

الوجد صادق القلب من شوق و خوف و حزن و قلق و یجدی نقآء القلب و حصول العلم و المکاشفۃ و ربما لا یمکن تعبیر منہ۔

وجد صادق دل کے احوال جیسے شوق، خوف، غم، پریشانی (اضطراب) کو کہا جاتا ہے وجد دل کی صفائی لاتا ہے علم باطنی اور کشف اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وجد کی تعبیر ہی ممکن نہیں رہتی۔[1]

---

[1] (احیاء العلوم جلد:۲:ص:۲۹۱)

[2] (احیاء العلوم جلد:۲:ص:۲۹۱)

[3] (احیاء العلوم جلد:۲:ص:۲۹۱)

عمر بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یقع علی کیفیۃ الوجد عبارۃ لانہ سر اللہ عند عبادہ المؤمنین الموقنین۔

وجد کی کیفیت عبارۃ میں نہیں آسکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔ کامل یقین رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ۔[2]

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انہ عبارۃ عن حالۃ یثمرھا السماع وھو وارد حق جدید عقیب السماع یجدہ المستمع من نفسہ۔"

وجد ایسی حالت کو کہا جاتا ہے جو کہ نعت خوانی (سماع وغیرہ) سے پیدا ہوتی ہے۔ نعت سننے والا اس وارد حق کو اپنے اندر پاتا ہے۔[3]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں :

الوجد الحق ھو ماینشأ من فرط حب اللہ تعالی وصدق إرادتہ والشوق إلی لقائہ۔

وجد حق اللہ تعالیٰ سے کامل محبت اور سچی ارادۃ اور اللہ جل شانہ سے ملاقات کے شوق کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔[4]

ابو الحسین دراج فرماتے ہیں:

الوجد عبارۃ عما یوجد عند السماع, وقال: جال بی السماع فی میادین البھاء فاوجدنی وجود الحق عند العطاء فسقانی بکاس الصفاء فادرکت بہ منازل الرضاء واخرجنی الی ریاض التنزہ والفضاء۔

(وجد اس چیز کو کہتے ہیں جو سماع کے وقت پائی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے سماع رونق کے میدانوں میں دوڑاتا ہے تو عطا کے وقت وجود حق نے مجھے میرا مقصود عطا کر دیا۔ اور مجھے جام صفا پلایا جس سے میں نے رضا کی منازل کو پالیا اور اس نے مجھے سیر و تفریح اور کھلی فضاء کے باغات کی طرف پہنچا دیا۔)[5]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

قال الشیخ رحمہ اللہ: قال أبو سعید بن الاعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی کتابہ فی الوجد أن سائل سال فقال: أیما أفضل و أتم، الحرکۃ والانزعاج, قال أبو سعید: فالجواب فی ذلک واللہ أعلم: أن الواردات من الاذکار, منھا ما یوجب السکون, فالسکون فیھا افضل من الحرکۃ, و منھا ما یوجب الحرکۃ,فالحرکۃ فیھا أتم: أذ حکمھا القھر لاھلھا فاذا لم یقم بھذا القھر کان الوارد ضعیفا فی ورودہ ولو ورد بحقیقتہ لأوجب ضرورۃ الحرکۃ والواردات من

---

[1](عین العلم ص ۴۰۴)
[2](احیاء العلوم: جلد: ۲: ص: ۲۶۱)
[3](احیاء العلوم فی آثار السماع وآدابہ: جلد: ۲: ص: ۲۹۳)
[4](احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۹۶ باب کتاب آداب السماع والوجد)
[5](احیاء علوم الدین: ج: ۲: ص: ۲۹۲)

العلوم و الأذکار الکاین عنها الوجد و الاستهتار علی القلوب فیشاهدها و رایت جماعة یفضلون اهل السکون لکبر عقولهم و قوتها و اشرافها علی ما ورد علیها و تمکنها فیه، و هـذا العمری کذالک، و لکن ربما ورد ما لا یلاوم العقول المخلوقه فیکون نوره اقوی و برهانه اقوی فیقوم شاهده منه و یعجز العقل عن ادراکه فیکون الوارد اقوی من العقل، فحکم هذه الحرکته اتم۔

ترجمہ: ابو سعید بن الاعرابی علیہ الرحمۃ کتاب الوجد میں لکھتے ہیں: "ایک سوال کرنے والے نے پوچھا کہ وجد میں کامل ترین شخص کون ہے حرکت کرنے والا یا ساکن رہنے والا؟ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے میں سکون و تمکین سے رہنا کہیں افضل ہے حرکت کرنے سے یا جوش و جذبے میں آنے سے۔ ابو سعید نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: "بلاشبہ واردات اذکار سے ہوتی ہیں اور ان میں سے بعض واردات ایسی ہوتی ہیں جو موجب سکون ہوتی ہیں لہذا ایسے میں ساکن رہنا ہی افضل ہے حرکت سے۔ اور بعض واردات ایسی ہوتی ہیں جو موجب حرکت ہوتی ہیں اس لئے متحرک رہنا افضل ہو جاتا ہے ساکن رہنے سے کیونکہ اس طرح کی واردات کے مزاج میں قہر یعنی غلبہ ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اس غلبہ پر قائم نہ رہا تو واردات ضعیف ہوں گے اور اگر واردات ضعیف نہ ہوں تو حرکت ضروری ہے"۔ واردات، علوم و اذکار سے پیدا ہوتی ہیں اور ان سے وَجد پیدا ہوتا ہے اور واجد ان کا مشاہدہ بھی کرتا ہے۔

میں نے ایک جماعت صوفیہ کو دیکھا جو وجد میں اہل سکون کو اس لئے ترجیح دیتی ہے کہ ان کی عقلیں بڑی اور قوی ہوتی ہیں ان پر جو کچھ واردات ہوں ان کو سمجھتی اور ان پر استقامت رکھتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بھی درست ہے مگر بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ کچھ واردات اس قدر قوی نوری اور مضبوط برہان والی ہوتی ہیں کہ عقلیں ان کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں ایسے میں جس وجد میں انسان متحرک ہو جائے تو بلاشبہ ایسی حرکت، ساکن رہنے سے افضل ہے۔[1]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال أبو سعید بن الأعرابی: الوجد ما یکون عند ذکر مزعج، او خوف مقلق او توبیخ علی زلة او محادثة بلطیفه، او اشارة الی فائدة، أو شوق الی غائب، او اسف علی فائت، او ندم علی ماض، او استجلابا و داع الی واجب او مناجاة یقابلة الظاهر بالظاهر و الباطن بالباطن، و الغیب بالغیب و السر باسر، استخراج ما لک بما علیک مما سبق لک، لتسعی فیه فیکتب لک بعد کونه منک، فیثبت لک قدم بلا قدم و ذکری بلا ذکر، اذا کان هو المبتدی بالنعم و المتولی لها، و ملهم الشکر علیها، و المضیف الیک کسبها، فیثبت لک لک بها درجة عاجلة، و الیه یرجع الامر کله، فهذا جملة ظاهر علم الوجود۔

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی الواجد الساکن و الواجد المتحرک أیهما أتم؟، ص، ۲۶۸، دار الکتب العلمیه، بیروت) (کتاب اللُّمع فی التصوف، ص، ۵۱۲)

و قال ابو سعید رحمہ اللہ: الوجد مباشرۃ روح و مطالعۃ مزید، لا یصبر عن قلیلہ و لا یقدر علی کثیرہ، التخیل منہ متدارک، و الاستحثاث منہ الیہ متواتر، فلذالک یقع اللھف و ربما کان دونہ التلف، فأما البکاء و الشھیق فلقربہ ما یزداد اذ کان لم یعرف قبل، وروردہ و لا انس بہ مع سرعۃ تقصیہ مع وقوعہ حتیٰ کانھما جمیعا معا، فلم یتم الاستبشار بورودہ حتیٰ لحق الاسف علی تقضیہ، و الرعدۃ و الغشیۃ و زوال الأعضاء و الغلبۃ علی العقل فلعظم قدر اوارد و قوۃ سطونہ، و کذلک کل وارد مستغرب او مفزع مھول، ففی سرعۃ ورودہ مع سرعۃ تفضیہ حکمۃ بالغۃ و نعمۃ ظاھرۃ، و لو لا انہ امسک اولیاءہ و القی علی کل قلب من ذلک ما أطاقہ لطاشت عقولھم و ذھلت نفوسھم، ولکن لا حال معلومۃ و مناھل موردۃ، و ذلک لا یدوم لحظۃ او طرفۃ عین: رفقا منہ بأولیائہ حتی ینسیھم فیما أرد کما یرید۔

ترجمہ: ابو سعید بن الاعرابی علیہ الرحمۃ نے کہا: وجد مندرجہ ذیل احوال کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ بے قرار کر دینے والا بیان، پریشان کن خوف، لغزش پر مواخذہ، کسی فائدے کی طرف خوب صورت کلام کے ذریعے اشارہ، غائب کا شوق، کھو دینے پر ندامت، ماضی کا غم، حصول اور اپنے باطن کے ساتھ سرگوشی کرنا۔ باطن سے سرگوشی کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہر کا ظاہر، باطن کا باطن، غیب کا غیب اور سر کا سر کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ کہ اپنے حقوق و فرائض کو جان لیا جائے تاکہ تو اس میں کوشش کرے اور اس کے بعد تیرے لئے قدم کے بغیر ثابت قدمی اور ذکر کے بغیر ذکر لکھ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا مالک اور عطاء کرنے والا ہے وہی نعمتوں پر توفیق شکر عطا کرنے والا اور تجھے ان کے حصول پر مائل کرنے والا ہے لہٰذا وہی ان میں سے تمہیں درجہ دینے والا ہے۔ اور بے شک تمام امور کا مرجع اسکی ذاتِ والاصفات ہے۔

ابو سعید بن الاعرابی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں وجد، خوشیوں سے ہمکنار ہونے اور مزید سے آگاہ ہونے کو کہتے ہیں وجد کی یہ لذّتیں تھوڑی ہوں تو صبر نہیں آتا اور زیادہ ہوں تو سنبھالی نہیں جاتیں۔ گمان و خیال اس سے قریب ہیں اور برانگیختہ ہونا مسلسل یہی وجہ ہے کہ پشیمانی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سب گنوا دینے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ آہ و بکاء وجد کے آنے سے پہلے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا کیونکہ وجد طاری ہونے سے پہلے تو موجود ہی نہیں ہوتا۔ اور وجد سے انس نہیں پیدا ہو سکتا کیونکہ وہ واقع ہوتے ہی رخصت ہو جاتا ہے۔

وجد میں غشی، لرزہ، اعضاء کا زوال اور عقل پر غلبہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ واردات قوی ترین اور موئثر ترین ہوتی ہے۔ کیفیت وجد کے تیزی سے آنے اور عجلت تمام رخصت ہونے میں ایک نکتہ دقیقہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پوشیدہ ہے وہ اس

طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو نہ بچاتا اور ہر قلب پر مالا یطاق کیفیت وجد کو دیر تک طاری رہنے دیتا تو عقلیں بکھر جاتیں اور جانیں تلف ہو جاتیں۔[1]

وقال أبو سعيد بن الأعرابي الوجد رفع الحجاب و مشاهدة الرقيب و حضور الفهم و ملاحظة الغيب و محادثة السر و إيناس المفقود و هو فناؤک من حيث أنت وقال أيضاً الوجد أول درجات الخصوص و هو ميراث التصديق بالغيب فلما ذاقوه و سطع في قلوبهم نوره زال عنهم كل شک و ريب۔

ترجمہ: ابو سعید بن اعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد سے مراد حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا۔ اور یہ بھی انہی کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کے درجات میں سے اول ہے اور تمام امور غائبہ کی تصدیق ہے کہ جب صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وجد کا مزا چکھتے ہیں اور ان کے قلوب پر اس کا نور چمکتا ہے تو انہیں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہتا۔[2]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

ومنهم من ثبت في وجده وشاهد من ذلک بتمكينه، فوصف بعض ما شاهده، فيكون ذلک حجة على غيرهم، ولولا ذلک ماخبروا به توقيا عليه وصيانة له واشفاقا أن يضعوه غير موضعه فيسلبوه ,وربما وقع بهم الوجد من المسموع قبل تدبره,ومن المنظور اليه قبل الفكر فيه,ولا يامنون أن يكون ذلک من الطبع و استحسان النفس مع ما يجدون فيه من الرقة ويشهدون بعده من الزيادة فيلتبس عليهم تميز الحق من الباطل, ولا يجب لمن يدعي معرفة خالقه ان يسكن الي سواه أو يشغل خاطره بناقص أو يقع وهمه على زائل, وهذا و ان كان مشكلا عليه لتشابهه' فانه عند اهل النظر و التحصيل مميّز بالتفصيل' اذ ليس ما تلقته القلوب بمشاهدتها كما توهمته بظنونها' ولا من كان متروكا مهملا كمن كان محفوظا, ولا ما استجلب كونه كما فاض عن معدنه, و لا ما نج عن الفكر كما رشح عن الذكر, و ربما يختط ذالک على اهل التمييز لعلة , و ينكشف لهم بعد زوال العلة لان المتميز با الفكر ليس كا المستهتر بالذكر و لا المتخير المختار كمن غلب عليه الوجد و الاستهتار و ليس هذا صفة كل واجد لا ختلاف احوالهم, فمنهم من وجده عن العلم, ومنهم من وجده با لعلم ومنهم من وجده علم۔ فاما الوجد الذى يكون لاهل الثبات من السكون عن الحركة و المنعة عن الخلوة لان الانس افناهم عن الوحشة و القرب عن رؤية المسافة, فربما بدالهم باد فيتغالون في وجودهم , و ربما ردهم الىٰ صفاتهم بقيا عليهم لما افتطروا عليه من الحاجة الى الغذاء و النساء فيحشمهم ذالک من رؤيتهم ذالک انزعاجا يظنونه لعلة و قد خافوا زمانا فيلحقهم عند ذلک الوله لطلب ما فقدوه فيحملهم على الاقتحام على كل ماتوهموا أنه يوصلهم, غلبت عليهم التمييز, فبادروا مسرعين, كلما رأوا

---

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب جامع مختصر من کتاب الوجد الذی ألفه أبو سعید بن الأعرابی رحمه الله، ص، ۲۷۰، ۲۶۹، دار الکتب العلمیه، بیروت) (کتاب اللمع فی التصوف، ص،514)

[2] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع و الوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ۲، ص، ۳۱۴، المکتبة التوفیقیة، القاهره)

سرابا ظنوا ہ ماء، کلما رأوا ماءظنوا ہ سرابا، لغلبۃ الطمع، فھم علی وجوھھم ذاھبون فی کل وادیھیمون و لکل بارق یتبعون، سبق سیلھم مطرھم ذکرھم فکرھم، الیٰ کل سبب یسلمون، و علیہ لا یعولون، و الطمع یطمع ابصارھم، و الیاس یزجرھم، فلا یأسھم یدوم فینصرف و لا طمعھم یصح فیأتلفوا، أشبہ شیئ با المجانین، قد سمحت انفسھم بتلف مھجتھم عند ما یطلبون، لو توھموا ہ فی تیہ سلکوہ، او وراء سبحوا او وروا ءنار تأجج اقتحموھا کا الفراش اذا رأی ضوأ النار لا یقصر عن تقحمھا ۔أو ما رأیتھم مشردین مھیمین با المفاوز و المھالک و القفار، لا یأوون؟الا انھم فی ذالک محفوظون من الزلل بصدقھم فی قصدھم ، فھم من الولم علی سنن۔ و اما من فاروق العلوم الظاھرۃ فغیر مامون علیہ الزلل، و من سلک غیر المحجۃ کان من السلامۃ علیٰ خطر۔

ترجمہ: واجدین میں سے کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو وجد میں ثابت قدم ہوتے ہیں اور جو کچھ وجد میں سے انھوں نے حاصل کیا ہوتا ہے، وہ ان کی تمکین کا نتیجہ ہوتا ہے، یہی لوگ ہیں جو وجد کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں اور دوسرں کے لیے ان کا بیان حجت ہوتا ہے، اور اگر یہ لوگ دوسروں کو غلطی کا مرتکب ہونے سے بچانے کے لیے انھیں صحیح احوال نہ بتاتے تو ان کی کیفیات سلب ہو جاتیں، بعض اوقات ان پر وجد کسی کلام کے سنتے وقت اس پر غور کرنے سے پہلے ہی طاری ہو جاتا ہے اور وہ اس خیال سے نہیں بچ سکتے کہ یہ وجد طبعی اثرات کے نتیجہ میں طاری ہوا ہے اور اس لحاظ سے ان پر وجد حقیقی و غیر حقیقی میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے وجد میں انھیں رقت بھی حاصل ہوتی ہے، اور اس کے بعد کیفیت میں اضافہ بھی محسوس ہوتا ہے، جو شخص اپنے خالق کی معرفت کا مدعی ہو اسے نہیں چاہیئے کہ وہ اس کے سوا کسی اور سے سکون و مسرت پائے یا کسی ناقص سے دل لگائے یا کسی زائل ہونے والے سے خیالات کے سلسلے کو جوڑے، اگرچہ اس کے لیے ایسا کرنا مشکل ہے، کیونکہ ان چیزوں میں بظاہر مشابہت بھی پائی جاتی ہے اس لیے اہل نظر صوفیہ نے اس التباس کو باعتبار فضیلت اس طرح واضح کیا ہے کہ قلوب اپنے ظن و گمان سے متصور کرتے ہیں نہ متروک و محفوظ کے برابر ہو سکتا ہے۔نہ مصنوعی چیز سر چشمے سے آتی ہوئی چیز کے برابر ہو سکتی ہے، اور نہ ہی فکر سے حاصل ہونے والی بات ذکر سے حاصل ہونے والی بات کے برابر ہو سکتی ہے، بعض اوقات تمیز کے باوجود بھی متفرق چیزوں میں فرق واضح نہیں ہو پاتا اس کی وجہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔اور جب یہ زائل ہو جائے تو فرق ہو جاتا ہے۔کیونکہ فکر کے ذریعے متمیز شے ذکر کے ذریعے چاہی گئی شے کے برابر نہیں ہو سکتی۔اور نہ ہی صاحب اختیار و ضبط اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے، جس پر وجد و فریفتگی غلبہ ہو مگر ہر واجد کی یہ صفت نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے احوال یکساں نہیں۔ واجدین میں سے کسی کا وجد علم کے باعث ہوتا ہے۔ بعض کا علم کے ساتھ اور بعض کا وجد خالصتاً علم ہی ہوتا ہے۔وہ وجد جس کا تعلق اصل ثبات سے ہے۔وہ حرکت کے بجائے سکون اختیار کر کے حرکت کو ترک کرنے والوں میں پایا جاتا ہے۔ خلوت سے دوری اس لیے کہ مانوس رہنے کی حالت نے انھیں وحشت سے دور کر دیا ہوتا ہے اور قرب نے ان کو مسافت سے

علیحدہ کر رکھا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اہل وجد پر کوئی ایسی کیفیت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے وجود میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان کا اپنی صفات بشری کی طرف لوٹنا ان کے لیے باقی رہتا ہے اور اپنی صفات بشری کے مطابق ہی وہ غذا اور عورت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور اس ضرورت سے وہ پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ اسے وہ اپنے وجد کے لیے نقص کے قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اور ایک عرصے تک خوف کا شکار رہتے ہیں اسی دوران کھوئی ہوئی کیفیت کو پانے کی طلب انھیں ایک ایسی پریشانی سے دوچار کر دیتی ہے۔

اور وہ ہر شے کے بارے میں یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ انھیں گوہر مراد تک پہنچادے گی اور ان کے احساس پر تمیز اس قدر غالب آجاتی ہے کہ وہ جلد بازی میں دوڑنے لگتے ہیں اور جہاں کہیں سراب دکھائی پڑتا ہے اسے پانی سمجھ بیٹھتے ہیں اور جہاں کہیں پانی دیکھتے ہیں اسے سراب سمجھ بیٹھتے ہیں کیونکہ طمع کا غلبہ ہوتا ہے وہ ناک کی سیدھ میں چلے جارہے ہوتے ہیں اور ہر وادی میں چکر کاٹتے ہیں اور ہر چمکنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں ان کا سیلاب ان کی بارش سے بڑھ جاتا ہے اور ذکر فکر سے آگے نکل جاتا ہے، ہر سبب کے آگے سر خم کر دیتے ہیں اس سے واپس لوٹتے نہیں طمع ان کی نظروں کو اوپر اٹھائے رکھتا ہے اور ناامید ی ان کو روکتی ہے ان کی ناامیدی جاری نہیں رہتی کہ وہ لوٹ جائیں اور نہ طمع واقعتا طمع ہوتی ہے کہ وہ تلف ہو جائیں، ان کی مثال ان دیوانوں کی سی ہوتی ہے جو محبوب کی خاطر اپنی زندگی تک کو قربان کر دیتے ہیں اگر انھیں یہ خیال لاحق ہو جائے کہ محبوب لق ودق صحرا میں ہے تو وہ اس کی طرف چل پڑیں یا یہ وہم پڑ جائے کہ وہ سمندر کے پار ہے تو اسے عبور کر لیں یا بھڑکتی آگ کے ورے ہے تو اس میں بے خطر کود پڑیں اس پتنگے کی مانند جو جہاں کہیں آگ روشن دیکھتا ہے اس میں کود پڑتا ہے۔ کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ جنگلوں، صحراؤں اور موت کی گھاٹیوں میں پریشان حال چکر کاٹتے پھرتے ہیں کہ انہیں ٹھکانا ملتا ہے اور نہ کوئی پناہ۔ ایسے خطرات سے اگر وہ محفوظ رہ سکتے ہیں تو اپنی نیت اور ارادے کی صداقت اور شریعت کی اتباع کے ذریعے۔ جس شخص نے ظاہری علوم "شریعت" سے دوری اختیار کی وہ لغزشوں سے بچ نہیں سکتا اور جس شخص نے شریعت کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کی تو وہ سلامتی سے دور خطرے کی طرف بڑھ رہا ہے۔[1]

شیخ عبد القادر عیسی قادری شاذلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

و الخلاصة: يفهم مما سبق أن الحركه فى الذكر مباحة شرعاً، هذا بالاضافة الى ان الأمر بالذكر مطلق يشمل جميع الاحوال؛ فمن ذكر الله تعالى قاعداً او قائماً، جالساً او ماشياً، مضطجعاً متحركاً او ساكناً ـــ فقد قام با المطلوب و نفّذ الأمر الالهى۔ فالذى يدّعى تحريم الحركة فى الذكر او كراهتها هو المطالَب بالدليل، لأنه يخصص

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب جامع مختصر من کتاب الوجد الذی ألفه أبو سعید بن الاعرابی رحمه الله، ص، ۲۷۰، تا، ۲۷۲، دار الکتب العلمیه، بیروت)

بعض الحالات المطلقة دون بعض بحکم خاص۔ وعلی کلٍّ فان غایة المسلم فی دخوله حلقات الاذکار قیامه بعباده الذکر، وان الحرکة فی ذالک لیست شرطا، ولکنها وسیلة للنشاط فی تلک العباده وتشبّه بأهل الوجد ان صحت النیة۔

فتشبهوا ان لم تکونوا امثلهم ان التشبه بالکرام فلاح

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذکر کے وقت حرکت (وجد، جھومنا وغیرہ) شرعاً جائز ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کے متعلق اللہ کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے۔ جس نے اللہ کا ذکر کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، چلتے ہوئے، لیٹے ہوئے، حرکت کرتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امر الٰہی بجالایا اور ہر حال میں ذکر کرنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، جو لوگ ذکر میں حرکت کرنے، وجد و جذب کے حرام و مکروہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ دلیل پیش کریں، کیوں کہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال مسلمان کا مطمع نظر یہی ہونا چاہئے کہ وہ ذکر کے حلقوں میں شامل ہو کر عبادتِ ذکر میں مشغول رہے کیونکہ یہ وجد وغیرہ ذکر کے لیے شرط نہیں، بلکہ یہ تو اس عبادت میں نشاط پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اگر نیت صحیح ہو تو اہلِ وجد کے ساتھ مشابہت بھی فائدہ مند ہے۔

جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

فتشبهوا ان لم تکونوا امثلهم ان التشبه بالکرام فلاح

ترجمہ: "اگر ان کی مثل نہیں ہو تو ان لوگوں سے مشابہت اختیار کرلو کیونکہ نیکوں کی مشابہت اختیار کرنے میں بھی کامیابی ہے"۔[1]

حضرت علامہ سفارینی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

قَالُوا وَأَمَّا الْحَالُ الَّذِي يَلْحَقُ الْمُتَوَاجِدَ، فَمِنْ ضَعْفِ حَالِهِ عَنْ تَحَمُّلِ الْوَارِدِ، وَذٰلِکَ لِازْدِحَامِ أَنْوَارِ اللطَّائِفِ فِي دُخُولِ بَابِ الْقَلْبِ، فَيَلْحَقُهُ دَهْشٌ فَيَبْعَثُ بِجَوَارِحِهِ، وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الصَّعْقَةِ وَالصَّرْخَةِ وَالشَّهْقَةِ. وَأَكْثَرُ مَا يَكُونُ ذَلِکَ لِأَهْلِ الْبِدَايَاتِ، وَأَمَّا أَهْلُ النِّهَايَاتِ فَالْغَالِبُ عَلَيْهِمُ السُّكُونُ وَالثُّبُوتُ لِانْشِرَاحِ صُدُورِهِمْ، وَاتِّسَاعِ سَرَائِرِهِمْ الْوَارِدِ عَلَيْهِمْ، فَهُمْ فِي سُكُونِهِمْ مُتَحَرِّكُونَ، وَفِي ثُبُوتِهِمْ مُتَقَلْقِلُونَ،

ترجمہ: مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا: کیفیت اور وجد طاری ہونے کا سبب یہ ہے کہ صاحب وجد میں واردات برداشت کرنے کی قوت نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے دل پر انوار و لطائف کی کثرت ہوتی ہے تو اس پر وحشت طاری ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، کبھی وہ چیخنے لگتا ہے اور کبھی اس پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور

[1] (حقائق عن التصوف، الحرکة فی الذکر، ص، ۱۰۰)

یہ حالت عموماً سلوک کے ابتدائی مراحل میں ہوتی ہے، اور رہے منتہی لوگ تو ان پر سکون و طمانیت غالب ہوتی ہے کیونکہ ان کے قلوب اور سینوں میں اتنی وسعت ہوتی ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کو جذب کر لیتے ہیں، یہ لوگ بظاہر پر سکون نظر آتے ہیں لیکن ان کے دلوں پر جذبات و ہیجانات کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔[1]

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

وقال الصبیحی یجب أن یکون الواجد۔ اذا کان وجدہ صحیحاً محفوظاً فی حال وجدہ لایجری علیہ لسان الذم بحال وقیل الوجد سر صفات الباطن کما أن الطاعۃ سر صفات الظاہر، وصفات الظاہر الحرکۃ والسکون وصفات الباطن الأحوال والأخلاق۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ صبیحی نے فرمایا جس شخص کو وجد آئے اس کے لیے واجب ہے کہ اگر اس کا وجد صحیح ہو تو وہ اپنے وجد کی حالت میں محفوظ ہو اور اس کی زبان پر کوئی برائی کا کلمہ جاری نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ وجد صفاتِ باطن کا راز ہے۔ جیسا کہ طاعت صفات ظاہر کا راز ہے، اور صفاتِ ظاہر حرکت و سکون ہیں اور صفاتِ باطن احوال و اخلاق ہیں۔[2]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۳۸۰ھ لکھتے ہیں :

وَمعنی الوجد هُوَ مَا صَادف الْقلب من فزع أَو غم أَو رُؤْيَة معنى من أَحْوَال الْآخِرَة أَو كشف حَالَة بَين العَبْد وَبَين الله عز وَجل۔

ترجمہ: گھبراہٹ یا غم جو دِل کو لاحق ہو یا احوال آخرت کی کسی کیفیت کا مشاہدہ کرنا یا بندے اور اللہ کے درمیان کسی حالت کا منکشف ہونا وجد کہلاتا ہے۔[3]

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری لکھتے ہیں :

وبدانکہ وجد در لغت عرب بر چہار معنی بیاید و عرب چوں چیزی گم کردہ باز بیاید گوید وجد یجد وجود او وجدانا چوں توانگر کرد و گوید وجد یجد وجدا او جدۃ وچوں غمناک کرد واز کار بزرگ ودل وفہم او سوزان کرد وگویند وجد یجد وجدا وچوں بر کسی خشم کیرد گویند وجد یجد موجدۃ وہر اندوہی کہ آں با سوزش والم باشد عرب آنرا وجد گویند وایں طائفہ ازایں وجد معنی آخرین خواہند کہ میگوید وجد یجد وجدا اکنون در کتاب چنین میگوید کہ وجد آنست کہ بدل رسد ودل از وآگاہی یابد از بیمی یا غمی یا دیدن، چیز از احوال آں جہان

---

[1] (غذاء الالباب، ج، ۱، ص، ۱۳۷، حقائق عن التصوف، ص، ۱۰۷)

[2] (آداب المریدین، ص، ۲۶، معھد الدرسات الاسیویۃ والافریقیۃ، الجامعۃ العبریۃ فی اورشیلم) (آداب المریدین، ص، ۳۹)

[3] (التعرف لمذھب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولھم فی الوجد، ص، ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

که بر سر او کشاده کرد یا حالی میان او و میان خدائی تعالی کشاده کرد و در کتاب این قدر میگوید و این بر انواع است تواند بود که از بیم عذاب باشد و تواند بود که از درد فراق باشد و تواند بود که که از سوزش محبت و شوق باشد و انچه بایں ماند از معانی سوزنده و درد آرنده وچه وقت که از سر این معنی ورد یابد وسوز این طائفه گویند او را وجد پدید آمد یعنی حرقتی والمی و سرّ او پدید آمد و غالب آنست که این وجد یا از خوف باشد یا از فراق و چوں ایں وجد در سر بنده پدید آید و غلبه گیرد ظاهرش مضطرب کرد و بانگ و ناله پدید آید آن بانگ و ناله او را تواجد خوانند و بنگرند آن تواجد ظاهر او از کجا خواسته است و بظاهر چه دیده است و چه شنیده است که آن حرقت بر سر او را بجوش آورده است۔

ترجمہ: جان کہ لغت عرب میں وجد کے چار معنے آتے ہیں۔

(۱) عرب جب کسی گمشدہ چیز کو پالیتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ (پایا اس ایک آدمی نے) یَجِدُ (پاتا ہے یا پائے گا وہ ایک وہ ایک آدمی۔ وَجُوْدًا اَوْ وُجْدَانًا (پانا)

(۲) اور جب کسی پر غصہ پکڑتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ غصے ہوا کہ وہ ایک آدمی یَجِدُ غصے ہوتا ہے یا ہو گا وہ ایک آدمی مُوْجِدَۃً غصے ہونا۔

(۳) اور جب تونگر ہو جاتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ تونگر ہوا وہ ایک مرد یَجِدُ تونگر ہوتا ہے یا ہو گا وہ ایک مرد وُجْدًا اُوْجُدَۃً تونگر ہوتا ہے یا ہو گا وہ ایک مرد وُجْدًا وُجْدَۃً تونگر ہونا۔

(۴) اور جب کسی کار عظیم سے غمناک ہوتا ہے اور اس کا دل اور فہم سوزاک ہوتا ہے تو بولتا ہے وَجَدَ غمناک ہوتا ہے یا ہو گا وہ ایک مرد وَجْدًا غمناک ہونا۔

اور ہر اندوہ کہ وہ سوزش اور الم کے ساتھ ہو عرب اس کو وجد کہتا ہے اور یہ طائفہ اس وجد سے آخری معنی کو لیتا ہے کہ کہتا ہے وَجَدَ یَجِدُ وَجْدًا اور کتاب میں اسی قدر فرمایا اور اس کی قسمیں ہیں ہو سکتا ہے کہ عذاب کے ڈر سے ہو اور ہو سکتا ہے کہ فراق کہ درد سے ہو اور ہو سکتا ہے کہ محبت اور شوق کی سوزش سے ہو یا جو ان کی مثل ہو مثلاً معانی سوزندہ اور درد آرندہ وغیرہ اور جبکہ سر ان معانی سے درد پاتا ہے اور جلتا ہے تو یہ طائفہ بولتا ہے کہ اس کو وجد آگیا یعنی حرقت (سوزش) اور الم اس کے سر میں ظاہر آگیا۔

اور غالب یہ ہے کہ یہ وجد یا خوف سے ہوتا ہے یا فراق سے اور یہ وجد بندہ کے سر میں جب ظہور پاتا ہے تو غلبہ پکڑ تا ہے اور ظاہر اس کا مضطرب ہو جاتا ہے اور شور اور نالہ شروع کرتا ہے اس کے اس شور نالہ کو تواجد بولتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا یہ تواجد ظاہری کہاں سے اٹھا ہے اور ظاہر میں کیا دیکھا ہے یا کیا سنا ہے کہ جس کی حرقت نے اسکے سر کو جوش میں لا دیا۔[1]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

محو میباید نہ نحو ایں جا بداں　　　گر تو محوی بے خطر در آب راں

ترجمہ: یادرکھو اس جگہ محو چاہیئے نہ کہ نحو۔ اگر تم محو ہو تو بلا خوف (سلوک کے) دریا میں کود پڑو۔[2]

جسم شاں در رقص و جانہا خود مپُرس　　　وانکہ گرد د جاں ازانہا خود مپرس

ترجمہ: ان کے جسم رقص کرتے ہیں اور روحوں کی تو کچھ نہ پوچھ اور جو (سراپا) جان بن جاتے ہیں۔ ان کی نسبت تو کیا ہی کہنا۔[3]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

قَالُوا وَهُوَ سمع الْقُلُوب وبصرها قَالَ الله تَعَالَى {فَإِنَّهَا لَا تعمى الْأَبْصَار وَلَكِن تعمى الْقُلُوب الَّتِي فِي الصُّدُور}وَقَالَ{أَو أَلْقى السّمع وَهُوَ شَهِيد}۔

صوفیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ یہ وجد دِلوں کا سننا اور دیکھنا ہوتا ہے (ظاہری آنکھوں اور کانوں کا نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورۃ حج، ۴۵)

ترجمہ: آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہو جاتے ہیں۔"

اور پھر فرمایا اللہ نے:

أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ

ترجمہ: یا دِل سے متوجہ ہو کر سنتا ہو۔[4]

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری لکھتے ہیں:

وایں وجد بر مقدار مصیبت باشد و ہر چند مصیبت عظیم تر وجد سخت تر و وجد فراق بر قدر محبت باشد کہ ہر چند محبت قوی تر وجد صعب تر وایں را مثالی گفتہ اند وہمچنانکہ آبی کہ طلب روی آن آب بپو

---

[1] (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج، ۴، ص، ۳۰، ۲۹، منشی نولکشور واقع لکھنو)، ج، ۴، ص، ۸۳، ۸۲)

[2] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۹۱۲)

[3] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۴۸۰)

[4] (التعرف لمذہب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولھم في الوجد، ص، ۱۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شانیدہ باشد باد آنرا بجنبانده باشد و کدورت را آروزئی آب بیرو صفوت پدید آید و نیز دیوانگان را چون خواهند که بیچ شورندز نجیر بجنبانند وروا نباشد که ہیچکس را ایمان بخدا درست نباشد ونا بخدا عارف نہ باشد وہر کہ عارف باشد نہ چہار کہ محب باشد ودوست باوی نباشد از وجد چارہ نباشد پس،ہر کہ در خویشتن وجد نبیند اورا محبت نیست وچو ں محبت نیست معرفت ایمان نیست واین از بہر آن گفتیم کہ وجد از رقت قلب خیز خدائی تعالیٰ دل کافراں رابقسوست صفت کردہ است وگفتہ۔

ترجمہ :اور یہ وجد مصیبت کے انداز پر ہوتا ہے جتنی مصیبت بڑی اتنا ہی وجد سخت ہوتا ہے اور فراق کا وجد محبت کے مقدار پر ہوتا ہے کہ جتنی زیادہ قوی اتنا ہی وجد زیادہ سخت اور اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کائی (بُور) پانی کے اوپر چھا کر پانی کو ڈھانپ دیتا ہے ہوا اس کو ہلاتی ہے اور کدورت کو پانی سے دور کر دیتی ہے تو پانی صاف نظر آنے لگتا ہے اور نیز دیوانوں کو جب ہوش میں لانا چاہتے ہیں تو انکی زنجیر کو ہلا دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر ایمان کسی شخص کا درست نہیں ہوتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کا عارف نہ ہو اور جو عارف ہوتا ہے وہ لاچار محب ہوتا ہے اور اس کا دوست ہوتا ہے (پھر اسے) وجد سے چارہ نہیں ہے۔ غرض جو اپنے آپ کو وجد میں نہیں دیکھتا اسے محبت نہیں ہے اور جب محبت نہیں ہے تو معرفت نہیں ہے اور جب معرفت نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے اور یہ ہم نے اس واسطے کہا ہے کہ وجد قلب کی نرمی اور لذت سے اٹھتا ہے خدا تعالیٰ نے کفّار کے دلوں کو قسوت سے متصف کیا ہے اور فرمایا کہ:

فَوَيلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكرِ اللهِ (سورۃ زمر: ۲۲)

ترجمہ:تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَة (سورۃ بقرۃ)

ترجمہ:تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے (سخت)[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی،۳۸۰ھ لکھتے ہیں :

فَمن ضعف وجده تواجد والتواجد ظُهُور مَا يجد فِي بَاطِنه على ظَاهره وَمن قوي تمكن فسكن قَالَ الله تَعَالَى {تقشعر مِنْهُ جُلُود الَّذين يَخْشونَ رَبهم ثمَّ تلين جُلُودهمْ وَقُلُوبهمْ إِلَى ذكر الله}۔

[1] (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج،۴، ص،۳۰، منشی نولکشو واقع لکھنو) (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج،۴، ص،۸۵، ۸۴)

لہٰذا جس کا وجد کمزور ہو گا وہ تواجد کرے گا اور تواجد یہ ہے کہ جو کیفیت انسان کے باطن میں محسوس ہو وہ اس کے ظاہر (بدن) پر ظاہر ہو جائے۔ اور جو قوی ہو گا وہ اس پر قابو پا جائے گا۔ لہٰذا اس میں حرکت پیدا نہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورة الزمر، ۲۳)

ترجمہ: جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو کر نرم ہو جاتے ہیں۔[1]

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری لکھتے ہیں :

تواجد صفت ضعیفان وحال مریدان ومبتدیان باشد کہ باول حرقتی کہ بایشان رسیدہ باشد نا آزمودہ وخود نا کردہ بہ بانگ ونالہ ونعرہ آیند، اما چوں قوی دل باشند وبابلا خو کردہ باشند والف گرفتہ از انجا گرفتہ شوند یا بینند ایشان را جنبش نباید نہ بنی کہ چوں رسول خدا ﷺ از احوال آخرت یا از جلال حق چیزے خبر دادی مستمعان را صعق وبلا پدید آمدی داؤد علیہ السلام ساکن از بہر ضعف ایشان، وقوت سید بود ونیز در قصہ داؤد علیہ السلام آمدہ است چوں زبور خواندن گرفتی روزی بودی کہ چہار ہزار دختر وشیزہ را بزہر بدیدن واو ساکن وآن از بہر ضعف ایشان وقوت اوبودہ کہ او ساکن بود واو را ایشان وجد پدید می آید ومثال این بظاہر سیلاب است کہ میرود بانک می کند چوں بدریا رسید بسیار آمد بس تواجد صفت روندکان است کہ چوں بوطن رسند نیز تواجد نماند ونیز مثال آتش کہ اندک اندک در گیرد وہر چند قوی تر میشود بانک بیش کند وچون تمام بسوز وبسیار امد ومثل تواجد چوں حال جان کندن است ومثل تمامی وجد چون مرگ وتا در حال نزع است فرغ دار کند وچوں بمیرد بسیار امد ومثل تواجد وجد این است کہ یاد کردیم ومبرم ہمچنین، باشد اول ہریان گفتند گیرد وچوں علت متمکن شود خرس بار آرد وقال اللہ تعالیٰ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ خدائی تعالیٰ خبر داد کہ آن کسانیکہ خدا را بشناسد از خدا نبرسند وچوں یاد خدا بشنود دلھائی ایشان نرم شود وایں آیت از بہر درستی وجد آرد کہ ہر کہ وجد باشد چون یاد خدا شنود بترسد واثر آن ترس بظاہر او پدید آید آن ترس باطن وجد است وآن پدید آمدن بظاہر تواجد۔

---

[1] (التعرف لمذهب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولهم في الوجد، ص، ۱۳۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

ترجمہ :تواجد ضعیفوں کی صفت ہے اور مریدوں مبتدیوں کی حالت ہے کہ ابتداء میں انہیں جو حرقت (سوزش) پہنچتی ہے (تو چونکہ ابھی وہ) نا آزمودہ اور خودنہ کردہ ہوتا ہے کہ آوازوں اور نالہ اور نعروں میں اتر آتے ہیں مگر جب قوی دل ہوجاتے ہیں اور بلاکے خوگر اور عادی بن جاتے ہیں تو وہاں سے جو جو کچھ دیکھتے سنتے ہیں پھر انھیں جنبش نہیں ہوتی تجھے معلوم نہیں کہ حضرت سالار امت ﷺ جب قیامت کے حالات اور حق تعالیٰ کے جلال سے کچھ بیان فرماتے تو سامعین کی چیخیں نکل جاتیں اور آپ سرکار ﷺ متمکن رہتے سامعین چونکہ ضعیف تھے وہ گر پڑتے اور حضور ﷺ قوی ہمت تھے ساکن رہتے اور نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں آیا ہے کہ زبور کو جب پڑھنا شروع کرتے تو ایک موقع پر ہزار دو ہزار دوشیزہ لڑکیوں کے پتّے پھٹ گئے اور آپ علیہ السلام بر قرار رہتے۔ اور یہ ان کے ضعف اور ان کی قوّت کا باعث ہے کہ داؤد علیہ السلام ساکن تھے اور لڑکیوں میں تواجد آگیا (اور مر گئیں) اور ظاہر مثال اس کی سیلاب ہے کہ چلتا ہے اور شور کرتا ہے جب دریا میں پہنچتا ہے تو ساکن ہوجاتا ہے پس تواجد روندگاں کی صفت ہے کہ جب وطن میں پہنچ جاتے ہیں تو تواجد نہیں رہتا ہے اور نیز آگ کی مثال ہے کہ اوّل تھوڑی ہوتی ہے جب قوی ہوجاتی ہے تو شور برپا کردیتی ہے اور جب تمام جل جاتی ہے تو آرام پکڑ جاتی ہے اور تواجد کی مثل جان کنی کے حال جیسی ہے اور وجد کی تمامی (انتہاء) مثل مرگ جیسی ہے کہ جب تک نزع کے حال میں ہے فزع اور نالہ کرتا ہے اور جب اخیر ہوجاتا ہے تو آرام پاجاتا ہے اور تواجد اور وجد کی یہ مثالیں ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور نیز برسام کا مریض کہ اوّل تو ہزیان گوئی شروع کرتا ہے مگر جب بیماری قرار پکڑ جاتی ہے تو گنگ ہوجاتا ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (سورۃ الزمر، ۲۳)

ترجمہ: اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں۔

یادِ خدا کی طرف رغبت میں خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل نرم ہوجاتے ہیں اور یہ آیت کریمہ وجد پر دلیل ہے جو شخص وجد میں آتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ذکر سنتا ہے تو ڈر جاتا ہے اور اس خوف کا اثر اس کے ظاہر پر آجاتا ہے وہ باطنی اثر وجد ہے اور ظاہر اس کا اثر تواجد ہے۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

قَالَ النوري الوجد لهيب ينشأ فِي الْأَسْرَار ويسنح عَن الشوق فتضطرب الْجَوَارِح طَربا أَو حزنا عِنْد ذَلِك الْوَارِد۔

[1] (شرح تعرف لمذهب التصوف، ج، ۴، ص، ۳۲، منشی نولکشور واقع لکھنو)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام ابوالحسین احمد بن محمد بن عبد الصمد نوری فرماتے ہیں "وجد آگ کا شعلہ ہے جو شوق کی وجہ سے باطن میں اٹھتا ہے اور اس وارد کے پیش آنے پر خوشی یا غمی کی وجہ سے اعضاء بے قرار ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

وجد از شوق خیزد وزان معنی کہ شوق از تاثیرات محبت است کہ ہر چند محبت قوی تر شوق قوی تر محبت اتش سوزاانست ودر بعضی اخبار آمدہ است کہ خدائی تعالیٰ محبت راا تش کبریٰ خواندہ است وصفت اتش آنست کہ چون آرامیدہ باشد و باد بوی رسید بر افروز وتاارامیدہ است خلق از شرا وایمن اند وچوں بر افروخت ہر چند باد قوی تر کرد فروخ او تر شود وزبانہ زدن پیشتر گیرد و بانک او سخت تر شود وجریدن او پیشتر کرد و ہوارا کرد اکرد خویش بستاند و بعضی را بسوزند و بعضی را سیاہ کرداند و بعضی را براند و شر رہائی او بر ہر کجا کہ افتد کند اکنون نوری این وجد را بزبانہ آتش مانندہ میکنند و میکوید دل محبان مانندہ آتش کدہ است مکن آن آتش آرامیدہ است وآن محب باخو کردہ وچوں واروے پدید آید بمعنی فکرت کہ از دوست بیند یشید یا سخن دوست شنود یا چیزے مانند دوست بیند یا خبر دوست یابد اینہمہ را وارد خوانند واین وارد مانندہ باد است بر آتش محبت وچون سلطنت باد آن آتش را بجنباند و بر افروز و بزبانہ زدن گیرد ودر ہمہ اندامہا اثر کند چشم را بگریستن آرد است و پاہی را بدوانیدن آرد دوست را بطپانچہ زدن آرد وزبان را بفریاد آرد آتش کہ در سر افروز وقوی تر ازن آتش باشد کہ دست وپائے سوزاند کہ چون اندامی باتش دنیا بسوزد قرار وآرام نماند چوں دل باتش شوق بسوزد وقرار وآرام کے ماند ایں ظاہر است نزدیک ہر کس کہ اورا عقل است یا اورا در محبت ہیچ کونہ ممار است افتادہ است و باشد کہ ایں کس را دیوانہ کرداند و باشد کہ اورا والہ و شیفتہ کرداند و باشد کہ دبیابان برماند و باشد کہ در بیابان برماند و باشد زہرہ بچکاند و بمیراند و باشد بخسپاند ودر رنج وزدا افکند تا در بخسدن و غم بکشد واینہمہ عجب نیست کہ آتش ظاہر خود این فعلہا بکند و طبع آتش نیز کہ صفر است باسودا ہم ایں فعلہا بکند پس آتش محبت کہ در سر افتد و سلطان او قوی تر از ہمہ آتشہا است بیشتر کند وآتشی کہ از بیرون پدید آید خلق را متحیر کند و گریختن سازند تا از آتش برہند وچوں آتش در باطن پدید آید کجا توانند گریختن کہ ہر جا گریزد آتش باایشاں باشد وآتش ظاہر را آب بتوان کشتن وآتش باطن را کرد ریاہائی ہمہ عالم برو ریزی آتش کرد او ریاہا را بسوزاند ودست مخلوقات

جذب، وجد اور حرکت لطائف کے بیان میں

بآتش ظاہر رسد تا حیلہ سازند و اورا بکشند امادست مخلوقان بآتش باطن نرسد وآتش ظاہر چوں زمانی بسوزاند فروایستد وآتش باطن ہرچند کہ سوز و قوی تر کرد وآتش ظاہر ہیمیہ بسوزد وآتش باطن جان بسوزد۔

وجد شوق سے اٹھتا ہے اور شوق محبت کی تاثیرات سے ہے کہ جتنی محبت قوّی تر اتنا ہی شوق زیادہ قوی ہوتا ہے اور محبت ایک جلا دینے والی آگ ہے کیونکہ بعض اخبار میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے محبت کو آتش کبریٰ فرمایا ہے اور آگ کی صفت یہ ہے کہ جب آرام دہ ہوتی ہے اور اسے ہوا پہنچتی ہے تو بھڑک اٹھتی ہے اور جب تک آرامیدہ ہو خلقت اس کی شر سے ایمن ہوتی ہے اور جب بھڑک اٹھی تو جتنی ہوا زور کی ہوتی ہے اتنی ہی (آگ کی) بھڑک تیز ہوتی ہے اور شعلے اٹھتے ہیں اور آواز بھی سخت ہو جاتی ہے اور کھینچ تان بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور ہوا کو اپنے گرداگرد سمیٹ لیتی ہے بعض کو جلائے جاتی ہے اور بعض کو سیاہ بنائے جاتی ہے اور بعض کو چھوڑے جاتی ہے اور جس جگہ اس کے شرارے پہنچتے ہیں تباہی کر دیتے ہیں۔ ہنوز نوری صاحب اس وجد کو زمانہ آگ سے تمثیل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محبوب کا دل آتشکدہ ہے۔ لیکن یہ آگ آرام میں ہے اور محب اس کا خوگر ہے اور جب کوئی وارد پہنچتا ہے۔ مثلاً دوست کی سوچ یا دوست کی کوئی بات سنتا ہے یا دوست جیسی کوئی چیز دیکھتا ہے یا دوست کی خبر پاتا ہے یہ جب آئندہ (وارد ہونے والے) ہیں اور یہ وارد آتش محبت پر ہوا کی مثل ہیں اور جب ہوا کا غلبہ اس آگ کو ہلاتا ہے تو بھڑک اٹھتی ہے اور شعلے گرانے لگتی ہے اور تمام اندام میں اثر کر دیتی ہے آنکھوں کو رونا دیتی ہے پاؤں کو دوڑنے اور ہاتھوں کو طمانچہ مارنے کی تلقین کرتی ہے اور زبان کو فریاد میں لاتی ہے اور جو آگ سر میں روشن ہوتی ہے وہ اس آگ سے قوی تر ہوتی ہے کہ دست وپاء کو جلا دیتی ہے جب دنیا کی آگ سے اندام جل جاتے ہیں اور قرار اور آرام نہیں رہتا تو دل کو جب شوق کی آگ لگ جائے پھر قرار اور آرام کیسے ہو اور یہ ہر عقلمند کے نزدیک یا کہ جسے محبت میں قدرے رسوخ ہے مسلّمہ ہے اور محال نہیں کہ اس شخص کو دیوانہ بنا دے اور ہو سکتا ہے کہ اس کو والہ اور شیفتہ بنا دے اور جنگلوں میں بھگا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زہرہ کو نچوڑ دے اور درگور کر دے اور ہو سکتا ہے گریزاں بنا دے اور رنج و محن میں ڈال دے اور اسی کشمکش میں مار دے اور یہ کوئی عجیب نہیں ہے کیونکہ ظاہری آگ خود یہ فعل رکھتی ہے اور آگ کی طبع صفرا یا سودا ہے اور صفرا اور سودا بھی یہی تاثیر رکھتے ہیں پس جس سر میں محبت کی آگ پڑتی ہے اس کا غلبہ بھی تمام آتشوں سے زبردست ہے اور زیادہ ہے اور جو آگ باہر کی ہے وہ خلقت کو متحیّر کر دیتی ہے اور آگ سے بچاؤ کے لئے بھاگ جاتی ہے اور جب باطن کی آگ بھڑک اٹھے تو کہاں بھاگ سکے کیونکہ جہاں بھاگے گا آگ اس کے ہمراہ ہو گی اور اس ظاہری آگ کو پانی سے بجھا سکتے ہیں مگر آتش باطن کو اگر (کوئی) دنیا کے سمندروں سے بجھانا چاہے تو (وہ بھی) آگ ہو جائیں گے اور سمندروں کو جلا دے گی اور (نیز) اس ظاہری آگ

کو بجھانے کے لئے کسی حیلہ سے مخلوق کا دست (تصرّف) پہنچ سکتا ہے مگر آتش باطن پر مخلوق کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور ظاہر کی آگ کچھ وقت تک جلتی (جلاتی) ہے پھر ٹھہر جاتی ہے اور باطن کی آگ جتنی جلتی ہے قوی ہو جاتی ہے اور ظاہر کی آگ لکڑیوں کو جلاتی ہے باطن کی آگ جان کو جلاتی ہے۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وَقَالَ بَعضهم الوجد بشارات الُحق بالترقي إِلَى مقامات مشاهداته۔

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کا ایک فرمان ہے: وجد حق تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی بشارات ہوتا ہے کہ وہ مشاہدہ الٰہی کو جا پہنچنے والا ہے۔[2]

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری لکھتے ہیں :

ومعنی ایں سخن آنست کہ ہر کس کہ از چیزی ترسان باشد یا چیزی را جویان باشد چوں اثری ازاں حجاب بیاید او را وجد افتد و نشان درستی، آں وجداں باشد کہ مقام خوف است گریزان تر کرد و اگر مقام طلب است بر طلب حریص تر کرد کہ گفتند کل خائف ھارب و کل راغب طالب پس این وجد او را بشارت کرود بر زیادت طلب تا مراد بیاید و بر زیادت طلب تا مراد بیاید و بر زیادت ہرب تا از بلا برہد بایں معنی او را بشارت حق تعالیٰ خواندہ اند کہ اگر حق او را از انچہ می ترسید نہ بخواستی رہانیدن و یا بآنچہ می جست نخواستی رسانیدن ایں وجد درو پدید نیاد روی و ہر چیزی را ور مقدمہ او بشارت است چنانکہ حق تعالیٰ چون خواست کہ یوسف را بایعقوب رساند باد بار البفر مودتے ابوی بوی بہ یعقوب رسانید آن یافتن بوی یوسف بشارت وجود یوسف کشت و نیز حق عزو جل باد او را بیشتر باران خواند و گفت وھو الذی یرسل الریاح مبشرات وچوں قوی مشتاق باران وجویان نسیم باران باشند بادی بیاید کہ دراں باد نسیم باران باشد شادی کنند ہمچنانکہ یعقوب مشتاق دیدار یوسف بود چون بوی یوسف یافت شادی کرد نیز پیغمبر ﷺ گفت نصرت بالصباء مرا بباد صبا نصرت کردند ایں آن بود کہ حق تعالیٰ صبا مقدمہ کروائیدہ بود نصرت پیغمبر ﷺ را و ظفر او را و چون بوقت جنگ باد صبا بدیدی دانستی کہ او را نصرت خواہد بود آں باد او را بشارت نصرت کشتی و نیز خدا مارا خبر

---

[1] (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج،۴، ص،۳۲، ۳۱، منشی نولکشور واقع لکھنو) (شرح تعرف لمذہب التصوف، ج،۴، ص،۸۸، ۸۷)
[2] (التعرف لمذهب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولهم في الوجد، ص، ۱۳۳، دار الکتب العلمیه، بیروت)

داد از حال جان دادن مومن، کہ او را بشارت دہند در وقت زوال جان و گویند الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون وایں بشارت تواند بود کہ قولی باشد و تواند بود کہ فعلی باشد کہ در و نشان بشارت باشد نظائر شریعت این است کہ یاد کردیم ونیز ایں را دو معاملہ نظیر است ومثال این آنست کہ چون ملک با کسی بدی خواہد کردن اگر خادمان آں ملک بوسی نکرند وازایشاں تعظیم واکرامی بینند خر بشارت کردو بداند پس وجد نیز بشارت حق باشد بایں معنی کہ یاد کردیم و تواند بود کہ ایں را معنی دیگر باشد آن آنست کہ ہر کس کہ او را چیزی بکار نیاید یا از چیزی ہم نباشد از ذکر آں چیز باک ندارد وچون بشنود یا او افسوس دارد بخند اما چوں طالب باشد یا ہارب بر مقدار غیبت ورہبت ورو تغیری پدید آید پس وجد پدید آمدن بشارت باشد برانکہ اگر درو رغبت ورہبت ایں وجد پدید نیامدی و مثال این آنست کہ خداوند مصیبت می نالد و نظایرہ می خندد وہ خداوند امود شادی طرب میکند و نظائر افسوس میدارد پدبریں معنی وجد بشارت باشد وایں وجد مختلف باشد و باشد پیش از بانگی نباشد و باشد کہ گریستن و فریاد باشد و باشد کہ جامعہ دریدن و خویشتن زدن باشد و باشد کہ بیہوش کشتن باشد کہ دیوانہ کشتن باشد و باشد کہ بیمار شدن باشد و مرک باشد باشد ایں بر مقدار قوت، اصل باشد و ہمیچندانکہ در باطن مشاہدہ باشد ہم بقدر آں وجد افتد وایں در عرف و عادات میان خلق ظاہر ست اما آنکہ میگوید (*بالترقی الیٰ مقامات مشاھدتہ*) گفت ایں بشارت باشد از حق سبحانہ ببر شدن مقامات مشاہدات وازیں بر تر شدن نہ بلندی مکان خواہد کہ بلندی قرب خواہد ہر کہ بلکی نزدیک تر او بزرگ تر وایں متعارف است کہ گویند کار کہ بلند تر است وہر کہ را دولت مساعد تر باشد ملک را نظر بوی بیشتر باشد گویند کار فلان بلند تر است وچوں کسی کامرانی مراو ہا بسیار بیابد گویند فلان بلند تر شد و کار فلان تر کشت بس این کس درو وجد پدید آید آن وجد نشان است کہ سر او بجائی رسید کہ نرسیدہ بود کہ چیزی شنید کہ نشنیدہ بود تا درو وجد پدید آید اگر بران حل بودی کہ بیشتر بود وجد پدید بنامدی چنانکہ پیش ازین پدید نیامدی وچوں قرب مقامش بحق زیات گشت باین معنی ترقی۔

ترجمہ: مطلب اس بات کا یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے ترساں ہوتا ہے یا کسی چیز کا جویاں ہوتا ہے جب اس جگہ سے کوئی اثر پاتا ہے تو اس کو وجد ہو جاتا ہے اور اس وجد کی درستی کا نشان یہ ہوتا ہے کہ اگر خوف کا مقام ہے تو بھاگنا زیادہ ہے اور اگر طلب

کا مقام ہے تو طلب پر حریص زیادہ ہوتا ہے کہ کہاوت ہے "کُلُّ خَائِف هَارِبٌ وَكُلُّ رَاغِبٍ طَالِبٌ" ہر خائف بھاگنے والے ہوتا ہے اور ہر راغب طلب کنندہ ہوتا ہے پس اس کو زیادت طلب پر بشارت دی تاکہ مراد کو پالے اور زیادت خوف پر (بشارت دی) تاکہ بلاء سے چھوٹ جائے اور بشارت حق اس کو بایں معنی کہا ہے کہ اگر حق تعالیٰ اس کو اس جگہ سے کہ ڈرتا تھا چھڑانا نہ چاہتا ، یا اس جگہ کہ اسے طلب تھی پہنچانا نہ چاہتا تو اس میں یہ وجد ظاہر نہ لاتا اور ہر چیز کے مقدمہ میں اس چیز کی بشارت ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملانا چاہا تو باد صبا کو حکم دیا کہ یوسف علیہ السلام کی بُو یعقوب علیہ السلام تک پہنچادے۔یوسف علیہ السلام کی بُو کا پانا (یعقوب علیہ السلام کے لئے) یوسف علیہ السلام کے وجود کی ایک بشارت تھی اور نیز حق تعالیٰ نے ہوا کو مبشّر فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (اعراف ،۵۷)

ترجمہ: اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی۔

جب قوم مینہ (بارش) کی مشتاق اور نسیم باراں کی جویاں ہوتی ہے تو ہوا آتی ہے جس میں نسیمِ باراں کی خوشبو ہوتی ہے تو قوم خوشی میں آجاتی ہے کہ یعقوب علیہ السلام ،یوسف علیہ السلام کے دیدار کے مشتاق تھے جب یوسف علیہ السلام کی بُو پائی تو نہایت خوش ہوئے اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "باد صبا سے میری مدد کی گئی" (لابن شیبہ) اور یہ اس طرح تھا کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کی نصرت اور ظفر کے واسطے بادِ صباء کو مقدمہ بنایا ہوا تھا اور جنگ کے وقت جب باد صباء کو دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ مجھ کو نصرت ہوگی۔ گویا آپ ﷺ کے واسطے بادِ صباء نصرت کی بشارت ہوتی اور نیز خدا تعالیٰ نے ہم کو مؤمن کے جان دینے کے حال سے خبر دی ہے کہ مؤمن کو نزعِ جان کے وقت بشارت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔

أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (فصلت/حم سجدة ۳۰)

ترجمہ: کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنّت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

اور یہ بشارت قولی بھی ہوسکتی ہے اور فعلی بھی ہوسکتی کیونکہ اس میں بشارت کا نشان ہوتا ہے یہ ہیں شرعی نظائر جو ہم نے بیان کئے ہیں۔

اور نیز یہ دو معاملے ہیں جو اس کی مثال اور نظیر ہیں ایک یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی کے ساتھ بدی کا ارادہ کرتا ہے تو بادشاہ کے خدّام اسکی طرف دیکھتے ہیں اور دیکھنے سے (معلوم کرتے ہیں) کہ بادشاہ کی طبع تفسیر واقعہ ہے تو شر پر دلیل پکڑتے ہیں اور اگر بادشاہ کسی کیساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو خادم بادشاہ کی طرف دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ چونکہ اکرام اور تعظیم ہے بشارت کی خبر ہوگی پس جلد ہی حق تعالیٰ کی بشارت ہوتی ہے۔اسی لحاظ سے جو ہم نے ذکر کی ہے اور دوسری یہ کہ ہر شخص کہ اسے ایک چیز

بکار نہیں آتی ہے یا ایک چیز سے ڈرنہ ہو کہ ہر چیز کے ذکر سے خوف نہ رکھتا ہو۔جب سن لیتا ہے تو افسوس بھی کرتا ہے اور ہنستا بھی ہے لیکن جب طالب ہوتا ہے یا ہارب، تو غیبت اور رہبت کے اندازہ پر اس میں تغیر پیدا ہوتا ہے پس وجد بشارت کے ظاہر ہونے کا نام ہے کیونکہ اگر اس میں رہبت اور رغبت نہ ہوتی تو وجد پیدا نہ ہوتا۔اور ایک اور بھی اس کی مثال یہ ہے کہ اہل مصیبت روتا ہے اور دیکھنے والے ہنستے ہیں اور اہل خوشی خوش ہوتا ہے اور دیکھنے والے افسوس کرتے ہیں پس اسی لحاظ سے وجد بشارت ہوتی ہے اور یہ وجد مختلف ہوتا ہے (بعض اوقات) آواز سے زیادہ نہیں ہوتا (اور بعض اوقات)رونا اور فریاد ہوتا ہے (بعض دفعہ) جامہ پھاڑنا اور اپنے آپ کو کوٹنا کا (رنگ رکھتا ہے)اور (بعض دفعہ)بیہوش ہونا ہوتا ہے کسی دفعہ دیوانہ پنی کی صورت بن جاتی ہے اور کسی دفعہ بیمار ہو کر جانا ہوتا ہے اور یہ قوّت اصل کے مقدار پر ہوتا ہے جس قدر باطن میں مشاہدہ ہو اسی قدر وجد پیدا ہوتا ہے اور یہ لوگوں کے عرف اور عادت میں ظاہر ہے۔

لیکن یہ جو فرمایا کہ "باالترقی الی مقامات مشاهداته"(یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مشاہدات کے مقامات پر ترقی کی بشارت ہوتی ہے۔اس بلندی سے بلندیٔ مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب مراد ہے کہ جو بادشاہ کا نزدیک تر ہے وہی بزرگ تر ہے۔اور یہ مشہور ہے کہ کہتے ہیں فلاں کا کام بلند تر ہے اور جس کو دولت موافق ہو اور بادشاہ کی نظر اس کی طرف زیادہ ہو کہتے ہیں کہ فلاں کا کام بلند تر ہے۔اور جب کوئی مراد اور کامرانی زیادہ پاتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں بلند تر ہو گیا،اس کا کام بلند تر ہوا اور اس شخص میں سن کر وجد پیدا ہوتا ہے اور وہ نشان ہے اس کا سر وہاں پہنچا جہاں کہ بیشتر نہیں پہنچا تھا۔یا ایک چیز کو سُنا جسے پیشتر نہیں سنا تھا تو اس میں وجد پیدا ہوتا ہے اگر اسی حال پر ہوتا کہ پہلے تھا تو نہ وجد ہوتا جیسے پہلے نہیں تھا۔(بس)جب اس کے مقام کا قرب حق تعالیٰ سے زیادہ ہوا تو بایں معنی ترقی فرمایا۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

انہوں نے کسی کے یہ اشعار پیش کیے ہیں :

وأنشدونا لبَعْضِهِم... من جاد بالوجد أَحْرَى أَن يجود بِمَا يفنى الْوُجود من الأفضال والمنن

جس ہستی نے ہم پر وجد کی سخاوت کی ہے وہ اس بات کی زیادہ اہل ہے کہ ہم پر ان احسانات وعنایات کی سخاوت کرے جو اس وجد کو فنا کر دیں۔[2]

---

[1](شرح تعرف لمذهب التصوف، ج، ۴، ص، ۳۷، ۳۶،منشی نولکشور واقع لکهنو)(شرح تعرف لمذهب التصوف، ج، ۴، ص، ۱۰۱، تا، ۱۰۴)

[2](التعرف لمذهب التصوف، الباب الثالث والخمسون قولهم في الوجد، ص، ۱۳۳، دار الكتب العلميه، بيروت)

مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں حضرت خواجہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبد اللہ بخاری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

گفت یک فائدہ این بیت آن است کہ این وجد از حق تعالٰی می بیند نہ از خویشتن یعنی او باماجود کرد تا ورما محبت خود نہاد وتا از ان محبت شوق پدید آمد و از ان شوق وجد پدید آمد ہم او سزاوار ترست کہ باماجود کند بفضلہا ومنتہا کہ این وجد در ما فانی کرداند یعنی چون وجد از شوق است شوق صفت غایبان است ما را بخود رساند تا ما را نیز بوجد حاجت نیابد و این از ہر آنکہ گفت وجد تسلی ست مشتاق را کہ غم دوست بآن وجد بکار و غم دوست خوردن در غایبے دوست باشد نہ چوں دوست حاضر کرد چنانکہ پیغمبر گفت لا راحۃ للمومن دون لقاء اللہ پس بیت کرد دیگر چنیں میگویٔد۔

ترجمہ: ایک فائدہ تو اس شعر کا یہ ہے کہ یہ وجد حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہے نہ کہ اپنی طرف سے یعنی اس کے کرم اور فضل سے ہم میں وجد پیدا ہوا۔ اور چند بار ہم کہہ چکے ہیں کہ وجد شوق کا اثر ہے اور شوق غائبوں کی صفت ہے اب یوں کہنا چاہیے کہ جب (اس نے) ہم پر عنایت کی اور ہم میں اپنی محبت کو رکھا اور اس محبت سے شوق اٹھا اور اس شوق سے وجد پیدا ہوا وہ اس کے بھی لائق تر ہے کہ اپنی منت اور اپنے فضل سے ہم پر یہ بھی بخشش کر دے کہ اس وجد کو ہم میں فانی کر دے یعنی وجد جب شوق سے ہے اور شوق غائبوں کی صفت ہے ہم کو اپنے تک پہنچا دے کہ ہمیں وجد کی بھی حاجت نہ رہے اور یہ اس لئے کہا کہ وجد مشتاق کے لئے ایک تسکین ہے جو کہ اس وجد سے دوست کا غم کھاتا ہے اور دوست کا غم کھانا دوست کی عدم موجودگی میں ہوتا ہے نہ کہ (اس وقت) جبکہ دوست حاضر ہو۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مومن کو اللہ کے بقاء کے سواء آرام نہیں ہے"۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

قَالَ سهل التجلي على ثَلَاثَة أَحْوَال تجلي ذَات وَهِي المكاشفة وتجلي صِفَات الذَّات وَهِي مَوضِع النُّور وتجلي حكم الذَّات وَهِي الْآخِرَة وَمَا فِيهَا معنى قَوْله تجلى ذَات وَهِي المكاشفة كشوف الْقلب فِي الدُّنْيَا كَقَوْل عبد الله بن عمر كُنَّا نترا ءى الله فِي ذَلِك الْمَكَان يَعْنِي فِي الطّواف وَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم اعبد الله كَأَنَّك ترَاهُ وكشوف العيان فِي الْآخِرَة۔

امام سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ تجلی کی تین قسمیں ہیں:

تجلیٔ ذات (اور اسی کو تجلیٔ مشاہدہ بھی کہتے ہیں)۔

[1] (شرح تعرف لمذهب التصوف، ج،۴، ص،۳۷، منشی نولکشور واقع لکھنو) (شرح تعرف لمذهب التصوف، ج،۴، ص،۱۰۴)

دوسری تجلّی صفات الذات (اور یہی مقام نور ہے)۔

اور تجلی حکم الذات (اور یہ آخرت اور وہ تمام امور ہیں جو وہاں ہوں گے)۔

تجلی ذات وھی المکاشفہ اس سے مراد دنیا میں غلبہ حال کی وجہ سے پردے کا اٹھ جانا ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے کہا کہ اس مقام پر ہم اللہ کو دیکھ رہے تھے یعنی طواف میں۔ اور نبی کریم رؤف الرّحیم حضرت آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تم اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور ذاتِ الٰہی کا ایسے ظاہر ہونا کہ آنکھوں سے دیکھ سکیں یہ آخرت میں ہوگا۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو سُلَيمَان وَالله مَا رَجعَ من رَجعَ إِلَّا من الطَّرِيق وَلَو وصلوا إِلَيْهِ مَا رجعُوا عَنهُ والفاني يكون مَحْفُوظًا فِي وظائف الْحق كَمَا قَالَ الْجُنَيْد وَقيل لَهُ ان أَبَا الْحُسَيْن النوري قَائِم فِي مَسْجِد الشونيزي مُنْذُ أَيَّام لَا يَأْكُل وَلَا يشرب وَلَا ينَام وَهُوَ يَقُول الله الله وَيُصلي الصَّلَوَات لأوقاتها فَقَالَ بعض من حَضَره إِنَّه صَاح فَقَالَ الْجُنَيْد لَا وَلَكِن أَرْبَاب المواجيد محفوظون بَين يَدي الله فِي مواجيدهم فَإِن رد الفاني إِلَى الْأَوْصَاف لم يرد إِلَى أَوْصَاف نَفسه وَلَكِن يُقَام مقَام الْبَقَاء بأوصاف الْحق، وَلَيْسَ الفاني بالصعق وَلَا الْمَعْتُوه وَلَا الزائل عَنهُ أَوْصَاف البشرية فَيصير ملكا أَو روحانيا وَلكنه مِمَّن فني عَن شُهُود حظوظه كَمَا أخبرنَا قبل، والفاني أحد عينين إِمَّا عين، لم ينصب إِمَامًا وَلَا قدوة فَيجوز أَن يكون فناؤه غيبَة عَن أَوْصَافه فيرى بِعَين العتاهه وَزَوَال الْعقل لزوَال تَمْيِيزه فِي مرافق نَفسه وَطلب حظوظه وَهُوَ على ذَلِك مَحْفُوظ فِي وظائف الْحق عَلَيْهِ وَقد كَانَ فِي الْأمة مِنْهُم كثير مِنْهُم بِلَال الحبشي عبد كَانَ للْمُغِيرَة بن شُعْبَة فِي حَيَاة النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نبه عَنهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وأويس الْقَرنِي فِي أَيَّام عمر بن الْخطاب نبه عَلَيْهِ عمر وَعلي رَضِي الله عَنْهُمَا وَخلق كثير إِلَى أَن كَانَ عليان الْمَجْنُون وسعدون وَغَيرهمَا أَو يكون إِمَامًا يَقْتَدِي بِهِ ويربط بِهِ غَيره مِمَّن يسوسه فأقيم مقَام السياسة والتأديب فَهَذَا ينْقل إِلَى حَالَة الْبَقَاء فَيكون تصرفه بأوصاف الْحق لَا بأوصاف نَفسه، والمتصرف بأوصاف الْحق هُوَ مَا ذكرنَاهُ قبل۔

ترجمہ: حضرت سیدنا غوث یزدانی ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جو لوگ بھی واپس لَوٹے ہیں وہ راستے ہی سے لَوٹ گئے ہیں، اگر واصل ہو جاتے تو کبھی نہ لوٹتے۔ اور فانی لوگ اللہ عزوجل کے فرائض کی ادائیگی میں محفوظ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سیدنا قطب الارشاد جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے جب ان سے کسی نے کہا کہ حضرت سیدنا امام العارفین ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع مسجد شونیزی میں کئی دنوں سے کھڑے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ سوتے ہیں اور وہ اللہ اللہ کر رہے ہیں، وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ تو

---

[1] (التعرف لمذهب التصوف، الباب الثامن والخمسون قولهم في التجلي والاستتار، ص، ۱۴۱، ۱۴۰، دار الكتب العلمیه، بیروت)

ہوش میں ہیں تو حضرت سیدنا قطب الارشاد جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ صاحبِ وجد کو وجد کی حالت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر فانی کو اوصاف بشریت کی طرف لوٹایا جائے گا تو اس کے نفسانی اوصاف کی طرف لوٹایا نہ جائے گا بلکہ اسے اوصافِ حق کے ساتھ مقامِ بقاء میں قائم رکھا جائے گا۔ اور وہ شخص جو بے ہوش ہو یا دیوانہ ہو یا جس سے اوصافِ بشری زائل ہو چکے ہوں فانی نہیں کہلاتا کہ فرشتہ یا روحانی بن جائے بلکہ فانی وہ ہے جو اپنے نفسانی حظوظ کے مشاہدہ سے فانی ہو۔

اور فانی دو طرح کا ہوتا ہے۔ یا تو وہ ایسا شخص ہو گا جسے (اللہ عزوجل کی طرف سے) امام یا پیشوا مقرر نہیں کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی فنا ایسی ہو کہ وہ اپنے ذاتی اوصاف سے بے خبر ہو جائے اور لوگ اسے دیوانہ اور زائل العقل سمجھیں اس لیے کہ وہ اپنی نفسانی آسائشوں اور اپنے حظوظ کا مطالبہ کرنے کی تمیز کھو بیٹھا ہوتا ہے بایں ہمہ وہ ان حقوق میں جو اس پر اللہ عزوجل کی طرف سے عائد ہوتے ہیں محفوظ ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ اُمّت میں بہت ہوئے ہیں۔ ان میں حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہکے غلام تھے اور حضرت آقائے دوجہاں، سرکارِ دوعالم ﷺ کی زندگی میں موجود تھے، ان کے متعلق حضرت مدنی تاجدار، سرور کون ومکان ﷺ نے خبر دی تھی۔ اور حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حضرت سیدنا عاشق رسول اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کی خبر حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی۔ اسی طرح بہت سے اور لوگ بھی ہوئے تا آنکہ علیان مجنون اور سعدون وغیرہ ہوئے۔

یا وہ فانی، امام ہو گا جس کی اقتداء کی جاتی ہو اور اس کے ساتھ دیگر لوگ مربوط ہوں گے جو ان کے حکم کے ماتحت ہوں گے۔ لہٰذا اسے لوگوں کی سیاست کرنے اور ان کو ادب سکھانے کے لیے کھڑا کیا گیا ہو گا۔ تو اس فانی کو بقاء کی حالت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا یہ اوصافِ حق تعالیٰ کی مدد سے تصرف کرے گا، اپنے ذاتی اوصاف کے ساتھ نہیں۔ اور جو اوصافِ حق کی مدد سے تصرف کرتا ہے اس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔[1]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

من فاته الحق فليس له شيء وإن ملك الكون ومن وجد الحق فله كل شيء وإن لم يملك ذرة معناه هو قائم بحقه محجوب عن رؤية قيامه بحقه وهو مسلوب عن حظوظه وهو يرى نفسه قائمة بحظوظها ونصيبه من الحق وجود الحق وهو فيه مأسور وليس له متقدم ولا متأخر وأنشدونا لبعضهم۔

---

[1] (التعرف لمذهب التصوف، الباب التاسع والخمسون قولهم في الفناء والبقاء، ص ۱۴۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

مواجید حق أو جد الحق کلها وإن عجزت عنها فهوم الاکابر

جس کے ہاتھ سے حق نکل گیا اس کے پاس کچھ بھی نہیں خواہ وہ دنیا کا مالک کیوں نہ ہو اور جس نے حق کو پالیا اس کے پاس سب کچھ ہے خواہ اس کے پاس ایک پائی بھی نہ ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے پر ثابت قدم ہے مگر وہ اپنے اس فعل کی طرف نہیں دیکھتا۔ اس سے اس کے نفسانی حظوظ سلب کر لیے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ یہی خیال کرتا ہے کہ اس کا نفس ابھی تک حظوظ پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا حق یہی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو پالے اور وہ اس خیال میں اس طرح مقیّد ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کے لیے نہ جائے ماندن ہے نہ پائے رفتن۔

کسی کا شعر ہے:

مَوَاجِیْدُ حَقٍّ اَوْ جَدَالْحَقُّ کُلَّهَا وَاِنْ عَجَزَتْ عَنْهَا فُهُوْمُ الْاَکَابِر

یہ حق تعالیٰ کے وجد ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے موجود کیا ہے اگرچہ بڑے بڑے اکابر بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔[1]

ابو سعید بن اعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الوجد اول درجات الخصوص وهو میرات التصدیق بالغیب فلما ذاقوه وسطع فی قلوبهم نوره زال عنهم کل شک وریب۔

وجد خصوص کا پہلا درجہ ہے اور یہ غیب کا توشہ ہے۔ جب وہ اسے چکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کا نور چمکتا ہے تو ان سے ہر شک دور ہو جاتا ہے۔[2]

اسی طرح ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہیں:

الذی یحجب عن الوجد رؤیة أثار النفس والتعلق بالعلائق والاسباب، لان النفس محجوبة باسبابها فاذا انقطعت الاسباب وخلص الذکر وصحا القلب ورق وصفا ونجحت الموعظة فیه وحل من المناجات فی محل قریب وخوطب وسمع الخطاب باذن واعیة وقلب شاهد وسر ظاهر فشاهد ما کان منه خالیا، فذالک هو الوجد لانه قد وجد ما کان معه وما عنده۔

نفس کے آثار کو دیکھنا اور اسباب سے تعلق وجد کے سامنے حجاب ہے کیونکہ نفس اسباب کی وجہ سے پردے میں ہوتا ہے۔ جب اسباب منقطع ہو جائیں ذکر خالص اور دل صاف اور رقیق (نرم) ہو جائے اور اس میں نصیحت اثر کرے اور مناجات کے

---

[1] (التعرف لمذهب التصوف، الباب الحادي والستون قولهم في التوحيد، ص، ۱۵۴، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۹۲)

سلسلے میں قریب کے مقام پر اتر جائے اسے خطاب ہو تو وہ اسے ہوش کے کانوں، حاضر دل اور سرِ ظاہر سے سُنے اور جس سے خالی تھا اس بات کا مشاہدہ کرے تو یہ وجد ہے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اس چیز کو پالیتا ہے جو اس کے پاس نہ تھی۔ [1]

مزید فرماتے ہیں:

الوجد مایکون عند ذکر مزعج او خوف مقلق او توبیخ علی ذلة او محادثة بلطیفة او اشارة الی فائدة او شوق الی غائب او اسف علی فائت او ندم علی ماض او استجلاب الی حال او داع الی واجب او مناجاة بسر، وھو مقابلة الظاھر بالظاھر والباطن بالباطن والغیب بالغیب والسر بالسر واستخراج مالک بما علیک مما سبق للسعی فیه فیکتب ذالک لک بعد کونه منک، فیثبت لک قدم بلاقدم وذکر بلاذکر، اذکان ھو المبتدی بالنعم والمتولی والیه یرجع الامر کله فھذا ظاھر علم الوجد، واقوال الصوفیة من ھذا الجنس فی الوجد کثیرة۔

ترجمہ: مزید فرماتے ہیں کہ وجد اس وقت ہوتا ہے جب ذکر خداوندی دل کو حرکت دینے والا اور خوف پریشان کرنے والا ہو، پھسلنے پر جھڑک ہو یا کوئی لطیف بات کی جائے یا کسی فائدے کی طرف اشارہ ہو یا غائب کا شوق ہو یا فوت شدہ پر افسوس ہو، ماضی پر ندامت اور حال کو حاصل کرنا ہو، واجب کا داعی یا کسی سرِ قلبی سے مناجات ہو اور یہ ظاہر کا ظاہر سے، باطن کا باطن سے، غیب کا غیب سے، سر کا سر سے مقابلہ ہے جس چیز کے بارے میں تمہاری کوشش اور سعی مقدر سے نقصان کے بدلے اسے حاصل کرنا ہے تاکہ وہ تیری طرف سے ہونے کے بعد تیرے لئے لکھی جائے اور تمہارے لئے قدم بغیر قدم کے اور ذکر بغیر ذکر کے لکھا جائے کیونکہ وہی شروع میں نعمت دینے والا اور کاموں کا کفیل ہے۔ اور تمام امور اسی کی طرف لوٹتے ہیں تو یہ علم وجد کا ظاہر ہے۔ اور وجد کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے اس طرح کے اقوال بہت زیادہ ہیں۔ [2]

مختصر یہ کہ وجد طاری ہونے کیلئے استغراق، غم یا خوشی کا عظیم واقعہ اکثر ضروری ہوتا ہے اسی وجہ سے تمرین اور تمکین کے بعد تلوین باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ استغراب باقی نہیں رہتا۔ جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو تلاوتِ قرآن کے دوران روتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا: ھٰکذا کنا حتی قست القلوب۔ (ہم بھی اسی طرح کے تھے یہاں تک کہ ہمارے دل میں مضبوطی آگئی۔) [3]

یعنی تلوین تمکین سے بدل گئی اور استغراب ختم ہو گیا۔ اور اگر کبھی کبھی تمکین کے بعد بھی یہ حالت طاری ہوتی ہے "جیسے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ" "از دک وفک چارہ نیست" (تنگی اور کشادگی سے خلاصی

---

[1] (احیاءعلوم الدین:ج:۲:ص:۲۹۲)
[2] (احیاءعلوم الدین ج:۲:ص:۲۹۲)
[3] (عوارف المعارف ص۱۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(چارہ) نہیں ہے۔)عبارت میں تلوین اور تمکین کا ذکر ہوا جس کے سبب کے بناء پر ہم تلوین اور تمکین کی تعریف ذکر کریں گے۔

الامام ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ تلوین اور تمکین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

التلوين و التمكين:

التلوين صفة أرباب الأحوال و التمكين صفة أهل الحقائق فَمَا دام العبد فِي الطريق فَهُوَ صاحب تلوين لأنه يرتقي من حال إِلَى حال و ينتقل من وصف إِلَى وصف و يخرج من مرحل و يحصل فِي مربع فَإِذَا وصل تمكن و أنشدوا: ما زلت أنزل فِي ودادک منزلا ... تتحير الألباب دُونَ نزوله و صاحب التلوين أبدا فِي الزيادة و صاحب التمكين وصل ثُمَّ اتصل و أمارة أَنَّهُ اتصل أَنَّهُ بالكلية من كليته بطل. وَقَالَ بَعْض المشايخ انتهى سفر الطالبين إِلَى الظفر بنفوسهم فَإِذَا ظفروا بنفوسهم فَقَدْ وصلوا. قَالَ الأستاذ رحمه اللهُ: يريد بِهِ انخناس أحكام البشرية و استيلاء سلطان الحقيقة فَإِذَا دام للعبد هذه الحالة فَهُوَ صاحب تمكين كَانَ الشيخ أَبُو عَلِي الدقاق رحمه اللهُ تَعَالَى يَقُول: كَانَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلام صاحب تلوين فرجع من سماع الْكَلام و احتاج إِلَى ستر وجهه لأنه أثر فِيهِ الحال، و نبينا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ صاحب تمكين فرجع كَمَا ذهب لأنه لَمْ يؤثر فِيهِ مَا شاهده تلک الليلة وَكَانَ يتشهد عَلَى هَذَا بقصة يُوسُف عَلَيْهِ السَّلام أَن النسوة اللاتي رأين يُوسُف عَلَيْهِ السَّلام قطعن أيديهن لما ورد عليهن من شهود يُوسُف عَلَيْهِ السَّلام عَلَى وجه الفجأة و امرأة الْعَزِيز كانت أتم فِي بلاء يُوسُف منهن ثُمَّ لَمْ تتغير عَلَيْهَا شعرة ذَلِکَ اليوم لأنها كانت صاحبة تمكين فِي حَدِيث يُوسُف عَلَيْهِ السَّلام. وَقَالَ الأستاذ و اعلم أَن التغير بِمَا يرد عَلَى العبد يَكُون لأحد أمرين: إِمَّا لقوة الوارد أَوْ لضعف صاحبه و السكون من صاحبه لأحد أمرين: إِمَّا لقوته أَوْ لضعف الوارد عَلَيْهِ. سمعت الأستاذ أبا عَلِيّ الدقاق رحمه اللهَ يَقُول: أصول الْقَوْم فِي جواز دوام التمكين تتخرج عَلَى وجهين أحدهما لا سبيل إِلَيْهِ لأنه قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لو بقيتم عَلَى مَا كنتم عَلَيْهِ عندي لصافحتكم الملائكة و لأنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لي وقت لا يسعني فِيهِ غَيْر ربي عَزَّ وَجَلَّ أخبر عَن وقت مخصوص قَالَ رحمه اللهُ تَعَالَى و الوجه الثَّانِي أَنَّهُ يصح دوام الأحوال، لأن أهل الحقائق ارتقوا عَن وصف التأثر بالطوارق و الذي فِي الْخَبَر أَنَّهُ قَالَ: لصافحتكم الملائكة فلم يعلق الأمر فِيهِ عَلَى أمر مستحيل و مصافحة الملائكة دُونَ مَا أثبت لأهل البداية من قَوْله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا بِمَا يصنع وَمَا قَالَ لي وقت قائما قَالَ عَلَى حسب فَهْم السامع وَفِي جَمِيع أحواله كَانَ قائما بالحقيقة و الأولى أَن يقال إِن العبد مَا دام فِي الترقي فصاحب تلوين يصح فِي نعته الزيادة فِي الأحوال و النقصان منها فَإِذَا وصل إِلَى الحق بانخناس أحكام البشرية مكنه الحق سبحانه فِي كُل نفس فلا حد لمقدوراته فَهُوَ فِي الزيادات متلون بَل ملون وَفِي أصل حاله متمكن فأبدا يتمكن فِي حالة أعلى مِمَّا كَانَ فِيهَا قبله ثُمَّ يرتقي عَنْهَا إِلَى مَا فَوْق ذَلِکَ إذ لا غاية لمقدورات الحق سبحانه فِي كُل جنس، فأما المصطلم عَن شاهده المستوفي إحساسه بالكلية فللبشرية لا محالة حد فَإِذَا بطل عَن جملته و نفسه و حسه وَكَذَلِکَ عَنِ المكونات بأسرها ثُمَّ دامت بِهِ هذه الغيبة فَهُوَ محو فلا تمكين لَهُ إذن

ولا تلوين ولا مقام ولا حال وما دام بِهَذا الوصف فلا تشريف ولا تكليف اللَّهُمَّ إلا أَن يرد بِمَا يجري عَلَيْهِ من غَيْر شَيْء منه فذلك متصرف فِي ظنون الخلق مصرف فِي التحقيق قَالَ الله تعالى: {وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ} [الكهف: 18] وبالله التوفيق۔

ترجمہ: تلوین: یہ ارباب احوال کی ایک صفت کا نام ہے۔ تمکین: یہ اہل حقائق میں پائی جانے والی ایک صفت کا نام ہے۔ جب تک انسان راستے میں ہوتا ہے تب تک اسے صاحبِ تلوین کہتے ہیں کیونکہ وہ ایک حال سے دوسرے کی طرف ترقی کررہا ہوتا ہے۔ نیز ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف جارہا ہوتا ہے اور اپنے کوچ کے مقام سے اصل مقام پر آتا ہے اور جب وہاں پہنچ جاتا ہے تو اسے تمکین حاصل ہوتی ہے (یعنی قرار ملتا ہے) اسی معنیٰ کی مناسبت سے ان کا شعر ہے "تمہاری محبت کی خاطر میں منزلیں اتر تارہا حالانکہ دوسروں کی عقلیں وہاں اترنے سے پہلے ہی حیرانی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔" صاحبِ تلوین ہمیشہ آگے بڑھتا جاتا ہے، صاحب تمکین اپنے مقام پر پہنچ کر اتصال پالیتا ہے اور اس کے اس اتصال کی علامت یہ ہوتی ہے کہ کلی طور پر وہ اپنی کلیت میں غافل رہتا ہے۔

بعض مشائخ کہتے ہیں کہ "طالب طریقت کے سفر کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ کو پالے اور جب اپنا مقام پالیتا ہے تو اسے وصال مل جاتا ہے۔" حضرت استاد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اس شیخ کا مقصد یہ ہے کہ بشری احکام پیچھے (نیچے) ہو جاتے ہیں اور سلطان حقیقت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر جب یہ حالت دائمی ہو جاتی ہے تو طالب صاحبِ تمکین ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قول ہے، فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب تلوین تھے اسی وجہ سے انہوں نے صرف کلام سننے کے بعد رجوع کر لیا (واپس آگئے) اور انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ چہرہ چھپائیں کیونکہ ان پر اس حال تلوین کا اثر تھا لیکن اس کے برعکس ہمارے نبی کریم ﷺ صاحب تمکین تھے چنانچہ جیسے معراج پر تشریف لے گئے تھے ویسے ہی واپس تشریف لائے کیونکہ اس رات دیکھے جانے والے امور کا آپ ﷺ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بطور شہادت پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ خواتین جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا، انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے کیونکہ اچانک انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ ہوا تھا جب کہ ان سب خواتین میں سے عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں بڑھ چڑھ کر گرفتار تھی مگر اس کے باوجود اس دن اس میں بال برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں صاحب تمکین تھی۔ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ یاد رکھو چونکہ انسان پر وارد ہونے والا تغیر ان دو امور میں سے ایک کی وجہ سے ہوتا ہے یا تو وارد ہونے والی حالت

قوی ہوتی ہے یا جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے خود ضعیف ہوتا ہے یونہی صاحب سکون کا سکون بھی دو امور میں سے ایک کی وجہ سے ہوتا ہے یا صاحب سکون خود قوی ہوتا ہے یا وارد ہونے والی کیفیت کمزور ہوتی ہے۔

حضرت استاد ابو علی د قاق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ تمکین کے دائمی رہنے کے جواز میں صوفیاء کے اصول کی دو ہی صورتیں بن سکتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا تھا: لو بقیتم علی ما کنتم علیه عندی لصافحتکم الملئکة۔ (جس حالت میں تم میرے پاس ہوا کرتے ہو، اگر اسی حالت پر باہر بھی رہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں) اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: لی وقت لا یسعنی فیه غیر ربی عزوجل (میرا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جس میں میرے رب کے سوا اور کوئی نہیں سماتا) یہاں بھی حضور ﷺ نے خاص وقت کے بارے میں بتایا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ احوال کا دائمی ہونا صحیح ہوتا ہے کیونکہ اہل حقائق ان طوارق (واردات) کے اثر قبول کرنے سے بالا ہیں اور حدیث کے الفاظ لصافحتکم الملائکة میں آپ ﷺ نے اسی ناممکن بات پر موقوف نہیں کیا، فرشتوں کا مصافحہ کرنا تو درجہ میں اس سے بھی کم ہے جسے حضور ﷺ نے ابتدائی صوفیوں کیلئے مقرر فرمایا ہے ارشاد فرمایا ان الملائکة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضی بما یصنع (بلاشبہ فرشتے طالب علم کیلئے اپنے پر اس لئے بچھا دیتے ہیں کہ وہ اس کے کام سے خوش ہوتے ہیں) اور یہ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لی وقت" تو یہ آپ ﷺ نے سننے والے کو سمجھانے کیلئے فرمایا ہے کیونکہ حقیقت میں آپ ﷺ اپنے تمام احوال میں حقیقت ہی پر چلتے تھے۔

بہتر یہ قول ہے کہ یوں کہا جائے کہ جب تک بندہ ترقی کے دور سے گزر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ صاحب تمکین ہوتا ہے اس کی صفات میں احوال کی زیادتی اور کمی کا قول صحیح ہوتا ہے اور جب احکام بشریہ دور ہونے کی بناء پر وہ حد تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب تمکین بنا دیتا ہے بایں طور اللہ اسے یہ قدرت دیتا ہے وہ ان اشیاء کی طرف نہ لوٹے جن پر نفس کو بھروسہ ہے چنانچہ وہ اپنے محل اور استحقاق کی بناء پر اپنے حال پر صاحب تمکین ہو جاتا ہے اور پھر اسے حق تعالیٰ ہر سانس میں وہ تحفے عطا فرماتا ہے چنانچہ اس کے زیر قدرت کاموں کی کوئی حد نہیں ہوتی بناء بریں زیادتی کے وقت انسان رنگ بدلتا رہتا ہے بلکہ اس صورت میں رنگ آجاتا ہے اپنے اصل حال پر برقرار رہتا ہے اور پھر اپنی پہلی حالت سے اگلی حالت کی طرف جانا شروع کر دیتا ہے پھر اس سے بھی زیادہ ترقی کر جاتا ہے کیونکہ کل جنسوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا کوئی شمار ہی نہیں اب اس شخص کی بات سنو جو اپنے شاہد سے بالکل الگ تھلگ ہو چکا اور احساسات ختم ہو چکے تو لازماً بشریت کی ایک حد ہے اور اس وقت وہ اپنے نفس اور حس سے الگ ہو چکا ہوتا ہے اور یونہی تمام مخلوقات سے علیحدہ ہو چکا ہوتا ہے پھر یہ غیبت دائمی ہو جاتی ہے تو وہ حالت

محو میں ہوتا ہے تمکین اس وقت نہیں ہوتی نہ ہی تلوین ہوتی ہے نہ مقام اور نہ ہی حال اور جب تک اس حال میں ہوتا ہے تو نہ صاحب شرف ہوگا نہ احکام الٰہیہ کا مکلف ہوگا ہاں البتہ اگر اسے اپنے نفس اور احساس کی حالت کی طرف پھیر دیا جائے اور ان امور کی طرف لوٹا دیا جائے جو اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوتے ہیں اور حسن میں اس کی کوشش کا دخل نہیں ہوتا تو ایسا شخص مخلوق کے نزدیک تصرف کرنے والا کہلاتا ہے اور دراصل اسے اپنی حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ﴿الکھف ۱۸﴾

"اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔"[1]

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو منتہی (نہایت) اللہ کے قریب تھے جب اصل اور خالص تجلی بغیر ظل اور صفت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے "وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا (الآیۃ)" مختصر، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی سے فیض کے اثرات کو وجد کہتے ہیں، جو کسی بھی نوعیت کا ہو۔ جب تواجد اور وجد کے معنی آپ کو معلوم ہو گئے اب ہم وجد اور حال کے اسباب اللہ کے فضل اور توفیق سے بیان کرینگے۔

نمبر ۱: وجد، نعت، قرآن، سننے یا اللہ کے ذکر سے طاری ہوتا ہے۔

جیسا کہ علامہ الوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وکثیرا تعرض ھذہ الحرکۃ للسالکین عند الذکر او سماع القرآن او مایتاثرون بہ۔

ترجمہ: اکثر وقت سالکین پر یہ حرکتیں ذکر یا قرآنِ مجید سننے یا شیخ کی توجہ سے پیش آتی ہیں۔[2]

"مایتاثرون بہ" سے اشارہ ہے نعت ومنقبت سننے یا توجہ شیخ یا شیخ سے ملاقات کی طرف ہے۔

اور آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: بے شک مؤمن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت وجد طاری ہو جاتا ہے دل کا ڈر جانا وجد کی ایک قسم ہے۔

نمبر ۲: کبھی وجد، مشاہدہ، خوف اور ہیبت سے طاری ہوتا ہے۔

---

[1] (الرسالۃالقشیریۃص ۱۵۳)

[2] (روح المعانی:سورۃاعراف:آیت:۱۵۵)

بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے:

وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ فَجَئِثْتُ مِنْہُ رُعْبًا، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي الحدیث۔

مجھ پر اس فرشتے کا رعب طاری ہوا اور لوٹ کر گھر آیا۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''مجھے چادر میں لپیٹ دو'' رُعب کا طاری ہونا یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔

اور آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ﴿الاعراف ۱۴۳﴾

ترجمہ: جب پہاڑ پر رب نے اپنی تجلی کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو بے ہوشی طاری ہوئی یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے جس کا سبب وہ ہیبت ہے یا اس تجلی کی عظمت ہے۔ حضرت امام ربانی کے قول کے مطابق یہ تجلی ذاتی تھی۔ ظلّی یاصفاتی نہیں تھی باقی تفصیل مکتوبات شریف میں درج ہے۔

نمبر۳: وجد کبھی ایسے وقت میں طاری ہوتا ہے جب اپنی کسی خطا پر اللہ کا کوئی مقبول بندہ یاولی اسے تنبیہ کرتا ہے جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلم عبادانی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ مسلم عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس چار مہمان آئے ان میں سے ایک عتبہ الغلام بھی تھا تو کھانا کھانے کے وقت کسی نے یہ شعر پڑھا:

وتلھیک عن دار الخلود مطاعم ولذۃ نفس اتباعھا غیر نافع

ترجمہ: تمہیں آخرت سے غافل کرتے ہیں لذیذ کھانے اور نفس کی لذتیں جن کی تابعداری غیر نافع ہے۔ (یہ سن کر) عتبہ الغلام چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔[1]

نمبر۴: وجد کبھی ایسے وقت میں طاری ہوتا ہے جب ایک بلند مرتبے والا شخص کسی کی زبان سے اپنی تعریف سنے (اپنے بارے میں عزت وسعادت کے الفاظ سنے) جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی شان میں عزت وبلندی کے الفاظ سنے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دوڑنے لگے اور پھر ناچنا شروع کر دیا۔ یہ حدیث مبارکہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد 2 صفحہ 304 پر آداب سماع میں ذکر کیا ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کرینگے۔

نمبر ۵: وجد کبھی جنت وجہنم کے ذکر (یاد) سے بھی ہوتا ہے۔

[1] (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

جیسے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَإِنْ أَنَّ فِيهَا أَوْ تَأَوَّهَ أَوْ بَكَى فَارْتَفَعَ بُكَاؤُهُ، فَإِنْ كَانَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ أَوْ النَّارِ لَمْ يَقْطَعْهَا لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ"۔[1]

ترجمہ: اگر کوئی شخص نماز میں آہ کرتا ہے یا اوہ کرتا ہے یا روتا ہے اور اسکی آواز بلند ہوتی ہے تو یہ اگر جنت و جہنم کی یاد سے ہوتا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔اس لئے کہ یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اس میں عاجزی ہے۔ انشاء اللہ یہ بحث بھی آئندہ تف-صیل سے ذکر کریں گے۔)

نمبر ۶: کبھی وجد ایک مخصوص فائدہ یا خوش خبری سننے پر طاری ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا مر بآیۃ رحمۃ دعا واستبشر والاستبشار وجد۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رحمت کی آیتیں پڑھتے تو خوش ہو جاتے اور اس وقت دعا کرتے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خیال میں (استبشار) یعنی خوش ہو جانا یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔[2]

نمبر ۷: کبھی کبھی وجد کسی فوت شدہ شے پر افسوس کرتے ہوئے بھی طاری ہو جاتا ہے۔ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بے ہوش ہو گئے تھے۔

شفیا اصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث سناتے ہوئے:

"کمافی الترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ"۔[3]

نمبر ۸: وجد کبھی پرانی غلطی جو صادر ہوئی اس پر پشیماں ہونے کی وجہ سے بھی طاری ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح میں آیا ہے: ان کی آنکھیں ایسی ایسی گھوم رہی تھیں گویا وہ پاگل ہوں۔ یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔ یہ روایت علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ (جلد نمبر ۲ ص نمبر 524) میں ذکر کیا ہے۔

نمبر ۹: وجد کبھی اپنے پیر و مرشد یا کسی اور عظیم الشان شخصیت کو دیکھنے کی وجہ سے بھی آتا ہے۔

---

[1] (ھدایہ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ج ۱ ص ۷ ۳ ۹)
[2] (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۷ ۲ ۹)
[3] (جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۶۳)

جیسے کہ علامہ واقدی رحمہ اللہ فتوح الشام میں لکھتے ہیں کہ:

جب بیت المقدس کی فتح کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینتیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا کسی حکمت کی بناء حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے تو جب صحابہ کرام مجاہدین رضوان اللہ اجمعین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہیبت ناک آوازیں ان کے منہ سے نکلنے لگیں۔

علامہ واقدی لکھتے ہیں:

وعلت للمسلمين ضجة عظيمة وصياح مزعج بالتهليل والتكبير۔

(مسلمانوں (صحابہ کرام) نے بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔[1]

جب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے

وَلما دخل نيسابور كَمَا فِي تاريخها وشق سوقها وَعَلِيهِ مظلة لَا يرى من وَرَائِهَا تعرض لَهُ الحافظان أَو زرْعَة الرَّازِيّ وَمُحَمّد بن أسلم الطوسي ومعهما من طلبة الْعلم والْحَدِيث مَا لَا يُحْصى فتضرعا إِلَيْهِ أَن يُرِيهِم وَجهه ويروي لَهُم حَدِيثا عَن آبَائِهِ فاستوقف البغلة وَأمر غلمانه بكف المظلة وَأقر عُيُون تِلْكَ الْخَلَائق بِرُؤْيَة طلعته الْمُبَارَكَة فَكَانَت لَهُ ذؤابتان مدليتان على عَاتِقه وَالنَّاس بَين صارخ وَبَاكٍ ومتمرغ فِي التُّرَاب ومقبل لحافر بغلته فصاحت الْعلمَاء معاشر النَّاس أَنْصتُوا فأنصتوا واستملى مِنْهُ الحافظان الْمَذْكُورَان فَقَالَ حَدثنِي أبي مُوسَى الكاظم عَن أَبِيه جَعْفَر الصَّادِق عَن أَبِيه مُحَمَّد الباقر عَن أَبِيه زين العابدين عَن أَبِيه الْحُسَيْن عَن أَبِيه عَليّ بن أبي طَالب رَضِي الله عَنْهُم قَالَ حَدثنِي حَبِيبِي وقرة عَيْني رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ (حَدثنِي جِبْرِيل قَالَ سَمِعت رب الْعِزَّة يَقُول لَا إِلَه إِلَّا الله حصني فَمن قَالَهَا دخل حصني وَمن دخل حصني أَمن من عَذَابي)

ثمَّ أرْخى السّتْر وَسَار فعد أهل المحابر والدوى الَّذين كَانُوا يَكْتُبُونَ فأنافوا على عشْرين ألفا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابوذراعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اوران کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے، امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا پردہ ہٹالیں خلقِ خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو ۲ گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق خدا کی وہ حالت ہوئی کہ کوئی چلّاتا ہے، کوئی

[1] (فتوح الشام ج ا ص ۱۸۹)

روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش سب لوگ خاموش ہو رہے۔

دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی حضور نے فرمایا:

حدثنی ابو موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمدن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنھم قال حدثنی حبیبی و قرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی۔

یعنی امام علی رضا امام موسٰی کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی المرتضٰی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا۔

یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے، بیس ۲۰ ہزار سے زائد تھے۔[1]

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

لَو قَرَأت ھَذَا الْإِسْنَاد علی مَجْنُون لبری ءمن جنتہ۔

یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھوں تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔[2]

تو ان دو واقعہ سے معلوم ہوا کہ پیر کامل مکمل کی ملاقات کے وقت سالکین طریقت کی زبان سے اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کی آوازیں نکلنا اور وجد و حال اور مستی معلوم ہوتی ہے، یہ بر حق ہے۔

جو اسباب ہم نے ذکر کی ہیں اس کے علاوہ بھی وجد کے اسباب ہیں۔ یہ نو(۹) مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ وجد و حال کے اسباب بہت سارے ہیں جس طرح وجد و حال کے اسباب بہت زیادہ ہیں اسی طرح اقسام بھی بہت ساری ہیں۔ جیسا کہ:

(۱) وجد غم و خوف کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

---

[1] (الصواعق المحرقہ الفصل الثالث ص ۱۲۹ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور)

[2] (الصواعق المحرقہ الفصل الثالث ص ۱۲۹ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور) (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ج۷ ص ۵۴)

ترمذی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں :

"شیبتنی ھود واخواتھا"۔

(سورۃ ھود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔رواہ ترمذی)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں :

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم شیبتنی ھود واخواتھا خبر عن الوجد فان الشیب یحصل من الحزن والخوف وذالک وجد۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ خبر دینا کہ سورۃ ھود اور اس طرح کی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ داڑھی کا سفید ہونا غم یا خوف کی وجہ سے یہ بھی وجد کی قسم ہے۔[1]

(۲) کبھی وجد رونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ اجل شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

واعلم ان للباکین عند السماع مواجید مختلفۃ فمنھم من یبکی خوفا ومنھم من یبکی شوقا ومنھم من یبکی فرحا۔

ترجمہ: جان لو کہ سماع یا نعت خوانی کے وقت وجد کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں بعض خوف کی وجہ سے ،بعض شوق وذوق کی وجہ سے اور بعض خوشی و فرحت کی وجہ سے روتے ہیں۔[2]

جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ: "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (الآیۃ)" میں نقل کیا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے سامنے سورۃ النساء تلاوت کر رہا تھا جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (النساء ۴۱) تو آپ ﷺ نے فرمایا: رک جاؤ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مڑ کر دیکھا "فاذا عیناہ تذرفان" تو حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا (حسبک)(بس یہی کافی ہے)

"وفی روایۃ انہ علیہ السلام قرء ھٰذہ الآیۃ او قرء عندہ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا (۱۲) وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا (المزمل ۱۲ تا ۱۳)" "فصعق"۔

[1] (اخرجہ الترمذی والحاکم کمافی الاحیاء: ج:۲:ص:۲۹۸:باب آثار السماء وآدابہ)

[2] (کمافی عوارف المعارف: باب:۲۴:ص:۱۱۷)

ترجمہ: ایک اور روایت میں ہے کہ یہ آیت (إِنَّ لَدَيْنَا) آپ ﷺ نے خود تلاوت کی یا آپ ﷺ کی موجودگی میں کسی اور نے تلاوت کی تو آپ ﷺ نے آواز بلند کی (چیخ ماری) یاد رہے کہ لغت میں لفظ صعق کا معنٰی بے اختیار اضطراری کیفیت ہی مذکور ہے۔[1]

اوران شاء اللہ تعالیٰ مزید رونے کی فضیلت اور اسکی اہمیت بیان ہو گی۔

(۳) کبھی وجد ایسی صورت میں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شور شرابہ، چیخ یا نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتا ہے اور وجد ظاہر ہوتا ہے۔

"جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب الجنائز جلد نمبر 1 صفحہ 183 باب ماجاء فی عذاب القبر" میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے "ضج المسلمون ضجة" کہ مسلمانوں نے چیخیں ماریں۔ یہی روایت امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسائی شریف میں کتاب الجنائز جلد نمبر 1 صفحہ 226 پر ذکر کی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قاری سے یہ آیت مبارکہ سنی "ان عذاب ربک لواقع" (فصاح صیحۃ وخر مغشیا فحمل الی بیته فلم یزل مریضا فی بیته شھرا) تو سننے کے بعد چیخ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی روز (ایک ماہ) تک گھر پر بیمار رہے۔[2]

جامع الاحادیث المسانید والمراسیل میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے اس واقعہ کے بارے میں "فخر مغشیا علیه الی الغد" صبح تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش رہے:

وقال النابلسی رحمة الله تعالٰی علیه فی الحدیقة الندیة قرا عمر رضی الله تعالٰی عنه اذا الشمس کورت حتی اذا بلغ واذا الصحف نشرت فخر مغشیا علیه وصار یضرب علی الارض ساعة کبیرة۔ وکذا فی تنبیه المغترین للامام الشعرانی رحمة الله علیه ایضًا۔

اور علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیقۃ الندیہ میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے اذا الشمس کورت تلاوت کی جب (واذا الصحف نشرت) تک پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کافی دیر تک ہاتھ اور پاؤں مبارک زمین پر مارتے رہے۔ اسی طرح کا واقعہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ المغترین میں نقل کیا ہے۔

---

[1] (احیاء علوم الدین: ج۲ ص ۲۹۷)

[2] (کمافی الاحیاء: ج:۲: ص: ۲۹۷)

نمبر۴: اور وجد کبھی (اقشعرار الجسد) یعنی اعضاء اور بدن پر لرزہ طاری ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

اللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بہت خوب صورت باتیں نازل کی ہیں۔ ایسی کتاب جس کی آیات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں اور بار بار پڑھی جاتی ہیں اس سے ان کے جسم پر حرکت اور لرزہ طاری ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

جس طرح حدیث مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعریف میں فرماتی ہیں۔

"تدمع اعینهم وتقشعر جلودهم کمافی المظهری وسیأتی ان شاءاللہ تعالیٰ"۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور کھال لرزتے تھے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء علوم الدین (جلد دوم صفحہ 298) میں تحریر کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک نیک نوجوان کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کا بدن لرزنے لگا وہ نوجوان بہت خوش ہوا پھر اس کی مرض الموت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عیادت کیلئے گئے تو اس نوجوان نے کہا کہ میرے جسم کا لرزنا خوب صورت شکل میں آیا اور کہا کہ: ان اللہ قد غفرلی بها کل ذنب۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہ جسم کے لرزنے کے سبب بخش دیئے ہیں۔)

تفسیر مدارک میں سورۃ زمر کی آیت نمبر 23 کی تفسیر میں یہ حدیث شریف منقول ہے:

اذا اقشعر جلد المؤمن من خشیۃ اللہ تعالیٰ تحاتت ذنوبه کما یتحاتت عن الشجرۃ الیابسۃ ورقها۔

ترجمہ: جب مومن کی کھال (جسم) اللہ کے خوف سے لرزنے لگتی ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

نمبر ۵: وجد کبھی بے ہوشی کی صورت میں ہوتی ہے کہ انسان بے ہوش ہو جاتا ہے کبھی فریاد کرنے لگتا ہے اور کبھی آہ یا سسکیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور سینے کے لطائف کی حرکت یا ذکر کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ ترمذی جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 63 میں ابواب الزھد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفی الاصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حدیث بیان کرتے وقت تین بار بے ہوش ہو جانا مذکور ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک کی رات میں امام کے پیچھے نماز باجماعت میں کھڑے تھے کہ یہ آیت مبارکہ سننے کے بعد (وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

(الآیۃ)) (سورۃ الاسریٰ: آیت نمبر: ۸۶) یہ آیت مبارکہ سننے کے بعد آپ نے بہت زور سے چیخ ماری۔ آیت کا ترجمہ (اگر ہم چاہتے تو ہم نے آپ کی طرف جو وحی کی ہے واپس لے لیتے۔ (وظن الناس انه قد طارت روحه واحمر وجهه وارتعد فرائصه) لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ ان کا چہرہ مبارک سرخ ہوا۔ ان کا جسم لرزنے لگا۔[1]

اور ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کے مقدمے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک قاری سے یہ آیت کریمہ سنی: هَذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (۳۶) (سورہ مرسلات) فتغير الشافعي رحمة الله تعالى عليه وارتعد وخر مغشيا عليه" تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ لرزنے لگے اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔[2]

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واقعہ نقل کیا ہے:

جلیل القدر تابعی ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوہار کی آگ دیکھی تو چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے اور پانچ نمازیں بے ہوشی میں قضا ہوئیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے سرہانے بیٹھے یہ فرما رہے تھے هذا والله هو الخوف ،یعنی اللہ کی قسم! یہ اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے، جیسے حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حالتِ نماز میں غشی یا بے ہوشی طاری ہونا۔"[3]

اور حضرت زرارہ بن اوفی تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ بنی قطیر کے محلے میں امامت کرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز فجر میں آیت مبارکہ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (۸) فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (۹) (سورہ مدثر) پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ اس حدیث شریف کے تحت تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں قرآن سن کر مر جانے کے چند واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

حضرت خلید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت مبارکہ (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (الانبیاء: ۳۵)) کی تلاوت کی اور چند بار تکرار کیا۔ گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کم تردد۔۔۔ کب تک اسی آیت کا تکرار کرتے رہو گئے۔ اس سے چار جنوں کو تو مار چکے ہو جن کو آسمان کی طرف سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی پہلے ہی فوت ہو گئے یہ سن کر آپ رنج و غم سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ اہلِ خانہ تک حیران رہ گئے۔ گویا کہ بدل گئے تھے۔[4]

---

[1] (احیاءعلوم الدین ج ۲ ص ۲۹۷: کتاب آداب السماع والوجد)

[2] (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۴)

[3] (مرقاۃ ۴۵۴: ۱ عوارف المعارف ص ۱۵ مکتوبات شریف مکتوب ۱۱۸: دفتر ۳)

[4] (تحفۃ الاحوذی: ج: ۲: ص: ۵۲۴)

اور ثعلبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالتِ نماز میں گر جانا اور چیخیں مارنا اور بے ہوش ہو جانا اور وفات پا جانا۔ اسی طرح فاطمہ کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نفحات الانس سے مذکور واقعہ، یہ سب کے سب عین جذب ہے۔[1]

نمبر ۶: اور وجد کبھی (رجفۃ البدن اور رجفۃ القلب) (بدن کا لرزنا اور قلب کا لرزنا) کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

جیسے علامہ آلوسی آفندی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کریمہ (**فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ**) کے نیچے ارشاد فرماتے ہیں:

أي رجفة البدن التي هي من مبادي صعقة الفناء عند طريان بوارق الأنوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة للسالكين عند الذكر أو سماع القرآن أو ما يتأثرون به حتى تكاد تتفرق أعضاؤهم، وقد شاهدنا ذلك في الخالدين من أهل الطريقة النقشبندية۔

ترجمہ: جسم کا ہلنا جو فنا فی اللہ کے مقام کی ابتدا میں وارد ہوتا ہے جب انوار اور تجلیات کی روشنیاں اس پر برستی ہیں اللہ کی صفات کی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے جو جسم ہلنے اور لرزنے لگتا ہے بہت سے سالکوں کو یہ حالت ذکر کے وقت قرآن کریم کے سننے کے وقت ہوتی ہے یا شیخ کی توجہ یا نعت خوانی یا سماع کے وقت پیش آتی ہے اس حد تک کہ قریب ہوتا ہے کہ اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اس حالت کو ہم نے مولانا خالد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں خود ملاحظہ کیا جو سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ لوگ تھے۔[2]

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف باب کیف کان بدا الوحی الی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

"قالت "فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ"۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد غارِ حرا سے واپس گھر تشریف لائے آپ کا دل مبارک ہل رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے آپ کے لطائف مبارکہ حرکت کر رہے تھے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ مجھے چادر میں لپیٹ دو (تین مرتبہ فرمایا) تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کے جسم اقدس پر چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بدن کا لرزنا یا ہلنا ختم ہو گیا۔ ہیبت زدہ شخص کو

---

[1] (تنبیہ الغافلین)

[2] (روح المعانی: ج: ۳: ص: ۸۶: سورۃ اعراف: آیت: ۱۵۵)

علاج کی غرض سے کپڑوں میں لپیٹنا عربوں کا عام دستور ہوتا ہے پھر بعد میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (یا ایھا المزمل) اور (یا ایھا المدثر) اور (خیرات الحسان:ص:۳۶: فصل:۱۵:)میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ایک دن نماز فجر میں یہ آیت کریمہ (وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡن (الآیۃ)) کی تلاوت کی تو آپ کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی یہاں تک کہ لوگ سمجھ گئے کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے۔

نمبر۷: اور وجد کبھی (حنین) یعنی رونے کی صورت میں اور کبھی (صعق) اور (خرور) یعنی گرنا اور بے ہوش ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔جیسے کہ آیت کریمہ میں ہے: (فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ وجد کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔بائیس روایات مزید (خرور) یعنی گرنا اور بے ہوش ہونا تنبیہ المغترین کی حوالے سے بیان کیا جائیگا۔اور جیسے کہ شعب الایمان میں اور ابن عدی کی کتاب الکامل میں حرب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت منقول ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم:ج:۲:ص:۲۹۷: پر نقل کیا ہے:

(انہ علیہ الصلٰوۃ و السلام قرا عندہ ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصۃ و عذابا الیما) (فصعق)

حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی گئی (ان لدینا) تو حضور اکرم ﷺ بے خود ہو گئے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ (لا تسئلوا عن اشیاء (الآیۃ)) (ج:۲:ص:۲۶۵: میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے خوف کے معاملے میں حضور ﷺ کے وعظ کے دوران خوف کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

فغطی اصحاب رسول اللہ ﷺ وجوھھم لھم حنین۔

(صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور فریاد و گریہ وزاری کر رہے تھے۔)

۸: اور وجد کبھی اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کے کپڑے پھاڑتا ہے جیسے عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃ الندیہ:ج:۲:ص:۵۲۵: پر فرماتے ہیں:

و انشد الشیخ الامام شہاب الدین احمد الزھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متعذرًا عن کشف رأس الفقراء فی الذکر بقولہ۔

حضرت شیخ شہاب الدین زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہلِ تصوف اور فقراء کے ذکر کے وقت کھلنے کا عذر پیش کرتے ہوئے یہ اشعار تحریر کئے:

یلوموننی فی کشف راسی واننی	لمعترف انی علی ذالک اوجر
لقصدی بہ اظہار ذلتی التی	ھی المقصد الاسنی لمن یتبصر

ترجمہ: یہ لوگ میرے کھلنے میں مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اس کا اجر ملتا ہے اس لئے کہ میرا مقصد اس سے عاجزی کا اظہار کرنا ہے جو کہ اہلِ بصیرت کے نزدیک بیش قیمت اور اعلیٰ مقصد ہے کہ انسان اپنی عاجزی کا اظہار کرے۔

شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا کہ حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

فمنھم من یمزق ثیابہ و منھم من یبکی و منھم من یصیح۔

بعض سالک اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں اور بعض روتے ہیں اور بعض چیخیں مارتے ہیں۔[1]

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولا یبعدان یغلب الوجد بحیث یمزق ثوبہ۔آہ[2]

ترجمہ: اور یہ بات بعید نہیں کہ حال اور وجد کی کیفیت اتنی زیادہ ہو جائے کہ سالک اپنے کپڑے پھاڑنے لگے۔

اور علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے بعض ساتھیوں کے حوالے سے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

رایت الشبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قائما یتواجد و قد خرق ثوبہ و ھو یقول:

شققت ثوبی علیک حقا	اردت قلبی فصادقتہ
یدای بالجیب اذبر قاء	و مالثوبی اردت خرقا
لو کان قلبی مکان جیبی	لکان الشق مستحقا

ترجمہ: میں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ کھڑے تھے اور وجد آپ پر طاری تھا اور اپنے کپڑے پھاڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ میں نے تیرے عشق میں اپنے کپڑے پھاڑ لئے اور میرا مقصد اپنے کپڑے پھاڑنا نہ تھا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے دل کو پھاڑ لوں مگر میرا ہاتھ گریبان سے ٹکرا گیا اگر گریبان کی جگہ دل میرے ہاتھ میں آجاتا تو یہ پھٹ جانے کا زیادہ مستحق

---

[1] (عوارف المعارف ص ۱۰۶ باب ۲۲)

[2] (کمافی الاحیاء: ج:۲:ص:۳۰۴)

تھا۔[1]

۹: وجد کبھی اضطراب اور لرزنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید حضرت ابو الحسن محمد بن احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کی صحبت میں ساٹھ (۶۰) سال رہا مگر آپ پر کبھی وجد طاری ہوتا نہ دکھائی دیا (اس لئے کہ وہ منتہی تھے) لیکن آخر میں ایک مرتبہ ایک آیت کریمہ (الملک یومئذن الحق للرحمن) سنی تو سخت اضطراب طاری ہوا اور ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔[2]

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

در سس شان آشوب وچرخ وزلزلہ　　　　نہ زیاداتست وباب سلسلہ

ترجمہ: اللہ کے عاشقوں کا درس آنسو بہانا اور لرزنا اور کپکپی طاری ہونا ہے۔ کتاب زیادۃ کے نو ابواب نہ تو پڑھتے ہوتے ہیں اور نہ ہی درس کا سلسلہ ہوتا ہے۔[3]

۱۰: وجد کبھی اس صورت میں ہوتا ہے کہ زبان سے جاری ہو اللہ یاھو یا آہ یا مہمل الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں جیسے صاحبِ ہدایہ، علامہ برہان الدین مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

و ان ان فیھا اوتاوہ او بکی فارتفع بکائہ ان کان من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع و سیاتی مفصلا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اگر نماز میں ایک شخص آہ یا اوہ یا ھو کرتا ہے یا روتا ہے اور اس کا رونا بلند ہوتا ہے یعنی حروف خارج یا حاصل ہوتے ہیں اور اگر یہ رونا جنت یا جہنم کی یاد سے حاصل ہوا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ عاجزی اور انکساری کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل بعد میں ان شاء اللہ بیان کی جائے گی۔

فتاوی امجدیہ میں مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ذکر جنت ونار پر اگر گریہ طاری ہو اور آہ اُف وغیرہما الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر ایک دو قدم ایسی حالت میں آگے یا پیچھے ہٹ گیا جب بھی حرج نہیں (در مختار میں ہے) "لا لذکر جنۃ او نار" (رد المحتار میں ہے) "لان

---

[1] (کمافی الحدیقۃ ج ۲ ص ۵۲۴)
[2] (الاحیاء ج ۲ ص ۳۰۳)
[3] (مثنوی شریف: دفتر چھارم)

الانین ونحوہ اذا کان بذکرھما صار کانه قاله اللّٰھم انی اسئلک الجنة واعوذ بک من النار ولو صرح به لاتفسد صلوته“۔ [1]

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انوار قدسیہ میں آداب الذکر میں فرماتے ہیں:

”اما مسلوب الاختیار فھو مع مایرد علیه من الاسرار فقد یجری علی لسانه: اللّٰہ، اللّٰہ، اللّٰہ، او، ھو، ھو، او لا، لا، لا، او آہ، آہ، آہ او عا، عا، عا او آ، آ، آ او ھا، ھا، ھا او صوت بغیر حرف او تخبیط وادبه عند ذالک التسلیم للوارد فاذا انقضی الوارد فادبه السکون من غیر تقول۔

جو کچھ مسلوب الاختیار سالک ہے اپنے اسرار جو ان پر وارد ہوتے ہیں اسے معذور سمجھا جائے گا۔ جب اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جائیں اللہ، اللہ، اللہ کبھی ھو، ھو، ھو کبھی لا، لا، لا کبھی آ، آ، آ کبھی عا، عا، عا کبھی ھا، ھا، ھا اور کبھی بغیر حروف یا معنی کے آواز نکالنا اور کبھی غیر معنی الفاظ کا اس کے زبان سے ادا ہونا۔ تو اس وقت سالک کیلئے ادب یہ ہے کہ اس کا یہ وارد تسلیم کر لیا جائے اور جب وارد ختم ہو جائے پھر اس کے لئے ادب یہ ہے کہ سکون سے اس سے کسی متعلق سوال نہ کیا جائے۔ [2]

(صاحب فقہ علی مذاھب اربعہ علامہ عبد الرحمن جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ج ۱ ص ۲۷۱ دار الکتب العلمیۃ) نے (تافیف) یعنی اُف، اُف کرنا باقی کی طرح شمار کیا ہے۔)

۱۱: اور وجد کبھی ہنسنے کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ امام بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دعا فرمائی:

فَضَحِكَتْ عَائِشَةُ حَتَّى سَقَطَ رَأْسُهَا فِي حِجْرِهَا مِنَ الضَّحِكِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " أَيَسُرُّكِ دُعَائِي؟". فَقَالَتْ: وَمَالِي لَايَسُرُّنِي دُعَاؤُكَ؟ فَقَالَ: "وَاللَّهِ إِنَّهَا لَدَعْوَتِي لِأُمَّتِي فِي كُلِّ صَلَاةٍ۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی دعائے مبارکہ سے اس قدر تبسم فرمایا کہ آپ کا سر مبارک حضور ﷺ کے دامن اقدس سے مس ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو میری دعا سے اس قدر خوشی ہوئی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جی ہاں! کیوں نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہر امتی کے لئے ہر نماز کے بعد یہی دعا کرتا ہوں۔ [3]

---

[1] (فتاوی امجدیه: ج: ۱: ص: ۱۸۱)

[2] (انوار قدسیه ج ۲ ص ۳۹)

[3] (مجمع الزوائدومنبع الفوائد ج۹ ص ۲۴۳، سبل الھدٰی والرشاد فی سیرة خیرالعباد ج ۱۱ ص ۱۷۲، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج۴ ص ۳۹۱)

اس ہنسنے کی دو وجہ ہوتی ہیں یا وجد کا غلبہ اور خوشی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجد بھی اسی ہنسنے کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔

۱۲: وجد کبھی رقص کرنے یا ایک پاؤں پر دوڑنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وجد کی حالت میں ایک پاؤں پر دوڑے تھے۔ یہ بھی وجد کے باعث ہوا۔[1]

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم۔

یہ صوفیاء کے رقص کی اصل ہے۔[2]

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقہ میں شیخ نجم الدین عذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

کبھی وجد انسان پر غالب ہو جاتا ہے کہ اس سے ایسے افعال واحوال صادر ہوتے ہیں کہ وہ بظاہر مجنون نظر آتا ہے۔

"کالرقص والدوران وتخریق الثوب وھی حالۃ شریفۃ"۔

ترجمہ: جیسے رقص کرنا، گول دائرے کی صورت میں گھومنا، کپڑے پھاڑنا یہ اچھی حالت ہے۔[3]

صاحبِ فتاویٰ خیریہ نے تحریر کیا ہے کہ:

اما الرقص ففیہ للفقہاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم کلام منھم من منعہ ومنھم من لم یمنع حیث وجاء لذۃ الشھود وغلب علیہ الوجد واستدل بما وقع لجعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ النبی ﷺ اشبھت خلقی وخلقی۔۔۔فحجل وفی روایۃ رقص من لذۃ ھٰذا الخطاب۔

رقص کے بارے میں فقہائے عظام کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض فقہاء رقص کو منع کرتے ہیں اور بعض فقہاء منع نہیں کرتے، جب شہود کا مزہ پاتے ہیں تو وجد ان پر غالب آجاتا ہے اور ان کے لئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بطورِ دلیل قرار دیتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آپ شکل، شباہت و اخلاق میں میرے (حضور ﷺ سے) مشابہ ہے تو انہوں نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رقص شروع کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس خطاب کی لذت سے انہوں نے رقص کرنا شروع کیا۔

---

[1] (الاحیاء:ج:۲:ص:۳۰۴)
[2] (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۳۴ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)
[3] (حدیقۃ ج ۲ ص ۵۳۲)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ردالمختار: قبیل باب البغات میں تحریر کیا ہے:

والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع۔الخ وسیاتی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

وہ تحقیق جس سے اختلاف ختم ہوجاتا ہے سماع اور رقص کے بارے میں عارفوں کے لئے تفصیلی عبارت آگے بتائی جائے گی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا :

فقمت اسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس۔

پس میں کھڑا ہوا اور ایک پاؤں پر دوڑتا رہا اور جسے آقا اپنی طرف بلائیں اسے چاہئے کہ سر کے بل بھاگ کر پہنچے۔[1]

۱۳: وجد میں کبھی انسان بیٹھے ہوئے بھی اور کندھوں کو گول دائرے کی صورت میں حرکت دیتا ہے کبھی سر کو جھٹکے سے حرکت دیتا ہے جیسے علامہ شامی مجموعہ رسائل میں فرماتے ہیں:

فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید رضی اللہ تعالی عنہ ان اقواما یتواجدون ویتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالی یفرحون۔الخ۔ (الی ان قال) ولو ذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم"۔

ترجمہ: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ ذکر میں تاؤ پیچ کھاتے ہیں اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: کہ ان لوگوں کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو کہ اپنی خوشیاں منائیں پھر مزید آپ نے فرمایا کہ یہ مزہ اگر تم چکھتے تو ان کو چیخیں مارنے اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھتے۔[2]

جیسے علامہ نابلسی نے حدیقہ میں فرمایا :

کالرقص والدوران وتخریق الاثواب۔

رقص کرنا دائرے کی صورت میں گھومنا اپنے کپڑے پھاڑنا۔[3]

اس کے علاوہ اور بھی مختلف صورتیں ہیں جن سے وجد اور حال کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے توجہ مبارک سے نان فروش کا ظاہری رنگ، شکل وصورت حضرت خواجہ باقی باللہ کی صورت کے مشابہ ہوگئی تھی۔بتوجہ اتحادی اور وجد وحال سے۔[4]

---

[1](ردالمحتار ج۳ص۳۳۷)

[2](مجموعۃالرسائل ج ۱ ص ۱۷۳)

[3](کمافی الحدیقۃجلددوم ص:۵۲۴)

[4](تفسیر عزیزی:ص:338سورۃاقراء)

انوار اور فیوضات سے جیسے گرمی اور حرارت کا حاصل ہونا یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں مرقوم ہے:

وان جبینه لیتفصد عرقا (وسیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

اسی طرح وجد غم وخوف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جس طرح ترمذی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"شیبتنی ھود واخواتھا"۔

سورہ ھود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور صحبت سے کچھ لوگ انتقال کر جاتے اور کچھ لوگ صحرا کی جانب چلے جاتے اور کچھ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاتے۔[1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وجد حال کی کیفیت طاری ہونا

"فصاح ووضع یدہ علی راسه وخرج ھائما لایدری این یتوجه مدۃ ثلاثة ایام"۔

جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی طرح حال کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ انہوں نے چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھا اور حیران وسرگردان باہر نکلے اور یہ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ تین دن اسی کیفت میں گزار دیئے۔[2]

مشہور تابعی اور فقہ کے بانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام سے آیت:

"ولا تحسبن اللہ۔الخ"۔

سنی تو بدن پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ دوسروں کو معلوم ہو رہی تھی۔[3]

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وجد وجذب کی حالت میں بھاگنا، دوڑنا، زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنا۔ نیز بلا اختیار کسی طرف چلے جانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے چنانچہ رسالہ روح نماز: ص:۲۳: میں حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن کسی سے آیت "ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع۔الآیة" سن کر بہت بڑی چیخ ماری اور بے اختیار ہو کر گر پڑے، اٹھا کر گھر لائے گئے۔ مسلسل ایک مہینہ تک بیمار رہے۔

---

[1] (سیف المقلدین: ص:538)

[2] کمافی الحدیقة: ص:۱۰۹،

[3] (الخیرات الحسان: ص:۳۹)

حضرت ابو جریر تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت صالح مری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاوتِ قرآنِ مجید سن کر چیخ ماری اور فوت ہو گئے۔(اناللہ وانا الیہ راجعون) (حوالہ مذکورہ)

اس بیان سے غرض حصر اور تحدید نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وجد کی اقسام اور صورتیں بہت زیادہ ہیں جن سے وجد ظاہر ہوتا ہے۔ وجد اور حال حقیقی عارف اور حقیقی اہلِ تصوف کیلئے بالکل ثابت ہے جب وجد اور تواجد کے معنی اور اقسام عامۃ الوقوع میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور اب وجد کے لئے ثبوت دلائل اور حوالے قرآنِ کریم کی آیات مبارکہ، آثارِ صحابہ مبارکہ اور تابعین اور اقوال مفسرین اور محدثین اور فقہاء اور اقوال اولیاء و علماء سے مدلل اثبات انشاءاللہ تعالیٰ بیان کیا جائے گا۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

صوفی بدرید جبہ در حرج　　　　پیشش آمد بعد بدریدن فرج

ترجمہ: ایک صوفی نے حالتِ وجد میں اپنا جبہ پھاڑ ڈالا بعد پھاڑ ڈالنے کے اس پر کشائش رزق نازل ہوئی۔(صفحہ:۱۰۷)

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

إخواني كم إلى دير المحبة من موارد و مصادر, نبهوا رواهب الشوق لتكون إليهم سائر, اطلبوا منه شرابا عتيقا جلّ عن معاصرة العاصر, فتح لهم دنان التوله, فانفض منه رحيق التحقيق له شعاع يملأ البصائر, أدار عليهم أقداح الوجد, فحنّوا إلى المزيد حنين الذاكر, خامرهم سكر التولة, فبدا لهم كل غائب وحاضر, استزادوا من هذا الشراب الطيّب الطاهر, بذلوا فيه النفوس والأوطان والغائب والحاضر, أطربهم تلحين أهل دير المحبة, فتواجدوا تواجد كابر عن كابر, محبوبهم ساقيهم, ومجلس أنسهم منضدّ بأنواع الأزاهر, ملوك في وقت السكر, عبيد في وقت الصحو, فهم بين غائب وحاضر. شربة من هذا المدام رخيصة ببذل الكون والأوائل والأواخر, لا يتركه إلا سيفه ليس لتيه شقائه من آخر۔ اقبل نصحي وبادر قبل غلق بابه وباكر, يغنيك عن كل مطعوم ومشروب, وعن كل نسيم عاطر۔

منها شرب آدم, وناح عليها نوح, ونشر زكريا بالمناشر, وعرض الخليل على النار،, فما أحسّ بما هو إليه سائر, وعاجل الشوق موسى فقال: أرني لعلي أرى المنظور في الناظر, وكم لداود من سكر وأشواق وتلحين مزامر, وهام عيسى في البراري لا يأوي على باد ولا حاضر, شربها شاربا نبينا محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يوم السبت, فألقت فيه بقيّة أوجبت المدائح والمفاخر۔

لك انفتح الكون, فاختر هذا الشراب الطيب الطاهر, قطرة منها نهر الكوثر, تروى منها في ظمأ الهواجر, دارت على الصدّيق والفاروق والسعيد إلى العاشر. اجتمعوا الشرب بها في الأول, واجتمعوا الشرب بها في الآخر, أبقوا في أدنان المعاني بقايا الكرام فعل الأكابر, صفت لأهل الصفة, فصفت بشربها السرائر. فاخلع في شربها العذار, فما

لک إن خلعت من عاذل، وإن لم تخلعه فما لک من عاذر، وزمزم وأطرب وارقص، فالکون کونک، ومحبوبک حاضر. صن موضع السر عن سواه، وإيّاک والخاطر الخاطر، إن نظرت لغيره، أبعدک ومالک إن بعدت من ناصر۔

يا معشر الفقراء، هذه سماعكم، فأين من هو معي حاضر، يا أرباب الأحوال، معكم أتحدث، ولكم أصف، ولركبكم أساير، يامعشر التائبين، أمايهون عليكم بذل المعصية لنيل هذا الجوهر الفاخر، إن فاتک هذا السماع ولم تطرب، فأنت في بريّة الحرمان حائر۔

ترجمہ: میرے بھائی! محبت کی منزل کو پانے کے لئے بہت سے راستے ہیں اوران راستوں میں متعدد پڑاؤ ہیں۔ شوق کے ساتھ بیدار ہو جاؤ تا کہ اپنا سفر طے کر سکو۔ اپنے رب عزوجل سے ہمیشہ بڑے مرتبہ والی محبت مانگا کرو۔ اللہ عزوجل نے اپنے مقرّبین کے لئے دِرولایت کھول رکھا ہے ۔ اس دروازے سے خوشبو و الا اس طرح گزرتا ہے کہ اس کی نورانیت (ہماری) آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ وجد کے پیالے اس کے سامنے گھومتے ہیں اور وہ مزید طلب کی خواہش میں مبتلا رہتے ہیں ۔ دوستی کی فکر کے نشہ نے انہیں مدہوش کیا تو کیا ظاہر، کیا پوشیدہ؟ سب ان کے سامنے آگیا۔ انہوں نے اس جامِ محبت سے خوب فیض پایا تو ان کے تمام احوال سمٹ کر رہ گئے۔ گلستانِ محبت کے باشندوں کی پُرسوز آواز نے انہیں مست کر دیا تو وہ آہستہ آہستہ وجد میں آ گئے۔ ان کا ساقی ان کا اپنا ہی محبوب ہے۔ ان کی محفل رنگا رنگ پھولوں سے آراستہ ہے۔

ان کے غلام ہوش میں آ چکے ہیں جبکہ یہ لوگ اب تک مدہوشی میں ہیں۔ یقیناً اس پائیدار محبت کا ایک گھونٹ ساری دنیا کے عوض بھی سستا ہے اور بیوقوف کے علاوہ اسے کوئی نہیں چھوڑ سکتا اور بے وقوف بھی ایسا جس کی بد بختی انتہاء کو پہنچ چکی ہو۔

پیارے اسلامی بھائی! میری نصیحتوں کو قبول کر لو اور (توبہ کا) دروازہ بند ہونے سے پہلے ہی اس کی طرف سبقت کرو، یہ محبت تمہیں ہر لذت سے بے نیاز کر دے گی۔

حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ السلام نے بھی اسی محبت کا جام پیا ہے اور اسی پر حضرتِ سیِّدُنا نوح علیہ السلام نے گریہ وزاری کی اور حضرتِ سیِّدُنا زکریا علیہ السلام کو اسی محبت میں آرے سے چیرا گیا، حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہیں آگ کی تپش کا احساس نہ ہوا، حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام کا شوق بڑھا تو وہ عرض کرنے لگے کہ مجھے اپنی تجلی دکھا دے تاکہ میں تیری زیارت کر سکوں، حضرتِ سیِّدُنا داؤد علیہ السلام کو خوش الحانی کا کیسا سُرور حاصل ہوا، حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ علیہ السلام نے جنگلات میں رہنا پسند فرمایا لہذا نہ شہر میں گھر بنایا نہ دیہات میں اور ہمارے نبی مکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی محبت الٰہی عزوجل کا جام پیا اور آج بھی جو محبوب کی تعریف ہوتی ہے اور اس پر فخر کیا جاتا ہے یہ اسی محبت کا بچا ہوا حصہ ہے۔

میرے بھائی! تیرے لئے ساری کائنات کی راہیں کھلی ہیں تُو اس میں سے اس پاکیزہ جامِ محبت کو منتخب کرلے کہ اس کا ایک قطرہ پیاس بجھانے میں آبِ کوثر جیسا ہے۔ یہی جامِ محبت حضرتِ صدیق وفاروق اور سعید ودیگر عشرہ مبشرہ علیہم الرضوان پر پیش ہوا تو وہ سب اسے پینے کے لئے جمع ہوگئے۔ اپنے اکابرینِ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر صلحاءِ امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے یہی روحانی فکر اپنائی۔ تم بھی اہلِ صفّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صفات اپنالو، اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی نصیب ہو جائے گا۔ اس کی طلب میں رُکاوٹ بننے والے حیلے چھوڑدو۔ اگر تم ملامت کی راہ چھوڑدوگے تو تمہارا کیا جائے گا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اپنے مالک کی حمد بیان کرو، خوشی سے جھومو اور وجد میں آجاؤ ساری مخلوق تمہاری دوست بن جائے گی، محبوب کا قرب حاصل ہوگا۔ اپنے دلوں کی حفاظت کرو، اگر تم نے غیر اللہ پر نظر رکھی اور اللہ عزوجل کی بارگاہ سے دور ہوگئے تو تمہارا کیا بنے گا۔

اے فقراء کی جماعت! یہ باتیں تو تمہارے سننے کی تھیں۔ اے احوال والو! میں تم سے مخاطب ہوں میں یہ خوبیاں تمہیں بتاتے ہوئے تمہارے ساتھ چل رہاہوں، اے تائبین (یعنی توبہ کرنے والوں) کی جماعت! اس جوہرِ قابل کے حصول کے لئے نافرمانی سے بچنا تمہارے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر تم اس خطاب سے محروم رہے اور خوشی میں نہ جھومے تو محرومی کے جنگل میں بھٹکتے رہوگے۔ [1]

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وكم لهم في وادي السحر من عيون تجري كالطوفان، فإذا لاحت أعلام الفجر كبّروا عند مشاهدة العيان، فديت طراق الدجى، فديت أرباب العزائم، فديت الفتيان.

بادروا رواهب الخلوة، نحن لكم جيران، تركنا الأسباب والأهل والأوطان، فرقنا شهوات النفوس والأبدان، وخرّبنا ديار اللهو، فأقفرت منذ زمان، طلقنا الدنيا بتاتا، وهجرنا الدار والسكان، سقينا من شراب الأنس شربة ولو كان ما كان، لبسوا حلة الجوع بالنهار، وتركوا خدمة من جلّ وهان، عمروا القلوب بالتقوى، وبالذكر اللسان، لهم نزاحم على باب الدجى، فمنهم من صاح ومنهم نشوان، ومنهم من خامره بالشوق، فهو من الحب ولهان، ومنهم من غلبه الوجد، فهو هائم سكران، أفناهم الخوف وأذبلهم الأرق وهم من القلق كل يوم في شأن. سيّرهم ذكر الحبيب ولهم في التلاوة ألحان، نالوا منازل التوكل، وأصبحوا فيها قطان، باعوا شهوات النفوس بأبخس الأثمان، سجلوا على أنفسهم سجل الرضا بالقضاء، فأهلا بالرجال الشجعان، تتجافى جنوبهم عن المضاجع ولهم تلحين بالقرآن، خامرهم الخوف فسكروا من شرابه مخافة النيران، منهم من سقي شراب المحبة صرفا، وتزايدت لهم الأحزان، ومنهم من مزج له بالأشواق، فعاين منه ألوان، كم خرّبوا في حبه منازل، وكم أيتموا فيه من ولدان. تراهم أبدا سكارى

[1] (بحر الدموع، الفصل التاسع عشر، ص، ۱۰۲، تا، ۱۰۴، دار التوفيقية للتراث، القاهره) (آنسوون کاسمندر، ص، ۱۶۳، ۱۶۲) (آنسوون کاسمندر، ص، ۱۶۴)

عرایا في القفار وفي البلدان. قلوبهم مملوءة بالخوف، وظاهرهم مضمّخ بالأحزان، ينادي لسان شوقهم: لا كان من ألم السلوى ولا كان، خرق لهم حجاب العادات وعقد على رؤوسهم للولاية تيجان، مجلس أنسهم مضمخ بالمشاهدة شديدة الأركان. يا معشر الفقراء، طوفوا بهذا الدير، وزاحموا على بابه، وباكروا هذه الدنّان، طيبوا على هذا السماع، وتواجدوا على هذه الألحان، معكم جمال المحبوب، في الكون والحال۔

ترجمہ: یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں پھر جب سحر پھوٹتی ہے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کے دھارے بہہ نکلتے ہیں ۔ پھر جب طلوعِ فجر ہوتی ہے تو یہ مشاہدات میں کھو جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔

میں ان چمکتے ستاروں، پختہ ارادے رکھنے والوں اور جوانوں پر قربان جاؤں۔ (یہ ہمیں صدا دیتے ہیں کہ) تنہائی اختیار کرو، آخرت میں ہم تمہارے پڑوسی بنیں گے۔ ہم نے مال واسباب، بیوی بچے اور وطن چھوڑ دیئے، نفسانی خواہشات چھوڑ دی ہیں۔ ہم نے فانی دنیا ویران کر دی ہے، اب یہ ایک عرصہ سے ہماری تلاش میں ہے مگر ہم نے اسے ایسی طلاق دے دی ہے جس میں رجوع ممکن نہیں ۔ گھر اور گھر والوں کو خود سے جدا کر دیا اور محبتِ خداوندی عزوجل کا جام پی لیا۔ کاش! ہمیں اس کے کچھ گھونٹ اور مل جائیں۔

یہ حضرات دن میں روزہ رکھتے ہیں، دل کو تقویٰ سے آباد رکھتے ہیں اور زبان کو ذکر سے معمور رکھتے ہیں ۔ اللہ عزوجل کا قرب پانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں ۔ اس تگ ودو میں کسی کی آہیں نکل جاتی ہیں ، کوئی مدہوش ہو جاتا ہے، کوئی شوق میں دیوانہ ہو کر محبت میں متحیّر ہوا جاتا ہے، کسی پر وجد غالب آ جاتا ہے تو وہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ خوف نے ان کو بے حال اور شب بیداری نے لاغر کر رکھا ہے۔ ہر دن انہیں نئی بے چینی لاحق ہوتی ہے۔ خدا عزوجل کی یاد نے ان سے وطن چھڑا دیا ہے۔ یہ لوگ تلاوتِ قرآن کرتے وقت اس میں غور کرتے ہیں ۔ جب یہ توکل کے درجات پر فائز ہوئے تو ان کی کمر جھک گئی ، خواہشاتِ نفسانی کو بیچ کر یہ تقدیر کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ خوش آمدید ایسے بہادروں کو جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جو غمگین لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں جب خوف ان پر غالب ہوا تو یہ جہنم کے خوف سے بے ہوش ہو گئے۔

ان میں سے بعض نے خالص جامِ محبت پیا تو ان کی فکر میں اضافہ ہو گیا۔ اور کچھ کا شوق بڑھا تو انہوں نے شوق کے بہت سے روپ دیکھے ۔ بہت سوں نے اپنے گھر ویران کر لئے اور بہت سے اولاد سے دور ہو گئے۔ تم ان کو جنگلات اور ویرانوں میں مدہوشی کے عالم میں پاؤ گے ۔ ان کے دل خوف سے پرُ ہوں گے جبکہ ظاہر غم والم سے معمور ہو گا اور وہ زبانِ حال سے کہتے ہوں گے کہ ہمیں زندگی کا نہ کوئی غم ہے نہ کبھی ہو گا۔ اللہ عزوجل نے ان کے لئے حجابات اٹھا دیئے اور ان کے سروں پر ولایت کا

تاج سجا دیا اوران کی مجلسوں کو جلوۂ حق کی خوشبو سے معطر کر دیا۔ اے فقراء کی جماعت! بارگاہِ اُلفت میں حاضری دینے میں سبقت کرو اور ان لوگوں کی قربت اختیار کر لو، ان کی گفتگو سے سرور حاصل کرو ان کے مختلف احوال کا مشاہدہ کرو دنیا ہی میں محبوب کا جلوہ پالوگے۔[1]

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

وبلغ من خوف السلف من اللہ تعالیٰ: أن احدھم کان یشتد علیہ الخوف من اللہ تعالیٰ فیحترق کبدہ فی بطنہ حتی یشم الناس من جوفہ رائحۃ الکبد المشوی منھم ابوبکر وعمر ومنھم عمر بن عبدالعزیز والحسن البصری وسفیان ثوری ومالک بن دینار وعطاء السلمی والفضیل بن عیاض وکان احدھم اذا سمع شیئا من احوال القبر او یوم القیمۃ یمکث الایام واللیالی ولا یشرب ولا ینام۔

ترجمہ: سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خوف کی حکایات جو ہمیں پہنچی ہیں ان میں سے کسی ایک پر جب خوف خدا شدت سے غالب آجاتا تو پیٹ میں ان کا کلیجہ جل جاتا تھا یہاں تک کہ اس کلیجے کی بو کو لوگ سونگھتے تھے جیسے بھونا ہوا ہو، ان میں سے ابو بکر وعمر وعمر بن عبدالعزیز وحسن بصری وسفیان ثوری ومالک بن دینار وعطاء سلمی وفضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہم اوران میں جو کوئی بھی احوال قبر یا احوال قیامت سن لیتا تو کئی دن اور کئی رات بغیر کھائے ،پیئے اور سوئے گزر جاتے تھے۔[2]

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

وبکی عمر بن عبدالعزیز لیلۃ حتی جرت دموعہ ونزلت من میزاب غرفتہ علی ضیف کان نائما تحتھا فشک الضیف ان ذلک من المطر أو بول حیوان فتسور سطح الغرفۃ فرأی عمر ساجدا وھو یبکی ودموعہ تجری وکان کثیر اما یبکی ویرش دموعہ حولہ فیأتی الداخل فیحسب ان ذلک ماء الوضوء۔

وبکی الفضیل بن عیاض وبشر الحافی والحسن البصری وسفیان الثوری الدم بعد أن نفدت الدموع ولما مرض سفیان ثوری ذھبوا ببولہ الیٰ طبیب یھودیا فلما نظر الیہ قال ھذا بول رجل قطع الخوف من اللہ کبدہ فی بطنہ ثم مات سفیان بعد ثلاثۃ ایام۔

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ روئے یہاں تک کہ ان کے آنسو جاری ہوگئے اور بہتے بہتے کمرے کے پر نالے سے نکلنے لگے اور پرنالے کے نیچے سوئے مہمان کے اوپر گرنے لگے تو مہمان نے گمان کیا کہ یہ بارش کے قطرے ہیں یا کسی حیوان کا پیشاب ہے تو چھت کے اوپر جھانکا تو عمر بن عبدالعزیز کو سجدے کی حالت میں دیکھا کہ وہ رورہے تھے اور کئی

---

[1] (بحر الدموع، الفصل السادس والعشرون، ص، ۱۳۶، ۱۳۵، دار التوفیقیۃ للتراث، القاھرہ) (آنسوؤں کا سمندر، ص، ۲۱۸)
[2] (الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۴۳)

مرتبہ اتنے روتے تھے کہ اردگرد آنسو کا چھڑکاؤ ہو جاتا باہر سے آنے والا یہ خیال کرتا کہ یہ وضو کا پانی ہے اور فضیل بن عیاض بشر الحافی حسن بصری اتنا روئے کہ آنسو ختم ہو گئے اور خون جاری ہو گیا اور جب سفیان ثوری بیمار ہوئے تو ان کے پیشاب ایک یہودی طبیب کے پاس لے گئے تو اس نے دیکھ کر کہا کہ یہ ایک ایسے آدمی کا پیشاب ہے کہ جس کا کلیجہ اللہ کے خوف سے پیٹ میں پھٹ چکا ہے اور تین دن بعد سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔[1]

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

يا معشر الفتيان، ما أطيب عيش الصدّيقين، شربوا هذا الشراب وباحوا بالكتمان، فما تراهم إلا بين واجد وهائم وخائف وراج وولهان۔

فعندما تجلى لهم محبوبهم في قلوبهم، أغناهم عن مشاهدة العيان. لاطفهم بملاطفة: يا عبادي لا خوف عليكم، اليوم لكم الأمان. بعيني ما تحملتم من أجلي، فكم من جفنت ساهر، وكم من كبد من الشوق ملآن، سأكشف لكم لمألم الحجاب عن وجهي فتتنعمون بما لم يخطر على قلب إنسان. ألبسكم حلل الرضا، وأبسط مجالسكم بالرضوان، أسقيكم شراب التوحيد صرفا خالصا، وأنا الحنّان المنّان. يا أهل السماع تواجدوا، ويا معشر الإخوان، أين المشتاق؟ هذا الشراب، هذا كأس المتاب ملآن۔

أين أنت من أهل الصفا يا مضيعا عمره في العصيان؟ بادر قبل تغيّر الحال، فتعود بالخيبة والخسران، واعص من لامك وخالف من عدلك، وأطع من نصحك ودع قالا وقيل۔{فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَأُونَ كِتَابَهُمْ وَلا يُظْلَمُونَ فَتِيلاً وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلاً}۔

اے نوجوانو! خدا عزوجل کے ان مقرب بندوں کی زندگی کتنی پاکیزہ ہے جنہوں نے اس شرابِ محبت کو پیا اور اس کی کیفیت کو پوشیدہ رکھا۔ تم ان لوگوں کو عشق، وجدانیت، خوف و امید اور حیرانی کے عالم میں پاؤ گے کیونکہ ان کے محبوب نے ان کے دلوں پر تجلی فرما کر انہیں دنیا کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیا اور ان پر مہربانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بندوں! تم پر کوئی خوف نہیں آج تم امان میں ہو تم نے میری خاطر جو مشکلات برداشت کی ہیں میں ان کی قدر جانتا ہوں، کتنی آنکھیں جاگ رہی ہیں اور کتنے دل شوق سے بے قرار ہیں۔ جلد ہی اپنا دیدار کراؤں گا اور تم ایسی نعمتیں پاؤ گے جس کا خیال کسی انسان کے دل میں نہ آیا اور تمہیں اپنی رضا سے نوازوں گا، تمہارے لئے جنت میں محفلیں سجاؤں گا اور توحید کی خالص مے پلاؤں گا کیونکہ میں حنّان و منّان ہوں۔

سنو سنو پیارے بھائیو! شوق رکھنے والے کہاں ہیں شرابِ محبت تو یہاں ہے اور محبت کے پیالے بھرے ہوئے ہیں۔

---

[1] (الاجوبة المرضية عن ائمة الفقهاء والصوفية ص ۱۴۳)

اے نافرمانی میں عمر گنوا دینے والے! تو نیک اور برگزیدہ بندوں میں کیسے شامل ہو سکتا ہے وقت بدل جانے سے پہلے ہی اطاعت میں سبقت لے جا، ورنہ پیچھے رہ جانے کی صورت میں بہت نقصان اٹھائے گا، اپنے فائدے کے لئے کام کر اور بے جا بہانے چھوڑ دے، جو تجھے ملامت کرے اس پر توجہ نہ دے اور جو شکایت کرے اس کی بات نہ سن اور جو تجھے نصیحت کرے اس کی اطاعت کر، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (٧٢) وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلًا (الاسراء ٧٢)

ترجمہ: تو جن کو اپنا نامہ (اعمال) داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ (اعمال) پڑھیں گے اور دھاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔[1]

امام حافظ ابو نعیم اصفہانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، اور امام جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ, ثنا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْغَلَابِيُّ, ثنا أَبُو عُمَرَ الْحَرَمِيُّ النَّحْوِيُّ, ثنا الْفَضْلُ بْنُ الرَّبِيعِ, قَالَ: " حَجَّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَأَتَانِي فَخَرَجْتُ مُسْرِعًا فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ أَتَيْتُكَ, فَقَالَ: وَيْحَكَ قَدْ حَاكَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ فَانْظُرْ لِي رَجُلًا أَسْأَلُهُ فَقُلْتُ: هَاهُنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ, فَقَالَ: امْضِ بِنَا إِلَيْهِ فَأَتَيْنَاهُ فَقَرَعْنَا الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قُلْتُ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَخَرَجَ مُسْرِعًا, فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ أَتَيْتُكَ, فَقَالَ: خُذْ لِمَا جِئْنَاكَ لَهُ رَحِمَكَ اللهُ فَحَدَّثَهُ سَاعَةً, ثُمَّ قَالَ لَهُ: عَلَيْكَ دَيْنٌ؟ فَقَالَ: نَعَمْ, قَالَ: أَبَا عَبَّاسٍ اقْضِ دَيْنَهُ فَلَمَّا خَرَجْنَا قَالَ: مَا أَغْنَى عَنِّي صَاحِبُكَ شَيْئًا انْظُرْ لِي رَجُلًا أَسْأَلُهُ قُلْتُ: هَاهُنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ: امْضِ بِنَا إِلَيْهِ فَأَتَيْنَاهُ فَقَرَعْنَا الْبَابَ فَخَرَجَ مُسْرِعًا, فَقَالَ: مَنْ هَذَا قُلْتُ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ, فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ أَتَيْتُكَ, فَقَالَ: خُذْ لِمَا جِئْنَاكَ لَهُ فَحَادَثَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَهُ: عَلَيْكَ دَيْنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ, قَالَ: أَبَا عَبَّاسٍ اقْضِ دَيْنَهُ. فَلَمَّا خَرَجْنَا قَالَ: مَا أَغْنَى عَنِّي صَاحِبُكَ شَيْئًا, انْظُرْ لِي رَجُلًا أَسْأَلُهُ قُلْتُ: هَاهُنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ: امْضِ بِنَا إِلَيْهِ, فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَتْلُو آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ يُرَدِّدُهَا, فَقَالَ: أَقْرِعِ الْبَابَ فَقَرَعْتُ الْبَابَ فَقَالَ: مَنْ هَذَا قُلْتُ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ, فَقَالَ: مَا لِي وَلِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ, فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ أَمَا عَلَيْكَ طَاعَةٌ أَلَيْسَ قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ بَذْلُ نَفْسِهِ فَنَزَلَ فَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ ارْتَقَى إِلَى الْغُرْفَةِ فَأَطْفَأَ السِّرَاجَ ثُمَّ الْتَجَأَ إِلَى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا الْبَيْتِ فَدَخَلْنَا فَجَعَلْنَا نَجُولُ بِأَيْدِينَا فَسَبَقَتْ كَفُّ هَارُونَ قَبْلِي إِلَيْهِ, فَقَالَ: يَا لَهَا مِنْ كَفٍّ مَا أَلْيَنَهَا إِنْ نَجَتْ غَدًا مِنْ عَذَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَيُكَلِّمَنَّهُ اللَّيْلَةَ بِكَلَامٍ مِنْ تُقَى قَلْبٍ تَقِيٍّ فَقَالَ لَهُ: خُذْ لِمَا جِئْنَاكَ لَهُ رَحِمَكَ اللهُ فَقَالَ: " إِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمَّا وَلِيَ الْخِلَافَةَ دَعَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَمُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ, وَرَجَاءَ بْنَ حَيْوَةَ, فَقَالَ لَهُمْ: إِنِّي قَدِ ابْتُلِيتُ بِهَذَا الْبَلَاءِ فَأَشِيرُوا عَلَيَّ فَعَدَّ الْخِلَافَةَ بَلَاءً وَعَدَدْتَهَا أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ نِعْمَةً, فَقَالَ لَهُ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: إِنْ أَرَدْتَ النَّجَاةَ مِنْ عَذَابِ

[1] (بحر الدموع، الفصل السادس والعشرون، ص، ١٣٦، دار التوفيقية للتراث، القاهره) (آنسوؤں کا سمندر، ص، ٢١٨) (سورۃ الاسراء، ٧١-٧٢)

اللهِ فَصُمِ الدُّنْيَا وَلْيَكُنْ إِفْطَارُكَ مِنْهَا الْمَوْتَ , وَقَالَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ: إِنْ أَرَدْتَ النَّجَاةَ مِنْ عَذَابِ اللهِ فَلْيَكُنْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عِنْدَكَ أَبًا وَأَوْسَطُهُمْ عِنْدَكَ أَخًا وَأَصْغَرُهُمْ عِنْدَكَ وَلَدًا فَوَقِّرْ أَبَاكَ وَأَكْرِمْ أَخَاكَ وَتَحَنَّنْ عَلَى وَلَدِكَ, وَقَالَ لَهُ رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ: إِنْ أَرَدْتَ النَّجَاةَ غَدًا مِنْ عَذَابِ اللهِ فَأَحِبَّ لِلْمُسْلِمِينَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَاكْرَهْ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ, ثُمَّ مُتْ إِذَا شِئْتَ, وَإِنِّي أَقُولُ لَكَ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ أَشَدَّ الْخَوْفِ يَوْمًا تَزِلُّ فِيهِ الْأَقْدَامُ فَهَلْ مَعَكَ رَحِمَكَ اللهُ مِثْلُ هَذَا أَوْ مَنْ يُشِيرُ عَلَيْكَ بِمِثْلِ هَذَا فَبَكَى هَارُونُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ, فَقُلْتُ لَهُ: ارْفُقْ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ: يَا ابْنَ الرَّبِيعِ تَقْتُلُهُ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ, وَأَرْفُقُ بِهِ أَنَا ثُمَّ أَفَاقَ, فَقَالَ لَهُ: زِدْنِي رَحِمَكَ اللهُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَلَغَنِي أَنَّ عَامِلًا لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ شُكِيَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: يَا أَخِي أُذَكِّرُكَ طُولَ سَهَرِ أَهْلِ النَّارِ مَعَ خُلُودِ الْأَبَدِ وَإِيَّاكَ أَنْ يَنْصَرِفَ بِكَ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَيَكُونُ آخِرَ الْعَهْدِ وَانْقِطَاعَ الرَّجَاءِ, قَالَ: فَلَمَّا قَرَأَ الْكِتَابَ طَوَى الْبِلَادَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ لَهُ: مَا أَقْدَمَكَ قَالَ: خَلَعْتَ قَلْبِي بِكِتَابِكَ لَا أَعُودُ إِلَى وِلَايَةٍ حَتَّى أَلْقَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ, قَالَ: فَبَكَى هَارُونُ بُكَاءً شَدِيدًا, ثُمَّ قَالَ لَهُ: زِدْنِي رَحِمَكَ اللهُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْعَبَّاسَ عَمَّ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَمِّرْنِي عَلَى إِمَارَةٍ, قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْإِمَارَةَ حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تَكُونَ أَمِيرًا فَافْعَلْ فَبَكَى هَارُونُ بُكَاءً شَدِيدًا, فَقَالَ لَهُ: زِدْنِي رَحِمَكَ اللهُ قَالَ: يَا حَسَنَ الْوَجْهِ أَنْتَ الَّذِي يَسْأَلُكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ هَذَا الْخَلْقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَقِيَ هَذَا الْوَجْهَ مِنَ النَّارِ فَإِيَّاكَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِي وَفِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ مِنْ رَعِيَّتِكَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَصْبَحَ لَهُمْ غَاشًّا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ فَبَكَى هَارُونُ, وَقَالَ لَهُ: عَلَيْكَ دَيْنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ دَيْنٌ لِرَبِّي لَمْ يُحَاسِبْنِي عَلَيْهِ فَالْوَيْلُ لِي إِنْ سَأَلَنِي, وَالْوَيْلُ لِي إِنْ نَاقَشَنِي, وَالْوَيْلُ لِي إِنْ لَمْ أُلْهَمْ حُجَّتِي. قَالَ: إِنَّمَا أَعْنِي مِنْ دَيْنِ الْعِبَادِ قَالَ: إِنَّ رَبِّي لَمْ يَأْمُرْنِي بِهَذَا إِنَّمَا أَمَرَنِي أَنْ أُصَدِّقَ وَعْدَهُ وَأُطِيعَ أَمْرَهُ فَقَالَ جَلَّ وَعَزَّ {وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ} (الذاريات): فَقَالَ لَهُ: هَذِهِ أَلْفُ دِينَارٍ خُذْهَا فَأَنْفِقْهَا عَلَى عِيَالِكَ, وَتَقَوَّ بِهَا عَلَى عِبَادَتِكَ, فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ أَنَا أَدُلُّكَ عَلَى طَرِيقِ النَّجَاةِ وَأَنْتَ تُكَافِئُنِي بِمِثْلِ هَذَا سَلَّمَكَ اللهُ وَوَفَّقَكَ.

حضرت فضل بن ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے: جب خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید حج ادا کرنے کے لئے مکۃ المکرمہ آئے، تو ان دنوں مَیں اپنے گھر ہی میں موجود تھا۔ اچانک مجھے اطلاع ملی کہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید میرے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے پیغام بھجوا دیا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔

خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے فرمایا: اے ابن ربیع! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے، تم جلدی سے مجھے کسی ایسے بزرگ کے پاس لے چلو جو میری مشکل کو آسان کر دے، کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا شخص

ہے؟میں نے کہا: جی ہاں !حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔ خلیفہ نے کہا: مجھے فوراً ان کے پاس لے چلو۔

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔اندر سے آواز آئی: 'کون ہے؟میں نے کہا: خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید تشریف لائے ہیں۔ جلدی سے حاضر خدمت ہو جاؤ۔ہارون الرشید کا نام سنتے ہی حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوراً باہر آئے اور کہا: حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تکلیف کیوں کی؟ مجھے حکم نامہ بھیجا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔ خلیفہ نے کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔

پھر ان سے پوچھا: کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کسی کا قرض ہے؟ کہا: جی ہاں! میں مقروض ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا: اے عباس! ان کا قرض ادا کر دینا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے لے کر وہاں سے آگے چل دیئے اور فرمایا: 'میں ان سے مطمئن نہیں ہوا، مجھے کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو۔

میں نے عرض کی: حضرت سیدنا عبد الرزاق ابن ہمام علیہ رحمۃ اللہ المنّان کے پاس چلتے ہیں۔ فرمایا: جلدی کرو، چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ میں نے کہا: جلدی باہر تشریف لایئے، خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے آئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت سیدنا عبد الرزاق ابن ہمام علیہ رحمۃ اللہ المنّان باہر تشریف لائے ، اور کہنے لگے: حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی ، مجھے پیغام بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔ خلیفہ نے کہا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے ، ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک مقصد لے کر حاضر ہوئے ہیں ، ہماری پریشانی دور فرمادیجئے۔

پھر خلیفہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا، اور کچھ دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا: کیا تم پر کسی کا قرض ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ خلیفہ نے کہا: اے عباس ان کا قرض ادا کر دینا۔ یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے بڑھے، اور مجھ سے فرمانے لگے: ان کے پاس آنے سے بھی میرا مسئلہ حل نہیں ہوا، اے ابن ربیع! مجھے کسی بہت کامل بزرگ کی بارگاہ میں لے چلو۔

میں نے عرض کی: حضور! اب ہم حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ اللہ الوھاب کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔ (وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا) خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے فرمایا: ٹھیک ہے، انہیں کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے دیکھا تو وہ نماز میں مشغول تھے اور بار بار قرآن پاک کی کسی آیت کو پڑھ رہے تھے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی، اندر سے پوچھا گیا: کون ہے؟ میں نے کہا: حضور! باہر تشریف لائیں، خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: 'مجھے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا غرض؟ اورانہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ عزوجل! کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر امیر کی اطاعت واجب نہیں؟ کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور نبی رحمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی یہ حدیث پاک نہیں سنی کہ مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔[1]

فرمانِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیچے تشریف لے آئے اور چراغ بجھا دیا پھر کمرے کے ایک کونے میں جاکر چھپ گئے۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ڈھونڈنے لگے۔ اچانک خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کی ہتھیلی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم سے لگی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے: اے امیر المؤمنین! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی ہتھیلی کتنی نرم ونازک ہے، اے کاش! یہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ یہ سن کر میں نے دل میں کہا: آج آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خوب وعظ ونصیحت فرمائیں گے اور امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے (خوف خدا عزوجل) کے متعلق خوب کھل کر بات کریں گے۔

پھر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی: حضور! ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوئے ہیں، خدارا! ہمارا مسئلہ حل فرمادیجئے تاکہ میرے بیقرار دل کو قرار آجائے۔

تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز خلیفہ بنے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ، حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی اور حضرت سیدنا رجاء بن حیوٰۃ رحمھم اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہنے لگے: میں تو اس خلافت کی وجہ سے سخت مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں، مجھے امورِ خلافت کے بارے میں کچھ مشورہ دیجئے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! دیکھئے! حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے خلافت کو مصیبت سمجھا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے ساتھی اسے نعمت سمجھتے ہیں۔

اے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! جب حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز نے ان حضرات سے مشورہ لیا تو حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز! اگر تو اللہ

---

[1] (جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب لایتعرض من البلاء لما لا یطیق، الحدیث: ۲۲۵۴، ص ۱۸۷۹)

عزوجل کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں میں سے جو بزرگ ہیں ، ان کی عزت اپنے باپ کی طرح کر، اور جو درمیانی عمر کے ہیں انہیں اپنے بھائیوں کی طرح جان، اور جو تجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھ۔

حضرت سیدنا رجاء بن حیوٰۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز !اگر تو عذابِ الٰہی عزوجل سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں سے محبت کر، اوران کے لئے بھی وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو دُنیا وآخرت میں مامون رہے گا۔

اس کے بعد حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ اللہ الوھاب نے فرمایا: اے خلیفہ! میں بھی تجھے سمجھا رہا ہوں اور میں تیرے بارے میں اس دن کی سختی سے شدید خوف زدہ ہوں جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔ ذرا سوچ! کیا وہاں تجھے کوئی مشورہ دینے والا ہو گا؟ کیا وہاں تیرے وزیر، مشیر تیرا ساتھ دیں گے ؟

نہ بیلی ہو سکے بھائی، نہ بیٹا باپ تے مائی　　　تو کیوں پھرتا ہے سودائی، عمل نے کام آنا ہے

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ العزیز اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ میں نے کہا: حضور! خلیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کچھ نرمی فرمایئے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے ربیع! میں ان پر نرمی ہی تو کر رہا ہوں جبھی تو ایسی باتیں کی ہیں۔ اے ابن ربیع! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حقیقت تو یہ ہے کہ تو اور تیرے دوستوں نے تو خلیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو برباد کر دیا ہے۔

جب خلیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مجھے کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کے ایک گورنر نے شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے خط بھیجا جس میں لکھا تھا: میں تجھے جہنمیوں کی اس شدید بے چینی وبے آرامی سے ڈراتا ہوں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو گی۔ خبر دار! ایسے کاموں سے کوسوں دور بھاگنا جو تجھے اللہ عزوجل کی یاد سے دور کر دیں۔ یاد رکھ! آخری لمحات میں امید یں ختم ہو جائیں گی۔

جب اس گورنر نے یہ خط پڑھا تو فوراً حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی طرف چل دیا۔ جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے یہاں آنے پر مجبور کیا؟ اس نے عرض کی: حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خط نے میرا دل پارہ پارہ کر دیا ہے، اب میں کبھی بھی گورنر کا عہدہ قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید پھر زور زور سے رونے لگے، اور فرمایا: اے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مزید کچھ نصیحت فرمایئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! جب ہمارے پیارے آقا، دو عالم کے داتا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پیارے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے کسی شہر کا حاکم بنادیں تو حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: بے شک امارت (یعنی حکومت) حسرت وندامت ہے، اگر تجھ سے ہوسکے تو کبھی بھی (کسی پر) امیر نہ بننا۔[1]

خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید یہ سن کر پھر رونے لگے، اور عرض کی: 'اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، مزید کچھ ارشاد فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے حسین وجمیل چہرے والے! یاد رکھ! کل بروزِ قیامت اللہ عزوجل تجھ سے مخلوق کے بارے میں سوال کریگا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا یہ خوبصورت چہرہ جہنم کی آگ سے بچ جائے تو کبھی بھی صبح یا شام اس حال میں نہ کرنا کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کے متعلق کینہ یا عداوت ہو۔ بے شک رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ کینہ پرور ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔

خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید رونے لگے، اور عرض کی: حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کسی کا کوئی قرض وغیرہ ہے؟

تو آپ نے فرمایا: جی ہاں! میرے پروردگار عزوجل کا مجھ پر قرض ہے، لیکن اس نے ابھی تک میرا محاسبہ نہ کیا۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کرلیا یا میرا احساب لے لیا تو میرے لئے ہلاکت ہوگی، اور اگر مجھے جواب دینے کی توفیق نہ دی گئی تو میری تباہی وبربادی ہے۔ خلیفہ نے کہا: حضور! میری مراد یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کسی بندے کا تو کوئی قرض وغیرہ نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میرے رب عزوجل نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا۔ بے شک مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں، اور اس کا مخلص بندہ بن جاؤں۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (٥٦) مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ (٥٧) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (الذاریات ٥٨)

[1] (سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب النہی عن مسألۃ الامارۃ، الحدیث: ٥٣٨٧، ص ٢٤٣١)

ترجمہ :اور میں نے جنّ اور آدمی اتنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ اللہ الوھاب کی نصیحت آموز باتیں سن کر خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ پھر خلیفہ نے ایک ہزار دینار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیتے ہوئے عرض کی: حضور! یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمالیں، انہیں اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں اور ان کے ذریعے عبادت پر قوت حاصل کریں۔

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: سبحان اللہ عزوجل! میں تجھے نجات کا راستہ بتارہاہوں اور تو اس کے صلہ میں مجھے یہ (حقیر) دولت دے رہاہے۔ اللہ عزوجل تجھے نیک اعمال کی توفیق دے، اور تجھے سلامت رکھے۔ [1]

امام جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،، لکھتے ہیں:

أبو الحسن الفارسي قال: بلغنا أن رجلاً من أصحاب ذي النون أصيب بعقله فكان يطوف ويقول: آه أين قلبي؟ أين قلبي؟ من وجد قلبي؟ والصبيان قد أولعوا به يرمونه من كل جانب.

فقضِي أنه دخل يوماً بعض سكك مصر وقد هرب من الصبيان فجلس يستريح ساعة إذ سمع بكاء صبي تضربه والدته ثم أخرجته من الدار وأغلقت دونه الباب. فجعل الصبي يلتفت يميناً وشمالاً لا يدري أين يذهب؟ وإلى أين يقصد؟ فلما سكن ما به عاد ناكصاً على عقبيه حتى رجع إلى باب دار والدته فوضع رأسه على عتبة الدار فذهب به النوم. ثم انتبه فجعل يبكي ويقول: يا أماه من يفتح لي الباب إذا أغلقت عني بابك؟ ومن يدنيني من نفسه إذا طردتني من نفسك؟ ومن الذي يربيني بعد أن غضبت علي؟

قال: فرحمته أمه فقامت فنظرت من خلل الباب فوجدت ولدها تجري الدموع على خديه متمعكاً في التراب. ففتحت الباب وأخذته حتى وضعته في حجرها وجعلت تقبله وتقول: يا قرة عيني ويا عزيز نفسي، أنت الذي حملتني على نفسك، وأنت الذي تعرضت لما حل بك، لو كنت أطعتني لم تلق مني مكروهاً.

قال: فتواجد الفتى وصاح حتى اجتمع عليه الخلق فقالوا: ما الذي أصابك؟ فقال: قد وجدت قلبي، قد وجدت قلبي. فلما بصر بذي النون قال: يا أبا الفيض قد وجدت قلبي في سكة كذا وكذا عند فلانة. وسماها. ثم لم يزل إذا تواجد يقول ذلك.

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابوالحسن فارسی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے منقول ہے: حضرتِ سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے معتقدین میں سے ایک شخص کی عقل جاتی رہی اور وہ مجنون ہو کر گلی کوچوں میں اس طرح صدائیں لگاتا پھرتا: ہائے! میرا دل کہاں ہے؟ ہائے! میرا دل کہاں ہے؟ کیا کسی کو میرا دل ملا ہے؟ کیا کسی کو میرا دل ملا ہے؟ میرا دل کہاں ہے؟ بچے اس کا مذاق

[1] ('صفة الصفوة ج ۲ ص ۱۶۱ دار الكتب العلمية بيروت)

اُڑاتے اور پتھر مارتے۔ ایک دن وہ بچوں سے تنگ آکر ایک گلی میں داخل ہو کر ایک جگہ بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی، نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک چھوٹا سا بچہ زارو قطار رورہا تھا، اس کی والدہ نے کسی غلطی پر اسے مارا اور ناراض ہو کر گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اب وہ چھوٹا سا مُنّا کبھی دروازے کی دائیں جانب جارہا تھا کبھی بائیں جانب لیکن اسے اندر جانے کا کوئی راستہ نظر نہ آرہا تھا۔ بچہ بڑے دردمندانہ انداز میں رورہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ بالآخر تھک ہار کر اپنے گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر گردن رکھ کر لیٹ گیا، لیٹے لیٹے اسے نیند آگئی۔

جب بیدار ہوا تو رونے لگا اور بڑی آہ وزاری کرتے ہوئے یوں التجائیں کرنے لگا: اے میری پیاری ماں! اگر تو ہی میرے لئے دروازہ بند کردے گی تو پھر کون میرے لئے اپنا دروازہ کھولے گا؟ جب تو ہی مجھے ٹھکرادے گی تو کون مجھے اپنے قریب کریگا؟ میری پیاری ماں! جب تو ہی مجھ سے ناراض ہو گئی تو کون مجھے پیار دے گا؟ میری پیاری ماں! مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے۔

بچے کی آنکھوں سے سَیلِ اشک رواں تھا اور بڑے ہی دردمندانہ انداز میں آہ وزاری کر رہا تھا۔ اپنے جگر کے ٹکڑے کی یہ درد بھری آواز سن کر ماں کا دل بَھر آیا، وہ دوڑتی ہوئی اپنے جگر پارے کے پاس آئی تو دیکھا کہ بچے کی آنکھیں آنسوؤں سے تر بَتر تھیں، چہرے پر مٹی لگی ہوئی تھی اور وہ زمین پر سر رکھ کر زار و قطار رورہا تھا۔ ماں نے فوراً اپنی آغوش میں لے لیا، پیار سے چومنے لگی اور مامتا بھری آواز میں کہا: میرے لال! میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تُو تو مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہے تو نے ایسی غلطی کی جس کی وجہ سے مجھے تجھ پر غصہ آیا اور تجھے سختی برداشت کرنی پڑی، میرے لال! اگر تو میری اطاعت و فرمانبرداری کرتا تو ہرگز میری طرف سے تجھے ناپسندیدہ بات نہ پہنچتی۔

وہ مجنون، ماں بیٹے کی باتیں سن رہا تھا، جب اس نے ماں کی بیٹے پر شفقت دیکھی تو اسے وجد آگیا وہ کھڑا ہو گیا اور زور زور سے چیخنے لگا۔ چیخ وپکار سن کر لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور وجہ پوچھی تو مجنون نے کہا: مجھے میرا دل مل گیا ہے۔ مجھے میرا دل مل گیا ہے۔ جب اس نے حضرتِ سیّدُنا ذُوالنُّون مِصرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو دیکھا تو کہا: حضور! مجھے میرا کھویا ہوا دل مل گیا ہے، فلاں گلی فلاں مکان کے پاس مجھے میرا دل مل گیا۔ پھر اس نے ماں بیٹے والا واقعہ سنایا۔ جب بھی وہ مجنون یہ واقعہ سناتا اس پر وجد طاری ہو جاتا، گویا ماں بیٹے کی محبت دیکھ کر اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق پر رحمتیں وعنایتیں یاد آجاتیں۔[1]

[1] (عیون الحکایات، الحکایۃ الثامنۃ والاربعون بعد الثلاثمائۃ، ص، ۳۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (صفۃ الصفوۃ، ج۴، ص، ۲۷۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حافظ عماد الدین ابو الفداؔ اسماعیل ابن کثیر، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيّ: وَكَذٰلِكَ وَقَعَ لِأَبِي الْحَسَنِ بْنِ الْخَشَّابِ شَيْخِ ابْنِ الرَّفَّا، وَكَانَ تِلْمِيذًا لِأَبِي بَكْرِ بْنِ الْأَدَمِيِّ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهُ، وَكَانَ جَيِّدَ الْقِرَاءَةِ حَسَنَ الصَّوْتِ أَيْضًا، قَرَأَ ابْنُ الْخَشَّابِ لَيْلَةً فِي جَامِعِ الرُّصَافَةِ فِي الْإِحْيَاءِ هَذِهِ الْآيَةَ: {أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ} [الحديد: ١٦] فَتَوَاجَدَ رَجُلٌ صُوفِيٌّ، وَقَالَ: بَلَى وَاللهِ قَدْ آنَ. وَجَلَسَ وَبَكَى بُكَاءً طَوِيلًا، ثُمَّ سَكَتَ سَكْتَةً، فَحَرَّكُوهُ فَإِذَا هُوَ مَيِّتٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى۔

اور ابن جوزی نے فرمایا: اورابو حسن بن خشاب شیخ ابن الرفا بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا، اور بہت عمدہ قاری تھے اور آواز بھی بہت خوبصورت تھی، ابن خشاب نے ایک (شب بیداری) رات جامع رصافہ میں یہ آیت پڑھی:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحديد: ١٦)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا۔

تو ایک صوفی شخص نے وجد میں آکر کہا: کیوں نہیں اللہ کی قسم وہ وقت آگیا ہے، وہ یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور دیر تک روتا رہا، پھر بالکل خاموش ہو گیا اس وقت وہ فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔[1]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

نعرۂ مستانہ خوش مے آیدم　　تاابد جاناں! چنیں مے بایدم

ترجمہ: مجھ کو مستانہ نعرہ اچھا لگتا ہے اے محبوب مجھ کو ہمیشہ ایسا ہی (حال) مطلوب ہے۔[2]

حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلاباذی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

سئل الجنيد عن العارف فقال لون الماء لون الاناء يعني انه يكون في كل حال بما هو أولى فيختلف أحواله ولذلك قيل هو ابن وقته۔

ترجمہ: کسی نے حضرت سیدنا امام الطریقہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عارف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اس کے برتن کا ہو۔ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں ایسا ہوتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہو۔ لہٰذا اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ عارف اپنے وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔[3]

وَقَالَ سهل بن عبد الله أول مقَام فِي الْمعرفَة أَن يُعطى العَبْد يَقِينا فِي سره تسكن بِهِ جوارحه وتوكلا فِي جوارحه يسلم بِهِ فِي دُنْيَاهُ وحياة فِي قلبه يفوز بهَا فِي عقباه۔ قُلْنَا الْعَارِف هُوَ الَّذِي بذل مجهوده فِيمَا لله وَتحقق مَعْرفَته بِمَا من الله وَصَحَّ رُجُوعه من الاشياء إِلَى الله، قَالَ الله تَعَالَى {ترى أَعينهم تفيض من الدمع مِمَّا عرفُوا من الْحق} يجوز أَن يكون مَا

---

[1] (البداية والنهاية، ج ١١، ص ٣٦٠، دار الكتب العلميه، بيروت، المنتظم في تاريخ الملوك والامم، ج ١٥، ص ٤٤)
[2] (مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ٢٠٨)
[3] (التعرف لمذهب التصوف، الباب الثاني والستون قولهم في صفة العارف، ص ١٥٦، دار الكتب العلميه، بيروت)

عرفُوا من الله من بره و إحسانه بِقَصْدِهِ إِلَيهِم و إقباله عَلَيهِم و اختصاصه إيَّاهُم من بَين ذويهم كَمَا قَالَ أبي بن كَعْب حِين قَالَ لَهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَ سلم إِن الله أَمرنِي أَن أَقْرَأ عَلَيْک ، فَقَالَ يَا رَسُول الله أَو ذكرت هُنَاکَ قَالَ نعم فَبکی أبي۔

ترجمہ: حضرت سیدنا دلیل العارفین خواجہ سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: معرفت میں پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ بندے کو اس کے باطن میں یقین حاصل ہو جائے جس سے اس کے اعضاء میں سکون پیدا ہو اور اس کے جوارح میں توکل ہو جس کے ذریعے وہ اپنی دنیا میں سلامت رہ سکے اور اسے دل کی زندگی عطا ہو جس کی وجہ سے آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ ہم (حضرت سیدنا امام ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلاباذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتے ہیں کہ عارف وہ ہے جو اللہ عزوجل کے حقوق ادا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے اور جو انعامات اللہ عزوجل نے اس پر کئے ہیں ان سے اللہ کی معرفت کو حقیقی طور پر معلوم کر لے اور تمام اشیاء سے ہٹ کر صحیح معنوں میں اللہ عزوجل کی طرف چلا آئے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تَرٰۤی اَعۡیُنَهُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ (سورۃ المائدہ، ۸۶)

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ چونکہ انھیں اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس لیے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حق کی معرفت یہ ہو کہ انھوں نے اللہ عزوجل کے کرم اور احسان کو اس بات سے پہچانا ہو کہ اللہ عزوجل نے ان پر احسان کرنے کا ارادہ کیا اور ان پر نظر عنایت کی اور انھیں ان کے ہم جنسوں میں سے چن لیا جس طرح حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب نبی کریم رؤف الرّحیم ﷺ نے انھیں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ اس پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس بارگاہ میں میرا ذکر ہوا ہے؟ آپ (حضرت مدنی تاجدار، سرور کون و مکان ﷺ) نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔[1]

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں آپ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو آپ نے اپنے سارے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کچھ دیر تک وجد میں مشغول رہے۔ جب وجد کی کیفیت سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔[2]

---

[1] (بخاری ،فی تفسیر سورۃ ،۹۸،وفی مناقب الانصار ،باب ،۱۶،ومسلم فی فضائل الصحابۃ ،رقم:۱۲۳،۱۲۲ ،وفی صلاۃ المسافرین وقصرھا ،رقم:۲۴۶،۲۴۵،والترمذی،فی المناقب،باب،۳۲،ومسند احمد،ج،۳،ص،۳۸۳،۲۷۳،۲۳۳،۲۱۸،۱۸۵،۱۳۷،۱۳۰)(التعرف لمذھب التصوف،الباب الثاني والستون قولھم في صفۃ العارف،۱۵۷،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

[2] (خزینۃ الاصفیاء،ص،۲۹)

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ لکھتے ہیں :

نقل است کہ یکبار شوق بروی غالب شد ستونی بود برخاست وآن ستون را در کنار گرفت وچندان بفشارد کہ آن ستون پارہ شود۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا۔[1]

وی راحالی تمام ووجدی عظیم بود۔ چون در مجلس سماع حال بروی متغیر شدی صیحات وزعقات زدی اثر آن بہ مجلسیان سرایت کردی، وہمہ راوقت خوش گشتی۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ مولانا شمس الدین محمد اسد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو حال اور وجد کامل تھا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب سماع کی مجلس میں آپ کی حالت بدلتی تو چیخیں اور نعرہ مارا کرتے۔ جس سے اہل مجلس پر بھی اثر ہو جاتا اور سب کا وقت خوش ہوتا۔[2]

شیخ ابو محمد قاسم بن عبد البصیر کا کلام

آپ کا کلام نہایت نفیس وعالی ہوتا تھا، منجملہ اس کے ہم کچھ اس جگہ بھی نقل کرتے تھے۔

علامہ محمد بن یحی التاذفی الحلبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وھو اھذا الوجد حجود مالم یکن عن شاھد مشھود و شاھد الحق یفنی شراء ھدالوجود وینفی عن العین الوسن سکرہ یزید علی سکر الشراب وارواح الواجدین عطرۃ لطیفہ و کلا مھم یحیی اموات القلوب ویزید فی العقول والوجد یقسط التمیز ویجعل الاماکن مکانا واحدو الاعیان عینا واحدا ولہ رفع الحجاب و مشاھدۃ الرقیب وحضور الفھم وملاحظہ الغیب ومحادثہ السر وایناس المفقود وشرط صحہ الوجد انقطاع اوصاف البشریہ عن التعلق بمعنی الوجد حال وجودہ ومن لافقد لہ لا وجد لہ وھو مقامان ناظر و منظور الیہ فالناظر مخاطب یشاھد الذی وجدہ فی وجدہ المنظور الیہ مغیب وقد اختطفہ الحق باول ماورد الیہ والوجود تھایہ الوجد لان التواجد یوجب استیعاب العبد والوجد ثم ورود ثم شھود ثم وجود فمتعدار الوجود یحصل الخمود و صاحب الوجود محور صحو فحال صحوہ بقائہ و حال حوہ فنائہ بالحق الی الحق وھاتان الحالتان معاقبتان ابدالوجود اسم لثلثہ معان، الاول: موجود علم لدنی بقطع علم الشواھد صحبہ مکاشفہ الحق، والثانی: وجود الحق وجود اغیر مقطوع والثالث وجود رسم الوجود فاذالوشف العبد بوصف الجمال سکر القلب فطرب الروح وھام السر فالصحو انما ھو بالحق و کلما کان فی غیر

---

[1] (تذکرۃ الاولیاء، ص، ۲۹۰، ایران) (تذکرۃ الاولیاء ص، ۱۹۳)

[2] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۵۹، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ تہران) (نفحات الانس، ص، ۴۷۸)

الحق لم یخل من حیرۃ لا حیرۃ شبھہ بل حیرۃ فی مشاھدۃ نور العزۃ و کلما کان بالحق لم تعتور علیہ علہ ثمہ الصحو من او دیتہ الجمیع و الوائع الوجود الجمع و منازل الحیات و الحیات اسم لثلثہ معان الاول حیات العلم و لھا ثلثہ انفاس نفس الخوف و نفس الرجاء و نفس المحبہ و الثانی حیات الجمع من الموت التفرقہ و لھا ثلثلہ انفاس نفس الاضطرار و نفس الافتقار و نفس الافتخار، و الثالث: حیات الوجود من موت و ھی حیات الحق و لھا ثلثہ انغاس نفس الھیبہ و ھو نفس بمیت الاعتدال، و نفس الوجود و ھو یمنع الانغصال، و نفس الانفراد یورث الاتصال و لیس وراء ذلک ملحظ لنظارہ من موت الجبل الفناء و لا طاقہ للاشارۃ۔

یعنی جو وجد کہ مشاہدے سے خالی ہو وہ وجد کذب و دروغ ہے اور شاہد شواہد وجود میں فنا ہو کر اپنی ہستی وجود سے نکل جاتا ہے اور اس کا سکر (نشہ) سکر شراب سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور واجدین کی ارواح نہایت پاکیزہ اور لطیف ہوتی ہے اور ان کا کلام مردہ دلوں کو زندہ اور عقل کو زیادہ کرتا ہے اور وجد تمیز کو اٹھا دیتا ہے اور مکانات متعددہ کو مکان واحد اور اعیان مختلفہ کو عین واحد کر دیتا ہے اور وجد کی ابتداء حجابات کا اٹھ جانا اور تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا حاضر ہونا اور اسرار غیب کا ملاحظہ اور گم گشتگی اور تنہائی کو پسند کرنا ہے، صحت وجد کی یہ شرط ہے کہ وجد کے سبب سے اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں اور جس وجد سے اوصاف بشریت سے فقدان (گم گشتہ ہونا) حاصل نہ ہو۔ درحقیقت وہ وجد نہیں اور وجد کے دو مقام ہیں۔ مقام ناظر اور مقام منظور الیہ۔ مقام ناظر: مقام مشاہدہ ہے اور مقام منظور الیہ مقام غیب ہے کہ حق تعالیٰ اسے اول وجد میں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، کیونکہ تواجد استیعاب عبدیت اور وجد استغراق عبدیت اور وجود طلب فنا کو لازم کرتا ہے اور اس کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ اول حضور، پھر ورود پھر شہود اور پھر وجود ہے، پھر وجود سے خمود حاصل ہوتا ہے اور صاحب وجود محو اور ہوشیاری میں رہتا ہے اس کی ہوشیاری اس کی بقاء اور اس کا محو اس کی فنا ہے اور اس کی یہ دونوں حالتیں ہمیشہ یکے بعد دیگرے رہتی ہیں۔ (متصوفین کے نزدیک) وجود کے تین معنی ہوتے ہیں۔ اول: وجود علم لدنی جس سے کہ علم شواہد قطع ہو جاتے ہیں اور اس سے مکاشفہ حق حاصل ہوتا ہے۔ دوم: وجود حق کہ پھر اس سے انقطاع نہ ہو سکے۔ سوم: وجود در سوم، وجود سے جب بندے کو مکاشفہ جمال ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں سکر پیدا ہوتا ہے اور اس کی روح میں خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور سر ظاہر ہوتا ہے اور حالت صحو نہیں حاصل ہوتی، مگر تجلیات حق سے۔ پھر جب صاحب وجود غیر حق کی طرف مشغول ہوتا ہے تو اسے حیرت طاری ہوتی ہے، مگر حیرت شبہ نہیں بلکہ حیرت مشاہدہ عزت و کمال اور جب ذات حق کی طرف مشغول ہوتا ہے تو پھر اس پر کسی امر کا توارد نہیں ہوتا، کیونکہ صحو مقامات جمعیت و لوائح وجود اور منازل حیات سے ہے اور حیات کے تین معنی ہیں۔

اول: حیات علم، اور حیات علم کے تین انفاس ہیں۔ نفس خوف، نفس رجاء، نفس محبت۔ دوم: حیات، حیات حی کی جمع ہے جو کہ موت کے تفرقہ سے حاصل ہوتی ہے، اور اس کے بھی تین انفاس ہیں۔ نفس اضطرار، نفس افتقار، نفس افتخار۔ سوم:

حیات وجود جو کہ موت کے تفرقہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حیات حق ہے اور اس کے بھی تین انفاس ہیں۔ اول: نفس ہیبت، اس سے اشتغال بالغیر نہیں رہتا۔ دوم: نفس وجد جو کہ انفصال کو مانع ہوتا ہے سوم: نفس انفراد اور اس سے اتصال ہوتا ہے اس سے آگے پھر نہ مقام نظارہ ہے اور نہ طاقت اشارہ۔[1]

حضرت سیدنا شیخ ابو عبد اللہ باکو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں ہے:

پیش استاد امام ابو عبد اللہ باکو شد۔ چون بنشستند، شیخ ابو سعید امام را گفت کہ "این خواجہ رابگو کہ دل با من خوش کند" ابو عبد اللہ گفت "دل خوش آن وقت جسنم کہ ھر پنج شنبہ کہ بہ سلام من می آیی، بعد ازین نیایی" شیخ ابو سعید گفت "بسیار مشایخ و بزرگان را چشم بر تو افتادہ است، ما بدان نظر ھا می آییم نہ برای تو"۔ چون شیخ ابو سعید این بگفت، گریستن و خروش از جمع برآمد و شیخ ابو عبد اللہ نیز بسیار بگریست و آن انکار و داوری از درون وی برخاست، صافی شدند و جملہ جمع خوش دل برخاستند۔

چون شیخ ابو عبد اللہ را آن انکار نماند، بہ سلام شیخ ابو سعید می رفت، امّا ھنوز بر رقص و سماع ایشان انکار عظیم داشت و گاہ گاہ اظہار آن می کرد۔ شبی در خواب دید کہ ھاتفی وی را گفت کہ "قوموا و رقصوا للہ" بیدار شد و گفت "و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلیّ العظیم" این خواب شیطانی است۔ دیگر بار بخفت، ھمچنین بہ خواب دید کہ ھاتفی می گوید "قوموا و رقصوا للہ" باز بیدار شد و لاحول کرد و ذکری بگفت و سورہ ای چند ء قرآن بخواند، و سیم بار بخفت ھمان خواب دید۔ دانست کہ آن خواب شیطانی نیست و بہ سبب آن انکار است کہ، بر شیخ ابو سعید دارد۔ بامداد بہ خانقاہ شیخ ابو سعید آمد۔ چون بہ در خانہ ء شیخ رسید، شیخ ابو سعید در اندرون خانہ می گفت "قوموا و ارقصوا للہ" شیخ ابو عبد اللہ دل خوش شد و انکار وی تمام رخاست۔

ترجمہ: استاد امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابو عبد اللہ باکو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے گئے۔ جب بیٹھے تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استاد امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ ان حضرت سے کہئے کہ مجھ سے دل صاف کر لیں۔ حضرت ابو عبد اللہ باکو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ میں اس وقت خوش ہوں گا کہ جمعرات کو میرے پاس آؤ۔ اور پھر نہ آؤ۔ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بہت مشائخ اور بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نظر آپ پر پڑی ہے۔ ہم ان نظروں کی وجہ سے

[1] (غوثِ جیلانی۔ ص: ۳۱۶)

آتے ہیں ۔نہ آپ کے لئے جب شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بات کہی تو تمام حاضرین نے رونا اور چیخنا شروع کیا۔ شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی رو پڑے اور وہ انکار رنجش دل سے جاتی رہی ۔ بلکہ صاف دل ہو گئے سب لوگ خوش ہو کر اٹھے ۔جب شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وہ انکار نہ رہا۔ تو وہ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلام کو جایا کرتے ۔ لیکن ابھی ان کے رقص و سماع پر سخت انکار کرتے ۔ اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی کر دیتے ۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی ان کو کہہ رہا ہے: قومواوارقصوااللہ۔ یعنی کھڑے ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کے لئے رقص کرو۔ جب بیدار ہوئے تو کہنے لگے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ یہ خواب شیطانی ہے دوبارہ سو گئے۔ تو پھر ہاتف کہتا ہے۔ قومواوارقصوااللہ۔ یعنی کھڑے ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے رقص کرو پھر بیدار ہوئے اور لاحول پڑھنے لگے ۔ ذکر کرنے لگے ۔ اور چند سورہ قرآن پڑھیں ۔ تیسری بار سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تب معلوم کیا کہ یہ خواب شیطانی نہیں ہے۔ اور یہ اسی انکار کے سبب ہے۔ کہ جو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کرتا ہوں صبح تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ پر آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حجرہ میں کہتے تھے قومواوارقصوااللہ شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خوش ہو گئے اور وہ ان کا انکار بالکل جاتا رہا۔[1]

تقي الدين ابو العباس احمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني، لکھتے ہیں:

وَمَا يَحْصُلُ عِنْدَ السَّمَاعِ وَالذِّكْرِ الْمَشْرُوعِ مِنْ وَجَلِ الْقَلْبِ وَدَمْعِ الْعَيْنِ وَاقْشِعْرَارِ الْجُسُومِ فَهَذَا أَفْضَلُ الْأَحْوَالِ الَّتِي نَطَقَ بِهَا الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ. وَأَمَّا الِاضْطِرَابُ الشَّدِيدُ وَالْغَشْيُ وَالْمَوْتُ وَالصَّيْحَاتُ فَهَذَا إنْ كَانَ صَاحِبُهُ مَغْلُوبًا عَلَيْهِ لَمْ يُلَمْ عَلَيْهِ كَمَا قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فَإِنَّ مَنْشَأَهُ قُوَّةُ الْوَارِدِ عَلَى الْقَلْبِ مَعَ ضَعْفِ الْقَلْبِ وَالْقُوَّةُ وَالتَّمَكُّنُ أَفْضَلُ كَمَا هُوَ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَأَمَّا السُّكُونُ قَسْوَةً وَجَفَاءً فَهَذَا مَذْمُومٌ لَا خَيْرَ فِيهِ.

ترجمہ: اور وہ جو کچھ سماع اور ذکرِ مشروع کے وقت دل کا خوف اور آنکھوں سے آنسوؤں بہنا اور بدن کا لرزنا حاصل ہوتا ہے، پس یہ وہ افضل احوال ہیں جن پر کتاب اللہ اور سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ناطق ہیں (یعنی ان کا ثبوت کتاب و سنت میں موجود ہے)۔ اور رہا شدید اضطراب اور بے ہوشی اور وفات پا جانا اور چیخیں مارنا، تو یہ اگر کسی شخص پر غالب آجائیں تو اس پر کوئی ملامت نہیں، جیسا کہ تابعین اور ان کے بعد کے اولیاء اللہ کے احوال میں ہوتا تھا، پس بے شک اس کا منشاء وہ قوتِ وارد ہے جو ان کے دل کے کمزور ہونے کے باوجود ان کے دل پر وارد ہوتی ہے، اور قوت اور تمکین افضل ہے جیسا کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور

---

[1] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۳۵۳، ۳۲۷، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمکین کا حال حاصل تھا۔ اور رہا سکون، تو دل کی سختی اور جفاء ہے پس یہ مذموم ہے، اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔[1]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

ہر کرا دامانِ عشقے نابُدہ   زاں نثارِ نور بے بہرہ شُدہ

ترجمہ: جس کے پاس عشق (وشوق) کا دامن نہیں (وہ) اس نثارِ نور سے بے بہرہ ہے۔[2]

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے آتے دیکھ کر ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیوانوں کی طرح دیکھنے لگے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو کے موتی ڈھلک ڈھلک کر سرزمین مدینہ میں جذب ہونے لگے۔[3]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

خلق دیوانہ شدند از شوقِ اُو   از فراقِ حال و قال وذوقِ اُو

ترجمہ: اس کے شوق (دیدار) سے اور اس کے حال و قال وذوق کی جدائی سے مخلوق دیوانی ہوگئی۔[4]

قَالَ: كَيْفَ تَرَكْتُمَا حَبِيبِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ سَلْمَانُ: كَمَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَتُحِبُّ أَنْتَ, فَلَمَّا أَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ أَدْخَلَاهُ الْمَسْجِدَ فَأَقَامَاهُ فِي آخِرِ الصَّفِّ, فَقَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ, فَشَهَقَ شَهْقَةً, فَلَمَّا تَلَى: {حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِ} (التكاثر، ۲)، شَهَقَ شَهْقَةً أُخْرَى وَفَارَقَ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے حبیب محمد ﷺ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا: آپ ﷺ ایسی حالت میں ہیں جیسی حالت میں اللہ تعالیٰ اور تم آپ ﷺ کو دیکھنا پسند کرتے ہو۔ واپس آئے تو نماز کا وقت تھا جماعت کھڑی تھی حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ آخری صف میں کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے، أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، کی قراءت کی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے ایک چیخ ماری، پھر جب: حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر: ۲) کی تلاوت کی تو دوسری بار ایک چیخ ماری اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔[5]

---

[1] (مجموع الفتاوی، ج، ۲۲، ص، ۵۲۲)
[2] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۹۲)
[3] (فیضان صوفیاء صفحہ ۱۶۷/۱۷۲)
[4] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۴۲)
[5] (تنبیہ الغافلین، باب الحکایات، رقم: ۹۹۵، ص، ۳۱۱، دار الحدیث، القارۃ)

الملانورالدین عبدالرحمٰن بن احمد الجامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فاطمة بنت ابی بکر الکتانی رحمہا اللہ:

فاطمة بنت ابی بکر الکتانی رحمهاالله تعالیٰ،هی کانت فی مجلس سمنون المحب فلماتکلم سمنون فی المحبة وسمعته صاحت وخرت وماتت، ومعهاثلاثةنفرمن الرجال ایضاماتوا۔

فاطمہ بنت ابی بکر الکتانی رحمہا اللہ ایک مرتبہ سمنون المحب کی مجلس میں بیٹھی تھیں پس جب سمنون نے محبت کے بارے میں گفتگو شروع فرمائی اور فاطمہ نے سنی تو چیخ لگائی اور گر گئی اور وفات پاگئی اور اس کے ساتھ تین بندے مردوں میں سے بھی وفات پاگئے۔[1]

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

حضرت ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازی قشیری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے:

"مثل الصوفی کعلةالبرسام اوله هذیان وآخره سکوت فاذاتمکن خرس"۔

ترجمہ: صوفی سرسام کی بیماری کی مانند ہے کہ پہلے ہذیان ہوتی ہے، آخر میں خاموشی، پھر جب قائم ہو جائے تو گونگا بنا دیتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صوفی کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک وجد کی، دوسری نمود کی۔ نمود مبتدیوں کے لئے ہے، نمود سے مراد ہذیان ہے۔ وجد منتہیوں کے لئے ہے اور حالت وجد کا بیان محال و دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک طالب ہے، علو ہمت سے گویا ہے اور گویائی اہل طلب کے نزدیک ہذیان ہے۔ جب وصال ہو گیا تو واصل ہو گئے۔ ان کے لئے بیان و اشارے کی حاجت نہیں رہتی، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبتدی تھے تو ان کی تمام ہمتیں رویت الٰہی کی تمنا میں رہیں اور "رب ارنی انظر الیک" ترجمہ: (اے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرے دیدار سے مشرف ہو جاؤں۔") کی مناجات کرتے رہے۔

یہ مقصود کی نارسائی میں نمود کی تعبیر ہے اور ہمارے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم منتہی اور صاحب تمکین ہیں۔ جب آپ کا وجود مقام ہمت سے بلند ہوا اور ہمت فنا ہوئی تو ارشاد ہوا: لا احصی ثناءً علیک۔ ترجمہ: میں تیری ثناء شمار نہیں کر سکتا۔ یہ منزلت رفیع اور مقام اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم![2]

---

[1] (نفحات الانس ج ۲ ص ۸۲۵ فاطمہ بنت ابی بکر الکتانی رحمہا اللہ)

[2] (فیضان صوفیاء صفحہ ۴۲۱/۴۲۲)

ذکر میں وجد کی مخالفت کرنے والا خود وجد میں آ گیا

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ لکھتے ہیں :

الشیخ العارف باللہ تعالیٰ احد مشائخ الروم الشہیر بقوغہ جی دہ دہ حکی انہ کان عند المولی حمید الدین بن افضل الدین وھو یومئذ مفتی الروم، فدخل علیہ المولی الکرماستی وھو یومئذ قاضی القسطنطنیۃ، فشکا الیہ متصوفۃ الزمان وقال: انھم یرقصون ویصعقون عند الذکر، وھذا مخالف للشرع، فقال المولی حمید الدین للکرماستی: ان رئیسھم ھذا الشیخ، واشار الی الشیخ سوندک وقال: ان اصلحتہ صلح الکل، ثم قام المولی الکرماستی وصحب مع الشیخ سوندک الی منزلہ واحضر مریدیہ وھیأ لھم طعاما فأطعمھم، فقال لھم: اجلسوا واذکروا اللہ تعالیٰ علی ادب ووقار وسکون، فقالوا: نفعل ذلک، فلما شرعوا فی الذکر صاح الشیخ فی اذن المولی الکرماستی صیحۃ عظیمۃ حتی قام وسقطت عمامتہ عن رأسہ ورداؤہ عن منکبہ، وشرع یصرخ ویصعق حتی مضی نحو ثلث نھار، فلما سکن اضطرابہ قال لہ الشیخ: لأی شیء اضطربت ایھا المولی، انت قلت انہ منکر، فقال لہ: تبت الی اللہ تعالیٰ عن ذلک الانکار ولا اعود الیہ ابدا۔ مات الشیخ سوندک بالقسطنطنیۃ فی اوائل القرن العاشر، قالہ النجم الغزی۔

ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ شیخ موصوف مفتی روم شیخ مولی حمید الدین بن افضل الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ایک دن قسطنطنیہ کے قاضی مولی کرماستی ان کے ہاں تشریف لائے۔ ان (مولی کرماستی) سے اس دور کے بنے بنائے صوفیوں نے شکایت کی کہ یہ لوگ (یعنی شیخ سوندک اور ان کے ساتھی) ذکر کے وقت رقص کرتے ہیں۔ اور چیختے چلاتے ہیں اور یہ بات شرع شریعت کے مخالف ہے اس پر مولی حمید الدین (مفتی روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کرماستی (مفتی قسطنطنیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے کہا کہ ان لوگوں کا سردار یہ شخص ہے۔ یعنی اس نے شیخ سوندک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر آپ اسے ٹھیک کر دیں گے تو سارے ٹھیک ہو جائیں گے۔

پھر مولی کرماستی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اٹھے اور ان کے ساتھ شیخ سوندک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کیا چنانچہ سب کو کھانا کھلایا۔ پھر ان سے کہا۔ بیٹھو اور بڑے ادب و وقار اور سکون سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ سب نے کہا ہم ایسے ہی کرتے ہیں۔ جب وہ ذکر الٰہی میں مصروف ہوئے تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولی کرماستی کے کان میں زور سے چیخ ماری۔ حتیٰ کہ کھڑے ہو گئے ان کی پگڑی ان کے سر سے گر پڑی اور کندھوں سے چادر بھی گر پڑی اور چیخنے چلانے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ دن کا تہائی حصہ گزر گیا۔ پھر جب ان کی پریشانی اور اضطراب ختم ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے پوچھا۔

اے مولیٰ کس وجہ سے آپ تڑپ رہے تھے اور آپ کیوں پریشان ہو گئے تھے ؟ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔اس کے جواب میں مولیٰ کرماستی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اس انکار اور نادرست کہنے پر توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے ایسی بات اس بارے میں نہ کہوں گا۔ شیخ سوندک رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ یہ دسویں صدی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے۔یہ نجم غزی نے بیان کیا۔[1]

وصلی خُلَیدٌ رَحِمَهُ اللهُ فقرأ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الموت فرَدَّدَهَا مِرَارًا فَنَادَاهُ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ كَمْ تُرَدِّدُ هَذِهِ الْآيَةَ فَلَقَدْ قَتَلْتَ بِهَا أَرْبَعَةَ نفر من الجن لم يرفعوا رؤوسهم إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى مَاتُوا مِنْ تَرْدَادِكَ هَذِهِ الْآيَةَ فَوَلِهَ خُلَيْدٌ بَعْدَ ذَلِكَ وَلَهًا شَدِيدًا حَتَّى أَنْكَرَهُ أَهْلُهُ كَأَنَّهُ لَيسَ الَّذِي كَانَ۔

ترجمہ:حضرت خلید رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی تلاوت کی اور چند بار تکرار کیا،گھر کے ایک کونے سے آواز آئی(کم تردد)کب تک اسی آیت کی تکرار کرتے رہو گے اس سے چار جنوں کو تو مار چکے ہو جن کو آسمان کی طرف سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی پہلے ہی فوت ہو گئے،یہ سن کر آپ رنج و غم سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ اہل خانہ تک حیران رہ گئے،گویا کہ آپ بدل گئے تھے۔[2]

شیخ سفیان ثوری رحمۃاللہ علیہ در نماز شام امامت می کرد چون ایاک نعبد وایاک نستعین گفت بیہوش شدہ اوفتاد۔

ترجمہ: شیخ المشائخ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شام کی نماز میں امامت کر رہے تھے جب ایاک نعبد وایاک نستعین کہا تو بیہوش ہو کر گر پڑے۔[3]

مقام حضرت القدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت میں جا گرتا ہے،اسی لیے واجد گر جاتا ہے اور اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

صوفیہ کا وجد حق ہے:

آیات قطعیہ واحادیث صحیحہ واقوال صریحہ بکثرت اس کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور وجد وحال کی منزل ارفع و اعلیٰ ہے۔اس کو ابتدائی منزل کہنے والے خشک زاہد ریاکار ہیں،خاکسار نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب موسومہ بہ تحقیق الوجد میں

---

[1] (جامع کرامات الاولیاء،ج،۲،ص،۱۰۴،المکتبۃالعصریہ،بیروت)(جامع کرامات اولیاء،ص ۸۵۵،۸۵۴)

[2] (تحفۃالاحوذی،کتاب الصلاۃ،باب اذانام عن صلاتہ باللیل،وصلی بالنہار،ج،۲،ص،۵۳۷،۵۳۶،داراحیاءالتراث العربی،بیروت)

[3] (تفسیر یعقوب چرخی،ص،۸،الرحیم اکیڈیمی،کراچی،وتفسیر روح البیان،ج،۱،ص،۲۳،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

نہایت وسعت و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس کا ہر پہلو قرآن پاک و احادیث نبویہ سے ثابت کیا ہے، طالبان حق کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔[1]

علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

نیز شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو البرکات نے بیان کیا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ہمارے عم بزرگ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں تیس فقراء حاضر ہوئے کہ حضرت ہمیں حقیقت فقر سے آگاہ فرمایئے آپ نے ان سے حقائق فقر بیان فرمائے تو یہ لوگ سن کر اپنے کپڑے پھاڑتے اور ناچتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے۔[2]

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

فَإِنَّ جَذْبَةً مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ۔

ترجمہ: حق تعالیٰ (کے عشق) کا جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔[3]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

قَالَ الأستاذ الإِمَام رضی اللہ عَنْهُ كنت بَيْنَ يدي الأستاذ أَبِي عَلِيّ رَحِمَهُ اللَّهُ يوما فجرى حَدِيث الشيخ أَبِي عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي رَحِمَهُ اللَّهُ وأنه يقوم فِي السماع موافقة للفقراء فَقَالَ الأستاذ أَبُو عَلَى مثله فِي حاله لعل السكون أولى بِهِ ثُمَّ قَالَ فِي ذَلِكَ المجلس أمض إِلَيْهِ فتجده وَهُوَ قاعد فِي بَيْت كتبه وعلى وجه الكتب مجلدة حمراء مربعة صغيرة فِيهَا أشعار الْحُسَيْن بْن مَنْصُور فاحمل تلك المجلدة ولا تقل لَهُ شَيْئًا وجئني بِهَا وَكَانَ وقت هاجر فدخلت عَلَيْهِ وإذا هُوَ فِي بَيْت كتبه والمجلدة موضوعة بحيث ذكر فلما قعدت أخذ الشيخ أَبُو عَبْد الرَّحْمَنِ فِي الْحَدِيث وَقَالَ كَانَ بَعْض النَّاس ينكر عَلَى أحد من الْعُلَمَاء حركته فِي السماع فرأى ذَلِكَ الإِنْسَان يوما خاليا فِي بَيْت وَهُوَ يدور كالمتواجد فسئل عَن حاله فَقَالَ: كانت مسألة مشكلة عَلَى فتبين لي معناها فلم أتمالك من السرور حَتَّى قمت أدور فقيل لَهُ مثل هَذَا يكون حالهم فلما رأيت مَا أمرني بِهِ الأستاذ أَبُو عَلِي وَمَا وصف لي عَلَى الوجه الَّذِي قَالَ وجرى عَلَى لسان الشيخ أَبِي عَبْد الرَّحْمَنِ مَا كَانَ قَدْ ذكره بِهِ تحيرت وقلت: كَيْفَ أفعل بينهما ثُمَّ فكرت فِي نفسي وقلت: لا وجه إلا الصدق فَقُلْتُ: إن الأستاذ أبا عَلِي وصف لي هذه المجلدة وَقَالَ لي احملها إلي من غَيْر أَن تستأذن الشيخ وأنا هُوَ ذا أخافك وليس يمكنني مخالفته فأي شَيْء تأمر فأخرج مسدسا من كَلام الْحُسَيْن وفيه تصنيف لَهُ سماه كتاب الصيهور فِي نقض الدهور وَقَالَ: احمل هَذَا إِلَيْهِ وقل لَهُ: إني أطالع تلك المجلدة وأنقل منها أبياتا إِلَى مصنفاتي فخرجت۔

---

[1] (غوثِ جیلانی۔ص:۲۱۷)

[2] (غوثِ جیلانی۔ص:۲۸۹)

[3] (مرقاۃ المفاتیح، باب التحریض علی قیام اللیل، ج،۳،ص،۹۲۵)

ترجمہ: استاد امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں استاد ابو علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھا کہ شیخ عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر چھڑ گیا کہ یہ سماع کی مجلس میں فقراء کی موافقت کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ استاد ابو علی نے فرمایا کیا اس جیسا آدمی جس کی یہ حالت اور مرتبہ ہو (کیا وہ قیام کرتا ہے؟) شاید ان کے لئے سکون زیادہ بہتر ہوتا۔ پھر اسی وقت فرمایا اسکے پاس جاؤ، تم اسے اپنے کتب خانہ میں بیٹھا پاؤ گے، کتابوں کے اوپر ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی کتاب ہو گی جس میں حسین بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار ہوں گے، یہ کتاب اُٹھالینا اور انھیں کچھ نہیں کہنا اور کتاب میرے پاس لے آنا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ اپنے کتب خانہ میں تھے اور کتاب وہیں پڑی تھی جہاں انھوں نے ذکر کیا تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو شیخ ابو عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باتیں کرنے لگے اور فرمایا ایک شخص ایک عالم پر اس لئے اعتراض کرتا تھا کہ وہ سماع میں حرکت کرتا تھا، اس عالم نے اس شخص کو اپنے گھر میں خلوت میں دیکھا کہ اس طرح چکر لگا رہا ہے جیسے کوئی وجد میں چکر لگا رہا ہو۔ اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ ایک مشکل مسئلہ تھا جو حل نہ ہوتا تھا پھر حل ہو گیا، خوشی کے مارے میں اپنے پر قابو نہ پاسکا، اس لئے میں نے اُٹھ کر چکر لگانا شروع کر دیا۔ اس شخص کو بتایا گیا کہ علماء اور صوفیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے جس پر تو اعتراض کرتا ہے۔ جب میں نے وہی کیفیت دیکھی جس کا استاد ابو علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر فرمایا تھا اور شیخ ابو عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان پر یہ قصہ جاری ہوا جس کا انھوں نے ذکر کیا تو میں حیرت زدہ رہ گیا اور کہا کہ اب کیا طریقہ اختیار کروں اور (دل میں) کہا کہ اب سچ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لہٰذا میں نے عرض کیا استاد ابو علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے اس کتاب کا ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت کے بغیر میرے پاس لے آنا، مجھے آپ کا ڈر ہے اور میں استاد ابو علی کے حکم کے خلاف بھی نہیں کر سکتا، اب آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے ایک اور کتاب نکالی جو حسین (بن منصور) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسدس تھی اور اس جلد کے اندر انکی ایک اپنی تصنیف تھی جس کا نام "کتاب الصیھور فی نقض الدھور" تھا اور فرمایا ان کے پاس یہ کتاب لے جاؤ اور کہو کہ میں اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں، اس کے اشعار اپنی تصنیفات میں نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں چلا آیا۔[1]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ رويم: حضرت وفاة أَبِي سَعِيد الخراز وَهُوَ يَقُول فِي آخر نَفْسه: حنين قلوب العارفين إِلَى الذكر وتذكارهم وقت المناجاة للسر أديرت كؤوس للمنايا عَلَيْهِم فأغفو عَنِ الدنيا كإغفاء ذي السكر همومهم جوالة بمعسكر بِهِ أهل ودالله كالأنجم الزهر فأجسامهم فِي الأَرْض قتلى بحبه وأرواحهم فِي الحجب نَحْو العلا تسرى فَمَا عرسوا إلا بقرب

---

[1] (الرسالةالقشیریة،باب الفراسة ، ص،۱۳۰،۱۲۹،دارالسلام،القاھرہ،تاریخ بغداد ،ج،۳،ص،۴۲،تاریخ الاسلام ،ج،۹،ص،۲۰۸،سیر اعلام النبلاء ،ج،۱۳،ص،۴۸،،ج،۱۷،ص،۲۵۴،طبقات الشافعیةالکبری،للسبکی،ج،۴،ص،۱۴۵،طبقات الاولیاء،ج،۱،ص،۳۱۴)

حبيبهم وَمَاعرجوا عَن مس بؤس ولا ضر وقيل للجنيد إن أبا سعيد الخراز كان كثير التواجد عند الموت فقال لم يكن بعجب أن تطير روحه اشتياقا۔

ترجمہ: رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ابو سعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا۔ وہ اپنے آخری دموں میں کہہ رہے تھے: عاشقوں کے دل اپنے محبوب کے ذکر کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور مناجات کے وقت بھی ان کی یاد اسی راز کیلئے ہے۔ جو ان کے محبوب کے درمیان ہوتا ہے۔ موت کے پیالے کا دور جب ان پر چلا تو وہ اس طرح دنیا سے غافل ہوئے جس طرح کہ ایک مست اپنے نشے میں غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار ایسے لشکر گاہ میں جولانی کرتے رہتے ہیں جہاں اللہ سے دوستی رکھنے والے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ ان کے جسم زمین میں اس کی محبت میں مشغول ہو چکے ہیں۔ مگر ان کی روحیں پردوں میں بلندی کی طرف جاتی ہیں یہ لوگ محبوب کے قریب پہنچ کر ہی ڈیرہ ڈالتے ہیں۔ اور کسی قسم کی تکلیف یا مصیبت سے ڈر کر یہ راستہ میں قیام نہیں کرتے۔

کسی نے جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ابو سعید خراز موت کے وقت بہت وجد میں تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ کہ ان کی روح شوق سے اڑنے لگی ہو۔[1]

ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار دشت وصحرا میں چلا گیا

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

درویشے کہ آثار جذب ودثار بے نفسی وعلامات آزادی وسمات وارستگی در وے پیدا و ہویدا برد، نقل نمود کہ از بنگالہ باکبرآباد (آگرہ) آمدہ بودم و حضرت ایشان قدس سرہ درآن بلدہ تشریف داشتند۔ شبے بمنزل شریف آنحضرت رسیدم و ملتمس تعلیم ذکر گردیدم، اجابت فرمودند۔ حالے برمن مستولی گشت کہ ہمان شب دیوانہ وار ازآنجا بیرون آمدم و بدشت و صحرا افتادم و مدتہا در کوہ و بیابان میگشتم واز خواب وخور وسکون وآرام خبر نداشتم۔ چگویم کہ درین میان چہ دیدم وبچہ چیزہا رسیدم؟

ترجمہ: ایک درویش نے کہ جس میں جذب کے آثار بے نفسی کی علامات اور آزادی وبے نیازی کی نشانیاں موجود تھیں بیان کیا کہ میں بنگال سے اکبر آباد (آگرہ) آیا ہوا تھا اور حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس

---

[1] (الرسالة القشيرية، باب احوالهم عند الخروج من الدنيا، ۱۶۵، ۱۶۴، دارالسلام، القاهره، احياء العلوم، المقام الاول من المرابطة، ج، ۴۸۲، ۴، مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ج، ۲، ص، ۱۵۹) ص، ۵۴۸، ۵۴۷)

وقت اس شہر میں تشریف رکھتے تھے ایک رات آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور التماس کی کہ مجھے تعلیم ذکر فرمادیں آپ (حضرت زبدۃ العارفین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے قبول فرمالیا (لیکن) اسی وقت مجھ پر ایسا جذب طاری ہوا کہ رات ہی کو میں دیوانہ وار وہاں سے باہر نکلا اور دشت وصحرا میں چلا گیا اور مُدّت تک کوہ وبیاباں میں پھرتا رہا اور مجھے سونے کھانے اور آرام کرنے کی خبر نہ رہی کیا کہوں کہ اس زمانے میں کیا کیا میں نے دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا؟[1]

مقام جذبہ و فیض:

آپ کو بہت جذبہ حاصل تھا۔ آپ کی توجہ سے لوگ بے اختیار ہو جاتے تھے۔ ہزاروں آدمیوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور کامل و مکمل ہو گئے۔

وجد و شوق:

آپ پر وجد و شوق کا ایک کیف ہر وقت طاری رہتا۔ مجلس عالی میں جب آپ بیٹھتے تو اس طرح کہ گویا کوئی عاشق انتظار معشوق میں بیٹھا ہے، جب کسی کی زبان سے محبوب حقیقی کا نام اللہ صادر ہوتا تو آپ پر وجد طاری ہو جاتا، بسا اوقات بے اختیار ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔[2]

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

شبی از شبہای ماہ رمضان حضرت ایشان ماقدس سرہٗ بدست خادمی بہ آنحضرت فالودہ فرستادہ اند چون آن خادم از کوہیان سادہ لوح، بود بدر روازۂ خاص رسیدہ حلقۂ درزدہ حضرت خواجہ دیگری را بیدار نکردہ خود برآمدہ اند و ظرف فالودہ را از دست او گرفتہ فرمودہ اند نام تو چیست معروضداشتہ کہ بابا فرمودہ اند چون خادم شیخ احمد مائی بامائی بمجرد مراجعت آن خادم وی را جذبۂ سکر د نسبت فرد گرفتہ و فریاد کنان دافتان و خیزان خود را بحضرت ایشان ما رسانیدہ آنحضرت پرسیدہ اند کہ حال چیست بشورش و مستی تمام میگفتہ کہ ہمہ جا چہ در حجر وچہ در شجر وچہ در زمین و چہ در آسمان نوری بیرنگ بیغایت و نہایت می بینم کہ بیان آن نمیتوانم نمود۔

---

[1](حضرات القدس، ص، ۱۶۴، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور) (حضرات القدس، ص، ۱۸۱)
[2](خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۹۱/۹۲)

ترجمہ: ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک کی ایک رات کو ہمارے حضرت غوث یزدانی مجد د الف ثانی نے ایک خادم کے ہاتھ ایک پیالہ فالودہ کا قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ وہ خادم ایک پہاڑی آدمی بھولا بھالا تھا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ کے دروازے خاص پر پہنچ کر دروازے کی زنجیر پیٹنے لگا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ نے کسی کو بیدار نہیں کیا اور خود ہی باہر آکر فالودہ کا پیالہ اس خادم سے لیکر دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا کہ مجھے بابا کہا کرتے ہیں۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو اس لئے ہمارے ہو۔ اس خادم کے واپس ہوتے ہی اس پر سُکر اور نسبت کا جذبہ غالب ہوگیا اور وہ روتا پیٹتا، گرتا پڑتا ہمارے حضرت غوث یزدانی مجد د الف ثانی کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت (مجد د الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بہت جذب و مستی کے عالم میں عرض کیا کہ میں ہر جگہ شجر و حجر زمین و آسمان میں ایک بے رنگ نور دیکھتا ہوں ۔ جو بے نہایت ہے۔ اور اس کو بیان نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ لکھتے ہیں :

گویند روزی عسکری بملازمت ایشان آمد ایشان بہ تقریب طہارت از مسجد برون رفتند خادم این سپاہی برون ورعنان اسپ گرفتہ ایستادہ بودہ حین تخنخ واستبرا بکرّات نظر کیمیااثر ایشان بران خادم افتادہ بودہ چون بمسجد در آمدہ اند خبر رسیدہ کہ خادم آن عسکری راجذبہ و بیخودی بر خاک افگندہ است و میان اسپان چون گوی ہر سوی غلطان ست واز قبیل شام تا پاسی از شب ہمچانان دراضطراب بودہ بناگاہ بشوریدہ وروی ببازار نہادہ و ہمچنان در صحرا برون رفتہ دیگر ہیچکس از و خبری نیافت۔

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ ایک دن ایک فوجی شخص آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ) طہارت کیلئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ اس فوجی کا خادم دروازے کے باہر گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ طہارت کے وقت آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی نظر کیمیا اثر اس خادم پر کئی مرتبہ پڑی۔

---

[1](برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص ۱۸، ۱۷، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)(زبدۃ المقامات، ص ۴۵)

آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ) جب مسجد میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ وہ خادم اس قدر جذب اور بیخودی میں مبتلا ہوا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان گیند کی طرح لڑھکتا پھرتا ہے۔ شام سے رات کے کچھ حصے تک اسی طرح اضطراب میں رہا۔ پھر یکایک جنونی کیفیت میں وہ بازار کی طرف جانکلا اور وہاں سے جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔[1]

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

از دور نظارہ آن مجالس میکردند ناگاہ جذب وحالتی ایشان راروے میداد کہ از غایت سکروبی آرامی جامہا پارہ میکردند وچون مرغ بسمل برخاک می طپیدند گاہ مشاہدہ میشد کہ سی چہل تن برہم افتادہ بودند۔

بعضے مریدان مشائخ عظام آن شہر نیز ناچار آمدہ داخل مستقیضان شدند وبامفسدان بصلاح رسیدند وبسیار ہشیاران بادۂ بیخودی وجذب چشیدند ۔

یعنی حضرت شیخ المشائخ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس کو دوسرے بھی دیکھ لیتے تو ان کے قلوب پر اس قدر جذب ومستی کا غلبہ ہو جاتا کہ وہ غلبہ سکر کی وجہ سے اپنے کپڑے پھاڑ دیتے تھے۔ اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ اس حد تک دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی تیس چالیس آدمی یکبارگی ہوش کھو بیٹھتے اور زمین پر گر پڑتے۔

یہ جذب ومستی کی حالت دیکھ کر بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقت کے مریدین بھی سیدنا شیخ المشائخ حضرت اقدس میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ استفاضہ میں داخل ہوئے اور بہت سے مفسدین کی اصلاح ہوئی بکثرت عقلمندوں نے بادۂ بیخودی وجذب کا جام نوش کیا۔[2]

حضرت سیدنا شیخ المشائخ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں ، مجلس میں تشریف رکھتے تو انتظار کی کیفیت طاری ہوتی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کا انتظار کرتا ہے۔ اہل محفل میں سے کوئی جب اللہ کا نام زبان پر لاتا تو آپ سنتے ہی مدہوش ہو جاتے اور زمین پر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے۔[3]

---

[1] (برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۱۸، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ) (زبدۃ المقامات ص، ۴۵)

[2] (برکاتِ احمدیہ ،زبدۃ المقامات، ص، ۳۳۲، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ ،استانبول ، ترکیہ) (زبدۃ المقامات ،ص، ۴۶۰، ۴۵۹، حضرات القدس ،ج، ۲، ص، ۳۲۵)

[3] (خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۱۰)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شاہ محمد صادق قلندر نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں، ایک دن پیر طریقت میر نازک نقشبندی کی خانقاہ کی چھت پر چڑھے۔ اذان کہی اور عین اسی حالت اذان میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ چھت سے زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔[1]

حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے قرأت میں يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرۃ، ۱۶۵) پڑھی۔

یہ آیت سنتے ہی ان کے دل سے محبت کی آگ کا لاوا ابل پڑا۔ آپ (حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے جسم مبارک میں تھوڑی سی حرکت ہوئی۔ فوراً پہلے امام اس کے بعد تمام مقتدی وجد میں آ گئے۔ جب مسجد سے "ہاؤ، ہو" کی آواز اٹھی تو اہل محلہ جمع ہو گئے اور مسجد میں قدم رکھتے ہی ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ غرضیکہ جو کوئی بھی مسجد میں قدم رکھتا مدہوش ہو جاتا اور زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔ یہ فیضان محبت الٰہی کا کرشمہ تھا جو وہاں بارش کی طرح برس رہی تھی۔[2]

علامہ فیض احمد فیض لکھتے ہیں:

۲۱۔ ۱۹۲۰ء کا ذکر ہے ایک روز عصر کے بعد مسجد سے مہمان رخصت ہو رہے تھے کہ کسی نے موت کا ذکر کیا۔ آپ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی اور حسرت بھرے لہجے میں فرمایا۔ ابھی یہ نعمت کہاں۔ ع

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

قصبہ گولڑہ میں ایک رات شادی کے موقع پر لڑکیوں نے پنجابی زبان میں گیت گاتے ہوئے۔

یہ شعر پڑھا:

اچی ڈھکی گھر سامنے ڈاڈھیاں نال پریت — ناں توڑی، ناں توڑساں، ناں توڑن دی نیت

گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ بالاخانہ کی چھت پر شغل و ذکر الٰہی میں محو تھے کہ یہ شعر سن کر وجد ہو گیا۔ شادی والے گھر میں خبر پہنچی تو لڑکیاں رات گئے تک اسی شعر کا تکرار کرتی رہیں۔ جب آپ نے دعا دے کر منع فرما بھیجا تو انہوں نے گانا بند کیا۔[3]

---

[1] (خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۵۸)

[2] (خزینۃ الاصفیاء، ص، ۲۷۴)

[3] (مہرِ منیر، ص: ۱۵۹)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلوی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

وجد کو حرام کہنا عجیب بات ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ تحریم نہ کہ بالا جماع نہ کہ تحلیل پر خوف کفر، یہ احکام اصلا درجہ صحت نہیں رکھتے۔[1]

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلوی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

رقص میں بھی دو صورتیں ہیں اگر بیخودانہ ہے تو سلطان نگیر د خراج از خراب (اس لئے کہ بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین میں کسی سے ٹیکس نہیں لیتا۔) وہ کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا، اور اگر بالا ختیار ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی وتکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہ ناجائز ہے۔ تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام۔

اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عالم ومحضر عوام میں اس سے احتراز ہی چاہئے، کہ ان کی نگاہوں میں ہلکاہونے کا باعث ہے۔ اور اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو داخل تواجد ہے۔ تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بننا، اگر معاذاللہ بطور ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔ اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہے ایک عام یعنی تشبہ بصلحائے کرام:

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح۔

اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔[2]

دوسری حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا۔

ترجمہ: رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔[3]

دوسری نیت طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصول حقیقت کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔[4]

---

[1](فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۵۵۱، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

[2](سنن ابی داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ، آفتاب عالم پریس لاھور ۲/ ۲۰۳)

[3](سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت باب فی حسن الصوت بالقرآن، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۹۶)

[4](فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۵۵۲، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

جذب ،وجد اور حرکت لطائف کے بیان میں

دیوبندیوں کے مولانا اشرف علی تھانوی، لکھتے ہیں :

حکایت ۱۶۶: فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے ایک مسئلہ قدر دوسرا روح، تیسرا مشاجرات صحابہ، چوتھا وحدت الوجود اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرت تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔[1]

فقراء کا انکار نہیں کرنا چاہیے

فرمایا: سلسلہ کے فقرا کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشا میں سے ایک کو خیال آیا: ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہو گا۔ ان فقراء میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا:

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

یعنی تو جہان کے مسکینوں کو حقارت سے مت دیکھ، تجھے کیا خبر کہ اس گرد (غبار) میں کوئی سوار ہو؟[2]

تواجد کا جواز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔[3]

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔[4]

حضرت داتا گنج بخش، ابو الحسن علی بن عثمان جلابی، ہجویری، قدس سرہ، متوفی، ۴۶۵ھ، لکھتے ہیں :

واین خبر ناطقست بر اباحت تواجد وازان بود کہ آن پیر گفت رضی اللہ عنہ ہزار فرسنگ بدروغ بروم تا یک قدم ازان صدق باشد۔

---

[1] (اَرواح ثلاثہ یعنی حکایت اولیاء، ص، ۱۴۹)

[2] (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۲۰۲/۲۰۳)

[3] (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس باب فی لیس الشہرۃ، رقم: ۴۰۳۱، مسند البزار، رقم: ۲۹۶۶، سنن سعید بن منصور، رقم: ۲۳۷۰، مسند احمد، رقم: ۵۱۱۴)

[4] (سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت باب فی حسن الصوت بالقرآن، رقم: ۱۳۳۷،۴۱۹۶، الزہد لابی داؤد، رقم: ۳۶، مسند البزار، رقم: ۱۲۳۵، حلیۃ الاولیاء، ج، ۱، ص، ۲۶۱، ج، ۳، ص، ۱۰۳، ج، ۸، ص، ۱۵۸، شعب الایمان، رقم: ۱۸۹۱، ۱۹۶۰، مسند ابی یعلی الموصلی، رقم: ۶۸۹، السنن الکبری للبیہقی، رقم: ۲۱۰۵۸)

ترجمہ: اور یہ حدیث تواجد کے مباح ہونے پر گواہ ہے۔ اسی بناء پر کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ ہزار میل جھوٹ کے ساتھ چلو تو ایک قدم صداقت کا آتا ہے۔[1]

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی نقشبندی، حنفی، متوفی ۱۱۴۳، قدس سرہ القدسی لکھتے ہیں:

لاشک ان التواجد وهو تكلف الوجد واظهاره من غير ان يكون له وجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجد الحقيقى وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔ رواه الطبرانى فى الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالىٰ عنه۔ وانما كان المتشبه بالقوم منهم لان تشبهه بهم يدل على حبه اياهم ورضاه باحوالهم وافعالهم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تواجد بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالت وجد ہو، پس اس میں جو حقیقی اہل وجد ہیں ان سے تشبہ ہے۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے (کیا تمھیں معلوم نہیں کہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبت ہے اور یہ ان کے حالات وافعال (اور روش) پر راضی ہے۔[2]

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا رَضِيَ هَدْيَ الرَّجُلِ وَعَمَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔[3]

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

أَي سيرته وطريقته ونعته وَذكر الرجل وصف طردي (وَعَمله) أَي وَرَضِي عمله (فَهُوَ مثله) فَإِن كَانَ مَحْمُودًا فَهُوَ مَحْمُودًا ومذموماً فمذموم وَالْقَصْد الْحَث على تجنب أهل الْمعاصِي وَنَحْوهم والاقتداء بالصلحاء فِي أفعالهم وأقوالهم۔

---

[1] (كشف المحجوب، ص، ۵۴۱، كتب خانه ملى، ايران)

[2] (الحديقه النديه شرح الطريقه المحمديه، الصنف التاسع، فى آفات البدن المختلفة، ج، ۵، ص، ۱۳۵، دار الكتب العلميه، بيروت، والمكتبه، نوريه رضويه، ۲/۵۲۵)

[3] (المعجم الكبير، للطبرانى، رقم: ۹۲۲، السنة لابن ابى عاصم، ج، ۱، ص، ۱۱، رقم: ۱۱، الابانة الكبرى، لابن بطة، رقم: ۳۷۰، مجمع الزواءد، رقم: ۱۳۱۱۹، كنز العمال، رقم: ۳۰۳۷۵، الجامع الصغير، رقم: ۳۳۶۸،)

یعنی اس شخص کی سیرت اور اس کے طریقہ اور اس کی منقبت اور اس کے ذکر اور اس کے عمل سے راضی ہے، تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا، پس اگر وہ عمل محمود (اچھا) ہے تو وہ بھی محمود ہے اور اگر وہ عمل مذموم (برا) ہے تو وہ بھی مذموم ہے، اور گناہ گار قسم کے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اور نیک لوگوں کے افعال اور اقوال کی اقتداء پر ترغیب مقصد ہے۔[1]

وَعَنْ أَبِي قِرْصَافَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللّٰهُ فِي زُمْرَتِهِمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں کے زمرے میں اس کا حشر فرمائے گا۔[2]

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبد الرءُوف مناوی، شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں :

فَمن أحب أَوْلِيَاء الرَّحْمَن فَهُوَ مَعَهم فِي الْجنان وَمن أحب حزب الشَّيْطَان فَهُوَ مَعَهم فِي النيرَان وَفِيه بِشَارَة عَظِيمَة لمن أحب الصُّوفِيَّة أَوْ تشبه بهم وانه يكون مَعَ تفريطه بِالْقيامِ بِمَا هم عَلَيْهِ مَعَهم فِي الْجنَّة وَمن تشبه بهم انما فعل ذَلِك لمحبته اياهم۔

پس جو شخص رحمٰن عزوجل کے اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں ان کے ساتھ ہو گا، اور جو شیطان کی جماعت سے محبت رکھتا ہے تو وہ ان کے ساتھ دوزخ میں ہو گا، اس میں عظیم اشارہ ہے اس شخص کے لیے جو صوفیاءِ کرام سے محبت رکھتا ہے یا ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اپنے قیام میں تفریط (کمی) کے باوجود ان کے ساتھ جنت میں ہو گا۔ اور جو شخص ان کی مشابہت کرتا ہے تو در اصل ان کی محبت کی وجہ سے کرتا ہے۔[3]

خاتم الفقہاء والمحدثین، شیخ الاسلام، احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، مکی شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، وغیرہ، لکھتے ہیں :

(وَسُئِلَ) نفع الله بِهِ عَن رقص الصُّوفِيَّة عِنْد تواجدهم هَل لَهُ أصل؟

(فَأجَاب) بقوله نعم لَهُ أصل فقد روى فِي الحَدِيث أَن جَعْفَر بن أبي طَالب رَضِي الله عَنهُ رقص بَين يَدي النَّبِي - صلى الله عليه وسلم - لما قَالَ لَهُ أشبهت خَلقي وخُلقي وَذَلِك من لَذَّة هَذَا الْخطاب وَلم يُنكر عَلَيْهِ - صلى الله عليه وسلم - وَقد صَحَّ الْقيام والرقص فِي مجَالِس الذّكر وَالسَّمَاع عَن جمَاعَة من كبار الْأَئِمَّة مِنْهُم عز الدّين شيخ الْإِسْلَام ابْن عبد السَّلَام۔

---

[1] (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الجزء الاول، ص، ۲۸۵، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)
[2] (مجمع الزوائد، رقم: ۱۸۰۳۱، المعجم الکبیر، للطبرانی، رقم: ۲۵۱۹، کنز العمال، رقم: ۲۴۶۷۸، الجامع الصغیر، رقم: ۱۲۱۲۲)
[3] (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الجزء الثانی، ص، ۳۸۸، ۳۸۷، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

(سوال کیا گیا)اللہ تعالیٰ اس کے سبب نفع عطا فرمائے، کہ تواجد کے وقت صوفیہ کے رقص کے متعلق کہ کیا اس کے لیے اصل ہے؟

(تو جواب دیا):ہاں اس کے لیے اصل ہے، تحقیق حدیث شریف میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے رقص کیا۔ جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سیرت اور صورت میں میرے مشابہ ہو۔ پس اس خطاب کی لذت سے انھوں نے رقص کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر کوئی انکار ظاہر نہیں فرمایا۔ پس یہ حدیث تقریری صوفیہ کرام کے رقص اور وجد پر دلیل ہے کیونکہ حقیقی صوفیہ کرام پر یہ حالت مواجید کی لذت سے طاری ہوتی ہے اسی طرح مجالس ذکر اور محافل سماع میں قیام اور رقص بھی جائز ہے اور آئمہ کبار کی ایک جماعت سے ثابت ہے جن میں شیخ الاسلام عزالدین عبد السلام بھی شامل ہیں۔[1]

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

ذکر الیافعی عن بعضھم قال: رایت الشبلی قائما یتواجد وقد خرق ثوبہ وھو یقول:

حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کھڑے ہو کر تواجد کر رہے ہیں۔ اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ دیا اور یہ شعر پڑھتے ہیں:

شققت ثوبی علیک حقا	مالثوبی اردت خرقا
اردت قلبی فصادفتہ	یدای بالجیب اذیرقا
لو کان قلبی مکان جیبی	کان للشق مستحقا

ترجمہ: میں اپنے کپڑوں کو آپ کے عشق میں پھاڑ دیا اور میرا کپڑوں کو پھاڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔ میرا تو دل پھاڑنے کا ارادہ تھا۔ لیکن دل کے بجائے میرے ہاتھ نے کپڑوں اور گریبان سے ٹکر کھائی اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو یقینا پھاڑنے کے لئے دل ہی مستحق تھا۔[2]

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

اما التواجد و تکلف الوجد علی الوجہ الصحیح لاجل التشبہ بالصالحین و لغیر ذٰلک من المقاصد الحسنۃ فقد اشار الیہ العلامۃ الشیخ القشیری فی اوائل رسالتہ المشھورۃ حیث قال التواجد استدعاء الوجد بضرب اختیار ولیس لصاحبہ کمال الوجد اذ لو کان لکان واجدا و باب التفاعل اکثرہ علی اظہار الصفۃ ولیست کذلک۔

---

[1](الفتاوی الحدیثیۃ،باب فی التصوف،ص،۳۹۲،۳۹۱،قدیمی کتب خانہ، کراچی،فتاوی الخلیلی علی المذھب الشافعی،ج،۲،ص،۲۵۵)

[2](الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ،الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ،ج،۵،ص،۱۳۳،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

رہا یہ کہ وجہ صحیح کے مطابق تواجد اور نمائشی وجد برائے مشابہت صلحاء وبرائے دیگر مقاصد نیک تو یہ ٹھیک اور درست ہے جیسا کہ علامہ شیخ قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ مشہورہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ فرمایاہے چنانچہ ارشاد فرمایاتواجد کسی نوع کے اختیار سے اپنے آپ پر حالت وجد طاری کرنے کانام ہے جبکہ صاحب وجد میں کمال وجد نہ ہو(یعنی کماحقہ وجد نہ ہو)اس لئے کہ اگر اس میں حقیقی وجد ہوتا تو وہ واجد(وجد کرنے والا) کہلاتا کیونکہ تواجد باب تفاعل ہے اور یہ زیادہ تر حقیقت کی بناپر نہیں، بلکہ بناوٹی و نمائشی اظہارصفت کے لئے آتا ہے۔اور اس طرح نہیں ہے۔[1]

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبه لما یتضمن من التكلف ویبعد عن الحقيقة وقوم قالوا انه مسلم للفقراء المجردين الذين ترصدوالوجد ان هذه المعانی واصلهم خبرالرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابكوافان لم تبكوا افتباكوا۔

ترجمہ:اسی لئے بعض علم والے کہتے ہیں کہ تواجد صاحب تواجد کی طرف سے مسلّم یعنی تسلیم شدہ اور ٹھیک نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ تکلف پر مبنی ہوتاہے اور حقیقت سے بعید ہوتاہے جبکہ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ان فقراء کے لئے درست ہے جو مجرّد ہوں اور ان معانی کے پالینے کے منتظر اور خواہاں ہوں جو مطلوب ومقصود ہیں اور ان کی دلیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو!رویا کرو اور اگر رونانہ آئے توکم ازکم رونی صورت ہی بنالیا کرو۔[2]

شیخ ابو المحاسن رکن الاسلام محمد بن ابو بکر، حنفی، مفتی، المعروف، امام زادہ سمرقندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

و من السنة ان یقرأ القرأن بحزن و وجد فان القرأن نزل بحزن فان لم یکن له حزن فلیتحازن۔

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ غم اور وجد کے ساتھ (جھوم کر) قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر کسی میں غم کا تاثر نہ ہو تو غمگین صورت بنالیا کرے۔[3]

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

واعلم أيضاً أن الوجد ينقسم إلى هاجم وإلى متكلف ويسمى التواجد وهذا التواجد المتكلف فمنه مذموم وهو الذي يقصد به الرياء وإظهار الأحوال الشريفة مع الإفلاس منها ومنه ماهو محمود وهو التوصل إلى استدعاء الأحوال

---

[1] (الحديقةالنديه شرح الطريقة المحمدية، الصنف التاسع فی عامة آفات البدن المختلفة، ج،۵، ص، ۱۳۹، ۱۳۸، دار الكتب العلميه، بيروت)

[2] (الحديقةالنديه شرح الطريقة المحمدية، الصنف التاسع فی عامة آفات البدن المختلفة، ج،۵، ص، ۱۳۹، ۱۳۸، دار الكتب العلميه، بيروت)

[3] (شرعة الاسلام، فصل فی سنن القراءة، ص، ۲۱، ۲۰، دار البشاءر ا؛اسلامية، بيروت، الحديقةالنديه شرح الطريقة المحمدية، الصنف التاسع فی عامة آفات البدن المختلفة ،ج،۵، ص، ۱۳۹، دار الكتب العلميه، بيروت)

الشريفة واكتسابها واجتلابها بالحيلة فإن للكسب مدخلاً في جلب الأحوال الشريفة ولذلك أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من لم يحضره البكاء في قراءة القرآن أن يتباكى ويتحازن فإن هذه الأحوال قد تتكلف مباديها ثم تتحقق آواخرها۔

وكيف لا يكون التكلف سبباً في أن يصير المتكلف في الآخرة طبعاً وكل من يتعلم القرآن أو لا يحفظه تكلفاً ويقرؤه تكلفاً مع تمام التأمل وإحضار الذهن ثم يصير ذلك ديدناً للسان مطرداً حتى يجري به لسانه في الصلاة وغيرها وهو غافل فيقرأ تمام السورة وتثوب نفسه إليه بعد انتهائه إلى آخرها ويعلم أنه قرأها في حال غفلته وكذلك الكاتب يكتب في الابتداء بجهد شديد ثم تتمرن على الكتابة بيده فيصير الكتب له طبعاً فيكتب أوراقاً كثيرة وهو مستغرق القلب بفكر آخر فجميع ما تحتمله النفس والجوارح من الصفات لا سبيل إلى اكتسابه إلا بالتكلف والتصنع أولاً ثم يصير بالعادة طبعاً وهو المراد بقول بعضهم العادة طبيعة خامسةٌ۔

فكذلك الأحوال الشريفة لا ينبغي أن يقع اليأس منها عند فقدها بل ينبغي أن يتكلف اجتلابها بالسماع وغيره فلقد شوهد في العادات من اشتهى أن يعشق شخصاً ولم يكن يعشقه فلم يزل يردد ذكره على نفسه ويديم النظر إليه ويقرر على نفسه الأوصاف المحبوبة والأخلاق المحمودة فيه حتى عشقه ورسخ ذلك في قلبه رسوخاً خرج عن حداختياره فاشتهى بعد ذلك الخلاص منه فلم يتخلص فكذلك حب الله تعالى والشوق إلى لقائه والخوف من سخطه وغير ذلك من الأحوال الشريفة إذا فقدها الإنسان فينبغي أن يتكلف اجتلابها بمجالسة الموصوفين بها ومشاهدة أحوالهم وتحسين صفاتهم في النفس وبالجلوس معهم في السماع وبالدعاء والتضرع إلى الله تعالى في أن يرزقه تلك الحالة بأن ييسر له أسبابها ومن أسبابها السماع ومجالسة الصالحين والخائفين والمحسنين والمشتاقين والخاشعين فمن جالس شخصاً سرت إليه صفاته من حيث لا يدري ويدل على إمكان تحصيل الحب وغيره من الأحوال بالأسباب قول رسول الله صلى الله عليه وسلم في دعائه اللهم ارزقني حبك وحب من أحبك وحب من يقربني إلى حبك۔

اب معلوم کرنا چاہئے کہ وجد کی دو قسمیں ہیں:

(۱)خود بخود دل پر ہجوم کرے (۲) بتکلف وجد کیا جائے اس دوسری صورت کو تواجد یعنی حال لینا کہتے ہیں۔

تواجد کی بحث:

تواجد میں اگر مقصود ریاء ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ میں ظاہر کرنا مقصد ہو حالانکہ واقع میں ان سے خالی ہے تو برا ہے۔ اگر اس لئے ہے کہ احوال شریفہ کا اس کے اندر حاصل ہوں اور ان کو کسب میں لایا جائے اسے وہ تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہے۔ تو اچھا ہے اس نظریہ سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے میں دخل ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید میں فرمایا کہ جسے رونا نہ آئے تو وہ رونی شکل بنائے اور بتکلف اظہار غم کرے کیونکہ یہ احوال اگرچہ ابتداء میں بتکلف

کئے جاتے ہیں مگر انجام میں ثابت اور متحقق ہو جاتے ہیں اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہے پہلے بڑے بتکلف سے یاد کرتا ہے اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن پر زور دے کر پڑھتا ہے مگر خوب یاد ہو جانے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہے کہ نماز وغیرہ میں غفلت کی حالت میں پڑھتا ہے اسی طرح کاتب پہلے لکھنے میں بڑی محنت کرتا ہے پھر جب مشق ہو جاتی ہے تو لکھنا طبعی ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہے اگرچہ دل دوسری فکر میں ڈوبا رہتا ہے۔

خلاصہ:

جب صفات کو نفس اور اعضاء قبول کرتے ہیں تو انکے اکتساب کی صورت اول میں یہی ہوتا ہے کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتی ہے اور آخر کو عادت سے عادت ہو جاتی ہیں اور یہی مراد ہے اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہے پس اگر احوال شریفہ کسی کے اندر مفقود ہوں تو ان سے ناامیدی نہ کرنی چاہیئے بلکہ چاہیئے کہ انہیں بتکلف راگ (سماع) سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عام طور پر میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ جس نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا حالانکہ پہلے سے عاشق نہیں تھا تو اس نے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اس کا ذکر ہمیشہ کرنا اور جو اس میں عمدہ باتیں اور اخلاق حمیدہ تھے ان کا بیان کرنا اور علی الدوام اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس پر عاشق ہو گیا اور عشق اس کے دل میں ایسا جم گیا کہ اس کی حد اختیار سے باہر نکل گیا۔ پھر اس نے اس کے بعد اس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا۔ تو اسی طرح اللہ کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق اور اس کی ناراضگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر انسان میں نہ ہوں تو چاہیئے کہ ان کے حصول کی تدبیر کرے اس طرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہوں ان کے پاس بیٹھ کر ان کے احوال دیکھا کرے اور ان کی صفات کو دل میں اچھا تصور کرے اور راگ (سماع) سننے میں ان کا شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاء وعاجزی کرے کہ وہ حالت مجھے بھی مرحمت فرما اور اس کے سامان میرے لئے مہیا فرما۔

فائدہ: ان احوال کے سامانوں (اسباب) میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ (سماع) سننے اور نیک بخت بندوں اور خوف خدا رکھنے والوں اور محبان اور مشتاقان کبریا اور خاشعین اللہ کے پاس بیٹھے اس لئے کہ جو کسی کے پاس بیٹھتا ہے اس کی عادات و صفات اس کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔

استدلال: محبت و دیگر احوال کے حصول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا دلیل ہے۔

آپ نے دعا میں فرمایا: الہیٰ مجھے عطا کر اپنی محبت اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرے اور اس کی محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔[1]

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں:

وطریق مشغول ساختن این بود کہ اول استخارہ اش می فرمودند بعد ازاں در خلوت شدے طلبیدند وشغلے از اشغالی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کہ در رسائل اکابر این سلسلہ مبین است می فرمود ونسبت بہ بعضے بعضے کیفیات از پیش خود براں مشغولی ہازائد میکردند چنانچہ در رسالہ کود کہ در بیان طرق نوشتہ اند دیزاد فرمودہ اند توجہے درباب وے میکروند وہمتے مصروف میداشتند اکثر طالبان در صحبت اول بیخود شدہ برجائے خود مے افتادند ودرآنہا اثرے از حرکت شعور نمی بود تاہرگاہ کہ صلاح حال آں ایں رسالہ راجامع در رقعات شریفہ نوشتہ است۔ رقعہ ۶۲ را او باید دید می دیدندراں بے کودی میگزاشتند واین حالت بر بعضے بانبوعی میگزشت کہ حاضران آنہا اموات خیال می کردند۔ باز بر عکس آں تصرف می کردند بہوش می آمد وقول الشیخ یحیی ویمیت بوضوع، می پیوست بعد از طریان این حالت بیخودی وبے شعوری اکثر از اخلاق ذمیمہ او مہذب نمی شود شکستے درکار خانہ وجود اوپیدا مے آمد چنانچہ مردم از چہرہ واپے بمعانی محصولہ او می بروند ابتدا۔ تغیر اد ضاع وسے امر نمی فرمودند بعد از چشتیدن لذت بیخودی او خود بوادی موفقت باد ضاع مرضیہ حضرت ایشاں می آمد ہم چنین بہر کہ مرحمت بیشتر می واشتند یا غلطی دراستعدادش میبوو بکرات تصرف بروی کردند و بحالت بیخودیش می بروند وآں قدر قدرت بود کہ اگر کسی رامیخواستند در یک روز بسر حد، فنا دفنائے فنا کہ مقارن رتبہ ولایت است میرسانید ونسبت بدوسہ کس این معنی دریافتہ شدہ ہرکسے راطریقے خاص پیش مے آمد بعضے را کشف وبعضے را ترقیات در مقام قرب وبعضے را تلون احوال و باز کشف ہم انواع بود کشف حقائق اشیاء وکشف توحید وکشف قبور چنانچہ ایں خط حضرت ایشان کہ درین باب بفرزند و برادر میاں شیخ احمد سرہندی مروم شدہ موئذ آنست۔

---

[1] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ۲، ص، ۴۱۸، ۴۱۷، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ) (ص، ۱۵۲۳ احیاء العلوم)

ترجمہ: طریقت میں مشغول کرنے کا طریقہ اس طرح تھا۔ کہ پہلے استخارہ فرماتے۔ پھر اس کو خلوت میں بلاتے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شغلوں میں سے جیسے کہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے رسالوں میں لکھے ہیں۔ کوئی شغل فرماتے۔ اور بعض کی نسبت ان شغلوں کے علاوہ بعض کیفیتیں اپنی طرف سے زیادہ بتلاتے۔ جن کو حضور نے اپنے رسالہ میں جو طریقوں کے بیان میں لکھا ہے۔ تحریر فرمایا ہے اور اس کے بارہ میں توجہ فرماتے اور ہمت صرف کرتے۔ اکثر طالب پہلی ہی صحبت میں بیخود ہو کر اپنی جگہ پر گر پڑتے۔ اور ان میں حرکت و شعور کا کوئی اثر باقی نہ رہتا۔ بعد اتنی دیر تک کہ جس میں اس کے حال کی بہتری دیکھتے۔ اسی بیخودی میں رہنے دیتے۔ یہ حالت بعض پر اس طرح گزرتی کہ حاضرین ان کو مردہ خیال کرتے۔ پھر جب اس کے برعکس تصرف کرتے تو ہوش میں آجاتے۔ گویا الشیخ یحیٰی ویمیت (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کا مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ اس حالت میں بیخودی اور بے شعوری کے طاری ہونے کے بعد طالب کے بہت سے برے اخلاق درست ہو جاتے۔ اور اس کے وجود کا کارخانہ زیروزبر ہو جاتا۔ چنانچہ لوگوں کو اس کے چہرہ ہی سے ان حاصل ہوئی باتوں کا پتہ لگ جاتا۔ اور پہلے ہی اس کو اپنی وضع کے تغیر و تبدل کرنے کا حکم نہ کرتے۔ بلکہ بیخودی کی لذت چکھنے کے بعد وہ خود ہی حضور کی پسندیدہ وضع کے موافق اپنی حالت بدل لیتا۔ اسی طرح جس پر زیادہ مہربانی اور شفقت فرمانی ہوتی تھی یا اس کی استعداد ناقص ہوتی۔ تو کئی بار اس پر تصرف فرماتے۔ اور بیخودی کی حالت اس پر طاری کرتے۔ اور اس قدر قدرت رکھتے تھے کہ اگر کسی کو چاہتے تو ایک ہی دن میں فناء اور فناء فنا تک جو رتبہ ولایت کے قریب ہے۔ پہنچا دیتے تھے۔ دو تین آدمیوں کی نسبت ایسا واقعہ معلوم ہو چکا ہے اور ہر ایک کو خاص خاص طریق حاصل ہو جاتا۔ بعض کو کشف اور بعض کو مقام قرب میں ترقیاں حاصل ہوتیں۔ اور بعض کا حال بدل جاتا۔ پھر کشف کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ کشف حقائق اشیاء کشف توحید اور کشف قبور۔ چنانچہ حضور کا یہ مبارک نامہ جو برادر میاں شیخ احمد سرہندی اور ان کے فرزندار جمند کی طرف اس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اسی امر کی تائید میں ہے۔[1]

پیر سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں :

فرمایا جذبہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک شخص اونچی کھجور پر چڑھا کسی آواز سے اسکو جذبہ ہوا نیچے گر پڑا مگر صحیح سلامت رہا دوسرا بغیر جذبہ کا شخص گرا اوہ مر گیا۔ جذبہ والے کو ٹھوں پر سے گر کر سلامت رہے مگر ناواقف کیا جانے۔ ابتدائی زمانے میں آپ کے حلقہ میں سخت جذبہ ہوا کرتا تھا لوگ اسی وجہ سے آپ کو جذبہ والا پیر کہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس پر

---

[1] (کلیات باقی باللہ ،یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات ،ص، ۶۰، ۵۹ ،ملک دین محمد اینڈ سنز ، اشاعت منزل بل روڈ ، لاہور) (مکتوبات خواجہ باقی ،فصل،دوم)

ان کی نظر پڑ جائے اس پر جن چڑھا دیتے ہیں بعض اہل جذبہ غلبۂ حال کی وجہ سے کوٹھے کے اوپر سے زمین پر گر جاتے تھے مگر کوئی ضرب نہ آتی تھی۔[1]

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ،، لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ کا طریقہ یہ تھا کہ جسے ذکر کی تعلیم دیتے' اثنائے تعلیم ذکر اس کے حال پر توجہ شامل کئے رکھتے۔ طالبوں میں سے کچھ تو مرغِ بسمل کی طرح خاک پر تڑپتے اور بعض اپنے آپ سے غائب ہو کر حیرت میں چلے جاتے اور بعض کو اسی کیفیت میں عالمِ مثال یا ارواح یا معانی منکشف ہو جاتا۔ تاہم آپ کی نظرِ تربیت انہی حالت صحو (بیداری و ہوش) میں لے آتی اور الشیخ یحیي ویمیت (پیر جلاتا اور مارتا ہے) کا مصداق ظاہر ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت شیخ بدیع الدین سے فرمایا۔ جاوضو کر' دو رکعت ادا کر کے آجا۔'' شیخ کہتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا۔ مجھے خلوت میں لے گئے' ذکرِ دل کی تعلیم فرمائی' توجہ دی حتیٰ کہ میں مستی و بے خودی سے زمین پر گر پڑا۔ لوگ مجھے اسی حالت میں اٹھا کر میرے گھر لے گئے۔ ایک دن کے بعد مجھے افاقہ ہوا۔ حضرات القدس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت میں لکھا ہے کہ ایک درویش نے بیان کیا جس پر جذب بے تعین کے آثار آزادگی و وارستگی کی علامت ظاہر تھیں کہ میں بنگال سے اکبر آباد آیا ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ بھی اس شہر میں تشریف فرما تھے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تعلیمِ ذکر کی درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور تلقین کی۔ اسی دوران مجھ پر اتنی توجہ اور تصرف فرمایا کہ مجھ پر ایک خاص حالت طاری ہو گئی' میں اسی رات وہاں سے دیوانہ وار باہر آیا۔ دشت و صحرا میں گھومتا رہا' مدتوں کوہ و بیابان میں پھرتا رہا۔ مجھے نیند' آرام و سکون اور کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا۔ کیا بتاؤں کہ میں نے اس دوران کیا دیکھا اور کن چیزوں تک پہنچا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے احوال و مقامات میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نے مولانا محمد سے فرمایا اچھی طرح سے سمجھ لو کہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ مولانا محمد' حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت نے ان پر الطاف فرمایا۔ اس وقت خواجہ نے فرمایا: اے مسلمان اس جگہ بھی کیا وقت تھا' کووں کا باغ ہے۔'' مولانا محمد رونے لگے کپڑے پھاڑ دیئے اور بہت زیادہ بے قراری و اضطراب کا اظہار کیا۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھا رہے تھے۔ مقتدیوں میں ہیبت ظاہر ہوئی اور آپ نے ہر نمازی میں اس طرح تصرف کیا کہ وہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے سوائے ایک شخص کے جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔ خواجہ یوسف کے باغ

---

[1] (مقامات فضلیہ، ص، ۲٦)

میں ستر آدمی تھے' ہر ایک پر حالت طاری تھی۔ بعض رو رہے تھے اور بعض زمین پر تڑپ رہے تھے کچھ صحرا کی طرف نکل گئے تھے۔ خواجہ بزرگ کے نواسے خواجہ حسن قدس سرہما کے حالات میں درج ہے کہ جو شخص بھی آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرتا' گرپڑتا اور وہ غیبت وبے خودی کی دولت سے مالامال ہوتا۔ سننے میں آیا کہ ایک روز صبح سویرے گھر سے باہر آئے' آپ پر خاص کیفیت طاری تھی۔ جس کی نظر بھی آپ پر پڑتی اس پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ بے خود ہو کر گرپڑتا۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ۔[1]

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ،، لکھتے ہیں :

حضرت نے فرمایا "کہ جس چیز سے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے منع فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وجد وتواجد جو کہ اختیار سے ہو۔ یا سماع ورقص کے ساتھ ہو۔ آپ نے مطلق وجد سے منع نہیں فرمایا اس لئے کہ بے اختیار وجد' اس طریقہ عالیہ کے بہت سے بزرگوں سے ثابت شدہ ہے۔" ملا عبد الصمد نے کہا: اگر بے اختیار ہو تو ایک آدمی یا دو آدمیوں کو ہو گا۔ نہ یہ کہ سب کا احاطہ کرے۔" ہمارے حضرت نے فرمایا: بعض کی تاثیر سے سب کو وجد ہو جاتا ہے اور ایک دو کی تخصیص نہیں ہے۔ آپ نے مقامات کی یہ عبارت نہیں سنی کہ آپ کی یہ عنایت عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مرشد شاہ آفاق صاحب مرحوم کے پیر بھی اتنی قوی تاثیر رکھتے تھے جو بیان میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ شاہ جمال اللہ صاحب خلیفہ شاہ قطب الدین صاحب خلیفہ حضرت محمد زبیر صاحب رحمتہ اللہ علیہم کی اتنی تاثیر تھی کہ اگر یہ پرندے پر نظر ڈالتے تھے تو وہ مرغِ نیم بسمل کی طرح اوپر سے نیچے گر جاتا تھا۔ مریدوں اور مخلصوں کے بارے میں کیا کہوں؟ مقصد یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر بر سبیلِ عموم تھا اور سب بے اختیار ہوتا تھا۔" ملا عبد الصمد نے کہا:"حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے طریقے میں نہیں ہے۔" چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: آپ اپنی رائے کو ہمارے حضرت پر ترجیح دیتے ہو۔ ہمارے حضرت صاحب نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کا معنیٰ بیان فرما دیا ہے اور مقامات کے احوال بھی آپ کو سنوا دیئے ہیں' آپ نے تطبیق بھی بیان کر دی ہے کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اس وجہ سے منع کیا ہے جو خود اختیار سے باہر ہو یا مجلسِ سماع وغیرہ میں نامشروع ہو۔ چنانچہ حضرت مجدد کے وقت مشائخ ایسا کرتے تھے۔ حاجی صاحب' ہمارے حضرت کے خلیفہ ہیں ۔ حضرت صاحب قبلہ نے انہیں قبول کیا ہے۔ آپ انکار کرنے والے کون ہوتے ہیں ؟" ملا عبد الصمد بولا: "ہم حاجی صاحب کا انکار نہیں کرتے' وجد وتواجد کا انکار کرتے ہیں ۔" چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: "آپ نے کیسے جانا کہ حاجی صاحب کے مرید سب بااختیار کرتے ہیں۔ آپ نے ان کے وجد وتواجد کو کشف سے جانا' یا ان کے دلوں کو چیر کر جانا یا آپ مسلمانوں سے بدگمانی کرتے ہیں؟" ملا عبد الصمد نے کہا: "میں نے جانا جس طرح بھی

---

[1] (تحفۂ زواریہ در انفاس سعیدیہ، مکتوب،، ص،، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، کراچی) (تحفۂ زواریہ، ص، ۹۸)

جانا۔" چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: "آپ نے کسی طریقہ سے بھی نہیں جانا' یونہی جھگڑا کرتے ہو حسد سے۔" ملا عبد الصمد نے کہا: "نہیں نہیں' میں بحیثیت مسلمان امر بالمعروف کرتا ہوں' کسی سے مخاصمت و جھگڑا نہیں کرتا۔" چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: "یہ کون سا امرِ معروف ہے سبحان اللہ' امرِ معروف ایک بار نرمی سے کہنا ہوتا ہے کہ یہ بات خلافِ شرع ہے۔ ما علی الرسول الا البلاغ نصِ قطعی ہے۔ جھگڑا کرنا تو امرِ معروف نہیں' باوجودیکہ حضرت صاحب سمجھا رہے ہیں' آپ نہیں سمجھ رہے اور علم بھی نہیں رکھتے۔ فارسی عبارت صحیح آتی نہیں۔ آپ مکتوباتِ قدسی آیات کو کس طرح سمجھتے ہیں۔ مکتوبات اس قسم کی کتاب ہے کہ علما و عرفاء اس کے سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں۔ آپ نے مکتوبات کس طرح پڑھے ہیں؟ اور کس شخص نے آپ کو یہ معنی سمجھائے ہیں۔ مکتوبات کی سند بیان کیجئے تاکہ حقیقت معلوم ہو۔" ملا عبد الصمد نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور کہا: خیر میں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد چھوٹے مخدوم زادہ نے ملا عبد الصمد کے ساتھیوں ملا مرزا محمد اور فرزند ملا یار محمد سے کہا: آپ بھی سمجھ جائیے کہ ہمارے حضرت صاحب کیا فرماتے ہیں۔" اس سے پہلے یہ دونوں ملا عبد الصمد کی تائید و موافقت کرتے تھے۔ دونوں نے مخدوم زادہ سے کہا۔ حضرت کا کلام سچ ہے ہم نے قبول کیا۔ مخدوم زادہ نے پھر کہا: اپنے ان صاحب کو بھی سمجھائیے۔ ملا عبد الصمد نے پھر مکتوبات لئے اور اس مکتوب کو جو پیرزادوں کے نام ہے پڑھنا شروع کیا' حتیٰ کہ اس جگہ تک پہنچا جہاں مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ نامشروع ہے۔ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا: "اس کا مطلب بیان کیجئے کہ نامشروع امور کون سے ہیں؟" ملا عبد الصمد نے کچھ نہ کہا۔ اور پھر مکتوب پڑھا۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمایا: مطلب بیان کرو کہ امورِ نامشروعہ کون کون سے ہیں۔ مطلب نہیں سمجھتے ہو اور عبارت پڑھتے جاتے ہو۔ آخر عقل بھی رکھتے ہو؟" چھوٹے مخدوم زادہ نے کہا: "اس سے ہرگز انکار نہ کرو۔ اسی سلسلہ سے فیض لینا اور اسی کا انکار کرنا کب جائز ہے؟" اس کے بعد ملا عبد الصمد تھوڑی دیر خاموش رہے اور رخصت ہو گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا: "ہمارا مقصد یہ تھا کہ باہم جھگڑا نہ کریں اور باہم دوست رہیں۔"[1]

حضرت مولانا شیخ شاہ احمد سعید مجددی فاروقی، قدس اللہ سرہ،، لکھتے ہیں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے دلوں پر وارد ہوتا تھا جو بیتابیوں' اضطراب اور ولولہ و نعرہ کا باعث ہوا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے نعرے احوال صوفیہ کے عجائب میں بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی صحبت میں میر نعمان' مرزا مراد بیگ اور رحم اشرف یہ دونوں اسی طریقہ سے استفادہ کرتے تھے۔ نعرے آہ اور بہت تابیاں حاصل ہوتی تھیں۔ حضرت میر ابودل نقشبندی کے خاندان (سلسلہ) میں آہ و نالہ بہت ہے اگر مولانا خالد کے

---

[1] (تحفۂزواریہدرانفاس سعیدیہ،مکتوب،،ص،،خواجہپرنٹرزاینڈپبلشرز، کراچی)(تحفۂزواریہ،ص،۱۰۸)

ساتھیوں میں یہ معاملہ ظاہر ہو تو یہ مولانا خالد کا ہنر وخوبی ہے نہ کہ ناواقفوں کے لئے جائے طعن۔ ہمارے پیغمبر سے یہ فیوض‘ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ حضرت خواجہ نقشبند کے اصحاب کی پشت میں استہلاک (فنا) اور اضمحلال نے سرایت کیا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حضرت مجدد کے باطن پر وارد ہوا۔ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے ان تحریر کردہ حالات کی جامع اور ان کی کیفیات کی شامل صحابہ کرامؓ کی پشتیں ہیں جن سے عالی ’لطیف‘ بے رنگ ذاتی دائمی تجلی نکلتی ہے اور تمام بدن کو جذبات وواردات پہنچاتی ہیں۔ جو عالمِ امر اور عالمِ خلق کے تمام لطائف سے برتر ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ [1]

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں

روزی ((حضرت فاروق))۔ رضی اللہ عنہ۔ شتر سوار بہ کوچہ می گذشتند۔ قاری این (آیہ) کریمہ راخواند: (إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ، مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ) (طور/۷۔۸) از استماعِ این، از ہوش رفتند واز شتر، بی خود بہ زمین افتادند۔ از آنجا برداشتہ، بہ خانہ بردند وتامدتی ازآن درد بیمار افتادند کہ مردم بہ عیادت ایشان می آمدند۔ آری! در توسطِ احوال در مقام فنا، نسیان از دنیا وآخرت میسر می گرد۔

ایک روز سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہو کر گلی سے گزر رہے تھے کہ قاری نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ، مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ، (طور/۷۔۸)

ترجمہ: بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

تو آپ اس آیت کے سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ اور اونٹ سے بے خود زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لایا گیا۔ اور ایک مدت تک اس درد کی وجہ سے بیمار رہے۔ اور لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔ ہاں مقام فنا میں حالات کے درمیان دنیا وآخرت سے فراموشی میسر آتی ہے۔ [2]

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ لکھتے ہیں :

و للولایۃ درجات بعضھا فوق بعض اذ علیٰ قدم کل نبی و لایۃ خاصۃ و اقصیٰ درجاتھا ھی التی علیٰ قدم نبینا علیہ و علی جمیع اخوانہ من الصلوات اتمھا و من التحیات اکملھا اذ التجلی الذاتی الذی لا اعتبار فیہ للاسماء و الصفات و الشئون و الاعتبارات لا بالایجاب و لا بالسلب مخصوص بولایۃ علیہ الصلوٰۃ و السلام و خرق جمیع الحجب الوجودیۃ و الاعتباریۃ علماً و عیناً یتحقق فی ھذا المقام فح یحصل الوصل عریاناً و یتحقق الوجد حقیقۃً لا حسباناً

---

[1] (تحفۂ زوارید در انفاس سعیدیہ، مکتوب،، ص،، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، کراچی) (تحفۂ زواریہ، ص، ۱۱۸)
[2] (مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۳۰۲، ج، ۱، ص، ۶۴۷ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تھران)

و اللکمل من متابعیه علیه الصلوۃ و التحیة نصیب کامل و حظ و افر من هذا المقام العزیز و جودہ فعلیکم باتباعه صلی اللہ تعالیٰ علیه و اٰله و سلم ان کنتم متوجھین الیٰ تحصیل هذہ الدولة القصویٰ و تکمیل هذہ الدرجة العلیا۔

کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون و اعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے، اور علم و عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادرالوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔ تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔[1]

محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

مرشدے میر محمد نعمان ابقاہ اللہ شنودم یکبار شیخ مذکور بر بام مسجد فیروز آباد با چندین از یاران نشستہ بود کہ ناگاہ ویرا کیفیت و بیخودی غالب شد از سکر و جوش نعرہ خروشی زد و دون شد نزدیک بود کہ از لب بام مسجد کہ از انجا تا بزمین قریب چہل گز باشد بیفتد کہ یکی از حاضران دست و کمر او را بگرفت محکم بالجملہ شیخ از خوبان روزگار ست و از ارباب فنا و نیستی و انکسار و از غیبت، خیر و شر یر و عیب جوئی غنی و فقیر برکنار و از مجاوران مزار فایض الانوار۔

حضرت سیدی و مرشدی میر محمد نعمان (اللہ انہیں باقی رکھے) سے میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ مذکور، مسجد فیروز آباد کی چھت پر اپنے چند احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک شیخ کو کیفیت اور بیخودی طاری ہو گئی۔ چنانچہ سکر اور جوش سے نعرہ مارنے لگے اور دوڑنے لگے۔ قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے کہ وہاں سے زمین چالیس گز تھی گر پڑے۔ لیکن حاضرین میں سے ایک شخص نے ان کا ہاتھ اور کمر مضبوطی سے پکڑ لی۔ الغرض، شیخ مذکور اپنے زمانے کے بہت اچھے لوگوں میں سے ہیں، اچھے ارباب فنا و نیستی و انکساری میں سے ہیں۔ اچھے برے لوگوں کی غیبت اور امیر و فقیر کی عیب جوئی سے الگ تھلگ ہیں۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے مزار فائض الانوار کے مجاوروں میں سے ہیں۔[2]

[1](مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۱، ج ۱، ص ۱۰۰، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)
[2](برکات احمدیه، نام دگر زبدة المقامات، ص ۸۸)

جذب ،وجد اور حرکت لطائف کے بیان میں

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

ید بالجملہ ہر کہ بصحبت ایشان می رسید از اثر صحبت و تصرف ایشان از فقرا و اغنیا و اہل غفلت و ارباب حضور، جذبہ و سکرے در وے استیلامی یافت کہ از غلبہ آن مستی جامہا پارہ کردے و چون مرغ نیم بسمل بر زمین طپیدے وگاہ سی چہل کن یکبار بے طاقتی می کردند و بے اختیار ہر زمین می افتادند بلکہ نظارگیان چو صوفیان و منکران مانند معتقدان از مدہوشی وبی خودی بر زمین می غلطیدند و می طپیدند و کاروبار تصرف آن بزرگوار بجائے رسیدہ کہ بسیارے از مریدان مشائخ عظام کہ دران شہر بودند بے اختیار گشتہ داخل ربقہ ارادت ایشان شدند و بسیارے فاسقان بصلاح آمدند و بسیارے از ہوشیاران بادۂ بیخودی وجذبہ چشدند۔

فقیر و امیر اور اہل غفلت یا اہل حضور پر آپ کی صحبت اور تصرف کا اثر سے اس قدر جذب و مستی کا غلبہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے کپڑے پھاڑ دیتے تھے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپتے تھے اور کبھی کبھی تیس چالیس آدمی یکبارگی ہوش کھو بیٹھتے اور زمین پر گر پڑتے بلکہ دیکھنے والوں میں سے بھی صوفیہ اور منکر بھی معتقدوں کی طرح مدہوشی اور بے خودی سے زمین پر لوٹتے تھے اور تڑپتے تھے میر صاحب کے تصرفات اس حد تک ہوتے کہ دوسرے مشائخ کے مرید بھی جو اس شہر میں تھے بے اختیار ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور بہت سے فاسق بھی اصلاح پذیر ہو گئے اور بہت سے ہوش والے بیخودی اور جذب سے سرشار ہو گئے۔[1]

اثباتِ وجد اور حال کے حق میں قرآنی آیات مبارکہ

اثبات میں قرآنِ مجید کی ان آیات کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے مفسرینِ کرام نے وجد اور حال کے حق میں دلائل پیش کئے۔

آیت نمبر ۱: اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (سورہ زمر: آیت: ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہری بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی رغبت میں۔ یہ اللہ کی ھدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھلانے والا نہیں۔

[1] (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۳۰۳، ص، ۳۲۵ ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

تفسیر جلالین میں تقشعر کا معنٰی ترتعد (کانپنا، لرزنا) تحریر کیا ہے تفسیر مدارک میں تقشعر کا معنی تتحرک اور تضطرب تحریر کیا ہے تفسیر مدارک میں تحریر کیا گیا ہے کہ کھال کی حرکت کے ساتھ اعضاء کی حرکت اور ان کا لرزنا عین وجد اور حال ہے اس آیت کریمہ سے وجد اور حال ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر مظہری جلد نمبر ۸: ص:۲۰۸ اور روح البیان جلد نمبر ۸: ص:۹۹ میں وجد اور حال کے اثبات کے حوالے سے استدلال کیا گیا ہے۔ تفسیر مظہری میں بے ہوش ہونے کو حال اور وجد حقیقی اہل تصوف کیلئے اس آیت مبارکہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سب کا انکار کرنے کے جوابات مدلل طور پر اسی آیت کریمہ سے دیئے گئے ہیں امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انکار کا جواب بھی اسی آیت کریمہ سے مدلل طور پر آئیگا۔ ان شآء اللہ۔

آیت نمبر ۲: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۴۳)

اور جب موسٰی ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہر گز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسٰی گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

پس جب پہاڑ اور جلیل القدر نبی حضرت موسٰی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تجلیات برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھ سکے بالخصوص جب اصل اور خالص تجلی بغیر ظل (سایہ) کے تھی تو فقرائے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ کس طرح برداشت کر سکیں گے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں منتہی پر بھی اصل اور خالص تجلی بغیر ظل کی جب پڑ جائے تو اس پر بھی حیرت اور گر جانا، بے ہوشی کا طاری ہونا لازمی ہے۔ اس کے بناء چارہ نہیں بلکہ منتہی بھی مغلوب الحال ہو جاتا ہے۔ صرف ایک ذات اقدس حضرت رسول اکرم ﷺ ہی ہیں جو کہ شب معراج ذات باری تعالیٰ کی رُؤیت سے مشرف ہو کر بھی برداشت کر سکے اور بال برابر بھی نہ ہلے اس لئے کہ ایسی استعداد آپ ﷺ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں۔ (مکتوبات مجددیہ) تو بہت سے اولیاء کرام تابعین پر غشی طاری ہو جاتی ہے اسی طرح کی مثالیں پہلے بھی بیان کی جا چکی ہیں اور مزید تفصیل انشاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

منتہی لوگوں پر بھی یہ حال (جریان الدموع او اقشعرار الجسد) وارد ہوتا ہے مگر ان کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہوتے ہیں اور ان کا جسم حرکت میں آجاتا ہے۔ (کمافی المظھری)

آیت نمبر ۳: ”واختار موسیٰ قومه سبعین رجلا لمیقاتنا ان موسیٰ ن اختار سبعین رجلا من اشراف قومه و نجباء هم اهل الاستعداد و الصفاء و الارادة و الطلب و السلوک (فلما اخذتهم الرجفة) ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طریان بوراق الانوار و ظهور طوالع تجلیات الصفات من اقشعرار الجسد و ارتعاده و کثیرا ما تعرض هٰذا الحرکة للسالکین عند الذکر او سماع القرآن او ما یتاثرون به حتی تکاد تتفرق اعضاؤهم و قد شاهدنا ذالک فی الخالدین من اهل الطریقة النقشبندیة و ربما یعتریهم فی صلاتهم صیاح معه فمنهم من یستانف صلاته لذالک و منهم من لا یستانف و قد کثر الانکار علیهم و سمعت بعض المنکرین یقولون ان کانت هٰذه الحالة مع الشعور و العقل فهی سوء ادب و مبطلة الصلاة قطعا و ان کانت مع عدم شعور و زوال عقل فهی ناقضة للوضوء و نراهم لا یتوضؤون۔ و اجیب بانها غیر اختیاریة مع وجود العقل و الشعور و هی کالعطاس و السعال و من هنا لا ینتقض الوضوء بل و لا تبطل الصلٰوة۔ و قد نص بعض الشافعیة ان المصلی لو غلبه الضحک فی الصلٰوة لا تبطل صلٰوته و یعذر بذٰلک فلا یبعد ان یلحق ما یحصل من آثار التجلیات الغیر الاختیاریة بما ذکر و لا یلزم من کونه غیر اختیاری کونه صادرا من غیر شعور فان حرکة المرتعش غیر اختیاریة مع الشعور بها و هو ظاهر فلا معنی للانکار۔“

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ۷۰ افراد ہمارے وعدے کیلئے منتخب کئے پس جب ان کو کپکپاہٹ نے پکڑ لیا۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں روح المعانی جلد ثالث میں تحریر فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے (۷۰) ایسے آدمی منتخب کئے جو کہ شریف، بزرگ، صاحبِ استعداد، مریدین حق، اصحاب طلب اور اہل سلوک تھے پس جب ان کو رجفہ نے پکڑ لیا یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا جو کہ فنا کی صعقہ کی ابتداء میں پیش آتی ہے انوار رحمانیہ کے نزول اور صفات کی تجلیات کے ورود کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے جس اثر سے بدن اقشعرار الجسد حرکت اور اضطراب میں آتا ہے اور اکثر اوقات میں یہ حالت سالکین طریقت کو ذکر اور تلاوت قرآن کے وقت پیش آتی ہے اور جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں (یعنی توجہ اور نعت خوانی) اس کے سننے سے بھی یہ حالت پیش آتی ہے جو کہ اسباب تاثیر میں داخل ہیں۔ یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ ان کے اعضاء بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولٰینا خالد قدس سرہ کے مریدین میں مشاہدہ کی ہے اور بعض اوقات ان کو نماز میں بھی حرکات کے ساتھ صیاح (چیخ و پکار) بھی پیش آتے ہیں۔ پس بعض نماز اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں کرتے اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے اور بعض منکرین سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کیلئے قطعی طور پر باطل کرنے والی ہے اور اگر عقل اور شعور زائل ہونے کی وجہ سے ہے تو پھر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور یہ سالکین وضو کا اعادہ بھی نہیں کرتے لیکن میں اس اعتراض مذکورہ کے جواب میں کہونگا۔ کہ

نماز میں یہ حالت مذکور (یعنی حرکات اور صیاح) غیر اختیاری ہے اور یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود پیش آتی ہے اور اس کی مثال کھانسی اور چھینک کی طرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتی ہے اس لئے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہے اور شوافع نے کہا ہے کہ اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے اور نمازی اس صورت میں معذور سمجھا جائیگا۔ بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جائے اور عدم فساد صلوٰۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کے غیر اختیاری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا لازم نہیں کیونکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری ہے لیکن غیر شعوری نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ عقل اور شعور موجود ہوتے ہیں اور یہ تو ظاہر باہر کا معاملہ ہے۔ پس اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[1]

آیت نمبر ۴: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (سورہ الانفال: آیت: ۲)

ترجمہ: بے شک مومن وہ ہے جب اللہ کا ذکر ہو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ وجد ثابت کرتی ہے اسلئے کہ خوف اور خشیت طاری ہو جانا ذکر الٰہی کے وقت یہ بھی وجد ہی کی ایک قسم ہے جو اس سے پہلے وجد کی اقسام میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تفصیلاً ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے۔

آیت نمبر ۵: لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ (سورہ حشر: آیت: ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو پہاڑ پر تو تم اس پہاڑ کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

یہ آیت کریمہ اثبات وجد پر صریح دلیل ہے جب قرآن کریم کی نزول سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے تو چاہئے کہ انسان کے بدن اور دل پر بھی اس کے آثار طاری ہوں یعنی خوف اور خشیت کے آثار طاری ہو جیسے رونا، بے ہوش ہونا، لرزہ طاری ہونا، یا دیگر احوال جو وجد کی اقسام میں درج کی جاچکی ہے۔

آیت نمبر ۶: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿المزمل ۱﴾

اے وہ شخصیت جو لباس نبوت سے آراستہ وپیراستہ ہو۔

یہ آیت کریمہ بھی وجد ثابت کرتی ہے۔ جیسے بخاری شریف (باب کیف کان بدأالوحی الی رسول اللہ ﷺ) حدیث اور کتاب التفسیر حدیث سے واضح ہے اور پہلے اسباب وجد اور اقسام وجد میں بیان ہو چکا ہے۔ تفصیل ان شاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

آیت نمبر ۷: يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿المدثر ۱﴾

اے بالاپوشی زیب تن کرنے والے۔

---

[1] (تفسیر روح المعانی: ج۳ ص ۱۵۵ سورۃ اعراف)

اس آیت کریمہ سے بھی وجد کی اثبات پر استدلال بعینہ (یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ) کی طرح استدلال ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری دیگر آیات مبارکہ موجود ہیں جن سے استدلال ثابت ہوتا ہے۔

وجد اور حال کے اثبات میں احادیثِ نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہ ٔکرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور آئمہ ٔ دین رضی اللہ عنہم

اس باب میں ان احادیث اور آثار کا تذکرہ کیا جائیگا جن سے وجد اور حال کا ثبوت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ا: امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف کے پہلے باب (کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللہ ﷺ)میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

فجائه الملک فقال اقرأ فقال فقلت ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری، قال فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرم۔ فرجع بها رسول اللہ ﷺ یرجف فواده (وفی روایة ترجف بوادره) فدخل علی خدیجة بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنها فقال زملونی زملونی حتی ذهب عنه الروع۔[1]

ترجمہ: اس کے بعد میرے پاس فرشتہ آیا اور فرشتے نے کہا: پڑھئے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس فرشتے نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ ملا کر زور سے بھینچا۔ یہاں تک کہ مجھے مشقت میں ڈالا۔ پھر علیٰحدہ کیا۔ پھر کہا: پڑھئے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر مجھے اپنے سینے کے ساتھ ملا کر زور سے دبایا۔ یہاں تک کہ مجھے مشقت میں ڈالا۔ پھر سینے سے علیٰحدہ کیا۔ پھر کہا: پڑھئے! میں نے جواب دیا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر سینے کے ساتھ ملا کر زور سے دبایا اور کہا: پڑھئے! اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ ﴿العلق ۳﴾ الَّذِی۔۔۔(پڑھو! اس ذات کے نام کے ساتھ جس نے پوری مخلوق کو پیدا کیا اور انسان کو خون کے لوتھڑے کے ٹکڑے سے پیدا کیا۔ اس رب کے نام پر پڑھو جو کریم ہے) پس اللہ کے رسول ﷺ ان آیات مبارکہ کو لے کر واپس تشریف لائے تو آپ کا قلب مبارک حرکت کر رہا تھا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: میرے اوپر کپڑے ڈالو۔ (دو مرتبہ فرمایا) یہاں تک کہ وہ خوف، رُعب اور ہیبت رخصت ہوئی۔ جیسے شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ا ص ۲۰۴

[1] (بخاری ۳: ا باب بداالوحی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر جبریلِ امین نے توجہ کی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک، سینہ مبارک کا ہلنا وجد کے باعث ہے اور جبریلِ امین کی توجہ وحی کی منتقلی کے لئے تھی۔

یہاں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ ساری کائنات میں سب سے بڑے روحانی پیر، روحانی شخصیت حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے (تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کیلیئے) جیسے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "المبدا والمعاد" میں ذکر کیا ہے کہ یہ توجہ باطنی کمالات اور درجات کے بلند کرنے کیلیئے نہیں تھی بلکہ یہ مناسبت کیلیئے تھی۔ انسان اور فرشتے کے درمیان۔ اور جبریلِ امین علم ظاہر کے استاد تھے مگر علم باطن کی کامل شخصیت اور پیشوا حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔

اس حدیث کے مضمون کے مطابق "کنت نبیا و آدم بین الروح الجسد و فی روایۃ بین الماء و الطین" عالمِ ارواح میں سید الانبیاء ﷺ نورِ مجسم تمام ملائکہ اور تمام مخلوقات اور تمام اولیائے کرام کی ارواح کو معرفتِ خداوندی عطا کرنے والے توجہ دینے والے اور خبر کرنے والے بلکہ تمام ارواح کو بھی سید الانبیاء ﷺ نے توجہ باطنی دی اور ان کو سید الانبیاء ﷺ نے خبر دی مگر بات اتنی ہے کہ جس روح نے عالمِ ارواح میں استفادہ کیا تو عالمِ اجساد میں بھی اسے ہدایت قبول کرنے کا موقع ملا۔ اور جو وہاں محروم رہا اس دنیا میں بھی محروم رہا۔ معاذ اللہ۔

حضرت عبد الرحمن بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ازل کے دن کسی نے کمایا اور کسی نے گنوادیا۔

مقصد یہ ہے کہ تمام کائنات کیلیئے علمِ باطن کے استاد اور پیشوا حضرت رسول اکرم ﷺ ہیں۔ اور علمِ ظاہر کے استاد حضرت جبریلِ امین علیہ السلام ہیں لیکن چونکہ علمِ باطن کے استاد کا مرتبہ علمِ ظاہر کے استاد کے مرتبے سے بلند اور اعلیٰ ہے جیسا کہ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "المبدا والمعاد" میں لکھا ہے کہ علمِ باطن اشرف ہے بہ نسبت علم ظاہر کے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا حق مبارک جبریلِ امین علیہ السلام کی نسبت بلند ہے اس حدیث مبارکہ میں جبرائیل علیہ السلام کا حضور ﷺ سے معانقہ کرنا اور علیٰحدہ ہو جانا اس سے توجہ ثابت ہوتا ہے اور یہ توجہ علمِ باطنی کے لئے نہیں تھی کیونکہ نبوت اور علمِ باطن حضور ﷺ کو پہلے ہی حاصل تھا جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ بلکہ یہ توجہ صرف مناسبت کے لئے تھی اور وحی الٰہی جبریلِ امین سے اخذ کرنے کیلیئے تھی۔

الغرض مذکورہ صورت روایت وجد اور حال ثابت کرتی ہے۔ جو صاحبِ بصیرت لوگوں پر مخفی نہیں۔

حدیث نمبر ۲: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی باب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

ولقد رأیتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ لیتفصد عرقا۔[1]

ترجمہ: یقیناً میں دیکھتی تھی کہ رسول اکرم ﷺ پر سخت سردی کے دنوں میں وحی نازل ہوتی اور فرشتہ واپس چلا جاتا تو حضور ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ کے قطرات نمودار ہوتے۔) اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر وحی کی تاثیر اور ثقل کے باعث گرمی کی کیفیت اور پسینہ آنا حالانکہ سخت سردی کا موسم ہوتا۔ سخت سردی میں حرارت کی کیفیت اور پسینے کے قطرات کا نمودار ہونا۔ یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے گرمی اور حرارت جیسے وحی اور تاثیر ملائکہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام مشائخ عظام کی صحبت میں اور ان سے ملاقات کے وقت میں انوار الٰہیہ اور تجلیات ربّانیہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی وجد اور حال کا ثبوت واضح ہے۔

حدیث نمبر ۳: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب التفسیر میں باب قولہ تعالیٰ (فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید۔الآیۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قال لی اقرأ علی قلت اقرأ علیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعہ من غیری فقرات علیہ سورۃ النساء حتی بلغت (فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدًا) قال امسک فاذا عیناہ تذرفان۔[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) قرآن کریم تو خود آپ کی ذات اقدس پر نازل ہوا ہے تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا مجھے پسند ہے کہ میں دوسروں سے تلاوت سنوں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت کی یہاں تک کہ اس آیت مبارکہ پر پہنچے: (فکیف۔۔۔) تب آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ: میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کی جانب دیکھا۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی وجد کا ثبوت واضح ہے۔ اس لئے کہ رونا وجد کی انواع میں سے ایک نوع ہے جو پہلے اقسام وجد کے تذکرہ میں ذکر ہو چکا ہے۔

---

[1] (رواہ البخاری)

[2] (بخاری ج ۲ ص ۶۵۹ کتاب التفسیر)

حدیث نمبر ۴: اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شمائل ترمذی کے (باب ما جاء فی بکاء النبی ﷺ) میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے:

قال انکسفت الشمس یوما علی عهد رسول الله ﷺ فقام رسول الله ﷺ یصلی حتی لم یکد یر کع ثم رکع فلم یکد یرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسه فجعل ینفخ و یبکی الخ۔[1]

ترجمہ: ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا آپ ﷺ نماز کیلئے اٹھے اور اتنا لمبا قیام فرمایا کہ محسوس ہوا کہ رکوع ہی ادا نہ فرمائینگے بعد ازاں رکوع ادا فرمایا رکوع بھی طویل فرمایا قریب تھا کہ سر مبارک حالت رکوع سے اٹھانہ فرمائینگے پھر سر مبارک اٹھایا اور پھر بہت دیر کھڑے رہے پھر سجدہ ادا فرمایا سجدہ بھی نہایت طویل فرمایا اور سجدوں کے درمیان جلسہ بھی نہایت طویل فرمایا۔ پھر دوسرا سجدہ ادا فرمایا یہ بھی طویل سجدہ تھا سجدے میں حضور ﷺ اوہ اوہ فرما رہے تھے اور گریہ وزاری جاری تھی۔ ایسا رونا کہ جس سے رونا حاصل ہو جائے یہ بھی عین وجد ہے جیسا کہ فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت نماز میں اللہ کے خوف یا جنت یا دوزخ کے خیال سے روتا ہے اور رونے میں اف وآہ کرتا ہے یا الفاظ حاصل ہوتے ہیں اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ خوف عین اللہ کا خوف ہے اور یاد الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اور ابوداوٗد شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں: (ثم نفخ فی آخر سجوده فقال اُف اُف) حضور اکرم ﷺ نے حالت نماز میں اف اف کہا۔ آپ ﷺ کا حالت نماز میں اف اف کرنا کثرت خشیت کیوجہ سے ہے۔ اس حدیث سے بھی وجد ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی وجد کی ایک نوع ہے۔

حدیث نمبر ۵: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں حضرت مطرب بن عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے: قال اتیت رسول الله ﷺ و هو یصلی و لجوفه ازیز کأزیز المرجل من البکآء۔ وفی روایة ازیز الرحیٰ۔ (وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے قریب حاضر ہوا تو آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ابلتی ہوئی ھانڈی کی طرح آواز آرہی تھی جو کہ آپ ﷺ کے گریہ کے سبب تھی۔)[2]

دوسری روایت میں یہ ہے کہ چکی کے گھومنے کی طرح آواز خارج ہو رہی تھی۔

[1] (رواہ الترمذی: ۱۶۹)

[2] (رواہ الترمذی)

فتح القدير شرح هداية: باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها (ج: ٦ ٣٤٦: ١) میں اس حدیث شریف سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ:

قَالَ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: الْأَنِينُ وَالْبُكَاءُ وَالتَّأَوُّهُ يَقْطَعُ مُطْلَقًا إذَا حَصَلَ مِنْهُ حَرْفَانِ. وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَلِصَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ وَبِأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَحْصُلُ الْحُرُوفُ لِمَنْ يَصْغَى "۔

یہ حدیث مبارکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہ اوہ اور رونا مطلقا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ جب ان سے حروف حاصل ہو جائیں حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ھانڈی کے ابلنے سے حروف ضرور حاصل ہوتے ہیں اگر کوئی شخص کان لگا کر سن لے۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے وجد ثابت ہوتا ہے اور عین حالت نماز میں رونا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ (جریان الدموع او اقشعرار الجسد) یعنی آنسوؤں کا جاری ہونا اور جسم کا لرزنا غالبا حال ہے منتہی لوگوں کا اور ابتداء اور درمیان میں بہت سارے احوال وارد ہوتے ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ منتہی لوگوں پر بھی کئی قسم کے احوال وارد ہوتے ہیں جسکی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

رونے کی فضیلت اوراسکی اقسام

رونا بھی جذب کی قسموں میں سے ایک اعلیٰ قسم ہے

محدث شیخ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ رونے کے اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

البکاء من الحزن هو بکاء داؤد علیہ السلام وبکاءالشوق وهوبکاء ابراهیم علیہ السلام وبکاء المحبة هو بکاء حبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: غم میں رونا حضرت داود علیہ السلام کا رونا ہے اور شوق میں رونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رونا ہے اور محبت میں رونا یہ ہمارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا ہے۔ کون روتا ہے بے سبب؟ جب دل میں محبت کی آگ لگتی ہے اور من میں محبت کے شعلے بڑھکتے ہیں اس کی ٹھنڈک دماغ تک پہنچتی ہے تو آنکھیں بے بسی میں آنسو بہانے لگتی ہیں۔

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ایک عالم کی بخشش کا سبب:

وَأخرج عَن سليم بن مَنْصُور بن عمار قَالَ رَأَيْت أبي فِي الْمَنَام بعد مَوته فَقلت مَا فعل الله بك قَالَ قربني وأدناني وَقَالَ لي يَا شيخ السوء تَدْرِي لم غفرت لَك قلت لَا يَا إلهي قَالَ لِأَنَّك جَلَست للنَّاس يَوْمًا مَجْلِسا فبكيتهم فَبكى فيهم عبد من عبَادي لم يبك من خَشْيَتِي قطّ فغفرت لَهُ ووهبت لَهُ أهل الْمجْلس كلهم ووهبتك فِيمَن وهبته لَهُ۔

ترجمہ: حضرت منصور بن عمار بہت بڑے عالم تھے جب آپ بیان فرماتے تھے تو ہزاروں لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کی گفتار پر تاثیر تھی، جب آپ دنیا سے پردہ فرما گئے تو آپ کے بیٹے سلیم بن منصور نے آپ کو خواب میں دیکھا پوچھا ابا جان رب العالمین نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بیٹے رب العالمین نے میری مغفرت فرما دی، پھر مجھے فرمایا اے منصور تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں معاف کیا ہے؟ میں نے عرض کی اے اللہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ رب العالمین نے فرمایا: ایک دن تو نے ایسی تقریر کی کہ اس میں میرا ایک گناہگار بندہ بھی بیٹھا تھا۔ تیرا وعظ سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ میرے خوف اور خشیت میں رویا، اس کے رونے کے سبب میری رحمت جوش میں آئی، میں نے اس رونے والے کو معاف کیا لیکن اس کے طفیل ہم نے تجھے اور محفل میں موجود سب لوگوں کو معاف کر دیا۔[1]

اس حکایت میں علماء کیلئے بڑی نصیحت ہے۔ کہ وہ لوگوں کو اللہ کے خوف اور خشیت کی باتیں بتائیں کہ جس سے لوگ اشکبار ہو جائیں کہ ایک رونے والے کے صدقے کبھی پوری محفل والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور عوام کو بھی چاہئے کہ

[1] (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۲۷۶ دار المعرفة -لبنان)

ان اہل اللہ اوراہل دل اوراہل دردعالموں کی صحبت اور مجلس میں بیٹھیں جن کی پر سوز گفتار دلوں کو نرم کردے اور خشک آنکھوں کو آنسوؤں سے تر کر دے۔

رونا جہنم میں داخلے کی رکاوٹ:

ترمذی اور نسائی میں روایت ہے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ۔هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ مَوْلَى أَبِي طَلْحَةَ مَدَنِيٌّ۔

ترجمہ: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ جہنم میں نہیں جا سکتا، جس طرح دوہا ہوا دودھ تھنوں میں جانا محال ہوتا ہے اور ایک جسم پر اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔[1]

جو بندہ اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اس راہ کا گرد و غبار اس کے جسم پر پڑتا ہے۔تو اس پر کبھی جہنم کا دھواں نہیں آئے گا۔اور جو بندہ اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اس کا جہنم میں جانا اس طرح مشکل ہے جس طرح دوہا ہوا دودھ تھنوں میں جانا مشکل ہوتا ہے۔تو اللہ کے خوف میں رونا اور اللہ کی راہ میں چلتے وقت غبار آلود ہو جانا دونوں پسندیدہ عمل ہیں۔اگر کوئی جہاد میں نکلتا ہے تو اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی جاتی ہے۔اللہ کریم ہم کو اس راہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اللہ کی راہ میں جاگ کر پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم حرام:

ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمارے دلوں کے چین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

عينان لا تمسهما النار: عين بكت من خشية الله، وعين باتت تحرس في سبيل الله۔[2]

ترجمہ: جہنم کی آگ نہیں دیکھے گی وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگی،، اس حدیث میں رونے کے ساتھ ساتھ جاگنے کی بھی فضیلت بتائی گئی ہے۔رونا اور جاگنا بظاہر مشکل باتیں ہیں لیکن عشق اس مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

---

[1](سنن الترمذی ص ۱۹۶ ج ۱)

[2](مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حديث ابی ريحانة)

چارآنکھوں پر عذاب جہنم معاف:

ھادیٔ عالم نور مجسم نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

حرمت النارعلی عین دمعت من خشیۃ اللہ وحرمت النارعلی عین سہرت فی سبیل اللہ وحرمت النارعلی عین غضت عن محارم اللہ وعین فقئت فی سبیل اللہ عزوجل۔

ترجمہ: جو آنکھ اللہ کے خوف میں روئی اس پر جہنم کی آگ حرام کردی گئی۔جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی اس پر جہنم کی آگ حرام کردی گئی اوروہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے رکی رہی،اس پر بھی جہنم کی آگ حرام کردی گئی اوروہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں نکالی گئی اس پر بھی جہنم کی آگ حرام کردی گئی۔وہ چارآنکھیں جن پر جہنم کا عذاب معاف ہے۔ا۔رونے والی آنکھ ۲۔جاگنے والی آنکھ ۳۔بدنگاہی سے بچنے والی آنکھ ۴۔اللہ کی راہ میں ضائع ہونے والی آنکھ۔[1]

مکھی کے سر جتنا آنسو:

اس رونے کا اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کیاوقاراوروقعت ہے ذرااس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں۔ہمارے آقاو مولیٰ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إلا عَيْناً غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ الله تَعَالى وَعَيْناً سَهِرَتْ فِي سَبِيلِ الله تَعَالى وَعَيْناً خَرَجَ مِنْهَا مثل رأس الذباب من خشية الله تعالى۔

ترجمہ: روز محشر ہر آنکھ رونے والی ہوگی،ماسوااس آنکھ کے جو اللہ کی طرف سے حرام کردہ چیزوں سے رکی رہی اوروہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاگتی رہے اوروہ آنکھ جس سے خوف خدا کی وجہ سے مکھی کے سر جتنا آنسو نکلا۔[2]

کیامکھی کے سر جتنا آنسو کاقطرہ اور کیااس کاانعام واکرام؟وہ محشر کاہیبت ناک دن جس دن اللہ کی قہاریت اور جباریت دیکھ کر ہر آنکھ رورہی ہوگی۔مگر اس دن یہ آنکھ اطمینان اورامن سے ہوگی۔جس سے اللہ کی خشیت سے آنسو نکلاچاہے مکھی کے سر جتنا کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ، وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ، مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔

---

[1] (الجامع الصغیر رقم الحدیث ۳۶۵۲)

[2] (الجامع الصغیر وزیادتہ رقم الحدیث ۹۷۲۷)

ترجمہ: کسی مومن کی آنکھوں سے اللہ کے خوف سے مکھی کے سر جتنا بھی آنسو نکلے وہ اس کے چہرے پر لگے تو اللہ اس پر جہنم کی آگ معاف کر دیتا ہے۔[1]

دو قطرے اور دو نشان:

اللہ کریم کی سب سے پیاری چیزوں میں سے ایک محبوب چیز وہ اشک ہے جو خوف خدا سے آنکھوں سے نکلا، سرور عالم فخر حوا و آدم، حبیب کبریا حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ، قَطْرَةٌ مِنْ دُمُوعٍ فِي خَشْيَةِ اللهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں۔ ایک وہ اشک جو اللہ کے خوف سے نکلا دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں نکلا اور دو نشان ایک وہ قدموں کا نشان جو اللہ کی راہ میں چلنے سے ہوا اور دوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کے ادا کرنے کیلئے بنا۔[2]

بندہ جب زمین پر چلتا ہے تو اسکے قدموں کے نشان زمین پر پڑتے ہیں وہ زمین بھی روز محشر اس پر گواہ ہو گی ان قدموں کے نشان رب العالمین کو محبوب ہیں۔ مثلاً کسی نیک محفل میں شریک ہونے کیلئے قدم اٹھائے۔ بیمار پرسی کیلئے قدم اٹھائے۔ علم دین اور جہاد کیلئے قدم اٹھائے۔ دوسرا اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کیلئے اٹھے ہوئے قدم کے نشان یا ہاتھوں اور پیشانی کے نشان رب العالمین کو محبوب ہیں۔

رونے والے پر رحمتیں:

روایت میں آتا ہے کہ تاجدار کائنات امام الانبیاء ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا۔ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے صحابہ میں سے ایک شخص بہت رویا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آج اس مرد کے رونے کے سبب اللہ پاک اتنا راضی ہوا ہے کہ اگر سب مومن اکٹھے ہو جائیں تو سب کو اسکے سبب اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ چاہے ان کی خطائیں پہاڑوں جتنی ہوں۔ اس کے رونے پر آج فرشتے بھی رو رہے ہیں اور فرشتے دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ رونے والے کے صدقے جو نہیں رو رہے ان کی بھی مغفرت فرما۔[3]

سبحان اللہ یہ رونے کا اجر و انعام ہے، وہ خود تو بخشا جا رہا ہے لیکن اس کے سبب دوسروں کو بھی بخشا جا رہا ہے۔

---

[1] (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹)
[2] (سنن الترمذی ص ۲۰۰ ج ۱)
[3] (بیہقی)

بیس ہزار لوگوں پر رحمت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ:

ولو بکی عبدمن خشیۃ اللہ لرحم من حولہ ولو کانوا عشرین الفا۔

اگر کوئی بندہ اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اس کے بدلے اس کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر بھی رحم کیا جاتا ہے چاہے وہ بیس ہزار لوگ کیوں نہ ہوں۔[1]

ساری جماعت کی نجات:

ولو ان عبدابکی فی امۃ من الامم لأنجی اللہ ببکاء ذالک العبدتلک الامۃ من النار۔

ترجمہ: اجتماعوں میں سے کسی اجتماع سے اگر ایک آدمی بھی رونے والا ہے تو اس کے سبب اللہ تعالیٰ پورے اجتماع کو جہنم کی آگ سے چھٹکارا عطا فرماتا ہے۔[2]

عزیزان محترم! اللہ کے خوف سے رونا سیکھو اگر آپ کو رونا نہیں آتا تو کم از کم کسی خدا کے خوف سے رونے والے کی صحبت میں جا کر چند گھڑیاں بیٹھ جاؤ۔ ان کے اشکوں اور بھیگی پلکوں کے صدقے اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہو جائے گا۔

بھیگی بھیگی پلکیں:

روز محشر ایک بندہ لایا جائے گا حکم ہو گا کہ اس کو جنتی لباس پہناؤ، اسکو براق پر سوار کرو۔ اور منادی کرو کہ یہ وہ بندہ ہے جو پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ اپنے گناہوں کو یاد کرکے اتنا رو یا تھا کہ اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں، رب العالمین نے اس کو بخش دیا ہے۔ اس وقت گناہگار لوگ بہت ہی شرمندہ اور افسردہ ہونگے کہیں گے: اے کاش! ہم اتنا روتے کہ ہماری پلکیں ہی اشکوں سے بھیگ جاتیں تو آج اس عذاب الہیٰ سے نجات مل جاتی بھائیو! اپنی آنکھوں کو رونا سکھاؤ۔ کبھی مصلیٰ تو کبھی تکیہ اشکوں سے تر کرو۔ پھر دیکھو کیا انعام واکرام ملتے ہیں۔

فرمان الہیٰ: رب العالمین کی رحمت عابدوں کی عبادت اورزاہدوں کے زہد سے زیادہ خطاکاروں کے آنسوؤں پر مشتاق ہوتی ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے: اے بندو اگر تم گناہ کرنا اور معافی مانگنا چھوڑ دو تو: خلق اللہ امۃ یخطئون ویذنبون فیستغفرون

---

[1] (الرقۃوالبکا)

[2] (الرقۃوالبکاء)

فیغفر لھم۔ تو اللہ پاک ایسی جماعت پیدا کر دے گا جو خطائیں اور گناہ کریں گے پھر معافی مانگیں گے تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رب العالمین نے (کوہ طور پر) موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے جو کلام کیا تھا ان قدسی کلمات میں یہ بھی تھا کہ: ولم یتعبد الی المتعبدون بمثل البکاء من خشیتی۔[2]

عبادت کرنے والے کوئی عبادت ایسی نہیں کرتے جو میرے خوف سے رونے کے برابر ہو سکے۔ سبحان اللہ عبادتیں تو سب بہتر ہیں لیکن رونا رونا ہے۔ رونا ایسی عبادت ہے۔ جو مالک الملک کو محبوب ہے۔ رب العالمین ہم سب کو رونے والی آنکھ عطا فرمائے۔

نبوی دعا: اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ہمارے پیارے محبوب ﷺ دعائیں مانگتے تھے دراصل وہ امت کو سکھانے کیلئے ہوتیں ان دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی ہے: اللھم ارزقنی عینین ھطالتین تبکیان بذروف الدموع۔[3]

یااللہ مجھے رونے والی آنکھیں عطا کر جو آٹھ آٹھ آنسو رونے والی ہوں۔،، یااللہ ایسی آنکھیں عطا کر جو تیری خشیت سے بہت زیادہ رونے والی ہوں۔

حدیث قدسی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وعزتی وجلالی وارتفاعی فوق عرشی لاتبکی عین عبد فی الدنیا من مخافتی الا کثرت ضحکھا فی الجنة۔[4]

ترجمہ: مجھے میری عزت کی قسم، مجھے میرے جلال کی قسم مجھے عرش پر میری بلندی کی قسم! جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے خوف سے روتی ہے اس کا جنت میں ہنسنا زیادہ ہو گا۔ جو یہاں روئے گا وہ وہاں ہنسے گا۔ جو یہاں ہنسے گا اس کو وہاں رونا پڑے گا۔

اشکوں کی قیمت:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، ایک صحابی خوف خدا میں رو رہے تھے، جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ آدمی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا فلاں صحابی ہے۔ جبریل امین کہنے

---

[1](ابن جریر الطبری)
[2](طبرانی)
[3](احمد)
[4](الترغیب والترھیب)

لگے: یارسول اللہ ﷺ ہم اولادآدم کی ہر نیکی کاوزن کرتے ہیں۔ سوا رونے کے، کیونکہ بندے کی آنکھ سے نکلاہوا ایک آنسو بھی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کوبجھادیتاہے۔[1]

کوشش توکرو:

خوش نصیب ہیں وہ بندے جن کورب کائنات نے نرم دل عطاکیے ہیں وہ جلد ہی روپڑتے ہیں ۔ آیت قرآن سنتے ہیں یانعت، رسول ﷺ سنتے ہیں۔ توان کا سیل اشک رواں ہوجاتاہے۔ اگرکوئی سخت دل کامالک، اسے رونانہیں آتاتوبھی اسے رونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابکوفان لم تبکوا فتباکوا۔ (ابن ماجه)

رووَاگررونانہیں آتاتورونے کی کوشش کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلَى أَهْلِ النَّارِ، فَيَبْكُونَ حَتَّى يَنْقَطِعَ الدُّمُوعُ، ثُمَّ يَبْكُونَ الدَّمَ حَتَّى يَصِيرَ فِي وُجُوهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأُخْدُودِ، لَوْ أُرْسِلَتْ فِيهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ۔[2]

کہ دوزخیوں پررونابھیج دیاجائے گاپھر جہنمی لوگ جہنم میں اتناروئیں گے کہ ان کے آنسوختم ہوجائیں گے پھروہ خون کے آنسوروئیں گے اتناروئیں گے کہ ان کے چہروں پررونے سے گڑھے پڑجائیں گے۔ اتناروئیں گے کہ اگران کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں توچلنے لگیں۔

اگررونانہ آئے توبتکلف رویاکرو:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا، وَتَغَنَّوْا بِهِ فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا۔[3]

یہ قرآن دکھوں کے (واقعات) ساتھ نازل ہوا ہے، پھر جب تم قرآن کوپڑھو تو رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو بتکلف رویاکرو۔ اور قرآن کوخوش الحانی سے پڑھو جو قرآن کوخوش الحانی سے نہیں پڑھتاوہ ہم میں سے نہیں۔

---

[1] (قرطبی)
[2] (ابن ماجه ج ۲ ص ۱۴۴۶ باب ذکر الشفاعة)
[3] (ابن ماجه ج ۱ ص ۴۲۴ باب فی حسن الصوت بالقرآن رقم ۱۳۳۷)

مستانے کی نصیحت:

حاکم وقت ہارون رشید حج کے سفر میں تھے،جب وہ مکہ سے عرفات کی طرف نکلے راستے میں مست فقیر بہلول کھڑے تھے جب شاہی قافلہ شان وشوکت سے گزراتووہ مستانہ چیختا چلا تاہارون رشید کی سواری کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ہارون نے کہا کیا کہتے ہو؟اس نے کہااے ہارون ہم نے سنا ہے کہ ساری کائنات کے تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب حج پر تشریف لائے تھے،توجس اونٹ پر آپ ﷺ سوار تھے اس پر کم قیمت والا پالان رکھا ہوا تھا۔آپ ﷺ کی سواری کے آگے لوگوں کو دور رکھنے کیلئے ہٹو بچو کہنے والا کوئی نہیں تھا۔اے بادشاہ تجھے اس سفر میں تکبر اور بڑائی اور شاہی رعب وتاب کے بجائے نیاز مند ی سے چلنا بہتر ہے۔یہ نصیحت سن کر ہارون رشید اتنا رویا کہ اس کے آنسو زمین پر گرنے لگے۔پھر بہلول سے کہنے لگا:مجھے کوئی اور نصیحت کرو۔توبہلول نے یہ شعر پڑھے اور ہارون رشید بے انتہا رورہا تھا۔یعنی اے دنیادار دنیا کی نعمتوں کو دیکھ کر مغرور مت بن ،کیونکہ عمر پوری ہوجائے گی اور نعمتیں یہیں ختم ہوجائیں گی۔جب توکوئی جنازہ قبرستان کی طرف اٹھا کر چلتا ہے،تویقین جان کہ اس کے بعد تو بھی اس طرف اٹھایا جائے گا۔

رونے کے روحانی فوائد:

آنسو روحانیت کے سفر کے معاون ہیں۔جن کو روحانیت سے حصہ حاصل ہوا ہے،اور جو باطن کے سفر کے راہی ہیں ، وہ جانتے ہیں کہ ان کیلئے آنسو کتنے قیمتی ہیں۔ آنسو بہانے سے ان کی منزلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ سالوں کا سفر ساعتوں میں طے ہو جاتا ہے۔ رونا بندے کو مولا کے قریب کر دیتا ہے۔ رونا ادنی کو اعلیٰ بنا دیتا ہے۔رونا بدبختوں کو خوش بخت بنا دیتا ہے۔رونا جہنمیوں کو جنتی بنا دیتا ہے۔ رونا اسراراورانوار کے دروازے کھول دیتا ہے۔رونا محبوں اور مشتاقوں کا شیوہ ہے۔وہ دیکھو عطار رورہا ہے،دیکھو دیکھو وہ رومی آہیں بھر رہا ہے۔دیکھو رازی سسکیاں لے رہا ہے۔سنوتو بغداد سے رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔سنو سنو اجمیر سے چیخ وپکار کی آواز آرہی ہے۔ ذرا کان توکھولو وہ سرہند سے رونے دھونے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔وہ بلخ وبخارا سے رونے کے آلاپ آرہے ہیں۔وہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں ۔کوئی آدھی رات کو رورہا ہے،توکوئی ساری ساری رات رورہا ہے۔کوئی نماز میں رورہا ہے توکوئی دعا اور مناجات میں رورہا ہے۔کوئی آنسو بہارہا ہے۔کوئی دھاڑیں مار کر رورہا ہے۔ارے دوستو!تمہاری آنکھیں کیوں خشک ہوگئی ہیں ؟یار و!اگر دنیا آخرت کی بھلائیاں چاہتے ہو توپھر آنکھوں کو تربتر کرنا سیکھو۔جاؤاللہ والوں کی صحبتوں میں جاکر بیٹھو تاکہ تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے آشنا ہوں ۔کیونکہ جورونے سے آشنا نہیں اس نے روحانیت کی وادی میں ابھی قدم ہی نہیں رکھا۔ من لایعرف الدموع

لایعرف الرحمۃ۔یعنی جو آنسوؤں کو نہیں جانتاوہ رحمت کو نہیں پہچانتا۔جس نے ہجر یار کے عذاب سہے وہ کیونکر نہیں روئے گا۔

ملائکہ وانبیاء کارونا:

سید العرب والعجم حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں: جبریل امین جب بھی میرے پاس آتے ہیں روتے ہوئے آتے ہیں۔اس (جبریل) نے کہاکہ جب سے رب العالمین نے جہنم کوپیداکیاہے تب سے وہ ہنسے نہیں ۔ سید الخائفین حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔مَاجَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ قَطُّ اِلاَّ وَھُوَ یَرْعَدُ خَوفًا مِنَ الْجَبّارِ۔حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام میرے پاس جب بھی آئے اللہ جبار کے خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہوتے تھے۔

مروی ہے کہ جب ابلیس کا مردود ہونا ظاہر ہوا تو حضرت سیدنا جبریل اور حضرت سیدنا میکائیل علیہما السلام رونے لگے۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں کیوں روتے ہو؟انہوں نے عرض کی اے رب عزّوجل!ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاتم اسی طرح رہنااور کبھی میری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہونا۔

اسی طرح حضرت سیدنا محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب آگ کو پیداکیاگیاتو فرشتوں کے دل اپنی جگہ سے اڑنے لگے پھر جب انسانوں کو پیداکیاگیاتوواپس آ گئے۔

حضرت سیدنا انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام سے سوال کیاکہ کیاوجہ ہے میں حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھتا؟ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے جواب دیاجب سے جہنم کوپیداکیاگیاہے میکائیل علیہ السلام نہیں ہنسے۔[1]

حبیب کریم ﷺ فرماتے ہیں :اللہ کے عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کے خوف میں اتنارورہے ہیں کہ ان کی آنکھیں نہر کی مانند بہہ رہی ہیں۔،، آپ ﷺ نے فرمایا:جب میں سفر معراج میں چوتھے آسمان پر پہنچاتو مجھے رونے کی آوازآئی ،میں نے کہاجبریل یہ کس کارونا ہے؟عرض کی یارسول اللہ ﷺ آسمان والے آپ ﷺ کی گناہگار امت کی مغفرت کیلئے رورہے ہیں[2]

جبریل علیہ السلام رودیئے:حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھاکہ بتاؤسب سے اچھی جگہ کونسی ہے؟جبریل نے عرض کی مجھے معلوم نہیں ۔آپ ﷺ نے

---

[1] (مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۸۵ کتاب صفتہ النار)
[2] (الرقۃ والبکاء)

فرمایا کہ اس کے بارے میں اللہ سے پوچھو، تبھی جبریل علیہ السلام اس پر حضرت جبریل علیہ السلام رو پڑے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہماری کیا مجال کہ اس باری تعالیٰ (بے نیاز احکم الحاکمین) سے کچھ پوچھ سکیں، وہ خود ہی ہمیں جو کچھ چاہتا ہے خبر دیتا ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے پھر واپس آئے عرض کی: خیر البقاع بیوت اللہ فی الارض یعنی زمین پر سب سے اچھی جگہیں اللہ کے گھر ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا زمین پر بری جگہیں کونسی ہیں؟ پھر جبریل آسمان پر گئے، واپس آکر عرض کی کہ: زمین پر سب سے بری جگہیں بازار ہیں۔[1]

حضرت آدم علیہ السلام کا رونا:

ہم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، سب انسانوں کا بابا۔ ابو البشر، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور سب انسانوں کی ماں سیدہ حوا رضی اللہ عنھا ہیں۔ سب سے پہلے اس دنیا کو بسانے والا جوڑا یہی ہے اب ذرا ان کی زندگی پر غور کریں وہ دنیا میں جب تشریف لائے تو روتے ہوئے آئے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ایک روایت ہے کہ: جب حضرت آدم علیہ السلام نے منع شدہ درخت کو چکھ لیا اسے رب العالمین نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تجھے اس کام کیلئے کس نے آمادہ کیا۔ عرض کی خدایا میری بیوی نے۔ رب العالمین نے فرمایا وہ تکلیف سے حمل اٹھائے گی۔ تکلیف سے بچہ جنے گی، ماہوار خون کی تکلیف دیکھے گی۔ جب یہ بات بی بی حواء صاحبہ نے سنی تو رونے لگی۔ رب العالمین نے فرمایا یہ رونا حوا اور اس کی بیٹیوں پر قیامت تک میں نے لازم کر دیا۔[2]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو وہ تین سو سال تک روتے رہے۔ حتی کہ سراندیپ میں ان کے آنسوؤں سے سبزہ اگ آیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ: اگر ساری دنیا کے انسانوں کا رونا اکٹھا کیا جائے تو بھی حضرت آدم علیہ السلام کا رونا زیادہ ہو جائے گا۔[3]

روایت ہے مسلم ابن یسار سے فرماتے ہیں کہ عمر ابن الخطاب سے آیت کے متعلق پوچھا گیا جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذریت نکالی الا یہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ سے یہ ہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو اپنے ہاتھ سے ملا تو اس سے ان کی اولاد نکلی تو فرمایا کہ انہیں میں نے جنت کی لیئے بنایا یہ جنتیوں کے کام کریں گے پھر ان کی پشت ملی تو اس سے اولاد نکلی تو فرمایا انہیں میں نے آگ کے لیئے بنایا یہ لوگ دوزخیوں کے کام کریں گے ایک شخص بولا پھر عمل کا ہے میں رہا یا رسول اللہ ﷺ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] (طبرانی اوسط، الترغیب والترھیب)
[2] (تفسیر ابن کثیر)
[3] (مسند احمد)

فرمایا کہ یقیناً اللہ جس بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے اس بنا پر اسے داخل فرماتا ہے جنت میں اور جب بندے کو دوزخ کے لیے پیدا فرماتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے کام لیتا ہے تا آنکہ وہ دوزخیوں کے کاموں میں سے کسی کام پر مرتا ہے جس کی وجہ سے اسے دوزخ میں داخل فرماتا ہے۔[1]

حضرت نوح علیہ السلام کا رونا:

نوح کا معنی رونے والا، آپ واقعی ساری زندگی اللہ کے خوف سے روتے رہے۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ تین سو برس تک روتے رہے حتی کہ آپ کی آنکھوں کے نیچے زیادہ رونے کے سبب گڑھے پڑ گئے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء)

ارشاد : نوح علیہ السلام کی اُمت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا ہے، پہلی رجب تھی بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکمِ ربُّ العالمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم و حضرت نوح علیہما السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اُترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا "سُوْقُ الثَّمَانِین" نام رکھا۔ یہ بستی جبلِ نہاوند کے قریب متصلِ موصل واقع ہے، اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اُس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی، امیر المؤمنین حضرت مولی علی (کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہ، الْکَرِیْم) سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے "بُنِیَ الْھَرْمَانُ۔۔۔۔۔ اَلنَّسْرُ فِی سَرْطَانَ" یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔

نسر دو ستارے ہیں:

نسرِ واقع و نسرِ طائر اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسرِ واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اسکے پنجہ میں گنگچہ ہے جس سے تاریخِ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسرِ واقع برجِ سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برجِ جدی کے سولھویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ

---

[1] (مالک ترمذی، ابو داؤد، مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۹۳)

درجے سے زائد طے کر گیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش (یعنی تخلیق) کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ **لاجَرَم** (یعنی ضرور) یہ قومِ جنّ کی تعمیر ہے کہ پیدائشِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے۔ مصر کے مثلث نما میناروں کو اہرامِ مصر کہا جاتا ہے، یہ مینار دریائے نیل سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا رونا:

حضرتِ سیّدُنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیّدُنا داؤد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک سجدے کی حالت میں روتے رہے اور اللہ عزّوَجَلَّ سے حیا کے سبب کبھی (آسمان کی طرف) اپنا سر نہ اٹھایا اور اتنا روئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی اور آپ علیہ السلام کے سر کو ڈھانپ لیا۔ پھر آپ علیہ السلام کو آواز دی گئی اے داؤد! کیا تو بھوکا ہے کہ تجھے کھانا کھلایا جائے یا پیاسا ہے کہ تجھے سیر اب کیا جائے یا بے لباس ہے کہ تجھے کپڑے پہنائے جائیں یا مظلوم ہے کہ تیری مدد کی جائے؟ تو آپ علیہ السلام نے بلند آواز سے ایسی گریہ وزاری کی جس کی تپش سے گھاس سوکھ گئی۔ پھر اللہ عزّوَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور لغزش معاف فرمادی۔ پھر آپ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب عَزَّوَجَلَّ! تو میری لغزش میری ہتھیلی میں ظاہر فرمادے۔ تو آپ علیہ السلام کی لغزش ہتھیلی میں لکھ دی گئی۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ہتھیلی کھانے وغیرہ کے لئے دراز کرتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیٹھا ہوا شخص اس کو دیکھ لیتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گلاس لایا جاتا جس میں دو تہائی پانی ہوتا۔ اسے پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ دَراز کرتے اور اپنی لغزش دیکھتے تو گلاس نہ رکھتے یہاں تک کہ وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔ پھر آپ علیہ السلام نے عرض کی: یااللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا تو میرے رونے پر رحم نہیں فرمائے گا؟ اللہ عزّوَجَلَّ نے وحی فرمائی اے داؤد (علیہ السلام)! تجھے اپنی لغزش یاد نہیں اور رونا یاد ہے؟ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں اپنی لغزش کیسے بھول سکتا ہوں۔ جب میں زبور کی تلاوت کرتا تھا تو پانی کا بہاؤ رک جاتا، تیز ہوا ساکن ہو جاتی، پرندے میرے سر پر سایہ کرتے اور جنگلی جانور میرے محراب کے پاس آجایا کرتے تھے۔ یاالٰہی عَزَّوَجَلَّ! کیا یہ میرے اور تیرے درمیان دوری نہیں؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی اے داؤد (علیہ السلام)! وہ اطاعت کی محبت تھی اور یہ معصیت کی وحشت ہے۔ اے داؤد (علیہ السلام)! آدم (علیہ السلام) کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اس میں اپنی طرف سے خاص روح پھونکی، ملائکہ سے اس کو سجدہ کروایا، اُسے عزّت کا لباس پہنایا اور تاج عطا کیا۔ جب میری بارگاہ میں اُس نے تنہائی کی شکایت کی تو میں نے اس سے اپنی بندی حوا کا نکاح کر دیا، اسے جنت میں ٹھہرایا حتی کہ اس سے لغزش ہوئی تو میں نے اسے بے سروسامانی کی حالت میں جنت سے اُتار دیا کہ وہ اپنی

سمجھ سے نہیں جانتا تھا کہ کہاں جائے، وہ چالیس سال تک روتا رہا اگر اس کے آنسوؤں کا وزن کیا جائے تو تمام مخلوق کے آنسوؤں کے برابر ہو جائے۔[1]

حضرت یحیٰ علیہ السلام کا رونا:

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضرت سیدنا یحیی بن زکریا علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام اتنا روتے کہ آپ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار پھٹ گئے اور داڑھیں ظاہر ہو گئیں تو آپ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے آپ سے فرمایا: بیٹا! تم مجھے اجازت دو کہ میں اون کے دو ٹکڑے تمہارے گالوں پر رکھ دوں تاکہ تمہاری داڑھیں چھپ جائیں۔ آپ نے اجازت دے دی تو انہوں نے آپ کے رخساروں پر انہیں چسپاں کر دیا پھر جب آپ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے تو وہ آنسوؤں سے بھر جاتے اور آپ کی والدہ انہیں نچوڑ دیتیں اور آپ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسو اپنے بازو پر بہا دیتیں۔

اُم المؤمنین حضرت سید تنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ رونے والے شخص تھے، جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔[2]

امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رونا:

حضرت سیدنا عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں جو سب سے انوکھی چیز دیکھی وہ ہمیں بیان فرمائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ایک رات شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! آج رات مجھے اپنے رب عزوجل کی عبادت کرنے دو۔ میں نے عرض کی: مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قربت محبوب ہے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خوشی بھی عزیز ہے۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی گود مبارک تر ہو گئی، پھر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی، جب حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کا وقت ہو جانے کی خبر دینے حاضر ہوئے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو روتے

---

[1] (الموسوعۃللامام ابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃوالبکاء، الحدیث ۳۸۵، ج۳، ص ۲۴۷، مختصراً)

[2] (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب المسجدیکون فی الطریق۔۔۔۔۔الخ، الحدیث:۴۷۶، ص ۴۰)

ہوئے پایا تو عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ بے شک آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو اسے پڑھ کر اس میں غور نہ کرے اس کے لئے ہلاکت ہے، وہ آیت مبارکہ یہ ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (البقرۃ ۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا (زندہ کیا) اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی عبادت فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔ (حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)[2]

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہنڈیا کی طرح جوش مارتا تھا۔[3]

دعاءرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم:

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَبْكِيَانِ بِذُرُوفِ الدُّمُوعِ، وَتَشْفِيَانِي مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ الدُّمُوعُ.

ترجمہ: حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی دعاؤں میں سے یہ ہے کہ: اے اللہ! مجھے وہ آنکھیں عطا کر جو بہت آنسو بہانے والی ہوں جو اشکوں سے بہنے والی ہوں۔[4]

---

[1] (پ2، البقرۃ:164) (صحیح ابن حبان، باب ذکر البیان، بان المرء علیہ اذا خلا۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۱۹، ج۲، ص۸)

[2] (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی حتی ترم قدماہ، الحدیث: ۱۱۳۰، ج۱، ص۳۸۴)

[3] (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۲۵ مرویات عبد اللہ بن شخیر)

[4] (الزہد والرقائق لابن المبارک والزہد لنعیم بن حماد ج ۱ ص ۱۶۵ باب توبۃ داؤد عَلَيْهِ السَّلَام و ذکر الانبیاء علیہم السلام)

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ - قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ: آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ، حَتَّى بَلَغْتُ {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا} (النساء 41) قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ قرآن تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ اور میں پڑھ کر سناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک مجھے اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سننا بہت پسند ہے۔ پھر میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی، جب میں اس آیۃ پر پہنچا: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا} (انساء ۴۱) تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کافی ہو گیا۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرہ کو دیکھا تو آپ ﷺ کے چشمان مقدس سے آنسو بہہ رہے تھے۔[1]

امام الانبیاء رو رہے ہیں :

عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ، فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ، فَبَكَى، حَتَّى بَلَّ الثَّرَى، ثُمَّ قَالَ: يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَأَعِدُّوا۔

ترجمہ: حضرت سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنازہ میں تھے۔ آپ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور روئے ۔ آپ ﷺ اتنا روئے کہ زمین آپ ﷺ کے مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا اس کیلئے تیاری کرو۔، قبر میں جانے کیلئے تیاری کرو۔ اس وحشت ناک اور اکیلا رہنے والے گھر کے لئے کچھ صالح اعمال کرو۔[2]

رسالت مآب ﷺ کے آنسو:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، وَدُمُوعُهُ تَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن معاذ کے جنازے سے لوٹے تو آپ ﷺ کے آنسو مبارک آپ ﷺ کی داڑھی مبارک پر بہہ رہے تھے۔[3]

---

[1] (صحیح البخاری ج ۶ ص ۴۵ باب {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا})

[2] (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۰۳ باب الحزن و البکاء رقم الحدیث ۴۱۹۵)

[3] (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۶ ص ۹ باب سعد بن معاذ ثم الاشہلی، بدری احدی)

امت کیلئے آنسو:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ إبراهيم عليه السلام رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيراً مِنَ النَّاسِ الآيَة، وَقَوْلَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبادُک [المائدة: 118] الآية، ثم رفع يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ، أُمَّتِي، اللّٰهُمَّ أُمَّتِي، اللهم أمتي وبكى فقال الله: اذهب يا جبريل إِلَى مُحَمَّدٍ، وَرَبُّکَ أَعْلَمُ، وَسَلْهُ مَا يُبْكِيکَ؟ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ، فَقَالَ اللّٰهُ: اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ لَهُ: إنا سنرضيک في أمتک ولا نسوءک۔[1]

ترجمہ : اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہانہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔،، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ,, اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا،، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے پھر فرمایا اللّٰهُمَّ أُمَّتِي، اللّٰهُمَّ أُمَّتِي، اللهم أمتي اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت یہ کہتے ہوئے رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ ﷺ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ (حالانکہ اللہ جانتا ہے) تو جبریل آپ کے پاس آئے اور جو کچھ آپ ﷺ نے امت کے معاملے میں فرمایا۔ جبریل نے بارگاہ رب ذوالجلال میں عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل! میرے حبیب کے پاس جاؤ اور ان سے کہو بے شک میں تم کو تمہاری امت کے بارے راضی کرونگا اور آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دوں گا۔[2]

سورج گرہن کے وقت رونا:

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ نے اعلانچی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ ﷺ امام ہوئے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے دراز رکوع و سجدے کبھی نہ کیے۔ (مسلم، بخاری) جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی وفات ہوئی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ چاند کی دس تاریخ تھی لہذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے۔ خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں۔ کفار عرب کہتے تھے کہ کسی برے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے۔ مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے، انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ابراھیم ۳۶)

[2] (ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۰)

ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکاؤ۔ اسلام ان لغویات سے مبرا ہے، وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے۔ چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو تاکہ رحم کیے جاؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ ﷺ کے آنسو مبارک:

عَنْ جدتها أسماء بنت عميس أنها قالت: لما أصيب جَعْفَر وأصحابه دخل علي رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقد عجنت عجيني، وغسلت بني ودهنتهم ونظفتهم، فقال رَسُول الله صلى الله عليه وسلم: ائتيني بيني جَعْفَر، فأتيته بهم، فشمهم ودمعت عيناه، فقلت: يا رسول الله، بأبي وأمي ما يبكيك؟ أبلغك عَنْ جَعْفَر وأصحابه شيء؟ قال: نعم، أصيبوا هذا اليوم۔

ترجمہ: اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر اوران کے ساتھی شہید ہو گئے تو حضور ﷺ اس وقت ہمارے پاس تشریف لائے میں آٹا گوندھ رہی تھی اوراپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیار کر رہی تھی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس جعفر کے بچوں کو لاؤ۔ میں لے کر آئی تو آپ ﷺ نے ان سے پیار کیا ان کو گلے لگایا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا جعفر کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔[1]

حضور ﷺ کا خطبہ دیتے ہوئے رونا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَضْحَكُونَ فَقَالَ أَتَضْحَكُونَ؟ وَذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ فَمَا رُئِيَ أَحَدٌ مِنْهُمْ ضَاحِكًا حَتَّى مَاتَ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا گزر ایک قوم پر ہوا وہ ہنس رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تم ہنستے ہو حالانکہ جنت اور دوزخ کا ذکر تمہارے سامنے ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے موت تک کسی کو ہنستے نہیں دیکھا۔[2]

---

[1] (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۴۳ باب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

[2] (مسند البزار ج ۶ ص ۱۷۴ باب مصعب بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما)

جہنم کے خوف سے رونا:

اے ابو جعفر! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ، ایک بار حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں اس وقت آیا جب اللہ رب العزت نے (فرشتوں) کو حکم دیا کہ، قیامت تک جہنم کی آگ بھڑکاتے رہو۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے دوزخ کے کچھ احوال بیان کرو، عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! اللہ عزوجل نے ابتداً دوزخ کی آگ بھڑکانے کا حکم دیا چنانچہ وہ ایک ہزار سال تک جلتی رہی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دوبارہ بھڑکایا گیا تو زرد ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو سیاہ ہوگئی، اور اب وہ سیاہ، سخت اندھیرے والی ہے، اس کے شعلے اور انگاروں میں روشنی نہیں، اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم! جس نے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی نبی برحق بنا کر بھیجا اگر جہنمیوں کے لباس کا ایک کپڑا بھی زمین والوں پر ظاہر کردیا جائے تو روئے زمین کے تمام لوگ ہلاک ہوجائیں، اگر جہنم کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین کے پانی میں ڈال دیا جائے تو سارا پانی کڑوا ہوجائے اور جو بھی اسے چکھے وہ ہلاک ہوجائے، اور جہنم کی وہ زنجیریں جن کا تذکرہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، اگر ان میں سے ایک ذراع کے برابر بھی زمین کے تمام پہاڑوں پر ڈال دی جائے تو تمام پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور اگر جہنمیوں میں سے کوئی شخص جہنم سے باہر آجائے تو اس کی بدبو اور جلے ہوئے جسم کو دیکھ کر تمام لوگ ہلاک ہوجائیں۔ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم یہ سن کر رونے لگے، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو روتا دیکھ کر حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام بھی رونے لگے اور پھر عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! اللہ عزوجل نے تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے آپ کے اگلوں، پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں پھر بھی آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اس قدر رو رہے ہیں؟ یہ سن کر رسولوں کے سالار دوعالم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار، شہنشاہِ ابرار عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اپنے رب عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[1]

---

[1] (شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، رقم ۷۹۹، ج ۱، ص ۴۸۹ بتغیر قلیل)

ابو طالب کے آگے آنسو بہانا:

جب حکمِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ سے علی الاعلان اسلام کا پیغام دینا شروع کیا اور بت پرستی کی مَذَمَّت بیان کرنے لگے تو کفر کے ایوانوں میں کھلبلی پڑگئی۔ سردارانِ قریش ایک وَفد کی صورت میں آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے چچا ابو طالِب کے پاس آئے اور اپنی شکایت پیش کی کہ آپ کے بھتیجے صاحب ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ ہمارے آباؤ اَجداد کو گمراہ اور ہم لوگوں کو احمق ٹھہراتے ہیں، آپ برائے مہربانی ان کو سمجھا دیجئے کہ وہ ایسا نہ کریں، اگر آپ سمجھا نہیں سکتے تو بیچ میں سے ہٹ جایئے ہم خود انہیں سمجھ لیں گے۔ ابو طالِب اگرچہ ایمان تو نہ لائے لیکن اپنے بھتیجے یعنی سیّدُنا محمدٌ رَّسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے بے حد مَحَبَّت کرتے تھے لہٰذا قریش کے سرداروں کو نرمی کے ساتھ سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔

دعوتِ اسلام کا سلسلہ زور وشور سے جاری رہا، چُنانچِہ کفّارِ قُریش کے اندر تاجدارِ رسالت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے خلاف بُغض وعداوت کی آگ مزید بھڑک اُٹھی، وہ پھر وَفد بنا کر ابو طالِب کے پاس آئے اور دھمکی آمیز لہجے میں کہنے لگے: ابو طالِب! ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھا دو مگر تم نے ان کو نہیں سمجھایا، ہم اپنے معبودوں اور آباؤ اَجداد کی توہین برداشت نہیں کر سکتے، ہم تمہاری عزّت کرتے ہیں، تم ان کو اب بھی روک دو، اگر نہیں روکنا چاہتے تو تم بھی ہمارے ساتھ مقابلے کے لئے تیّار ہو جاؤ تا کہ دونوں فریق میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ وہ لوگ یہ دھمکی دے کر چلے گئے۔ ابو طالب نے سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو بلا کر عرض کی: اے میرے پیارے بھتیجے! قوم نے مجھے آپ کے بارے میں یہ یہ شکایات کی ہیں، مہربانی کر کے باز آجایئے۔ اپنے آپ پر بھی اور مجھ پر بھی رحم کیجئے۔ یہ سن کر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جواباً ارشاد فرمایا: اے میرے چچا! خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر وہ لوگ میرے سیدھے ہاتھ میں سورج اور اُلٹے ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں، جب بھی میں اس کام کو ہر گز ہر گز نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے (یعنی اسلام کو) غالب کر دے یا میں اس کام میں اپنی جان دے دوں۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم رو پڑے اور واپس جانے لگے، تو اپنے پیارے بھتیجے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا یہ عزم واستِقلال دیکھ کر ابو طالِب کو جوش آگیا اور بُلا کر کہنے لگے: اے بھتیجے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! خوب دل کھول کر اپنے دین کی تبلیغ کیجئے، اہلِ قریش آپ کا بال بھی بِیکا نہ کر سکیں گے۔[1]

[1] (اَلسِّیرَۃُ النَّبَوِیَّۃ لابن ھَشّام ص ۱۰۴، ۱۰۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیِّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز دیکھ کر رونا:

حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنی زرہ لی اور بازار میں حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے درہموں پر اور انہوں نے زرہ پر قبضہ کر لیا تو مجھ سے فرمانے لگے: اے علی! کیا اب میں آپ سے زیادہ زرہ کا اور آپ مجھ سے زیادہ دراہم کے حق دار نہیں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو کہنے لگے: پھر یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: میں نے زرہ اور درہم لئے اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر حضرتِ سیِّدُنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسنِ سلوک کی خبر دی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں خیر وبرکت کی دعا دی اور پھر حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر مٹھی بھر درہم انہیں دیئے اور فرمایا: ان دراہم کے عوض فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے مناسب اشیاء خرید لاؤ۔ حضرتِ سیِّدُنا سلمان فارسی اور حضرتِ سیِّدُنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خریدی ہوئی اشیاء اٹھانے میں مدد کے لئے ساتھ بھیجا۔ حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے حضور نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے تریسٹھ (٦٣) درہم عطا فرمائے تھے، میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دستر خوان، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور کوزہ اور نرم اُون کا ایک پردہ خریدا۔ پھر میں، حضرتِ سلمان اور حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تھوڑا تھوڑا کر کے وہ سامان اٹھالیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر عرض کی: یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! ایسے لوگوں کو اپنی برکت سے نواز جن کا شعار ہی تجھ سے ڈرنا ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بقیہ درہم حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کر دیئے اور ارشاد فرمایا: ان دراہم کو اپنے پاس رکھو۔ پھر ایک مہینہ تک شرم وحیاء کے باعث میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب کبھی راستے میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے ملاقات ہوتی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت رونا:

حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیم ارشاد فرماتے ہیں: جب مہینہ گزر گیا تو میرے بھائی حضرتِ عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: اے میرے بھائی! آج تک میں اتنا خوش نہیں ہوا جتنا یہ سن کر خوش ہوا کہ تمہاری شادی بنتِ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گئی ہے، اب اگر آپ ان کو اپنے گھر بھی لے آئیں تو اس سے ہمارے دل خوش ہوں گے۔ میں نے جواب دیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن مجھے سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے شرم آتی ہے۔ انہوں نے کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں ۔لہٰذا ہم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے تو راستے میں ہماری ملاقات آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خادمہ حضرت اُمِّ اَیمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو گئی۔ ہم نے ان سے تذکرہ کیا تو کہنے لگیں: ذرا انتظار کریں، ہم عورتیں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بات کرتی ہیں کہ (ان معاملات میں) مردوں کی نسبت عورتوں کی باتیں زیادہ مؤثر ہوتی ہیں۔ وہ واپس مڑ کر حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور انہیں اور پھر دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ساری بات بتائی تو سب اُمّہاتُ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اکٹھی ہو کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں حاضر ہوئیں اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چاروں طرف بیٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمارے ماں باپ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر قربان! ہم ایک اہم معاملے میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئی ہیں، کاش! اگر آج حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ ہوتیں تو اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب ہم نے حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آب دیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا: خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثل کون ہو سکتا ہے؟ اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلا دیا اور اپنے مال سے میرے دین و دنیا کے معاملات میں میری امداد کی۔ تو حضرتِ سیِّدَتُنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہاں! واقعی حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی ہی تھیں مگر وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس جا چکی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ یقیناً ہمیں ان کے ساتھ جنت میں جمع فرمائے گا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چچازاد اور دینی بھائی حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بیوی حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی چاہتے ہیں۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حکم فرمایا: اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علی (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کو بلانے کے لئے بھیج دو۔ حضرتِ اُمِّ اَیمَن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب نکلیں اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا منتظر پایا تو ان سے عرض کی: حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بلاوے پر لبیک کہیں۔

حضرتِ سیّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہ، الکَرِیم فرماتے ہیں: جب میں اُمِّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو تمام ازواجِ مطہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اندر کمرے میں تشریف لے گئیں، میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: کیا تم اپنی زوجہ کے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر قربان! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: بڑی محبت و عزت سے، ان شآءاللہ عَزَّوَجَلَّ آج رات سے تم اپنی زوجہ کے ساتھ رہا کرو گے۔ حضرتِ سیّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہ، الکَرِیم فرماتے ہیں: پھر میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ اقدس سے خوشی و مسرت کی حالت میں اُٹھا۔[1]

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کیلئے آنسو:

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے بے ساختہ آنسو مبارک جاری ہو گئے۔

قَالَ: لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ أُمُّ عَلِيٍّ خَلَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ وَأَلْبَسَهَا إِيَّاهُ وَاضْطَجَعَ فِي قَبْرِهَا فَلَمَّا سَوَّى عَلَيْهَا التُّرَابَ، قَالَ بَعْضُهُمْ: يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاکَ صَنَعْتَ شَيْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِأَحَدٍ، قَالَ: إِنِّي أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبِسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا لِأُخَفِّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ، إِنَّهَا كَانَتْ أَحْسَنَ خَلْقِ اللهِ صَنِيعًا إِلَيَّ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ۔

ترجمہ: فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا کُرتا اتار کر انہیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے، جب قبر پر مٹی برابر کر دی گئی تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! آج ہم نے آپ کو وہ عمل کرتے دیکھا جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔ فرمایا اسے میں نے اپنا کُرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کے دبانے میں اس سے تخفیف کروں یہ ابوطالب کے بعد خلقِ خدا میں سب سے زیادہ میرے ساتھ نیک سلوک کرنے والی تھی۔[2]

---

[1](حکایتیں اور نصیحتیں ص ۵۳۸-۵۳۹)

[2](معرفۃ الصحابۃ حدیث ۲۸۸ مکتبۃ الدار مدینہ منورہ ۱/ ۷۹-۲۷۸)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر رونا:

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن اسلام میں آ گئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرمادیا کہ میرے قبیلہ بنو عبد الاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبد الاشہل کا ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالامال ہو گیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہو جانا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی : یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرمادے۔ خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے

بہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔[1]

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔[2]

آپ کا سال وصال ۵ ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۳۷ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کو دفنا کر واپس آرہے تھے تو شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔[3]

حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر رونا:

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡھَہُ الۡکَرِیۡم سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی مکرم، شفیع معظم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے بدن پر صرف ایک پھٹی پرانی پیوند لگی ہوئی چادر تھی۔ جب حضور رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے کہ کل جو آسائشوں اور نعمتوں میں رہتا تھا آج اس حالت میں ہے۔

پھر حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیّاح افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم میں سے کوئی صبح میں ایک لباس پہنے گا اور شام میں دوسرا لباس پہنے گا، اس کے سامنے (کھانے وغیرہ کا) ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا۔ اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ معظمہ پر پردہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ان دنوں ہم آج کی

---

[1] (بخاری، ج۲، ص ۵۹۱ باب مرجع النبی من الاحزاب)

[2] (مدارج النبوۃ، ج۲، ص ۱۸۱)

[3] (اکمال ، ص ۵۹۲ واسدالغابہ، ج۲، ص۲۹۸، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احزاب الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج۳، ص۵۷، مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج۲، ص ۱۸۱، الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۶، واسد الغابۃ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، ج۲، ص ۴۴۳)

بنسبت بہتر ہوں گے کیونکہ عبادت کے لئے (زیادہ) فارغ ہوں گے اور ہم تفکرات کی تکلیف سے آزاد ہوں۔ تو حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ تم اُس دن کی بنسبت آج بہتر حال میں ہو۔ [1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عیادت کے وقت رونا:

حضرت سیِّدُنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہ نبوی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں ایک مقام حاصل تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عمران! ہمارے ہاں تمہاری قدر و منزلت ہے، اگر تم چاہو تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عیادت کے لئے میرے ساتھ چلو۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر جا کھڑا ہوا، نبی اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: السّلام علیکم، اے بیٹی! کیا میں آسکتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! تشریف لائیے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: میں بھی اور جو کوئی میرے ساتھ ہے وہ بھی؟ انہوں نے پوچھا: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کون ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: عمران بن حصین۔ انہوں نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! میرے اوپر صرف ایک عباء (یعنی چغہ) ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اسے اپنے اوپر اس اس طرح لپیٹ لیں۔ انہوں نے عرض کی: میں نے اپنا جسم تو چھپالیا، سر کیسے ڈھانپوں؟ نبی اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس ایک پرانی چادر تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا: اس سے اپنا سر لپیٹ لو۔ پھر انہوں نے اجازت دی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لائے اور فرمایا: اے میری بیٹی! تم پر سلام ہو، تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے درد ہے، اور اس تکلیف میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہوگیا ہے کہ میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، مجھے بھوک نے نڈھال کر دیا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم رو پڑے اور ارشاد فرمایا:

اے میری لختِ جگر! نہ گھبرا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں چکھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں میری تم سے زیادہ عزت ہے، اگر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگوں تو وہ مجھے کھلائے گا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ پھر

---

[1] (جامع الترمذی، کتاب صفۃالقیامۃ، باب حدیث علی........الخ، الحدیث: ۲۴۷۶، ص ۱۹۰۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاتونِ جنت کے کندھے پر اپنے دست اقدس سے تھپکی دی اور فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے عرض کی: فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا ہوگا؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: حضرت آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت مریم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت خدیجہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو، تم ایسے مکان میں رہو گی جس میں کوئی تکلیف اور شور و غل نہ ہو گا۔ پھر ارشاد فرمایا: اپنے چچا کے بیٹے (یعنی حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) کے ساتھ قناعت اختیار کرو، میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی۔[1]

شیخین کریمین رو رہے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رحلت فرمائی تو **بکیٰ ابو بکر وبکیٰ عمر لبکاء ابی بکر** یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روئے، ان کے رونے پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی رو پڑے، کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا **ھل کان رسول اللہ یبکی؟** کیا رسول اللہ ﷺ بھی روتے تھے؟ فرمایا ہاں روتے تھے لیکن پھر آپ ﷺ داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔[2]

صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رونا:

جب تاجدار کائنات ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا، تو سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا شدتِ غم سے نڈھال تھیں ، ان کی آنکھوں سے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب ان کے حال کا پتہ چلا تو دونوں ان کے پاس تشریف لائے۔ اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ام ایمن، اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین چیز موجود ہے۔ فرمانے لگیں کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر یہ رونا اس لئے ہے کہ اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ یہ سن کر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر رقت طاری ہو گئی، یہ دونوں بھی رونے لگے۔[3]

---

[1] (حلیۃ الاولیاء، فاطمۃ بنت رسول اللہ، الحدیث ۱۴۵۰/۱۴۵۱، ج۲، ص۵۲، مفھومًا) (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۱۷۹، ج۱۱، ص۳۲۸، مفھومًا)
[2] (طبرانی فی کبیر، مجمع الزوائد ج۹ ص۳۷۷)
[3] (بیھقی)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمنا:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھے یہ بات پسند ہے کہ کاش میں کسی راستے کے کنارے کوئی درخت ہوتا، کوئی اونٹ آتا مجھے کھالیتا، تو اچھا ہوتا۔[1]

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رونا:

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ:

قَالَ كَانَ فِي وَجْهِ عُمَرَ خَطَّانِ أَسْوَدَانِ مِنَ الْبُكَاءِ۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر زیادہ رونے کی وجہ سے دو سیاہ نشان بن چکے تھے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز ادا فرماتے تو تین صفوں تک آپ کے رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔[3]

ایک بار سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے، جب اس آیت شریف پر پہنچے:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الحدید: ١٦)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے خوف والے ہو جائیں؟

یہ آیت کریمہ پڑھ کر آپ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔[4]

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا رونا:

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہ عزوجل کے اس فرمان:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (الزمر: 9)

ترجمہ: کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

---

[1] (بیہقی)
[2] (حلیۃ الاولیاء کلماتہ فی الزھد والزھد ج ۱ ص ۵۱)
[3] (حلیۃ الاولیاء)
[4] (اختصار المقریزی: ص ۱۴۳)

حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا رونا:

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: میرے سامنے حضرت سیدنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اوصاف بیان کریں حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے اس سے معاف نہ رکھیں گے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا نہیں، ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت سیدنا ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر عرض کی کیا مجھے اس سے عافیت نہ دیں گے؟ تو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: نہیں، میں آپ کو ان کے اوصاف بیان کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ تو حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جب ان کے اوصاف بیان کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تو سنئے: حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اس قدر علوم و معارف کے حامل تھے کہ اس میں ان کی انتہا کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ عزوجل کے معاملہ اور اس کے دین کی حمایت میں مضبوط ارادے رکھتے تھے، فیصلہ کُن بات کرتے اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے، ان کے پہلوؤں سے علم کے سوتے پھوٹتے تھے اور دہن مبارک سے حکمت کے پھول جھڑتے تھے، دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت کھاتے اور رات اور اس کے اندھیروں سے اُنس حاصل کرتے تھے، اللہ عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ آنسو بہانے والے، دور اندیش اور افسوس سے ہاتھ ملنے والے تھے، کیونکہ افسردہ اور غمگین شخص ایسا ہی کرتا ہے، اپنے نفس کو بے چینی واضطراب سے مخاطب فرماتے، لباس کھردرا پسند کرتے، جو سامنے آجاتا وہی کھالیتے، اللہ عزوجل کی قسم! جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو وہ اس کا جواب دیتے اور جب انہیں دعوت دیتے تو ہماری دعوت قبول فرماتے اور اللہ عزوجل کی قسم! ہم ان کے قریب رہنے اور ان سے تعلق رکھنے کے باوجود ہیبت کی وجہ سے ان کے سامنے کلام نہ کرسکتے تھے، اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکراتے تو لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح (دندان مبارک چمکتے)، دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں سے محبت کرتے، طاقتور کو ظلم میں اُمید نہ دلاتے اور کمزور کو انصاف میں مایوس نہ کرتے، اللہ عزوجل کی قسم کھا کر میں گواہی دیتا ہوں کہ آج بھی انہیں اس حال میں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ جب رات اپنے پردے ڈال دیتی اور ستارے ظاہر ہو جاتے تو آپ کَرَّمَ اللہُ تَعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جائے نماز پر آکر اپنی ریش مبارک پکڑ لیتے اور اس شخص کی طرح تڑپتے جسے سانپ نے کاٹ لیا ہو اور غمزدہ شخص کی طرح روتے گویا میں انہیں گریہ وزاری کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں **یَا رَبَّنَا! یَارَبَّنَا!** یعنی اے ہمارے رب عزوجل! اے ہمارے رب عزوجل! پھر فرماتے اے دنیا! تونے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے یا ابھی کچھ شوق باقی ہے؟ ہائے افسوس! ہائے افسوس! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکے میں ڈال، میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اب میرا تجھ سے رجوع کرنے کا کوئی ارادہ نہیں، کیونکہ تیری عمر کم ہے جب کہ تیری آسائشیں حقیر اور نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ آہ! زادِ راہ قلیل ہے اور سفر

بہت دور کا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ اتنا سننے کے بعد حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بھر گئیں اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آستین سے اپنے آنسو پونچھنے لگے اور لوگوں کی بھی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، پھر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل ابو الحسن یعنی حضرت سیدنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر رحم فرمائے، اللہ عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ہی تھے، اے ضرار! ان پر تمہارا غم کیسا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: اس عورت جیسا جس کے پہلو میں اس کے بیٹے کو ذبح کر دیا گیا ہو تو نہ اس کے آنسو خشک ہوتے ہیں، نہ غم میں کمی آتی ہے۔[1]

اور دم پرواز ہو گیا:

صحابی رسول ﷺ حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ مسجد بنی قشیر میں جماعت کی امامت کرا رہے تھے سورت مدثر پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے: (فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ) (مدثر ۸) پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ جب یہ الفاظ آپ رضی اللہ عنہ نے پڑھے چیخ مار کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔[2]

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

جو تسلیم کے خنجر سے ذبح ہوئے ہیں، ان کو ہر گھڑی نئی زندگی عطا کی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا رونا:

وَعَن عَامر بن عبد الله أَن سلمَان الْخَيْر رَضِي الله عَنهُ حِين حَضَره الْمَوْت عرفُوا مِنْهُ بعض الْجزع فَقَالُوا مَا يجزعک يَا أَبَا عبد الله وَقد كَانَت لَک سَابِقَة فِي الْخَيْر شهِدت مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مغازي حَسَنَة وفتوحا عظاما قَالَ يجزعني أَن حبيبنا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حِين فارقنا عهد إِلَيْنَا قَالَ ليكف الْمَرْء مِنْكُم كزاد الرَّاكِب فَهَذَا الَّذِي أجزعني فَجمع مَال سلمَان فَكَانَ قِيمَته خَمْسَة عشر درهما رَوَاهُ ابْن حبَان فِي صَحِيحه۔

دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں میں ایک نام حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے، ان کو سلمان الخیر بھی کہا جاتا ہے وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہے۔ چنانچہ، حضرت عامر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جب حضرت سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گھبراہٹ کے آثار دکھائی دیئے، (اس وقت بہت رو رہے تھے) لوگوں نے پوچھا:

---

[1] (حلیۃ الاولیاء، ذکر علی بن ابی طالب، رقم: ۲۶۱، ج ۱، ص ۱۲۶)
[2] (الترغیب والترھیب)

اے عبد اللہ کے باپ! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس چیز نے پریشان کر دیا ہے؟ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے اور آپ تو رسول اللہ عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کئی غزواتِ حسنہ اور بڑی بڑی فتوحات میں شریک رہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہم سے جدا ہوتے وقت ایک عہد لیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک مسافر جتنا زادِ راہ کافی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے مجھے پریشان کیا ہے۔ حضرت عامر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت صرف ۱۵ درہم کے برابر تھی۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی آہ و بکاء:

ایک مرتبہ آپ بیان فرما رہے تھے اور رو رہے تھے کہ: اگر جہنم سے کسی کو نکال کر دنیا کی طرف لایا جائے تو اس کے وحشتناک منظر اور بدبو سے دنیا والے ہلاک ہو جائیں۔ (الرقۃ والبکاء)

چہرے کی چمک:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ شہر کوفہ میں ایک شخص وفات پا گیا۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اس کے کفن دفن میں شریک ہو کر لوٹ رہے تھے کہ اس مردہ کی ماں روتی ہوئی آئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو پکڑ کر رو کر عرض کرنے لگی کہ میں نے اپنے لڑکے کا آخری دیدار نہیں کیا مجھے اس کا چہرہ دکھایا جائے آپ رضی اللہ عنہ واپس قبرستان پر آئے اس کی قبر کھدوائی گئی اس کا چہرہ دیکھا گیا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا سب نے اس کا دیدار کیا رات کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کا دیدار نصیب ہوا اور اس جوان کو آپ ﷺ کی مجلس میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے علی اس کے چہرے کی چمک ان آنسوؤں کی بدولت ہے جو اس کی آنکھوں سے خوف خدا میں نکلے تھے اور اس کے چہرے پر لگے تھے۔ (جامع الحکایات)

اور کلیجا پھٹ گیا:

انصار میں سے ایک صحابی خوف خدا میں بہت رونے والے تھے جب بھی جہنم کی بات سنتے تو بہت روتے تھے۔ انہوں نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا یہ خبر حضور علیہ السلام کے سامنے بیان کی گئی آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لائے وہ نبی اکرم ﷺ سے

---

[1] (الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الحدیث ۱۶۲، ج۴، ص، ۱۱۲)

ملے اور بہت روئے ،روتے روتے اس کا دم پرواز کر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی کے کفن دفن کا انتظام کرو اللہ کے خوف سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا ہے۔[1]

ایک صحابی کا روتے روتے بے ہوش ہو جانا:

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہٖ وسلم پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی :

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم ٦)

ترجمہ کنزالایمان :اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے تلاوت فرمائی تو ایک نوجوان یہ آیت مبارکہ سن کر غش کھا کر گر گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے دل پر رکھا تو دیکھا کہ اس کا دل متحرک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوان! کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ تو اس نے کلمہ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت عطا فرمائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دنیا ہی میں بشارت؟ تو ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا :(ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ)۔

ترجمہ کنزالایمان : یہ اس کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا حال:

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک لگاتار روتے رہے۔ اس عرصے میں کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رونے سے خالی نہیں دیکھا۔ کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنا کیوں روتے ہیں ؟ فرمایا! عزیزو! قیامت کا ہولناک منظر یاد آتا ہے جس دن والدین اولاد کی پرواہ نہیں کریں گے اور اولاد والدین کی پرسان حال نہیں ہوگی۔ بھائی بھائی سے بیزار ہوگا۔ کوئی کسی کی طرف التفات نہیں کرے گا۔ اس تصور میں ہنسی نہیں آتی۔ بھلا جس کو

---

[1] (بیہقی)

ایسا دن در پیش ہو اور جسے اپنا انجام معلوم نہ ہو، اس کا رونا کیونکر تھم سکتا ہے۔ وہ نہایت سنگدل ہو گا جو ایسے دن کے خوف سے نہ روتا ہو۔[1]

رسول نما:

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ جو رسول نما کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ وہ لوگوں کو سرکار دوعالم ﷺ کا دیدار کراتے تھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ نے عرض کی مجھے بھی سرور عالم ﷺ کا دیدار کراؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو تیار ہو جا، آج تجھے بھی دیدار نصیب ہو گا۔ زوجہ محترمہ نے نئے کپڑے پہنے خود کو صاف کیا بننے سنورنے لگی۔ ادھر سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سالے (زوجہ محترمہ کے بھائی) کو بلا بھیجا، جب وہ آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ بھائی دیکھو میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اپنی بہن کو تو ذرا دیکھو کیسے ہار سنگھار کر رہی ہے۔ زوجہ محترمہ کے بھائی نے آکر دیکھا واقعی وہ نئے کپڑے پہنے خوش وخرم بیٹھی ہے۔ بھائی نے اس کا مطلب کچھ اور سمجھا اور بہن کی خوب پٹائی کی، اس کو مارا، زوجہ محترمہ نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا، وہ پکار رہی تھی یارسول اللہ ﷺ میں تو آپ ﷺ کے دیدار کیلئے بیتاب اور بے قرار ہوں میرا کوئی اور محبوب نہیں، یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے دیدار کیلئے میں تیاریاں کر رہی تھی، مائی صاحبہ بہت روئیں روتے روتے سو گئیں، تو خواب میں آقائے دوعالم ﷺ کا دیدار نصیب ہو گیا۔ صبح کو اپنے شوہر کا شکریہ ادا کیا پھر پوچھا دیدار تو کرایا مگر مار کیوں کھلائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیدار تو ان کو ہوتا ہے جو محبت میں روتے ہیں۔ تجھ میں رونا نہیں تھا میں نے یہ بہانہ کیا کہ تجھے رونا آجائے، جب تو روئی تو تجھے دیدار مصطفی نصیب ہو گیا۔

مشتاقانِ دیدار مصطفی ﷺ اگر آپ سید عالم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونا چاہتے ہیں تو آنکھیں پرنم کرنا سیکھو۔ آنسوؤں سے مصلے اور تکیے کو تر کرنا سیکھو۔ رو رو کے پھر رو۔ پھر دیکھو دیدار ہوتا ہے یا نہیں؟

ثوبان رضی اللہ عنہ کا سوز و گداز:

اضطرابِ عشق: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق زار حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو دردمند عاشق نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد۔ بات یہ ہے کہ رخ انور جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو دل بے تاب ہو جاتا ہے فوراً زیارت سے اسکو تسلی دیتا ہوں۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستا رہا ہے کہ جنت میں

---

[1] (اسرار الاولیاء ص ۶۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بلند ہو گا اور یہ مسکین کس گوشہ میں پڑا ہو گا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ ماجرا سنکر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ مژدہ لے کر تشریف لائے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا﴿النساء ۶۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔[1]

جمال مصطفوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حبیب پاک، صاحب لولاک صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے حسن و سراپا بیان کر رہے تھے، تو عشاق کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے لوگوں نے عرض کی اے مصعب حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے حسن کی ایک جھلک ہمیں بھی بیان کر کے سنا دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر باادب گردن جھکا کر بیٹھے پھر فرمایا: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے رنگ میں سفیدی اور سرخی کا حسین ملاپ ہے۔ آنکھیں بہت حسین ہیں ابرو ملے ہوئے۔ بال مبارک سیدھے ہیں۔ داڑھی مبارک گھنی ہے۔ دو کندھوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی گردن مبارک یوں ہے کہ جیسے چاندی کا چھاگل ہو۔ ہتھیلیاں اور قدم پسندیدہ ہیں۔ جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم چلتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں۔ جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کھڑے ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے چٹان سے نکل آئے ہوں۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے چہرے پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔

آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا قد مبارک نہ طویل ہے نہ قصیر ہے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ کوئی آدمی اچانک آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو دیکھتا ہے تو مرعوب ہو جاتا ہے۔ جو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے محبت کرنے لگتا ہے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ نرم طبع ہیں رہن سہن میں سب سے بہتر ہیں۔ میں نے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں جب مصعب رضی اللہ عنہ یہ بیان کر رہے تھے تو سب سامعین خاموشی سے سن رہے تھے اور عشاق کی آنکھوں سے شوق دیدار کے آنسو بہہ رہے تھے۔[2]

---

[1](پ4، النساء:69)(الجامع لاحکام القرآن، الحدیث ۲۳۰۹، ج۵، ص ۲۶۱)

[2](فدائیون من عصر الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

سرِیار دانذرانہ:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے پردہ فرمایا تو ایک عورت آئی عرض کی۔

اکشفنی لی قبر رسول اللہ ﷺ فکشفتہ لھا، فبکت حتی ماتت (الشفاء)۔

میرے لئے رسول اللہ ﷺ کے مزار پر انوار کو کھول دیجئے میں نے حجرہ مبارک کو کھولا (وہ مزار انور کا دیدار کر رہی تھی) رو رہی تھی۔ روتے روتے اس کا دم پرواز کر گیا۔

ہنسنا بھول گئے:

آقائے دوعالم ﷺ نے جب پردہ فرمایا تو ہجر رسول ﷺ میں ہر آنکھ اشکبار تھی کئی صحابہ تو ہنسنا بھول گئے۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

مارئیت فاطمۃ رضی اللہ عنہا ضاحکۃ بعد رسول اللہ ﷺ۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔[1]

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی آقائے کائنات ﷺ کے مزار انور پر آتیں تھیں تو: **اخذت قبضۃ من تراب القبر فوضعتہ علی عینیھا فبکت وانشات تقول:** آپ ﷺ کے مزار انور کی مٹی مبارک سے مٹھی مبارک بھر لیتیں پھر اسے اپنی آنکھوں مبارک پر رکھتیں اور رو کر فرماتیں:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ — أَنْ لَا يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا — صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

آئینے میں جلوۂ یار:

صحابہ کرام کو جب آقائے دوعالم ﷺ کی یاد آتی کبھی تنہائیوں میں، کبھی مجالس میں، کبھی راہوں میں روتے رہتے تھے۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی بغدادی روایت لاتے ہیں کہ:

روی ان بعض الصحابۃ احب ان یری رسول اللہ (ﷺ) فجاء الی میمونۃ فاخرجت لہ مراتہ فنظر فیھا رسول اللہ (ﷺ) ولم یر صورۃ نفسہ۔

---

[1] (الوفاء لابن الجوزی)

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جب دیدار مصطفی ﷺ کی طلب ہوتی تو وہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ان کے پاس ایک آئینہ تھا وہ نکال کر دیتیں تو ان کو اپنی صورت نظر آنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب ہو جاتا۔[1]

السلام اے رحمۃ اللعالمین ﷺ	السلام اے نور رب العالمین ﷺ
السلام اے آفتاب لم یزل ﷺ	السلام اے ماہتاب بے بدل ﷺ
السلام اے افتخار دو جہاں ﷺ	السلام اے عزت کون و مکان ﷺ

عشق و محبت کی انوکھی مثال:

عشق و محبت کی یہ بھی انوکھی داستاں ہے۔ آغاز میں رسول اکرم ﷺ کھجور کے تنے کے سہارے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا غلام بڑھئی ہے۔ اگر آپ اجازت فرمادیں تو آپ ﷺ کیلئے منبر بنوالیں، آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس کی یہ درخواست قبول فرمائی، جب جمعہ کا دن آیا تو آپ ﷺ اس منبر پر خطبہ دینے بیٹھے تو وہ کھجور کا خشک تنا ہجر رسول ﷺ میں رونے لگا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس تنے کے رونے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ، تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّنُ. قَالَ: كَانَتْ تَبْكِي عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا۔

تو اس کھجور کے تنے نے بچے کی طرح چیخنا شروع کیا۔ آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس کو سینے سے لگایا تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں لیتے لیتے خاموش ہو گیا۔ ایک روایت میں ایسے بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اسکو سینے سے نہ لگاتا تو یہ یوں ہی قیامت تک روتا رہتا۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس تنے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوت العشار، حتیٰ جاء النبی ﷺ فوضع یدہ علیھا فسکت۔ (بخاری)

ہم نے اس کھجور کے تنے سے اس طرح آواز سنی جس طرح اونٹنیاں چیختی ہیں۔ حتی کہ آپ ﷺ تشریف لائے اس پر دست کرم رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

---

[1] (روح المعانی)

[2] (صحیح البخاري ج۴ ص ۱۹۵ باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

یہ بھی محبت کی عجیب داستان ہے کہ میرے آقا کی الفت میں انسان اور جن تو روتے ہیں ، مگر بے جان درخت بھی روتے ہیں۔ اوراس واقعے سے یہ بھی سبق ملا کہ جو محبوب ﷺ کیلئے روتا ہے پیارے آقا ﷺ اس کو سینے سے لگاتے ہیں۔ اے کاش ہمیں بھی اس محبوب ﷺ کی محبت میں رونا نصیب ہو جائے۔ آمین۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے — دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں اس ستون حنانہ کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

استن حنانہ در ہجر رسول ﷺ — نالہ مے زد ہمچوں ارباب عقول

گفت پیغمبر ﷺ چہ مے خواہی ای ستون — گفت جانم از فراقت گشت خون

مسندت من بودم از من تاختی — بر سر منبر تو مسند ساختی

رسول اکرم ﷺ کی جدائی میں کھجور کا تنا بھی انسانوں کی طرح روتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اے ستون توکیا چاہتا ہے۔ عرض کی آپ ﷺ کی جدائی نے مارڈالا ہے۔ میں آپ ﷺ کی مسند تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے جدائی کرلی، آپ ﷺ نے منبر پر اپنی مسند بنائی ہے اس لئے روتا ہوں۔

اذانِ بلالی:

سرور کائنات ﷺ کے قبر انور میں پردہ پوش ہونے کے بعد عشاق کی بے تاب نگاہیں ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ پروانۂ مصطفیٰ ﷺ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ مدینے کی گلیوں میں روتے رہتے اور پوچھتے کہ تم نے میرے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو تو نہیں دیکھا؟ پھر مدینہ چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں جا کر رہے۔ ایک رات خواب میں دیدار حبیب ﷺ نصیب ہوا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ماھذاالجفوۃ یابلال امالک ان تزورنی یابلال۔ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! یہ کیسی بے وفائی ہے، کیا تیرا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے ہی بیدار ہوئے روتے روتے مدینہ منورہ کی طرف چل دیے، جب مدینہ منورہ پہنچے تو اول مسجد نبوی میں آکر محبوب کو تلاش کیا۔ پھر حجروں میں دیکھا پھر مزار انور پر آئے۔ زاروزار رونے لگے۔ جب اہل مدینہ کو پتا چلا کہ حضرت بلال آگئے ہیں تو مدینہ کے سارے لوگ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان اور بچے سب اکٹھے ہوگئے۔ سب نے کہا بلال رضی اللہ عنہ آج ہمیں وہ اذان سنائیں جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں وہ اذان نہیں کہہ سکتا۔ کہ جب اذان میں اشھدان محمدرسول اللہ کہتا تھا تو اپنے حبیب ﷺ کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اب وہ اشارہ کس طرف کرونگا۔ پھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تشریف لائے انہوں نے بھی کہا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ آج وہ اذان سنادیں جو نانا جان رسول اللہ

ﷺ کے سامنے دیتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی چھت پر چڑھ کر اذان کہنا شروع کر دی جب یہ عشق و محبت سے بھری ہجر و فراق کے ستائے ہوئے بلال رضی اللہ عنہ کی آواز مدینہ کی فضاؤں میں گونجی تو مدینہ منورہ میں ہر آدمی رونے لگا۔ آہیں بھرنے لگا۔ آنسو بہانے لگا۔ آج رسول اللہ ﷺ کا ظاہری زمانہ سب کو یاد آ گیا۔

فلما ان قال اشھد ان محمداً رسول اللہ خرج العواتق خدورھن وقالوا بعث رسول اللہ فمارئی اکثر باکیا و لا باکیۃ بالمدینۃ بعد رسول اللہ ﷺ من ذالک الیوم۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو پردہ دار خواتین باہر نکل آئیں ۔سب نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ آ گئے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ کے بعد کبھی اس سے زیادہ رونے والے مردوں اور عورتوں کو نہیں دیکھا گیا۔ جیسا اس دن سب روئے تھے۔[1]

بلال رضی اللہ عنہ بھی اذان مکمل نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔رب العالمین ہم سب کو سچا عشق حبیب عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

ایک عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم عراق سے مکہ مکرمہ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ(زَادَھُمَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا) کے ارادے سے نکلے۔ ہمارے قافلے میں بہت سے لوگ تھے۔ جیسے ہی ہم عراق سے نکلے تو ایک عراقی شخص بھی ہمارے ساتھ چل پڑا۔اس کا گندمی رنگ کثرتِ عبادت کی وجہ سے پیلا پڑ چکا تھا۔ اس نے مختلف چیتھڑوں سے بنا ہوا پرانا لباس پہن رکھا تھا۔ اسکے ہاتھ میں عصا تھا اور ایک تھیلی تھی جس میں تھوڑا سا توشہ تھا۔ دراصل وہ عابد وزاہد، امام العاشقین حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جب قافلے والوں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو پہچان نہ پائے اور ان سے کہا: ہمارا گمان ہے کہ تم ایک غلام ہو۔ حضرتِ سیّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں میں ایک غلام ہوں۔ لوگوں نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ تم ایک بُرے غلام ہو اور اپنے آقا سے بھاگ کر آئے ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ لوگوں نے کہا: جب تم اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگے تو اپنے آپ کو کیسا پایا اور تمہاری یہ کیا حالت ہے اگر تم اپنے آقا کے پاس رہتے تمہاری یہ حالت ہرگز نہ ہوتی اور بے شک تم بہت برے اور قصوروار غلام ہو۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل کی قسم! میں ایک گنہگار غلام ہوں، میرا آقا بہت ہی اچھا ہے اور قصور میرا ہی ہے اگر میں اسکی اطاعت کرتا اور اسکی رضا چاہتا تو میری یہ حالت ہرگز نہ ہوتی۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور اتنا

[1] (ابن عساکر)

روئے کہ قریب تھا کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روح پرواز کر جاتی۔ لوگوں کو ان پر بہت ترس آیا اور انہوں نے آقا سے مراد دنیوی آقا لیا جبکہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آقا سے مراد اللہ عزوجل کو لیا تھا۔ قافلے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: ڈرو مت! میں تمہارے لئے تمہارے آقا سے اَمان لے لوں گا، تم اس کی طرف لوٹ جاؤ اور توبہ کر لو۔ تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں اس کی طرف لوٹتا ہوں اور اس کے انعامات میں رغبت رکھتا ہوں۔ دراصل حضرتِ سیّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سرکار ابدِ قرار، شفیع روزِ شمار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کیلئے قافلے میں شامل ہوئے تھے۔ بہر حال، اسی دن قافلہ چل پڑا اور تیزی سے سفر کرنے لگا۔ رات کو جب اس قافلے نے ایک پتھریلی جگہ پر پڑاؤ کیا، وہ رات انتہائی سرد اور بارش والی تھی۔ وہ بزرگ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ قافلے والوں میں سے ہر شخص نے اپنے کجاوے اور خیمے میں پناہ لی، جبکہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نہ تو کجاوہ تھا، نہ خیمہ اور نہ ہی آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی سے کچھ مانگا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ بات ناپسند تھی کہ آپ دنیوی امور میں سے کوئی چیز مخلوق سے طلب کریں بلکہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو اپنی حاجتیں اللہ ربُّ العزت عزوجل سے مانگا کرتے تھے۔ اس رات آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سخت سردی لگی یہاں تک کہ سردی کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اعضائے مبارکہ کانپنے لگے۔ جب سردی زیادہ غالب آگئی تو اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ سردی لگنے کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔

جب قافلے والے بیدار ہوئے اور کُوچ کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پکارا: اے شخص اٹھو، لوگ کوچ کر رہے ہیں۔ مگر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کوئی جواب نہ دیا تو ایک شخص آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قریب آیا۔ جب اس نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جھنجوڑا تو دیکھا کہ آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ اس شخص نے قافلے والوں کو پکار کر کہا: اے قافلے والو! اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام انتقال کر گیا ہے اور اسے دفن کئے بغیر سفر کرنا مناسب نہیں۔ قافلے والوں نے کہا: اس کے معاملے (یعنی آقا سے بھاگنے) کا کیا ہو گا؟ قافلے میں موجود ایک نیک شخص نے کہا: یہ غلام توبہ کر کے اپنے آقا کی طرف لوٹنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اپنے عمل پر نادم تھا اور ہمیں امید ہے کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعے ہمیں نفع پہنچائے گا کیونکہ اسکی توبہ قبول ہو چکی ہے اور اگر ہم اسے دفن کئے بغیر چل پڑے تو کہیں ہم سے اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے، تمہارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس کے لئے قبر کھودنے اور اسے اس قبر میں دفن کرنے تک صبر کرو۔ تو لوگوں نے کہا: یہ ایسی جگہ ہے جہاں پانی موجود نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا کسی جاننے والے سے پوچھ لو چنانچہ لوگوں نے ایک شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ پانی یہاں سے ایک گھنٹے کی مسافت پر ملے گا تم میرے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دو میں تمہیں پانی لادوں گا اس شخص نے ڈول لیا اور پانی کی طرف چل دیا جب وہ قافلے سے نکلا تو اچانک سامنے پانی کی ایک نہر نظر آئی اس نے کہا: بڑا عجیب

معاملہ ہے میں نے پہلے کبھی اس نہر کو نہیں دیکھا یہ تو وہ جگہ ہے جہاں پانی ملتاہی نہیں اور نہ ہی کسی قریبی جگہ میں ہوتا ہے بہر حال وہ شخص قافلے کی طرف لوٹ آیااور قافلے والوں سے کہنے لگا: تمہاری مشقت ٹل گئی لکڑیا ں جمع کرو۔ توانہوں نے پانی گرم کرنے کے لئے لکڑیاں جمع کر دیں۔ پھر جب پانی لینے کے لئے نہر پر آئے تو پانی کو کھولتا ہواپایا، تو اس کے تعجب میں مزید اضافہ ہوا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر شرکائے قافلہ اس شخص یعنی حضرتِ سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھبرا گئے اور کہنے لگے: بے شک یہ شخص بڑی عظمت والا ہے۔ پھر ان لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قبر کھودنا شروع کی تو مٹّی کو جھاگ سے زیادہ نرم پایااور زمین سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ قافلے والوں نے دنیامیں اس سے زیادہ پاکیزہ خوشبونہ سونگھی تھی۔ اس صورت حال میں ان کے خوف میں مزید اضافہ ہو گیااور وہ رعب وگھبراہٹ میں مبتلا ہوگئے۔ جب وہ قبر سے نکلنے والی مٹّی کو دیکھتے تو اسے مٹّی کی طرح پاتے اور جب اسے سونگھتے تو مشک کی خوشبو پاتے۔ پھر ان لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک خیمہ نصب کیااور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد اقدس کو اس میں منتقل کر دیااور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کفن کے معاملے میں بحث کرنے لگے ایک شخص نے کہا انہیں کفن میں دوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں دوں گا۔ پھر جب ان سب کی رائے اس بات پر متفق ہوئی ہر شخص کفن کے لئے ایک ایک کپڑا دے پھر ان لوگوں نے کاغذ اور قلم پکڑا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک اور صفات مبارکہ لکھنے لگے اور کہنے لگے: ان شاءاللہ عزوجل جب ہم مدینے پہنچیں گے تو شاید وہاں ہمیں ان کا کوئی جاننے والامل جائے۔ پھر ان لوگوں نے اس پرچے کو اپنے سامان میں رکھ لیا۔ جب انہوں نے حضرتِ سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے دیااور کفن پہنانے کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس کو اُتارنا چاہاتو آپ کو جنّتی کفن میں لپٹاہواپایا۔ دیکھنے والوں نے کبھی ایسا کفن نہ دیکھا تھا۔ اس کفن پر مشک وعنبر لگاہوا تھا جس کی خوشبو نے فضا کو معطر کر دیا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جبین اطہر اور مبارک قدموں پر مشک کی مہک لگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے: گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوّت رب عزوجل ہی دیتاہے کہ رب عزوجل نے انہیں کفن پہنا دیااور بندوں کے کفن سے بے نیاز کر دیا، ہم اللہ عزوجل سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اس برگزیدہ اور مقبول شخص کے وسیلہ سے ہمیں جنت عطا فرمائے گا اور ہم پر رحم فرمائے گا۔

پھر ان قافلے والوں کو حضرتِ سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت سردی کی رات میں تنہا چھوڑنے پر سخت ندامت وشرمندگی ہوئی۔ پھر ان لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے لئے اٹھایا اور نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے ایک ہموار جگہ پر رکھا۔ جب ان لوگوں نے تکبیر کہی تو آسمان سے زمین تک مشرق سے مغرب تک تکبیر کہنے کی آوازیں سنیں تو ان کے کلیجے دہل گئے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ اپنے سروں سے سنی جانے والی آوازوں سے مرعوب ہونے

اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے یہ نہ سمجھ پائے کہ نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے۔ پھر جب انہیں قبر کی طرف لے جانے کا ارادہ کیاتو اٹھاتے وقت انہیں یوں محسوس ہوا کہ حضرتِ سیّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسد اقدس کسی اور مخلوق نے تھام رکھاہے اور انہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاوزن تک محسوس نہ ہوا۔ بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے لئے قبر کی طرف لائے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اقدس کو قبر میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد قافلے والے حضرتِ سیّدِنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حیران وپریشان ہوتے ہوئے سفر پر روانہ ہوگئے۔ جب وہ اپنا سفر پورا کر کے لوٹے تو کوفہ کی مسجد میں آئے اور لوگوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سنایا اور وہاں حلیہ بیان کیاتو حلیہ بیان کرنے پر لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا۔ مسجد میں رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد آپ کی کرامات ظاہر نہ ہوتیں تو حضرتِ سیّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر کسی کو نہ ہوتی اور نہ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار کا پتاچلتا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے پوشیدگی اور کنارہ کشی اختیار کرر کھی تھی۔[1]

شہادت سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم ﷺ پر کیا گزری:

ایک صحابیہ سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ زاروقطار رورہی تھیں میں نے کہا آپ کیوں رورہی ہیں ؟ فرمانے لگیں میں نے آج خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ کے سر مبارک اورداڑھی مبارک پر غبار تھامیں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کا یہ حال کس وجہ سے ہے ؟ ارشاد فرمایا: **شھدت قتل الحسین آنفا**: میں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا ماجرا ابھی ابھی دیکھاہے۔(ترمذی) مستدرک الحاکم میں ہے کہ ایک بار سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہانے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جھٹکے کے ساتھ اچک کر اٹھایاتو رسول اکرم ﷺ نے غصے سے فرمایا: اے ام فضل پرے ہٹ جاؤتم نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ذرا سختی سے اٹھایاجائے تو رسول اللہ ﷺ کو اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ان کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے سر نیزے پر اٹھایا گیااس وقت آپ ﷺ پر کیا گزری ہو گی۔ یہ وہ خود ہی جانتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿الاحزاب ۵۷﴾

---

[1] (آنسوؤں کادریاص ۸۴-۸۹)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے:

نجی حضرمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ آپ کرم اللہ وجہہ کو وضو کروایا کرتے تھے جب ارض نینوا کے بالمقابل گزرے آپ کرم اللہ وجہہ صفین کو جارہے تھے۔ فرمایا اے ابوعبداللہ ٹھہر جاؤ عبداللہ ٹھہر جاؤ یہ فرات کا کنارہ ہے میں نے عرض کیا اس کا کیا سبب ہے آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ایک روز میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا دیکھا آپ ﷺ کی آنکھیں برس رہی تھیں میں نے عرض کی یا نبی اللہ ﷺ کس نے آپ ﷺ کو دکھ دیا ہے؟ آپ ﷺ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں ؟ فرمایا! ہاں جبریل علیہ السلام میرے پاس ابھی آئے تھے اور بتایا۔ **ان الحسین (رضی اللہ عنہ) یقتل بشط الفرات**۔ بے شک امام حسین کو فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا پھر انہوں نے مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی تو میں اپنی آنکھوں پر ضبط نہ کر سکا۔[1]

نبی اکرم ﷺ کے آنسو:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے تھے۔ **وعلیٰ راسہ ولحیتہ التراب**۔ سر انور اور داڑھی مبارک خاک آلود تھی اور دست مبارک میں خون سے بھری بوتل تھی۔ **بیدہ قارورۃ فیھا دم**۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں بوتل تھی جس میں خون تھا۔ یہ دیکھ کر میرا دل بے چین ہو گیا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کیا حال ہے ؟ آپ ﷺ کی مبارک زلفیں بکھری ہوئی ہیں داڑھی مبارک اور سر انور پر غبار ہے اور ہاتھ میں خونی قارورہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں مقتل حسین رضی اللہ عنہ میں موجود تھا وہاں سے اس حال میں آیا ہوں۔ **ھذا دم الحسین و اصحابہ**۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کا خون ہے۔

سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کے لیے آسمان بھی رویا تھا:

جہاں میں دو ہستیوں کیلئے زمین اور آسمان خوب روئے تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے:

ان یحیٰ بن زکریا علیھما السلام لما قتل احمرت السماء وقطرت دما وعلی الحسین بن علی رضی اللہ عنھما احمرت السمآء۔

[1] (مجمع الزوائد ج۹: ۱۸۷ الناشر: مکتبۃ القدسی، القاھرۃ)

بیشک یحیٰی بن زکریا علیہما السلام جب قتل کیے گئے تو آسمان سرخ ہو گیا۔ اور خون رویا تھا۔ اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کیلئے بھی آسمان سرخ ہو گیا تھا۔[1]

(ومن اخلاقھم رضی اللہ عنھم)

رقۃ قلوبھم، وکثرۃ بکائھم علی تفریطھم فی حقوق اللہ تعالیٰ لعل اللہ أن یرحمھم، وکان علی ھذا المقام الامام أبوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وعمربن الخطاب رضی اللہ عنہ، وابودرداء رضی اللہ عنہ، وکان لعمربن الخطاب رضی اللہ عنہ خطان أسودان فی وجھه من مجری الدموع، وکذلک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، وکذلک کان لعمربن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ویزید رقاشی رضی اللہ عنہ، والفضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ، وبشر الحافی رضی اللہ عنہ، ومعروف الکرخی رضی اللہ عنہ۔

وکان یزیدرقاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه اذادخل بیته یبکی، وإذاقدم الیه الطعام بکی، وإذا جلس إلیه اخوانه بکی وابکاھم ویقول: وھل خلقت النار الا لمثلی، وکان عمربن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه طول لیله یبکی، ویجول فی دارہ، ویصرخ الی الصباح، وکثیرامایقع مغشیا علیه وکان یصلی فی سطح غرفته فیبکي في سجودہ حتي تجري دموعه وتتقاطر من المیزاب علي النائمین تحته حتي کانوا یظنون أنھا سحابۃ مارۃ فأمطرت علیھم وقد کانت رابعۃ العدویۃ رحمۃ اللہ علیھا تبکي وترش دمعھا حولھا کان یظن الداخل إلیھا أن ذالک من ماء الوضوء وکان ابن سماک رحمه اللہ تعالي إذاحمی مجلسه وتباکی الناس یذکرلھم بکاء داود علیه الصلاۃ والسلام وبکاء سفیان الثوري وداودالطائی والفضیل بن عیاض وعمربن عبدالعزیز رحمھم اللہ تعالیٰ وأضرابھم فیستصغر الناس عندذلک بکاءھم وذلک کعب الاحبار رضی اللہ عنه یقول لأن أبکی من خشیۃ اللہ حتی تخرج من عینی قطرۃ واحدۃ أحب الیّ من أن أتصدق بجبل من ذھب، واناغلیظ القلب وکان علی رضی اللہ عنه یقول علامۃ الصالحین صفرۃ الالوان وعمش العیون وذبول الشفاہ أی من کثرۃ سھرھم وبکائھم وجوعھم وکان الفضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه یقول لیس البکاء بکاء العین انما البکاء بکاء القلب فإن الرجل قدتبکی عیناہ وقلبه قاس لأن بکاء المنافق یکون من رأسه لامن قلبه۔

وکان سفیان الثوری رحمه اللہ تعالیٰ یقول: البکاء عشرۃ أجزاء فواحد منھا للہ تعالیٰ، والتسعۃ کلھا ریاء، فإذا جاء ذلک الجزء الذی للہ تعالیٰ فی السنۃ مرۃ واحدۃ نجاصاحبه من النار ان شاء اللہ تعالیٰ۔ قلت: لایکمل مقام الرجل فی البکاء الابکاء عینیه وقلبه واماالباکی بأحدھماناقص لاسیماان کان له اتباع، فان بکاءہ بالقلب لایذوقه أتباعه فیحتاج الی بکاء العین ضرورۃ وان کان مقامه قدارتقی عن ذلک واللہ تعالی اعلم۔

وقد بکی رجل ریاء فی مجلس صلۃ بن أشیم فرحمه الناس فقیل له فی المنام خذ أجر بکائک ممن أحببت أن یراک باکیا، وکان سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه یقول کان سفیان بن عیینۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه اذابکی یرددالدمع فی عینه ویقول انه أبقی للکمدوکان عمربن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه اذابکی بکت زوجته وعیاله

---

[1](ابن کثیر)

وخدمه ولایدرون لم ذلک البکاء وکان صالح المری رحمۃاللہ تعالیٰ علیه یقول:الذنوب تطمس القلوب ولایزیل ذلک الاالبکاء،وقدبکی شعیب بن حرب رحمۃاللہ تعالیٰ علیه فی مجلس طاؤس رحمۃاللہ تعالیٰ علیه حتی أبکی الناس وظن انه فعل امر أعظیماًفقال له طاؤس رحمۃاللہ تعالیٰ علیه اعلم یااخی انه لوبکی معک اهل السماء وأهل الارض لأجل ذنب واحدفعلته لکان ذلک قلیلاًفکیف تظن أن ذنوبک تمحی لبکاءک وحدک،وقدقیل لمالک بن دینار رحمۃاللہ تعالیٰ علیه۔ألاتأتیک بقاری سمعک القرآن؟فقال الثکلی لاتحتاج الی ناءحة،وکان الضحاک رحمۃاللہ تعالیٰ علیه یبکی کل عشیة حتی یغشی علیه ویقول انی لاادری ماصعدالیوم من عملی القبیح هل غفرلی،او هوباق فی صحیفتی حتی أقف علیه غدا،وکان مکحول الدمشقی رحمۃاللہ تعالیٰ علیه یقول اذارأیتم احداًیبکی ،فابکوا ولاتظنوابه الریاء،فانی ظننت ذلک مرة برجل فحرمت البکاءسنۃاھ۔فعلم أن کل من ادعی الصلاح ،ولم یبک بقلبه عندسماع القرآن فهوکاذب،لأن قسوة القلب تنافی أخلاق الصالحین،فاعلم ذلک ،والحمد للہ رب العالمین۔رحمۃاللہ تعالیٰ علیه

دلوں کانرم ہونااور کوتاہی پر رونا:

صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے اخلاق میں سے ایک بات یہ ہے کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں اوروہ حقوق اللہ عزوجل میں کوتاہی کی وجہ سے بہت روتے ہیں کہ شاید اللہ ان پر رحم فرمائے حضرت ابو بکر صدیقؓحضرت عمربن خطابؓ اور حضرت ابودرداءؓاسی مقام پر تھے۔

حضرت عمرفاروقؓ کے چہرۂانورپر آنسوؤں کے جاری ہونے کی وجہ سے دوسیاہ لکیریں بن گئی تھیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی معاملہ تھاحضرت عمربن عبدالعزیزؒحضرت یزیدالرقاشیؒحضرت فضیل بن عیاضؒحضرت بشرحافیؒ اور حضرت معروف کرخی رحہم اللہ بھی اسی مقام پر تھے۔حضرت یزید الرقاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اپنے گھرمیں داخل ہوتے توروتے تھے اورجب ان کے سامنے کھانارکھاجاتاتوروتے تھے اورجب اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس بیٹھتے توخود بھی روتے اوران کو بھی رلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جہنم کی آگ تومیرے جیسے آدمی کیلئے پیدا کی گئی ہے۔حضرت عمربن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات بھرروتے رہتے گھرمیں چکرکاٹتے اور صبح تک چیختے چلاتے تھے اوراکثراوقات بیہوش ہوجاتے تھے اکثراوقات اپنے کمرے کی چھت پر نمازپڑھتے توسجدے میں روتے حتیٰ کہ ان کے آنسوجاری ہوتے اور جولوگ نیچے سوئے ہوتے پرنالے سے ان پر قطرے گرتے حتیٰ کہ وہ سمجھتے کہ یہ بادل گزررہاہے جوان پر برس گیا۔حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہاروتیں اوران کے آنسوؤں کے چھینٹے پڑتے حتیٰ کہ ان کے پاس آنے والا سمجھتا کہ یہ وضوکے پانی سے ہے۔حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس جب گرم ہوجاتی اورلوگ روناشروع کردیتے توآپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان

کے سامنے حضرت داؤدعلیہ السلام کے رونے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رونے، حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوران جیسے لوگوں کے رونے کاذکرکرتے تواس وقت لوگ اپنے رونے کو حقیر سمجھتے۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں حتی کہ میری آنکھوں سے ایک قطرہ نکلے تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں سونے کا ایک پہاڑ صدقہ کروں اور میرا دل سخت ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے صالحین کی علامت یہ ہے کہ ان کے رنگ پیلے پڑ جاتے ہیں آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں اور ہونٹ مرجھاجاتے ہیں یعنی کثرت سے جاگنے رونے اور بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہوتی ہے۔اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے اصل رونا آنکھوں کارونا نہیں اصل رونادل کارونا ہے بعض اوقات ایک شخص رورہاہوتاہے اوراس کادل سخت ہوتاہے کیونکہ منافق کارونا سر(کی آنکھوں)سے ہوتاہے اس کے دل سے نہیں ہوتا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے رونے کی دس اقسام ہیں ان میں سے ایک اللہ کیلئے ہے اور باقی تمام کے تمام ریاکاری ہے۔جب یہ جزءجواللہ عزوجل کیلئے ہے سال میں ایک بار بھی آجائے توایسا شخص جہنم سے نجات پالے گاانشاءاللہ۔میں (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتاہوں رونے میں آدمی کامقام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتاجب تک اس کی آنکھیں اوردل نہ روئے،ان میں سے ایک کے ساتھ رونے والاناقص ہے خاص طورپرجب اس کی اتباع کرنے والاہوکیونکہ دل کے رونے کاذائقہ اس کے تابعین کوحاصل نہیں ہوتالہٰذا آنکھوں کے ساتھ رونے کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ اس کامقام اس سے اوپر جاچکاہو۔ایک شخص حضرت صلہ بن ریشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں ریاکاری کے طورپررویاتولوگوں نے اس کے لیے رحمت کی دعاکی پس اس کوخواب میں کہاگیااپنے رونے کااجراس سے حاصل کروجس کوتم نے پسندکیاکہ وہ تمہیں روتادیکھے۔ حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب روتے تو آنسوؤں کو اپنی آنکھوں میں واپس لوٹاتے وہ فرماتے تھے یہ غم کوزیادہ باقی رکھنے والے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب روتے تو آپ کی زوجہ،اولاداور خدام بھی روتے حالانکہ ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے۔حضرت صالح المری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے گناہ دلوں کو بے نور کردیتے ہیں اوراس (بے نوری)کوصرف رونازائل کرتاہے۔

حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں روئے حتیٰ کہ انہوں نے لوگوں کو رلادیااوریہ خیال کیاکہ انہوں نے بہت بڑاکام کیاہے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کہا:اے

بھائی! جان لو اگر تمہارے ساتھ آسمان اورزمین والے بھی ایک گناہ کی وجہ سے روتے جس کا تم نے ارتکاب کیا تو یہ بھی کم ہوتا تو تم کس طرح یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارا گناہ صرف تمہارے رونے سے مٹ جائے گا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا کیا ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کسی قاری کو نہ لائیں جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید سنائے۔ انہوں نے فرمایا جس عورت کا بچہ گم ہو جائے اسے کسی نوحہ کرنے والی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر شام روتے حتی کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور وہ فرماتے میں نہیں جانتا کہ آج میرا جو قبیح عمل اوپر گیا ہے وہ بخش دیا گیا یا میرے نامہ اعمال میں باقی ہے حتی کہ کل مجھے اس کی وجہ سے رکنا پڑے گا۔ حضرت مکحول دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے جب تم کسی کو روتا ہوا دیکھو تو تم بھی روؤ اور اسے ریاکاری نہ سمجھو میں نے ایک دفعہ ایک شخص کے بارے میں یہ خیال کیا تو میں ایک سال تک رونے سے محروم رہا۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص نیکی اور بھلائی کا دعوٰی کرتا ہے اور قرآن مجید سن کر دل سے نہیں روتا وہ جھوٹا ہے کیونکہ دل کی سختی نیک لوگوں کے اخلاق کے خلاف ہے۔ پس اس بات کو جان لو اور تمام تعریفیں اللہ عزوجل کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[1]

یہ تمام واقعات رونے کی فضیلت پر تھے جو کہ جذب کی اقسام میں سے ایک اعلیٰ قسم ہے۔

حدیث نمبر ٦: اس طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ شِبْتَ، قَالَ ,شَيَّبَتْنِي هُودٌ، وَالوَاقِعَةُ، وَالمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کی ریش مبارک میں سفید بال آ گئے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتسآءلون اوراذا الشمس کورتنے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ ریش سفید ہونے کے آثار امت کے غم اور ضعف کے باعث ہیں۔ اس لئے کہ سورۂ ھود میں۔ (واستقم کما امرت و من اتبعک من المؤمنین)

ترجمہ: ثابت قدم رہو جس طرح تمہیں حکم ہے وہ بھی ثابت رہیں جو تمہارے پیروکار مومن ہیں رسول اللہ ﷺ کیلئے استقامت اور قرآن پر عمل بالکل بھی مشکل نہیں کیونکہ حضور ﷺ کے اخلاق قرآن کریم پر عمل ہے مگر امت کے لئے استقامت کا حکم ہے اور عام امتی کیلئے استقامت بہت مشکل کام ہے۔ (باب ما جاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

---

[1] (تنبیہ المغترین ص ۴۹ دار الکتب العلمیۃ)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاستقامۃ للامۃ امر شدید صعب و لذا امر و ابدعآء الھدایۃ و الاستقامۃ فی کل صلٰوۃ و فی کل رکعۃ ملخصًا۔

استقامت تمام امت کے لئے بہت مشکل کام ہے اسی وجہ سے امت کیلئے ہر نماز میں ہر رکعت میں استقامت علی الھدایۃ کا حکم ہے۔ تو یہ غم در حقیقت امت کیلئے ہی ہے۔[1]

جس طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

رزقنا اللہ سبحانہ وتعالٰی و ایاکم الاستقامۃ علی سبیل الشریعۃ و الطریقۃ و الحقیقۃ و احفظنا و ایاکم من زلۃ الاقدام و سوء الخاتمۃ آمین۔ بحرمۃ مرشدنا الکریم و لاسیما بحرمۃ سید المرسلین ﷺ آمین۔

اسی طرح سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور سورہ عمّ یتسآءلون اور سورہ تکویر میں قیامت کی سختیاں اور خوفناک واقعات گزری ہوئی امتوں کے انکار اور نافرمانی کیوجہ سے ہلاکت کے واقعات مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے امت کی خاطر رسولِ کریم ﷺ پر غم کے آثار ضعف اور ریش مبارک کا سفید ہونا ظاہر ہوا۔

اور ان آثار کا ظاہر ہونا بھی وجد کی ایک قسم ہے، جیسے کہ اقسامِ وجد میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں احیاء العلوم میں باب آثار السماع وآدابہ میں فرماتے ہیں:

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم شیبتنی ھود و اخواتھا خبر عن الوجد فان الشیب یحصل من الحزن و الخوف و ذالک وجد۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا فرمان سورۂ ھود کی طرح سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یہ بتانا خبر دینا ہے کہ داڑھی کا سفید ہونا بھی غم ہی کی وجہ سے ہے اور یہ وجد کی اقسام میں سے ایک ہے۔

حدیث نمبر ۷: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیہقی شعب الایمان اور ابن عدی کی (الکامل) کے حوالے سے ابو حرب بن ابی الاسود کی روایت سے مرسلا اس طرح نقل کیا ہے کہ:

انہ علیہ الصلٰوۃ و السلام قرأ عندہ ”ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصۃ و عذابا الیما“ فصعق۔[2]

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ابو حرب بن ابو الاسود کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی اور یہ مرسل حدیث پر حجت ہے۔ بلکہ حنفیوں کے نزدیک یہ مسند سے بھی اوپر ہے اصولِ فقہ کی کتابوں میں (باب السنہ) میں وضاحت موجود ہے اور مسلم شریف میں حضور ﷺ کا بے ہوش ہو جانا بھی مروی ہے۔ مسلم شریف: ج:۱: ص:۱۵۴: میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کا بے

---

[1] (کمافی المرقاۃ)

[2] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۲۹۷)

ہوش ہو جانا یا ان پر غشی طاری ہونے کی روایت موجود ہے پھر تدریجا استعداد بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ شب معراج اللہ کے دیدار سے مشرف ہونے کے باوجود بھی بال برابر بھی نہ ہلے۔ اپنی عظیم ترین استعداد مبارکہ کی بدولت ذات حق کا مشاہدہ کیا۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات شریف میں یہ بات ذکر کی ہے کہ تجلی ذاتی اور اصلی خالص بدون ظل کے وقت میں دک وفک اور سقوط اور غشی کا طاری ہونا، اس سے چھٹکارا نہیں۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ:

(فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا) لہٰذا منتہی کیلیئے اصل تجلی خالص بغیر سایہ کے دیکھنے سے حالت متغیر ہو جاتی ہے مگر نبی کریم ﷺ کے پہلے احوال موسیٰ علیہ السلام کے پہلے احوال صحابہ کرام کے پہلے احوال تابعین و شیخین کے پہلے اقوال اس پر گواہ ہیں اور اس کے بعد سید الانبیاء ﷺ کو اتنی ترقی اور استعداد کیسے حاصل ہوئی کہ عین ذات کا دیدار کرتے ہوئے بھی حالت نہیں بدلی۔ یہ ایک باریک تحقیق ہے اور تفصیل مکتوبات شریف میں موجود ہے تاہم یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے اسلئے کہ غشی اور بے ہوشی کا طاری ہونا وجد ہی کی قسم ہے۔

حدیث نمبر ۸: اسی طرح تفسیر مدارک:ج:۴:ص:۱۳۶:، تفسیر مظہری:ج:۸:ص:۱۰۹: سورۂ زمر کی آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

اذا اقشعر جلد المؤمن (وفی روایة جلد العبد) من خشیة اللہ تحاطت عنه الذنوب کما یتحاطت عن الشجرة الیابسة ورقها۔

جب مؤمن کی کھال اللہ کے خوف سے حرکت کرتی ہے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ بندے کی کھال اللہ کے خوف سے لرزتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔

'**اقشعرار**' کے معنی ہیں 'ارتعاد' یعنی لرزنا، کانپنا یا اضطراب۔ یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اس حدیث سے بھی بندۂ صالح اور بندۂ مؤمن کیلیئے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۹: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عذابِ قبر کے باب میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی:

تقول قام رسول اللہ ﷺ خطیبا فذکر فتنة القبر التی یفتتن فیها المرء فلما ذکر ذالک ضج المسلمون ضجة۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو فتنۂ قبر کا ذکر کیا جو بندے سے امتحان ہوتا ہے۔ جب قبر کی حالت کا ذکر ہوتا ہے یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چیخیں مارنا شروع کیں۔[1]

اور امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

حالت بینی و بین ان افھم کلام رسول اللہ ﷺ فلما سکنت ضجتھم قلت لرجل قریب منی ای بارک اللہ لک ماذا قال رسول اللہ ﷺ فی آخر قولہ؟ قال: قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور قریبا من فتنۃ الدجال۔

یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ شور میرے اور حضور ﷺ کا کلام مبارک سمجھنے کے درمیان حائل ہوا۔ جب حضور ﷺ کا خطبہ مبارک ختم ہوا تو میں نے ایک صحابی سے پوچھا کہ آخر میں نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ فتنۂ دجال کے وقت تم قبر کے فتنے میں ڈالے جاؤ گے۔[2]

مشکوٰۃ شریف (باب اثبات عذاب القبر ج ۱ ص ۲۶) میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ کا وعظ و خطبے کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوفِ الٰہی کے سبب چیخیں مارنا خلافِ ادب تصور کیا جائے گا یا نہیں حضور ﷺ کی محفل اقدس میں۔ اور حضور ﷺ کی آواز مبارکہ سے صحابہ کرام ث کی آوازیں خوفِ الٰہی کیوجہ سے بلند ہو گئی تھیں۔ کہ چیخیں مار رہے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی آواز مبارکہ سے اپنی آواز بلند کرنا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴿حجرات ۲﴾** کہ حضور اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۳۸)

[2] (سنن نسائی، کتاب الجنائز ج ۱ ص ۲۲۴ کتاب التعوذ من عذاب القبر)

صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کے سکر و مستی کے واقعات

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

مگر غلبۂ حال و سکر و وجد صحابہ را رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نیز غلبات حال بود و مستیہا بود آخر تواجد و رقصِ بلال در مسجد نزد نزول آیہ و لٰکن اللہ یھدی من یشآء۔

و منع عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ را از صلحِ کفار در روزِ حدیبیہ و عدم شکر و امتنان عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از آنحضرت ﷺ در نزولِ قرآن وطہارتِ ذیل و برأتِ حالِ وے رضی اللہ عنہا در قضیۂ افک و قولِ معاذ بن جبل ؓ نزد جریان ذکر و باکہ وے رحمت است، مر این امت را خداوندا معاذ را و اہلِ معاذ را از ین رحمت فراموش مکن، و قولِ او در وقت طریان اغما و سکراتِ موت اخنق خنقک فو عزّتک لتعلم انّی احبّک۔ این ہمہ از مستی وجد و غلبۂ حال بود و اللہ اعلم۔

ترجمہ: صحابہ (رضوان اللہ علیہم) پر بھی غلبۂ حال و مستی ہوتا تھا۔ آخر حضرت بلال ؓ کا اس آیت کے نزول کے وقت مسجد میں وجد کرنا اور رقص کرنے لگنا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. (یعنی: اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔)

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح کفار سے حدیبیہ کے روز منع کرنا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قضیۂ افک کے موقع پر اپنی پاکیزگی اور برأت کے سلسلہ میں قرآن مجید کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرنے سے انکار کرنا اور حضرت معاذ بن جبلرضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نام اور ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ مدینہ کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ بیعت عقبہ ثانی میں حاضر تھے۔ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قاضی اور معلم کی حیثیت سے یمن روانہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد شام کا والی مقرر کیا لیکن اسی سال ۱۸ھ ۶۳۹ء میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر ۳۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ سے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔) کا ذکر کے جاری ہونے کے وقت یہ قول کہ وہ اس امت کے لیے خصوصیت سے رحمت ہے۔ اے اللہ! معاذ اور اہلِ معاذ کو اس رحمت سے فراموش نہ کر۔ اور ان کا

بیہوشی اور سکراتِ موت کے وقت یہ قول: گلا گھونٹ اپنا گلا گھونٹنا۔ تیری عزت کی قسم، تو جانتا ہے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ یہ سب وجد و مستی اور حال کے غلبہ کی وجہ سے تھا۔ واللہ اعلم۔[1]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خوفِ الٰہی کے سبب چیخیں مارنا اور رونا یہ غیر اختیاری تھا۔ عقل و شعور ہونے کے باوجود یہ چیخیں مارنا وجد کے باعث تھا اور یہ وجد بھی اقسامِ وجد میں سے ایک وجد ہے جس طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حالت غشی کے واقعات:

قطب ربانی محقق صمدانی سیدنا و مولانا العارف بربہ سیدی عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واقعہ نمبر ۱: (و من اخلاقھم رضی اللہ عنھم) کثرۃ الخوف من اللہ تعالیٰ اذا ذکروا أھوال یوم القیامۃ و کثرۃ الغشیان و الصعق اذا سمعوا القرآن و الذکر و قد قرأ رسول اللہ ﷺ یوما قولہ تعالیٰ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالاً وَجَحِيماً (۱۲) وَطَعَاماً ذَا غُصَّةٍ وَعَذَاباً أَلِيماً (المزمل ۱۳) و کان وراءہ حمران بن أعین فخر میتا رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے اخلاق میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب وہ قیامت کے ھولناک مناظر کو یاد کرتے ہیں تو بہت زیادہ ڈرتے ہیں اور جب قرآن مجید اور ذکر الٰہی سنتے ہیں تو ان پر غشی اور خوف بہت زیادہ ظاہر ہوتا ہے ایک دن نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔ آپ ﷺ کی اقتداء میں حضرت حمران بن اعین رضی اللہ عنہ تھے وہ انتقال کر گئے۔

واقعہ نمبر ۲: و قد دخل یزید الرقاشی علی عمر بن عبد العزیز رحمھما اللہ تعالیٰ یوما فقال لہ عظنی یا یزید فقال لہ یا أمیر المؤمنین انک اول خلیفۃ یموت فبکی عمر و قال لہ زدنی فقال لہ لیس بینک و بین أبیک آدم أب حی فبکی عمر و قال لہ زدنی فقال لہ لیس بین الجنۃ و النار منزلۃ أخریٰ فسقط عمر مغشیا علیہ۔

ترجمہ: ایک دن یزید الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے یزید مجھکو کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا اے امیر المؤمنین تم پہلے خلیفہ ہو جو انتقال کر جاؤ گے اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رو پڑے اور کہا نصیحت میں اضافہ کیجئے انہوں نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی زندہ نہیں ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ پھر روئے اور فرمایا کچھ اور بتائیں فرمایا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش کر گر پڑے۔

---

[1] (مرج البحرین، ص، ۵۳، وصل ۱۱، شیخ عبد الحق محدث اکیڈمی، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دھلی)

واقعہ نمبر۳:وکان الحسن بن صالح رحمه الله تعالیٰ یؤذن مرة فقال اشهد أن لا اله الا الله فغشی علیه، فحملوه من المنارة ونزلوا به وصعداخوه، فاذن وصلی بالناس والحسن فی غشیته وکان ابوسلیمان الدارانی رحمه الله تعالیٰ یقول مارأیت احداً اکثر خشوعامن الحسن یعنی ابن صالح رحمه الله قام لیلة الی الصباح بسورة (عم یتساءلون النباء ۱) یرددهاویغشیٰ علیه الی الفجر ولم یتم السورة وکان کلماغشی علیه یجددطهارة .

ترجمہ:حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ اذان کہتے ہوئے اشهد ان لا اله الا الله کہا تو ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی لوگ ان کو سہارے سے اٹھا کر نیچے لائے اور ان کے بھائی اوپر چلے گئے اور اذان دے کر نماز پڑھائی اس دوران حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے ہوشی طاری رہی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے میں نے حسن (ابن صالح) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ خشوع و خضوع کرنے والا نہیں دیکھا انہوں نے ایک رات سورۃ ''عم یتسالون'' کی تلاوت شروع کی تو صبح تک پڑھتے رہے ان پر صبح تک بار بار بے ہوشی طاری ہو جاتی اور وہ سورت نہ پڑھ سکے اور جب بھی ان پر غشی طاری ہوتی وہ تازہ وضو کرتے۔

واقعہ نمبر۴ :وقدمر داود الطائی یوما علی امرأة تبکی علی قبرها وتقول لیت شعری بای خدیک بدأالدود، فخر داود مغشیا علیه۔

ترجمہ:حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ ایک قبر کے پاس رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تیرے کس رخسار سے کیڑے نے آغاز کیا، یہ سن کر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

واقعہ نمبر۵:وقد کانت شعوانة العابدة رحمةالله علیهاتقول فی مناجاتها اِلٰهي أنت اکرم الکرماء وسید السادات ورجاء المسلمین فأسألک ان تغفر الیوم لکل من تعرض لمعصیتک بعد معرفته بعقوبتک ثم تصرخ ویغشیٰ علیهاوتقول هاه۔

ترجمہ:حضرت شعوانہ عابدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اپنی دعا میں یوں کہا کرتی تھیں یا الٰہی! تو سب سے زیادہ کریم ہے، تمام سرداروں کا سردار ہے مسلمانوں کی امید ہے میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ آج جو شخص بھی سزا کا علم رکھنے کے باوجود تیری نافرمانی کرے تو اسے بخش دے پھر وہ چیخیں چلاتیں اور ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور وہ ہائے ہائے کہتی تھیں۔

واقعہ نمبر۶:وقدقرأ أمیرالمؤمنین عمرابن الخطاب رضی الله عنه یوما(اذاالشمس کورت سورة التکویر ۱)حتی بلغ قوله تعالیٰ(واذاالصحف نشرت :التکویر ۱۰)فخرمغشیاعلیه وصاریضطرب علی الارض ساعةطویلة۔

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن یہ آیت کریمہ پڑھی: "اذا الشمس کورت" (پ ۳۰: التکویر) (ترجمہ) اور جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ جب آپ "واذا الصحف نشرت" (پ ۳۰: التکویر) (ترجمہ) جب نامہ ہائے اعمال کھولے جائیں گے۔ پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر پھڑکتے رہے۔

واقعہ نمبر ۷: قال و سمع الربیع بن خیثم رحمہ اللہ تعالیٰ قارئاًیقرأ قولہ تعالیٰ (اذا رأتھم من مکان بعید سمعو الھا تغیظا و زفیرا: الفرقان ۱۲) فخر مغشیاعلیہ ثم حمل الی بیتہ ففاتہ الظھر و العصر و المغرب و العشاء و کان ھو الامام فی حارتہ و فی روایۃ کان القارئ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

"إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا" (سورۃ الفرقان ۱۲)

ترجمہ: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھیں گے تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا۔

تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر ان کو اٹھا کر لایا گیا تو ان سے ظہر، عصر اور مغرب وعشاء کی نماز قضا ہو گئی اور اپنے محلے میں وہی امام تھے ایک روایت میں ہے کہ قرأت کرنے والے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

واقعہ نمبر ۸: وقد کان ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ تعالی یقول صلی سفیان الثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رکعتین خلف المقام ثم نظر الی السمآء فنقلب مغشیاعلیہ۔ قال الدارانی و مافعل بہ ذلک مجرد نظرہ الی السماء و انما ذلک من التفکر فی اھوال القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں پھر آسمان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہ معاملہ محض آسمان کی طرف دیکھنے سے پیش نہیں آیا بلکہ قیامت کے ہولناک مناظر میں غور کرنے سے ہوا۔

واقعہ نمبر ۹: و کان وھب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ یقول کان ابراھیم الخلیل علیہ الصلوٰۃ و السلام اذا ذکر خطیئتہ یغشیٰ علیہ و یسمع وجیب قلبہ من مسیرۃ میل فیقا ل لہ تفعل ذلک و انت خلیل الرحمٰن فیقول اذا ذکرت خطیئتی نسیت خلتی۔

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی خطا کا ذکر کرتے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور ان کے دل کی دھڑکن ایک مہینے کی مسافت سے سنائی دیتی آپ سے کہا جاتا کہ آپ اس طرح

کیوں کرتے ہیں جب کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں ؟تو فرماتے جب میں اپنی خطاؤں کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خلیل ہونا بھول جاتا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰:قال :وصلی الفضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفجر یوما فقرأ یس فلما بلغ قولہ تعالیٰ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (53یس)فسقط ابنہ علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فلم یفقہ حتی طلع الشمس وقد کان علی ھذا اذا اراد ان یقرأ سورۃ لم یقدر ان یتمھا وکان لا یقدر ان یسمع سورۃ (اذا زلزلت الارض) ولا سورۃ القارعۃ ابدا قال ولما مات ضحک ابوہ الفضیل فقیل لہ فی ذلک وکان کثیر الحزن فقال ان اللہ تعالیٰ احب موتہ فاحببت ذلک لحب اللہ وکان یقول لو الدتہ ادع اللہ لی ان یقدرنی علی سماع سورۃ کاملۃ او علی ختم القرآن ولو مرۃ قبل موتی۔

ترجمہ: (مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن فجر کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھی جب وہ اس آیت پر پہنچے:

"إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (سورۃ یٰسین آیت ۵۳)

ترجمہ: نہیں ہوئی مگر ایک زور دار کڑک پھر وہ فوراً سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔

تو ان کا بیٹا علی بن فضیل عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گر پڑا اور اسے سورج چڑھنے تک افاقہ نہ ہوا اور یہ علی جب کوئی سورت پڑھنا چاہتے تو اسے پورا نہ کر سکتے اور وہ "سورۃ اذا زلزلت الارض" اور "سورۃ القارعۃ" کبھی بھی سن نہیں سکتے تھے۔جب حضرت علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کے والد حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہنس پڑے ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی کیونکہ وہ زیادہ غمگین رہتے تھے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ کے پسند کرنے کی وجہ سے مجھے بھی یہ موت پسند ہے اور وہ اپنی والدہ سے فرماتے تھے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے پوری سورت سننے یا ختم قرآن کی طاقت عطا فرمائے اگرچہ میری موت سے پہلے ایک بار ہی ہو۔

واقعہ نمبر ۱۱:وکان الحسن البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقول کان احدھم یقرأ القرآن فی اللیل فاذا اصبح عرف الناس ذلک فی وجھہ من شدۃ التغیر والاصفرار والنحول والذبول فصار الناس الیوم یقرأ احدھم القرآن کلہ فی اللیل فاذا اصبح لا یظھر علی وجھہ منہ شئ وکانہ حمل رداءہ۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان (بزرگوں) میں سے کوئی ایک رات کے وقت قرآن مجید پڑھتا جب صبح ہوتی تو لوگوں کو اس بات کا علم ان کے چہرے سے ہو جاتا تھا کیونکہ اس میں بہت زیادہ تبدیلی آجاتی

تھی رنگ زرد ہو جاتا اور کمزوری ظاہر ہو جاتی پس آج صورت حال یہ ہے کہ ایک شخص رات بھر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے لیکن صبح اس کے چہرے پر اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا گویا اس نے اس کی چادر اٹھائی ہو۔

واقعہ نمبر ۱۲: وکان میمون بن مهران رحمه الله تعالیٰ یقول سمع سلمان الفارسی۔رضی الله عنه۔قارئاًیقرأقوله تعالیٰ: (وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ: الحجر ۴۳) فصاح و وضع یده علی رأسه وخرج هائمالایدری این یتوجه مدة ثلاثة ایام۔

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کسی قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: "وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ" (پ ۱۴: الحجر ۴۳) "اور بے شک ان سب کو جہنم میں جمع ہونا ہے۔" تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر حیران و پریشان نکل پڑے تین دن تک پتہ نہ چلا کہ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔

فتأمل یاأخی فی احوال سلفک،فهل غشی علیک قط عندسماع کلام ربک عزوجل خالصاًام لم یغش علیک لاخالصاولامرائیاًلقسوة قلبک؟ فخذ حذرک و علیک بالجوع فانه یرقق القلب ، والحمدلله رب العالمین۔

ترجمہ: تو اے بھائی! اپنے بزرگوں کے حالات میں غور و فکر کرو کیا کبھی اللہ کا کلام سنتے ہوئے تم پر بھی خلوص کے ساتھ غشی طاری ہوئی ہے یا دل کی سختی کی وجہ سے خلوص کے ساتھ یا دکھاوے کے طور پر کسی صورت میں بھی تم پر غشی طاری نہیں ہوئی پس احتیاط کرو اور بھوک کو اپناؤ اس سے دل نرم ہوتا ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[1]

واقعہ نمبر ۱۳: الامام الشیخ عبدالوھاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وخرج الحسن البصری رحمة الله تعالیٰ علیه فی جنازة فلمارأهم وهم یدخلون المیت فی القبر صاح وخرمغشیاعلیه،فمارجعواالی بیته الافی نعش ذلک المیت۔

ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک جنازے کے ساتھ نکلے پس جب انہوں نے دیکھا کہ وہ میت کو قبر میں داخل کر رہے ہیں تو چیخ ماری گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے تو انہیں گھر نہیں لوٹ سکے مگر جنازہ والی چار پائی پر۔[2]

[1] (یہ تمام واقعات تنبیہ المغترین ص ۴۹-۵۰ مکتبہ دار الکتب العلمیہ)
[2] (الاجوبۃ المرضیۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۴۳)

قدوۃ العلماء العلامۃ الملانورالدین عبد الرحمٰن بن احمد الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

جارية حبشية ، رحمهاالله تعالیٰ: قال الشيخ محيى الدين عبدالقادر الجيلى قدس الله سره العزيزعزمت من بغدادللحج اول مرة على قدم التجريد و كنت شاباو كنت ماشياو حدى فاستقبلنى الشيخ عدى ابن مسافر و هو ايضا كان شابافسئلنى اين تذهب؟قلت مكة ، قال تريدالرفقة؟قلت انا اذهب على قدم تجريد ، قال انا ايضا على قدم تجريد فمشينا بالاتفاق فر اينايو مامن الايام جاءت جارية حبشية متبرقعة فقامت قدامناتنظر الى بحدة النظر ، فقالت من اين انت يافتى؟قلت من العجم ، قالت اليوم أدخلتنى فى التعب قلت بم؟قالت فى هذه الساعة كنت فى بلاد الحبشة فشاهدت تجلى الله تعالیٰ فى قلبك و اعطاك الله شيئاما اعطاه لغيرك فلم اعرف فاردت ان انظرك و اعرفك فقالت اليوم انامعكماو نفطر جميعا ، فذهبناهى من جانب الوادى و نحن من جانب اخر من الوادى فلماجنح الليل نزل طبق من الهواءفيه ستة ارغفة و خل و بصل فقالت الجارية الحمدالله الذى اكرمنى و اكرم ضيفى كل ليلة ينزل رغيفين فهذه الليلة نزل لكل واحد رغيفين ، فبعده نزل ثلثة اباريق من الماء فشربناو ماكان من اللذة و الحلاوة احسن منه ماء ففارقتناو ذهبت فلماوصلنامكة تجلى الله تعالیٰ للشيخ عدى فى الطواف فخر مغشياحتى قالو اهو مات فرأيت تلك الجارية و اقفة على رأس الشيخ عدى و تقول احياك من اماتك سبحان الذى لاتكون الحادثات لتجلى نور جلاله الابتثبيته و لاتستقر الكائنات لظهور صفاته الابتائيده بل اختطفت سبحات قدسه ابصار العقول و اخذت نفحا ت بهائه لباب الفهول ، فتجلى الله لى فى الطواف فسمعت خطاب من باطنى و فى اخره قال لى ياعبدالقادر اترك تجريد الظاهر و الزم تفريد التوحيد و اجلس لنفع الناس لان لى عبادا خواصا اريدهم بوسيلتك ان يتشرفون بقرب فقالت تلك الجارية يافتى لااعلم اليوم ماالولاية لانهم ضربوا على رأسك خيام النور الى عنان السماءو حواليك ملائكة داخلين و عيون جميع اولياءالله من مقاماتهم صارت حائرة و كلهم راجين لما اعطاك الله تعالیٰ و ذهبت تلك الجارية و مارأيتها ابداً۔

ترجمہ: ایک حبشیہ لڑکی رحمھا اللہ تعالیٰ : شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ تجرید کے قدم پر جب حج کا ارادہ کیا (یعنی پیدل) ابھی میں جوان تھا میں اکیلا جارہا تھا شیخ عدی بن مسافر مجھے ملے وہ بھی جوان تھے انہوں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا کہ مکہ جارہاہوں تو انہوں نے کہا کہ تم میرے ساتھ ہم سفر ہونا چاہتے ہو تو میں نے کہا کہ میں تو پیدل جارہاہوں تو اس نے کہا کہ میں بھی پیدل جانا چاہ رہاہوں تب ہم دونوں روانہ ہوئے ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک حبشی لڑکی ظاہر ہوئی برقعہ منہ پر تھا میرے سامنے کھڑی ہوگئی اور مجھ کو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگی اور کہا کہ تم کہاں سے ہو؟ میں نے کہا کہ عجم سے ہوں۔ اس حبشیہ لڑکی نے کہا کہ آج تم نے مجھ کو رنج میں ڈال دیا میں نے کہا کہ کیوں ؟ تو اس حبشی لڑکی نے کہا کہ میں اس وقت حبشہ کے ملک میں تھی کہ مجھے مشاہدہ ہوا کہ اللہ جل وعلا شانہٗ نے تیرے دل پر تجلی کی ہے اور تجھ کو اس قدر دیا ہے کہ اور کسی کو جنہیں میں جانتی ہوں نہیں دیا اس لئے میں نے چاہا کہ تم

کو دیکھوں اور پہچانوں پھر اس حبشی لڑکی نے کہا کہ میں آج کے دن تمہارے ساتھ رہوں گی اور آج رات تمہارے ساتھ افطار کروں گی اور ہم چل پڑے وہ وادی کے ایک طرف اور ہم دوسری طرف چلتے تھے جب رات ہوئی ایک بہت بڑا تھال ہوا سے زمین پر اترا جس پر چھ روٹیاں سرکہ اور ترکاری کے ساتھ رکھی ہوئی تھی اس لڑکی نے کہا کہ اس خدا کی تعریف ہے کہ جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی ہے ہر رات میرے لئے دو روٹیاں آتی ہیں آج ہر ایک کیلئے دو دو روٹیاں اتریں اس کے بعد تین لوٹے پانی کے اترے ہم نے پانی پی لیا وہ ایسا شیریں ولذیذ تھا کہ زمین کا پانی اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا، پھر اسی رات ہم سے جدا ہو گئی اور چلی گئی جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو شیخ عدی کو طواف کی حالت میں ایسی تجلیٰ ہوئی کہ بے ہوش ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات ہو گئی پھر اچانک میں نے یہ دیکھا کہ وہی لڑکی اس کے سر پر کھڑی ہے اور کہہ رہی تھی کہ جس خدا نے تجھے مارا ہے وہ زندہ کر دے یعنی پاک ہے وہ ذات کہ اس کے تجلیٰ کے نور کی وجہ سے تمام حادثات قائم نہیں رہ سکتی مگر اسی کے ثابت رکھنے کے ساتھ اور اسی کی صفات کے ظہور سے کائنات قرار نہیں پکڑ سکتی مگر اسی کی تائید سے بلکہ اس کے قدس کے انوار کی تیزی عقلوں کی بینائی کو اچک لیتی ہے اور بڑے لوگوں کی عقلوں کو اس کی عزت کی لپٹیں لے جاتی ہیں اس کے بعد مجھ کو طواف میں تجلیٰ ہوئی اور اپنے باطن میں سے آواز سنائی دی اور اس کے آخر میں یہ کہا گیا کہ اے عبد القادر ظاہری تجرید کو چھوڑ دو اور توحید تفرید کو لازم رکھو اور لوگوں کے نفع کیلئے بیٹھو ہمارے بعض خاص بندے ایسے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کو تمہارے ہاتھ پر اپنے قرب سے مشرف کروں اس لڑکی نے کہا کہ اے نوجوان میں نہیں جانتی کہ آج کیا تیرا نشان ہے کہ تیرے سر پر نور کا خیمہ لگایا گیا ہے آسمان کی انتہا تک اور فرشتے تیرے ارد گرد جمع ہیں اور تمام اولیاء کی آنکھیں اپنے اپنے مقامات سے تجھ کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں اور سب ایسی نعمت کے جو تجھ کو ملی ہے امیدوار ہیں اس کے بعد وہ لڑکی چلی گئی پھر اس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔[1]

واقعہ نمبر ۱۴:

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غم فرقت اور حالت ہجر و فراق میں مجنوں کا برا حال ہو گیا محبت نے شدت اختیار کر لی مجنوں لیلیٰ کے اشتیاق میں ہر وقت اس کا ذکر کرتا اس کیلئے روتا اور تڑپتا محبت کے شوق اور عشق کے شعلوں نے جب زور پکڑا تو مجنوں کے اهل خاندان بے بس ہو گئے اور ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ لیلیٰ کے قبیلے والوں سے کہا جائے کہ وہ مجنوں کو ایک بار لیلیٰ کا دیدار کرا دیں تا کہ اس کی آتش عشق ٹھنڈی پڑ سکے چنانچہ جب لیلیٰ کے خاندان والوں کو یہ کہا گیا تو انہوں نے بالآخر ان کی درخواست منظور کر لی لیکن انہوں نے سمجھا یا کہ ہم تو لیلیٰ کو مجنوں کے سامنے لے آئیں

---

[1] (نفحات الانس ج ۲ ص ۸۳۸ جاریۃ حبشیۃ رحمہا اللہ تعالیٰ)

گے مگر مجنوں اس دیدار کو برداشت نہ کر سکے گا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ کوئی بات نہیں اس کے ہم ذمہ دار ہیں آپ لیلیٰ کو ایک بار دکھا دیں کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ مجنوں کو لیلیٰ کے حرم میں لے گئے اور لیلیٰ کو پردے میں اس کے قریب لایا گیا ابھی اس کا سراپا سامنے نہیں آیا تھا فقط لیلیٰ کے جسم کا سایہ مجنوں نے دیکھا بس سائے پر نظر پڑی تھی کہ مجنوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا اور تڑپنے لگا اور اس وقت تک ہوش میں نہ آسکا جب تک لیلیٰ کو وہاں سے واپس نہیں لے جایا گیا یہ مجنوں کی مجازی محبت کی ایک جھلک تھی جو محبوب کا دیدار تو کجا اس کا سایہ دیکھ کر ہی بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ جب بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مجنوں کی یہ بات بتائی تو ان کی ایک بلند آواز میں چیخ نکلی انہوں نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو زبان پہ یہ شعر جاری تھا:

گرمی مزید ہجر تو وصلت یارم　　　　بخاک سر کوئی تو کاری دارم

"اے محبوب اگرچہ تیرے فراق میں وصل کی امید نہیں پھر بھی تیری گلی کی خاک سے میرا رابطہ برقرار ہے۔"

ذکر بلاشبہ لیلیٰ اور مجنوں کا تھا مگر عشاق مجاز کا ذکر کرتے ہی حقیقت کیلئے ہیں اس لئے انہوں نے حاضرین کو محبت کا تصور واضح کرتے ہوئے یہ بات بیان فرمائی لیکن جب اپنا خیال آیا ہو گا کہ اے فرید تجھ سے تو وہ مجنوں اچھا تھا جو مجازی محبوبہ کے دیدار کا اس قدر مشتاق اور تمنائی تھا کہ اس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا اور کہا کہ میرا محبوب حقیقی خالق کائنات تجھے تو اس حقیقی محبوب کے سامنے جانا ہے اس وقت حسن مطلق کے دیدار کا عالم کیا ہو گا اور تیرا حال کیا ہو گا بس یہ سوچتے ہی چیخ نکل گئی۔[1]

حالت غشی یہ واقعات جذب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے

حدیث نمبر ۱۰: اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

قَالَ "سمعت النبی ﷺ یقرأ فی المغرب بالطور فلما بلغ ھذہ الآیۃ (ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون) کاد قلبی ان یطیر۔

(محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز مغرب میں سورۂ طور تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے: (ام خلقوا) تو قریب تھا کہ میرا دل اُڑنے لگ جائے۔)[2]

---

[1] (اسرار الاولیاء)

[2] (رواہ البخاری ج ۲ ص ۷۲۰)

یہ حدیث شریف بھی اثبات وجد پر صریح دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دل کا اُڑ جانا بھی وجد کی ایک قسم ہے مگر چونکہ قلب جسم سے متصل ہے اور جسم عالم سفلی ہے اور قلب عالم علوی ہے لہٰذی قلب حالتِ وجد میں اڑنے کا تقاضا کرتا ہے۔ جبکہ جسم کا ارادہ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ نتیجۃً غیر اختیاری فعل سرانجام پاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور رسالہ چہل حدیث (مرتبہ امام عمر بن سعید علیہ الرحمۃ) حدیث نمبر ٦ کے حوالہ سے مولانا مولوی عبدالشکور صاحب حنفی، قادری، نقشبندی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایاہے کہ:

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا عند رسول اللہ ﷺ اذ نزل جبرئیل علیہ السلام فقال یا رسول اللہ ﷺ ان فقراء امتک یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء بنصف یوم فھو خمس مائۃ عام ففرح رسول اللہ ﷺ قال افیکم ینشدنا فقال بدویؒ انا یا رسول اللہ ﷺ قال ھات فانشد البدوی (شعر):

قد لسعت حیۃ الھویٰ کبدی　　فلا طبیب لھا و لا راقِ

الا الحبیب الذی شغفت بہ　　فعندہ رقیتی و تریاقی

فتواجد رسول اللہ ﷺ و تواجد الاصحاب معہ حتی سقط ردائہ عن منکبتیہ فلما فرغوا اوی کل واحد منھم مکانہ قال معاویۃ بن ابی سفیان ما احسن لعبکم یا رسول اللہ ﷺ فقال مہ یا معاویۃ لیس بکریم من لم یھتزّ عند ذکر الحبیب ثم قسم ردائہ رسول اللہ ﷺ بین من حاضر ھم باربع مأۃ قطعات۔“

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے غربا تونگروں سے نصف دن پہلے جنت میں جا ئینگے جو (دنیا کے لحاظ) پانچ سو برسوں کے برابر ہے (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایساہے (جو خوشی کے اس موقع پر) اشعار بنا کر سنائے؟ اس پر ایک بدوی (دیہاتی) نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں سناؤنگا۔ آپ نے فرمایا لاؤ (سناؤ) بدوی نے یہ اشعار سنائے (جن کا ترجمہ یہ ہے) میرے جگر کو (محبوب کی) خواہش (محبت) کے سانپ نے ڈس لیا۔ جس کے لئے نہ تو کوئی حکیم ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ مگر وہ حبیب (مخلص ساتھی) جس کی محبت میں میں فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تریاق بھی ہے اور تعویذ بھی۔ (یہ اشعار سن کر) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وجد طاری ہوگیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک سے چادر مبارک گر پڑی۔ پھر جب وجد سے فارغ ہوئے تو ہر ایک اپنے اپنے مکان پر گیا۔ (جہاں پہلے تشریف فرماتھے) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کتنا ہی حسین لعب (کھیل) ہے۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایسا نہ کہو (یعنی

اس مخصوص حالت کو کھیل سے تشبیہ نہ دو یہ محبوب حقیقی کی یاد سے جنبش تھی اور) جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ کریم (بزرگ) نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی اس وقت زیب تن کی ہوئی) چادر مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔ یہ حدیث شریف شعر و اشعار، سننے سنانے وجد و جذب کے جواز کے لئے واضح دلیل ہے۔ اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنانے کا امر کیا۔ (نمبر ۲) اشعار سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وجد کا غلبہ ہوا۔ (۳) اپنے مکانات سے (جہاں پہلے تشریف فرما تھے) ہٹ کر ادھر ادھر گئے (۴) اسی عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی (۵) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وجد کو لہو ولعب کھیل کود سے تشبیہ دینے کو ناپسند کیا۔ نیز بزرگی کی علامت ہی یہ بیان فرمائی کہ اپنے محبوب کے ذکر سے حرکت و جنبش میں آجائے۔ پس حضرات صوفیاء کرام بھی ان ہی چیزوں کو وجد و جذب سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

حدیث نمبر ۱۲: اس طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم: ص: ۳۰۴: پر نقل کیا ہے یہ حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاوی میں ذکر کی ہے شیخ ضیاء الدین نے اداب المریدین میں ذکر کی ہے اور فتاوی خیریہ میں بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ وجد اور رقص اور بھاگنا، دوڑنا، چھلانگیں لگانا، اچھلنا، یہ حالت ہے جو حقیقی اہل تصوف کیلئے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا گیا تھا۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان میں لطیف اختلاف پیدا ہوا تھا کہ تربیت کی ذمہ داری سب ہی قبول کرنا چاہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"انا اخذتها وهي بنت عمي وقال جعفر ص بنت عمي و خالتها تحتي وقال زيد ص بنت اخي فقضى بها النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام وقال لعلي انت مني و انا منك فحجل علي وقال لجعفر ص اشبهت خلقي و خلقي فحجل جعفر ص (وفي رواية رقص) وقال لزيد ص انت اخونا و مولانا فحجل زيد ص كذا ذكر الغزالي في الاحياء"۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی تربیت میں کرونگا اس لئے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے (اور اس کی خالہ میری بیوی ہیں لہٰذا اس کی تربیت کا حق مجھے پہنچتا ہے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے بھائی کی بیٹی ہے مجھے اس کی تربیت کا حق حاصل ہے تو

---

[1] (احياء العلوم: ج:۵: ص: ۱۲۱: التفسيرات الاحمدية مطبوعه كريميه الواقعه فی ممبئ: ص: ۱۳۲۷: ۲۰۲ھ: رھنمائے سالکین: ص: ۱۳۹: مطبوعه حاجی عبدالغفور راہ حقیق: ص: ۱۱۱: ججہ میاسیاں ریاست بہاولپور)

اللہ کے رسول ﷺ نے خالہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ اور فرمایا کہ خالہ ماں کی (مثل) قائم مقام ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رقص شروع کیا یا ایک پاؤ ں پر دوڑنا شروع کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تم شکل و صورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پاؤں پر دوڑنا شروع کیا یا رقص کرنا شروع کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے ہی آزاد کردہ ہو تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک پاؤں پر دوڑنا شروع کیا۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی دوڑنا عین وجد صراحتًا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الحجل ان یرفع رجلہ و تفر علی الاخری۔

حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حجل کا معنی یہ ہے کہ ایک پاؤں اٹھائے اور دوسرے پاؤں سے بھاگے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الحاوی میں اور صاحب فتاویٰ خیریہ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے رقص کرنے کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

"ولم ینکر علیہ النبی علیہ الصلٰوۃ و السلام فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین لما یدر کونہ من لذات المواجید"۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اس رقص کو منع نہیں فرمایا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا اس رقص سے منع نہ فرمانا صوفیوں کے رقص پر دلیل ہے جب وہ لذتِ عشق سے لبریز ہوتے ہیں۔ تو رقص بے خودی ہوتے ہیں۔

وجد اور رقص تقریر اور فعلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ رقص اور ایک پاؤں پر بھاگنا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے لہٰذا یہ حدیث مبارکہ بھی وجد پر ثبوت ہے۔

حدیث نمبر ۱۳: اور اسی طرح الحاوی للفتاویٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ بن ابی طالب بین یدی النبی ﷺ لما قال لہ "اشبھت خلقی و خلقی" و ذالک من لذۃ ھٰذا الخطاب و لم ینکر علیہ النبی ﷺ فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین لما یدر کونہ من لذات المواجید وقد صح القیام و الرقص فی مجالس الذکر و السماع عن جماعۃ من کبار الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم منھم شیخ الاسلام عز الدین عبد السلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ"۔

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا رقص حضور ﷺ کی موجودگی میں تھا جب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تمہاری شکل وصورت میرے مشابہ ہے تو اس خطاب کی لذت اور عشق میں وارفتہ ہو کر انہوں نے رقص شروع کیا حضور ﷺ کا منع نہ کرنا اہل تصوف کے رقص پر دلیل ہے جب وجد کی لذت اور سرور کے باعث رقص ہو۔ تو مجلس سماع کی محفلوں میں رقص کرنا بڑے علماء کرام سے ثابت ہے اور یہ بات صحت تک پہنچ چکی ہے۔ ان ائمہ میں شیخ عزالدین بن عبد السلام شامل ہیں۔[1]

اور فتاویٰ ردالمختار للشامی میں ہے:

"والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع یستدعی تفصیلا ذکرہ فی عوارف المعارف واحیاء العلوم وخلاصۃ ما اجاب بہ العلامۃ النحریر ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بقولہ ما فی التواجد ان حققت من حرج ولا التمائل ان اخلصت من باس فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین۔ الخ"۔

ترجمہ: رقص اور سماع کے مسئلہ کے بارے میں قطعی تحقیق تفصیل طلب ہے۔ جو کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں ذکر کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علامہ کمال بادشاہ نے اپنے قول میں ذکر کی۔ حقیقی تواجد میں گناہ نہیں اور اسی طرح تمایل اور جسم کو حرکت دینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔ جگہ سے اٹھنا اور ایک پاؤں پر بھاگنا۔ حالانکہ جسے آقا ﷺ اپنی جانب بلائیں اسے حق ہے کہ سر کے بل حاضر ہو۔ مذکورہ اعضاء کو سماع اور ذکر کے وقت حرکت دینے کی اجازت ہے۔[2]

حدیث نمبر ۱۴: اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے (جامع ترمذی: ج: ۲: ص: ۴۳: کتاب الزھد باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ می شفی اصبحیص) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے:

قال قلت لہ أسئلک ﷺ بحق وبحق لما حدثتنی حدیثا سمعتہ من رسول اللہ ﷺ عقلتہ وعلمتہ فقال ابو ہریرۃ ص افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ ﷺ وعقلتہ وعلمتہ ثم نشغ ابو ہریرۃ ص نشغۃ فمکث قلیلا ثم افاق فقال لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ ﷺ فی ھٰذا البیت ما معی احد غیری وغیرہ۔ ثم نشغ ابو ہریرۃ ص نشغۃ شدیدۃ ثم افاق ومسح وجھہ وقال افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ ﷺ انا وھو فی ھٰذا البیت ما معی احد غیری وغیرہ ثم نشغ ابو ہریرۃ ص نشغۃ شدیدۃ ثم مال خارا علی وجھہ فاسندتہ طویلا ثم افاق فقال حدثنی رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالٰی اذا کان یوم القیامۃ ینزل الی العباد لیقضی بینھم الخ۔

---

[1] (الحاوی: ص: ۲۳۴)

[2] (فتاویٰ ردالمحتار للشامی: ج: ۳: ص: ۳۳۷: قبیل باب البغات)

ترجمہ: شفی اصبحی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو اور اس کو آپ نے سمجھا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی حدیث بیان کرونگا جو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے بیان فرمائی اور جسے میں اچھی طرح سمجھتا ہوں ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہوش میں آکر فرمایا کہ میں تمہیں ایسی حدیث بیان کرونگا جو نبی کریم ﷺ نے مجھے اس گھر میں بیان کی جس میں میرے علاوہ کوئی اور موجو نہ تھا۔ پھر حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش میں آئے۔ اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور فرما یا کہ تمہیں ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس گھر میں بیان فرمائی۔ میرے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ تو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر زمین کی طرف جھک کر گر گئے اور بہت وقت تک بے ہوش رہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بلا کیف بندوں کی طرف نزول فرمائے گا تا کہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ اور آگے حدیث طویل ہے الفاظ یہ ہیں کہ پھر سخی کو بلایا جائیگا ،شہید کو بلایا جائیگا، اور حاکم کو بلایا جائیگا۔ (الیٰ آخر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی کا طاری ہو جانا اس کی دو وجوھات بیان ہوئی ہیں ایک وجہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی یاد اور کمال محبت محمدی ﷺ کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ اس حدیث میں وعید کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا وعید کا تصور اور اللہ کے خوف کی وجہ سے غشی طاری ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم ظاہری اور علوم باطنی کے حامل تھے لہٰذا عالموں کے بارے میں جو وعید کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اس کے تصور سے ان پر غشی طاری ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجہ کے خاشعین اور وارثین میں سے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث مبارکہ بھی اثبات وجد کیلئے قوی دلیل ہے اس لئے کہ غشی اور بے ہوشی بھی وجد کی انواع میں سے ایک نوع ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: اسی طرح انوار محمدیہ ﷺ (ج ۱ ص ۴۲۰) میں مواہب لدنیہ کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ نقل کیا ہے:

وقد کان ابن عمر رضی اللہ عنهما ربما مر باية فی ورده فتخنقه الغبرة و یسقط و یلزم البیت یوم و الیومین حتی یعاد و یحسب مریضا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مرتبہ اپنے وظیفے میں ایک آیت پر جب گزرتے تھے گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ اپنا گلہ مبارک ہاتھوں سے تھام لیتے اور گر جاتے، ایک دن یا دو دن گھر کے اندر بند رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں بیمار سمجھتے تھے اور ان کی عیادت کیلئے آنا شروع کرتے تھے۔

اور البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۷ ۲۶ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہو جانے کی روایت نقل کی ہے اور حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۳۰۰ پر بھی یہ روایت موجود ہے:

"ان ابن عمر ص قرأ" ویل للمطففین" حتی بلغ الی "یوم یقوم الناس لرب العلمین" فبکی و خر"۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورۃ مطففین کی تلاوت کرنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت مبارکہ پر پہنچے کہ (یوم یقوم) تک تلاوت کی تورونا شروع کر دیا اور زمین پر گر گئے۔

بعض نام نہاد مفتیان جذب اور وجد کے نہ ماننے پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے انکار کیا ہے تو خود سوچئے کہ جو حال، جو کیفیت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر طاری ہوئی اس کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ کام تکلف کی طور پر کیا ہے یا مکر کے باعث سر زد ہوا ہے تو اتنے لوگوں کی موجودگی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ حالانکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خود غشی طاری ہو گئی۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس طرح انکار کر سکتی ہیں حالانکہ خود ان پر غشی طاری ہوئی جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔[1]

لہٰذا اتنے دلائل کے باوجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس طرح اس وجد کو برا سمجھ سکتے ہیں۔ مگر انکار کی روایت بلاسند غیر مقبول جانے یا تاویل حسنہ جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۰۹: پر سورۃ زمر کی آیت ۲۳ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ جن لوگوں نے وجد کی وجہ سے انکار کیا ہے وہ وجد مکراً اور تکلفاً تھا۔ وہ لوگ اپنے آپ کو بتلاتے یا دکھلاتے تھے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس عبارت کی تفصیل تحریر کی جائیگی۔ انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ بعد میں منکرین وجد اور تواجد اور ان کے اعتراضات کی مزید وضاحت کی جائے گی۔

اسی طرح مجمع الزوائد میں امام بزار کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا رَأَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - طِيبَ نَفْسٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ لِي قَالَ: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَأَخَّرَ، وَمَا أَسَرَّتْ وَمَا أَعْلَنَتْ". فَضَحِكَتْ عَائِشَةُ حَتَّى سَقَطَ رَأْسُهَا فِي حِجْرِهَا مِنَ الضَّحِكِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "أَيَسُرُّكِ دُعَائِي؟". فَقَالَتْ: وَمَا لِي لَا يَسُرُّنِي دُعَاؤُكَ؟ فَقَالَ: "وَاللَّهِ إِنَّهَا لَدَعْوَتِي لِأُمَّتِي فِي كُلِّ صَلَاةٍ". رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ أَحْمَدَ بْنِ مَنْصُورٍ الرَّمَادِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ۔

[1] (بخاری شریف ج ا ص ۴۷۹)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب میں نے خوش دیکھا تو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ میرے حق میں دعا فرمائیے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔ یا اللہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اگلی پچھلی ظاہری، پوشیدہ تمام خطاؤں کو معاف فرما، تو ام لمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس قدر تبسم فرمایا کہ سر مبارک ان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اپنی گود مبارک کی جانب جھک گیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میری دعا سے اس قدر خوشی ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے کیا ہوا کہ آپ کی دعا سے مجھے خوشی نہ ہو۔ مجھے آپ کی دعا سے بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے لئے ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتا ہوں۔ اس روایت سے بھی وجد ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ام المومنین کا تبسم عام مسکراہٹ نہ تھی بلکہ حضور ﷺ کے الفاظ مبارکہ سے حاصل ہونے والی خوشی اور لذت تھی۔ یہ بھی حالت وجد اور غیر اختیاری مسکراہٹ تھی اور مسکراہٹ یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔[1]

حدیث نمبر ۱۶: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس ص سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال خطب رسول اللہ ﷺ خطبۃ ما سمعت مثلھا قط قال لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا قال فغطی اصحاب رسول اللہ ﷺ وجوھھم ولھم حنین۔

حضور اکرم ﷺ نے ایسا بے مثل خطبہ دیا جس کا مثل کوئی خطبہ میں کبھی نہیں سنا۔ اس خطبے میں فرمایا: اگر تم جانتے، جو کچھ میں جانتا ہوں تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے اثر کے باعث صحابہ کرام نے اپنے چہرے چھپالئے اور رونا گریا وزاری کرنا سسکیاں لینا شروع کیں۔ اس روایت سے بھی وجد ظاہر ہوتا ہے کیونکہ خوف الٰہی کے باعث رونا، سسکیاں لینا یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔[2]

حدیث نمبر ۱۷: اسی طرح تفسیر مظہری اور روح البیان اور دیگر تفاسیر میں سورۃ زمر آیت نمبر ۲۳ کے ذیل میں حضرت عبد اللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

قلت لجدتی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا کیف کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یفعلون اذا قرئ علیھم القرآن؟ قالت کانوا کما وصفھم اللہ تعالیٰ تدمع اعینھم و تقشعر جلودھم۔

[1] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۲۴۳، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱۱ ص ۱۷۲، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۴ ص ۳۹۱)

[2] (صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ 'لاتسئلوا عن اشیاء' الآیۃ ج ۲ ص ۶۶۵)

میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس وقت کیا حالت یا کیفیت ہوتی جب ان کے سامنے قرآن تلاوت کیا جاتا تھا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان کی وہی حالت ہوتی تھی جو اللہ نے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ ان کی آنکھیں آنسو بہاتیں اور ان کے کھال مبارک حرکت میں آجاتی۔ اس روایت سے بھی وجد ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آنسوؤں کا بہنا اور کھالوں کا لرزنا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، اور یہ احسن کیفیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام اوقات میں بھی ان پر وجد طاری ہوتا اس لئے کہ وہ منتہی تھے۔ احیاناً ان پر کبھی کبھی غشی، اضطراب، رقص، ایک پاؤں پر بھاگنا، ہنسنا، چیخیں مارنا، گریہ وزاری کرنا یہ تمام احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وارد ہوتے تھے۔ یہ سب کی سب اقسام وجد میں داخل ہیں۔ جیسے کہ اقسام وجد میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بہت سارے احوال کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طاری ہونا وجد اور حال کے مختلف انواع مختلف مواقع پر طاری ہونا۔ سلوک اور طریقت کے منتہی اولیائے کرام اور اصحاب تمکین بھی تمام احوال میں ان کا رونا اور جسم کا ہلنا کھال کی حرکت بدن کا لرزنا اور دیگر احوال کا وارد ہونا اور مبتدی اور متوسط اصحاب تلوین کا عام احوال میں رقص اور بے چین ہونا، کپڑوں کا پھاڑنا، غشی کا طاری ہونا، چیخیں مارنا، تواجد خالص حقیقی ہے۔ منتہی کے طرز پر حالات کا طاری ہونا ایک حالت کا بھی انکار ممکن نہیں بلکہ سب کچھ دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور اس سے انکار بے دینی اور جہالت ہے۔ یہ روایت بھی وجد اور حال کے اثبات پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۸: اسی طرح علامہ سید طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲٦۴ میں حدیث مبارک مذکور ہے:

من اطاع اللہ باکیا دخل الجنۃ ضاحکا۔

جو شخص روتا ہو اللہ کی عبادت اور اطاعت کے ساتھ وہ جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: کفایہ شرح ھدایہ: ج:۱: ص:۳۴٦: (**باب ما یفسد الصلٰوۃ و ما یکرہ فیھا**) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"سئلت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن الانین فی الصلٰوۃ فقالت ان کان من خشیۃ اللہ لا تفسد صلٰوتہ و ان کان من الالم تفسد"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال ہوا کہ نماز میں رونا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر اللہ کے خوف سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگر درد یا مصیبت کے باعث ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (فاسد ہو جاتی ہے) یہ دونوں روایتیں بالخصوص نماز میں رونا اور آہ کرنا اوہ کرنا فریاد کرنا۔ یہ بھی اقسام وجد میں سے ایک قسم ہے۔ فقہی مسئلے سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ احوال وجد میں سے ایک قسم ہے۔ جو وارد ہوتے ہیں بلکہ یہ زیادہ خشوع اور خضوع پر دلالت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹: اسی طرح علامہ ابو اللیث سمرقندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنبیہ الغافلین کے: ص ۲۹۴: پر ثعلبہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ جب ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک سہو واقع ہوا تو اس وجہ سے ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو پہاڑ پر چڑھ گئے نہایت عجز و انکساری کے ساتھ توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک توبہ کی قبولیت کی خوش خبری حضرت جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے حضور ﷺ کو دی۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم کو حضرت ثعلبہ کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دونوں صحابیوں کو حضور ﷺ نے اس امر پر مامور فرمایا دونوں اصحاب مبارکہ نے تلاش شروع کر دی۔ اس پہاڑ پر ان کی ملاقات حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے آپ (ثعلبہ) رضی اللہ عنہ کو پہاڑ سے اتار کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا۔ نماز کا وقت تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو آخری صف میں شامل کیا۔

"فقرأ رسول اللہ ﷺ الھاکم التکاثر۔ فشھق شھقۃ فلما تلا حتی زرتم المقابر شھق شھقۃ اخری و فارق الدنیا فلما انفتل النبی ﷺ جاء الی ثعلبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا سلمان انضح علیہ الماء فنادی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا نبی اللہ ﷺ قد فارق الدنیا۔ الحدیث"۔

ترجمہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے "الھاکم التکاثر" تلاوت فرمائی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں چیخ ماری جب حضور ﷺ نے "حتیٰ زرتم المقابر" کی تلاوت کی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پھر چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہوئے۔ بعد نماز کے حضور ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضرت ثعلبہ کے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ماریں۔ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کہ یا رسول اللہ ﷺ حضرت ثعلبہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں یعنی وفات پا چکے ہیں۔ یہ حدیث مبارکہ بھی وجد پر دلیل ہے بالخصوص قرآن کریم کی تلاوت سننے کے دوران زیادہ خوف خداوندی اور چیخیں مارنا وجد کے باعث وفات پا جانا اور وجد میں انتقال کر جانے پر قوی دلیل ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس میں دوران ذکر و بیان بہت سے اشخاص دنیا سے رخصت ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خود بھی حضرت داؤد علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے اور حاضرین مجلس سے چار سو اشخاص کے جنازے اٹھے۔[1]

اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بہت سارے جنازے اٹھتے تھے۔ (کمافی سیف المقلدین علیٰ اعنا ق المنکرین نمبر ۵۳۷) اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی کی توجہ اتحادی سے ایک نان فروش بے ہوش ہو گیا تھا اور تین دن بعد وفات پا گیا تھا۔[2]

حدیث نمبر ۲۰: اسی طرح ملا علی قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

"وقد نقل عن جعفر الصادق ص وایضا أنه خر مغشیا علیه وهو فی الصلاة، فسئل عن ذالک قال مازلت اردد الاية علی قلبی حتی سمعتها من المتکلم بها (بلاکیف) فلم یثبت جسمی لمعاینة قدرته"۔

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی منقول ہے کہ وہ نماز میں بے ہوش ہر کر گر گئے تھے، آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک آیت کریمہ بار بار دل میں تلاوت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ خالق حقیقی سے (بلاکیف) وہ آیت مبارکہ سنی تو میرا جسم اس ذات اور اس کی قدرت کے معائنے کے سامنے قائم نہ رہ سکا اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔[3]

اسی روایت کو حضرت شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عوارف المعارف ص ۵۱ باب دویم میں ذکر کیا اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات ج ۲ مکتوب ۱۱۸ دفتر سوئم میں بھی یہی کیفیت ان کی نقل کی ہے۔

حالانکہ امام جعفر صادق ص اعلیٰ درجے کے منتہی تھے مگر ان پر بھی یہ کیفیت وارد ہوئی اب سوال یہ ہے کہ غیر نبی کا اللہ کا کلام خود ذات الٰہی سے بلاکیف سننا ممکن ہے یا نہیں؟ یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔ تفسیر مظہری میں اس آیت کریمہ (واوحینا الیٰ ام موسیٰ) کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے حد دلائل دیئے ہیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وحی تو شرعی ہوتی ہے جو کہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص و مخصوص ہے دوسری قسم وحی کی غیر تشریعی ہے جو غیر نبی کو بھی عطاء ہو سکتی ہے اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ پہلی امتوں میں بعض محدث (اللہ کے ساتھ کلام کرنے والے) ہوتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر

---

[1] (الاحیاء ج ۲ ص ۲۸ عوارف المعارف ص ۱۱۱)
[2] (کمافی التفسیر العزیزی جلد آخر: ص: ۳۳۸)
[3] (مرقات ج ۱ ص ۲۵۶ کتاب العلم فصل اول)

رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو اس امت میں بہت سارے محدثین اور بھی ہیں جیسے سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ کیفیت وارد ہوئی۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجھ سے بھی بلا کیف کلام فرمایا۔ الحمدللہ میں بھی محدث ہوں۔ پوری تفصیل تفصیل مظہری اور مکتوبات شریف میں درج ہے یہ روایت بھی وجد کے ثبوت میں خصوصاً حالت نماز میں وجد پر قوی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲۱: امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (تنبیہ المغترین) میں لکھا ہے:

قرأ النبی ﷺ یوما ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصۃ و عذابا الیما و کان ورائہ حموان بن اعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر میتا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک دن یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔ **"ان لدینا"** تو حضورِ اکرم ﷺ کے قریب حضرت حموان بن اعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے فوراً گر کر وفات پا گئے اور (تذکرہ قرطبی:ج:۱:ص:۸۴) پر آدم علیہ السلام کا بے ہوش ہونا بھی مذکور ہے اور (البدایہ والنہایہ:ج:۴:ص:۲۳۱) پر حضرت سلمی صکا بے ہوش ہونا بھی ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۲۲: اسی طرح عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (حدیقۃ الندیہ:ص:۱۰۹) میں علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (تنبیہ المغترین) میں روایت کی ہے:

و کان میمون بن مہران ص یقول: سمع سلمان الفارسی ص قارئاً یقرأ (و ان جہنم لموعدھم اجمعین) فصاح و وضع یدہ علی راسہ و خرج صائما لا یدری این یتوجہ مدۃ ثلاثۃ ایام۔

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قاری سے یہ آیت کریمہ سُنی **(وان جھنم)** تو چیخ ماری اور دونوں ہاتھ سر پر رکھ لئے اور سرگردان و پریشان باہر نکل گئے اور یہ سمجھ نہیں رہے تھے کہ کس جانب جائیں۔ تین دن تک اسی کیفیت میں رہے۔

حدیث نمبر ۲۳: اسی طرح آثارِ تابعین اور تبع تابعین کی بھی سن لیجئے۔ جو کہ اثباتِ وجد کیلئے قوی دلائل ہیں۔ من جملہ ان میں سے علامہ حافظ ابن حجر مکی ہیتمی نے الخیرات الحسان ص ۳۶ پندرھویں فصل میں جلیل القدر ہستی تابعی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

و قرأ الامام یومًا فی صلوٰۃ الصبح (و لا تحسبن اللہ غافلًا عما یعمل الظلمون) فارتعد حتی عرف ذالک منہ۔

ترجمہ: ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فجر کے نماز میں اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی: **وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴿ابراھیم ۴۲﴾** تو لرزنے لگے یہاں تک کہ لوگوں نے ان کا لرزنا دیکھ لیا

اورارتعاد (یعنی لرزنا بدن کا) یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ واقعہ بھی نماز کی حالت میں وجد کے وارد ہونے کیلئے قوی دلیل ہے۔[1]

حدیث نمبر ۲۴: اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر کیا ہے:

وروی انه سمع قارئًا یقرأ (هٰذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لهم فیعتذرون) فتغیر الشافعی رحمة اللہ تعالیٰ علیه وارتعد وخر مغشیا علیه۔

ترجمہ: روایت ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک قاری کو یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے ہوئے سنا (ھذا یوم) تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لرزنے لگے اور بے ہوش ہوگئے جلیل القدر مجتہد جو تبع تابعین میں سے ہیں ایک مسلک کے امام ہیں ان پر کیا کیفیت طاری ہوئی خاص کر قرآن کریم کی تلاوت سننے کے وقت یہ بھی وجد کی اثبات پر قوی دلیل ہے کہ بزرگان دین پر وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔[2]

حدیث نمبر ۲۵: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلیل القدر تابعی ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

"ومشی ذات یوم مع ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه فی الحدادین فلما نظر الی الاکوار تنفخ والی النار تلتهب صعق وسقط مغشیا علیه وقعد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه عند راسه الی الساعة وقت الصلٰوة فلم یفق فحمله علی ظهره الی منزله فلم یزل مغشیا علیه الی مثل التی صعق فیها ففاتته خمس صلٰوات وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه عند راسه یقول هٰذا واللہ هو الخوف"۔

ترجمہ: ایک دن ربیع ابن خیثم تابعی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوہار کی بھٹی کے پاس سے جارہے تھے (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں جارہے تھے) جب ربیع ابن خیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوہار کی بھٹی کو دیکھا کہ اس کو ہوا دی جاتی ہے اور آگ کے شعلے لپک رہے تھے تو چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قریب کھڑے تھے۔ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا اور آپ ہوش میں نہ آئے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پیٹھ پر اٹھا کر ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ دوسرے روز صبح تک وہ بے ہوش رہے اسی دوران پانچ نمازیں ان سے قضاء ہوئیں بعد ازاں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم خوفِ الٰہی کے باعث ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی۔[3]

---

[1] (الخیر اۃ الحسان: ص:۳۶: فصل:۱۵)
[2] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱)
[3] (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۱)

یہ فعل اور حال تابعی کا ہے اور تقریر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وجد کیلئے مضبوط دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بے اختیار حال اسی پر وارد ہوا اور بے ہوشی طاری ہوئی اور بے ہوشی بھی طویل رہی یہاں تک کہ پانچ نمازیں ان سے قضاء ہوئیں ان پر کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔ جب ہوش میں آئیں تو ان نمازوں کی قضاء ادا کریں۔ بلکہ صرف وجد غیر اختیاری باوجود یہ کہ اس کا عقل و شعور بھی ہو جس طرح کہ انسان چھینک مارتا ہے یا کھانستا ہے تو باوجود وجد کے ہوش بر قرار رہتے ہیں تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔[1]

اگر عملِ کثیر اس سے صادر ہو اور نماز کے بعد حال ختم ہو جائے تو نماز کو دوبارہ دہرانا پڑیگا۔ اگر عملِ کثیر نہ ہو بلکہ صرف رونا، آواز کا نکلنا، جسم کا ہلنا تو پھر اس شخص پر نماز کا دھرانا ضروری نہیں ہے۔ اس کی تفصیل روح المعانی:ج:۳:ص:۸٦: پر مذکور ہے۔

حدیث نمبر۲٦: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زرارہ بن اوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

"وروی ان زرارۃ بن اوفی ص و کان من التابعین صکان یؤم الناس بالرقۃ فقرأ (فاذا نقر فی الناقور) فصعق ومات فی محرابه"۔

روایت یہ ہے کہ زرارہ ابن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تابعی ہیں لوگوں کو رقہ نامی جگہ پر نماز کی امامت کیا کرتے تھے جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿المدثر ٨﴾ تو دورانِ نماز محراب میں گر گئے اور انتقال کر گئے۔[2]

جو کہ وجد کی اعلیٰ ترین قسم میں سے ایک قسم ہے۔

اور جامع ترمذی:ج:۱:ص:۵۹: پر یہ حدیث موجود ہے:

کان ضرارہ بن اوفی قاضی البصرۃ فکان یؤم بنی قشیر فقرأ یوما فی صلاۃ الصبح "فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر" خر میتًا"۔

(حضرت ضرارہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے قاضی بنو قشیر میں امامت کرتے تھے، انہوں نے صبح کی نماز میں ایک دن یہ آیت کریمہ تلاوت کی (فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾ الخ) تو گر گئے اور وفات پا گئے۔)

وجد اور حال کے ثبوت میں مفسرین، محدثین، فقہائے کرام اور اولیائے راسخین اور علمائے حق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فرمودات کے ساتھ اس باب میں وجد اور حال کے مختلف احوال واقسام کے اثبات میں معتبر اور معتمد علمائے دین کے اقوال ذکر کئے جائیں گے اور بہت زیادہ کتابوں اور عبارات کا تذکرہ کیا جائیگا۔ ان شاء اللہ۔

---

[1] (تفسیر روح المعانی:ج:۳:ص:۸٦:سورۃ اعراف:آیت:۱۵۵)
[2] (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۹۷)

تفسیر روح المعانی، روح البیان، تفسیر مظہری، تفسیر مدارک، تفسیر عزیزی، فتاویٰ شامی، ردالمحتار، فتاوی حامدیہ، فتاوی خیریہ، مجموعۃ الرسائل لابن عابدین شامی، فتاوی عالمگیری، طحطاوی، الحاوی للفتاوی، مکتوبات شریف، مکاتیب شریفہ شاہ غلام علی دھلوی، حدیقۃ الندیہ، عوارف المعارف، احیاء علوم الدین، فتوح الغیب، الانوار القدسیہ، قطب الارشاد، سیف المقلدین، حجۃ السالکین، مقامات خواجہ نقشبند، رشحات کاشفین، فتاوی رضویہ، انوار شریعت، رسائل میلاد النبی ﷺ، النبراس علی شرح العقائد احقاق المعالی، وغیرہ معتبر، مقبول و مشہور کتابیں اہلسنت والجماعت کی ہیں ان میں اور باقی سب میں واضح لکھا ہوا ہے کہ اہلِ وجد اور اہلِ حال کیلئے وجد، غشی کو جید بزرگانِ دین نے مانا اور ثابت کیا ہے۔

(۱) جلیل القدر مفسر خاتمۃ المحققین مفتیٔ بغداد حضرت علامہ مولانا محمود الوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نقشبندی مجددی خالدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی:ج:۳:ص:۸۶: سورۃ اعراف: آیت نمبر:۱۵۵: میں وجد کے بارے میں اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”واختار موسیٰ قومه سبعین رجلا من اشراف قومه ونجباء هم اهل الاستعداد والصفاء والارادة والطلب والسلوک (فلما اخذتهم الرجفة) ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طريان بوارق الانوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وکثيرا ما تعرض هٰذه الحرکة للسالکين عند الذکر او سماع القرآن او ما يتاثرون به حتی تکاد تتفرق اعضاؤهم وقد شاهدنا ذالک فی الخالدين من اهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم فی صلٰوتهم صياح معه فمنهم من يستانف صلاته لذالک ومنهم من لا يستانف وقد کثر الانکار عليهم وسمعت بعض المنکرين يقولون ان کانت هٰذه الحالة مع الشعور والعقل فهی سوء ادب ومبطلة للصلٰوة قطعا وان کانت مع عدم شعور وزوال عقل فهی ناقضة للوضوٴ ونراهم لا يتوضؤون واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهی کالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلٰوة وقد نص بعض الشافعية ان المصلی لو غلبه الضحک فی الصلٰوة لا تبطل صلٰوته ويعذر بذالک فلا يبعد ان يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الاختيارية بما ذکر ولا يلزم من کونه غير اختياری کونه صادرًا من غير شعور فان حرکة المرتعش غير اختيارية مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنی للانکار“۔

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر (۷۰) افراد ہمارے میقات کیلئے منتخب کئے پس ان کو جب رجفہ نے پکڑ لیا۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں روح المعانی:ج:ثالث میں تحریر فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ایسے آدمی منتخب کئے جو کہ شریف، بزرگ باستعداد، مریدین حق، اصحاب طلب اور اہل سلوک تھے پس جب ان کو رجفہ نے پکڑ لیا۔۔ الخ

یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا جو کہ فنا کی صعقہ کی ابتدا میں پیش آتی ہے۔ انوارات رحمانیہ کے نزول اور صفات کی تجلیات کے ورود کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے۔ جس کے اثر سے بدن حرکت اور اضطراب میں آتا ہے اور اکثر اوقات یہ حالت سالکین طریقت کو ذکر اور تلاوت قرآن کے وقت پیش آتی ہے اور جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں (یعنی توجہ اور نعت خوانی) سننے سے بھی یہ حالت پیش آتی ہے جو کہ اسباب تاثیر میں داخل ہے یہاں تک کہ ان کے اعضاء بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولانا خالد قدس سرہ کے مریدین میں مشاہدہ کی ہیں اور بعض اوقات میں ان کو نماز میں بھی حرکات کے ساتھ صیاح بھی پیش آتے ہیں پس بعض نماز کا اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں کرتے ہیں اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے۔ اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کیلئے قطعی طور پر باطل کرنے والی ہے اور اگر عقل اور شعور زائل ہونے کیوجہ سے ہے تو پھر سُکر کیوجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ سالکین وضو کا اعادہ بھی نہیں کرتے لیکن میں اس اعتراض مذکور کے جواب میں کہتا ہوں کہ نماز میں یہ حالت مذکور (یعنی حرکات اور صیاح) غیر اختیاری ہے اور یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود پیش آتی ہے اور اس کی مثال کھانسی اور عطس (چھینک) کی طرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتا ہے اس لئے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی نماز باطل ہوتی ہے اور شوافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا ہے کہ اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے اور نمازی اس صورت میں معذور سمجھا جائے گا۔

پس بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جائے اور عدم فساد صلوٰۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کی غیر اختیاری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا لازم نہیں کیونکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری ہے اور غیر شعوری نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ عقل اور شعور موجود ہوتے ہیں اور یہ تو ظاہر باہر معاملہ ہے پس اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ تو علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدن کی حرکت اور کانپنا خداوند قدوس کے انوارات کا اثر قرار دیا نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ حالت سالکین اور مریدین خصوصا طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کو حالت ذکر اور تلاوت کلام اللہ کے وقت یا توجہ مرشد کامل مکمل کے وقت یا خشیت خداوندی کے غلبہ کے وقت پیش آتی ہے۔ کبھی یہ حالت اقشعرار کم ہوتی ہے اور بعض بدن پر زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ لطائف کی حرکت اور بعض اوقات میں غلبہ پا کر سارا بدن حرکت کرنے لگتا ہے اور اعضاء ٹوٹ جانے کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ نیز کبھی نماز کے اندر اقشعرار جسد اور صیاح طاری ہوتی ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت

سے واضح ہوا۔ لیکن عقل اور شعور کی موجود ہونے کیوجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا صرف اختیار سلب ہوتا ہے۔[1]

(۲) اسی طرح مفسر جلیل القدر بیہقی وقت علم الہدیٰ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری نقشبندی مجددی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں منکروں کے اعتراض غشی کے مسئلہ پر جواب تحریر کرتے ہیں کہ غشی اور وجد کا مدلل اثبات کیا ہے، فرماتے ہیں:

"فان قیل بعض اهل العشق من الصوفية يغشى عليه عند استماع القرآن فهل هو من الاحوال الحميدة او القبيحة؟ وقد شنع عليهم الامام محی السنة البغوی رحمة الله تعالیٰ عليه فی تفسيره فقال قال قتادة رضی الله تعالیٰ عنه هٰذا يعنی ما ذكر من اقشعرار الجلد من خشية الله نعت اولياء الله نعتهم الله بان تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم بذكر الله ولم ينعتهم بذهاب عقولهم والغشيان عليهم انما ذالک فی اهل البدع وهو من الشيطان اخبرنا عن عبدالله بن الزبير ص قال قلت لجدتی اسماء بنت ابی بكر كيف كان اصحاب رسول الله ﷺ يفعلون اذا قرئ عليهم القرآن؟ قالت كانوا كما نعتهم تدمع عيونهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناسا اذا قرئ عليهم القرآن خر احدهم مغشيا عليه فقالت اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ وروى البغوی ان ابن عمر ص مر علی رجل (من اهل العراق) ساقط فقال ابن عمر ما بال هٰذا قالوا اذا قرئ عليه القرآن وسمع ذكر الله سقط فقال ابن عمر انا لنخشى الله وما نسقط وقال ابن عمر ص ان الشيطان يدخل فی جوف احدهم ما كان هٰكذا صنيع اصحاب رسول الله ﷺ۔ (قلت) وجه طريان هٰذه الحالة كثرة نزول البركات والتجليات مع ضيق حوصلة الصوفی وضعف استعداده۔ وانما لم توجد هٰذه الحالة فی الصحابة ص مع وفور بركاتهم لاجل سعة حواصلهم وقوة استعداداتهم ببركة صحبة النبی ﷺ واما غير الصحابة ث من الصوفية فعدم طريان تلک الحالة عليهم اما لقلة نزول البركات واما لسعة الحوصلة والعجب من الامام الهمام محی السنة البغوی رحمة الله تعالیٰ عليه كيف انكر علی اصحاب تلک الحالة وشنع عليهم ونسی قوله تعالیٰ (حتى اذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلی الكبير) وقد روى هو فی تفسير تلک الآية عن النواس بن سمعان ص اذا اراد الله بالامر تكلم بالوحی اخذت السموات منه رجفة او قال: رعدة شديدةً خوفًا من الله فاذا سمع ذالک اهل السموات صعقوا وخروا الله سجدا فيكون اول من يرفع راسه جبرئيل عليه السلام الحديث۔ وروى البخاری عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ نحوه بلفظ اذا قضى الله الامر فی السماء ضربت الملائكة باجنحتها خضعانا لقوله كانه سلسلة علی صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق الحديث وقوله تعالیٰ (فلما تجلی ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا) وقول ابن عمر ان الشيطان يدخل فی جوف احدهم وكذا استعاذة اسماء محمول علی انهما زعما غشی ذالک الرجل تكلفا ومكرا ولذا نسباه الی الشيطان وانما كان انكار تلک الحالة منهما لعدم طريان الحالة عليهما وعلی امثالهما بناء علی وسعة الحوصلة وقوة الاستعداد ويدل علی ما

[1] (تفسیر روح المعانی: ج:۳:ص:۸۶:سورۃ اعراف:آیت:۱۵۵:باب:الاشارات)

قلت انه ذكر عند ابن سيرين الذين يصرعون اذا قرئ عليهم القرآن فقال بيننا و بينهم ان يقعد احدهم على ظهر بنية باسطا رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن من اوله الى آخره فان رمى بنفسه فهو صادق حيث علق صدقه على رمى نفسه من ظهر بنية مرتفعة فعلم منه انه حمل صرعه على الكذب و التكلف اعلم ان البشر اقوى استعدادا و اوسع حوصلة من الملائكة كما يشهد عليه قوله تعالٰى (انى جاعل فى الارض خليفة) الى قوله تعالٰى (انى اعلم ما لا تعلمون) و قوله تعالٰى (انا عرضنا الامانة على السمٰوات و الارض۔ الآية) و لاجل ذٰلك يأتى حالة الغشى على الملائكة كلما سمعوا الوحى دون البشر و اما البشر فاذا تمّ نزوله لا يتغير حاله الا نادرا و اذا تمّ عروجهٗ و قصر نزوله يتغير غالبًا۔ و اعلم ان الصوفى متى كان فى السكر يتغير حاله غالبا عند ذكر المحبوب فى الشعر و التغنى و لذالك يستحبون السماع لكن تغير الحال عند سماع القرآن اشرف منه حالا لان عند استماع القرآن و تلاوته تتنزل البركات الاصلية المتعلقة بالتجليات الذاتية و الصفات الحقيقية و لا سبيل اليها لاكثر الصوفية المحتبسين فى مقام و لاجل ذلك تراهم يتغير حالهم عند السماع ما لا يتغير عند تلاوة القرآن و اما الذين صعدوا ذروة الافق الاعلى ثم دنى رب العزة و تدلى فكان قاب قوسين او ادنى لا يتغير احوالهم الا كما كان يتغير حال اصحاب رسول الله (ﷺ) ث تدمع عيونهم و تقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم و تطمئن قلوبهم الى ذكر الله (ذلك) الخوف و الرجاء و احسن الحديث (هدى الله يهدى به من يشاء) هدايته (و من يضلل الله) اى يخذله (فما له من هاد) يخرجه من الضلالة"۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرتا ہے کہ بعض عاشق صوفیائے کرام پر قرآن کریم پڑھتے وقت بیہوشی طاری ہوتی ہے کیا یہ اچھے احوال میں سے ہے یا برے احوال میں سے ہے۔ حالانکہ امام محی السنہ بغوی نے اسکو اپنی تفسیر میں بُرا کہا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے بدن کا لرزنا اولیاء اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے کہ اولیاء اللہ کے بدن لرزتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے اور یہ صفت بیان نہیں کی کہ جیسا کہ امام بغوی نے کہا انکی عقل ضائع ہوتی ہے تو یہ احوال اھل بدعت پر وارد ہوتے ہیں۔ یہ بے ہوش ہونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے عبد اللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے خبر دی گئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی نانی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔ (صحیح بات یہ ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبد اللہ بن زبیر کی والدہ ہیں، نانی نہیں۔ شاید راوی سے غلطی ہوئی ہے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور بدن مبارک پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ کہا کہ بے شک بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاوئے تو وہ گر کر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ تو

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے اعوذ باللہ پڑھی۔ اور اس بے ہوشی کو شیطان کا حال سمجھا۔ امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عراق کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے کہ وہ آدمی بیہوش پڑے ہوئے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے حاضرین سے دریافت کیا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ جب قرآن پڑھا جائے یا ذکر الٰہی کیا جائے تو یہ شخص بے ہوش ہو جاتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے فرمایا ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ ہم بے ہوش نہیں ہوتے، بے شک شیطان بعض لوگوں کے پیٹ میں جاتا ہے اور انہیں بے ہوش کر دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے یہ احوال نہ تھے۔ ہم امام بغوی کی ان باتوں کا مدلل جواب دیتے ہیں۔ اس حالت کے طاری ہونے کی وجہ کثرت نزول برکات اور تجلیات الٰہیہ ہیں اور صوفیوں کے حوصلہ تنگ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت صوفیوں رحمۃ اللہ علیہم میں استعداد کم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی استعداد بہت زیادہ اور قوی ہوتی ہے کیونکہ یہ برکات تھیں حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کے باعث اس لئے ان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ صوفی میں برکات، تجلیات کا نزول اور استعداد کی کمی انہیں بے ہوش کر دیتی ہے۔ بعض صوفیوں پر بے ہوشی کی حالت طاری نہیں ہوتی ان میں استعداد قوی ہوتی ہے۔

امام بغوی پر تعجب ہے کہ کس طرح اس حالت کا انکار کرتے ہیں اور اسے برا سمجھتے ہیں۔ اللہ کا یہ فرمان انہیں غالباً یاد نہ رہا:

حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿سبا ۲۳﴾

یہاں تک کہ جب فرشتوں کے دل سے نزول وحی کی طاری شدہ ہیبت دور ہوئی تو فرمایا تمہارے رب نے کیا فرمایا۔

دوسرے فرشتے جواب دیتے ہیں حق فرمایا: اللہ کی ذات بہت بلند ہے اور بڑی ہے۔

امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت نواس بن سمعان ص سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اس وحی کی ہیبت سے آسمانوں میں لرزہ طاری ہوتا ہے اور اہلِ آسمان سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سجدہ سے سب سے پہلے جبرائیل امین سر اٹھائیں گے۔[1]

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہی الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا فیصلہ فرماتا ہے تو آسمان والوں کو حکم فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کا قول سن کر عاجزی ظاہر کرنے کیلئے اپنے پروں کو ہلاتے ہیں تو وہاں سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے بہت بڑی زنجیر کو ہلایا جا رہا ہو۔ جب فرشتوں سے ہیبت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے فرشتوں نے کہا کہ جو فرمایا حق ہے۔ کیا یہ حدیث امام بغوی رحمۃ اللہ

[1] (تفسیر مظہری ص ۲۰۸ تا ۲۱۰ سورۃ زمر آیت ۲۶ پ ۲۳)

تعالیٰ علیہ کے پیش نظر نہ تھی؟ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اللہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اسی طرح بہت ساری احادیث اور آثار بھی مذکور ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ کہنا کہ شیطان پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لاحول پڑھنا اس پر محمول ہے کہ مکر ہے اور ان کا یہ بیان اس لئے ہے کہ ان دونوں شخصیات پر یہ حالت بالعموم طاری نہ ہوتی کیونکہ ان کی قوت استعداد نہایت بلند تھی، حضرت ابن سیرین نے ان کا بے ہوش ہو جانا مکر پر محمول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلند جگہ پر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ سچے نہیں ہیں تو ان کے سامنے قرآن شروع سے لیکر آخر تک پڑھا جائے تو پھر نہیں گریں گے۔

ابن سیرین نے کہا کہ اگر عقل سلب ہو جائے یا اختیار سلب ہو جائے تو گر جائیں گے مگر اگر بلند جگہ سے نہ گریں تو مکر پر گمان کیا جائے گا۔

انسانوں کی استعداد فرشتوں سے قوی ہے اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے فرمایا:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔

تو فرشتوں نے عرض کیا اس کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے تو رب نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

دوسری جگہ قرآن پاک میں ذکر ہے کہ ہم نے امانت کو آسمان اور زمین کے سامنے پیش کیا۔۔۔ الخ۔ اس لئے غشی فرشتوں پر نازل ہوتی ہے انسانوں پر نہیں۔ جب عروج مکمل ہو جاتا ہے اور نزول ختم ہو جاتا ہے تو غالبًا حالت متغیر ہو جاتی ہے جان لو کہ جب صوفی سُکر کی حالت میں ہوتا ہے تو شعر میں اور سماع میں وجد کی کیفیت ہوتی ہے مگر قرآن کریم کی تلاوت سنتے وقت وجد افضل ترین ہے کیونکہ سمع قرآن کے وقت برکات اصلیہ نازل ہوتے ہیں جن کا تعلق تجلیاتِ ذاتیہ اور صفات حقیقیہ سے ہوتا ہے۔

اکثر صوفیوں کی اس بارے میں کوئی رائے ہی مذکور نہیں ہے جو ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ان کی حالت سماع کے وقت زیادہ متغیر ہوتی ہے اور تلاوت قرآن کے سنتے ہوئے اتنی متغیر نہیں ہوئی۔ اگرچہ سماع میں فائدہ ہے ان لوگوں کیلئے جو واصل ہوتے ہیں جیسے مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں لکھا ہے۔ جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، رب کے قریب ہوتے ہیں اور پھر مزید قریب ہوتے ہیں یہاں تک کہ دو کمانوں کا جتنا فاصلہ رہ جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ مگر عام حالت میں ان کی حالت متغیر نہیں ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حالت بھی متغیر ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے اور ان کی جلد لرزنے لگتی یا کپکپی طاری ہوتی۔ یہ بھی وجد ہے جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پھر

ان کی کھال نرم ہوتی اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی جانب۔ یہ خوف اور رجاء اور احسن الحدیث ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی ہدایت نہیں کہ اس کو کوئی گمراہی سے نکال سکے۔[1]

اس عبارت سے بہت سارے نکتے نکلتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ وجد اور غشی ہر حالت میں ثابت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن سیرین، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال کا مکمل جواب ہوا اور صحیح محمل پر محمول ہوا اور منکرین کے فاسد استدلال کا راستہ بند ہوا۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور راسخین اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم پر اور عام احوال میں غشی کا طاری نہ ہونا، اس کی وجہ بھی بیان کی جاچکی اگرچہ صحابہؓ کرام اور راسخین اولیائے کرام پر بھی کبھی وجد کے حالات طاری ہوتے ہیں۔ جن میں بہت ساری احادیث اور آثار کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ منتہی اولیاء اللہ اکثر تلاوت اور سماع کے وقت ان کی حالت بدل جاتی ہے اور کبھی کبھی سماع کے علاوہ نعت خوانی کے دوران مبتدی متوسط اور منتہی اولیائے کرام اور متوسط سب کو فائدہ پہنچتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات شریف میں مرقوم ہے۔

متوسط اور مبتدیوں کے تجلیات ذاتیہ اور صفاتِ حقیقیہ سے زیادہ قربت نہیں ہوتی۔ دورانِ سماع ان پر وجد طاری ہوتا ہے کیونکہ مشائخ عظام ان کے لئے محفل سماع کے وقت میں ذکر خدا کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ سماع کے وقت میں ظلّی تجلیات زیادہ وارد ہوتی ہیں اور متوسطین کیلئے مناسبت اسی کی ہے۔

عنصرِ آگ خصوصی گرمی پہنچاتی ہے۔ آگے ترقی، بلندی، ہمت عطاء کرتی ہے عنصر آب کی برودت قویہ ٹوٹ جاتی ہے تو اس حیثیت سے سماع منتہیوں کیلئے بھی فائدہ پہنچاتی ہے جیسے حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

---

[1] (تفسیر مظھری:ص:۲۰۸تا۲۱۰:سورۃزمر:آیت:۲۶:پارہ:۲۳)

بَاب فِي السماع

قَالَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ: {فَبَشِّرْ عِبَادِ (١٧) الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ} اللام فِي قَوْله: {الْقَوْلَ} [الزمر: 18] تقتضي التعميم والاستغراق والدليل عَلَيْهِ أَنَّهُ مدحهم باتباع الأحسن. وَقَالَ تَعَالَى: {فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ} [الروم: 15] جاء فِي التفسير أَنَّهُ السماع.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں'' آیت میں ''القول'' پر داخل الف لام یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کے معنی میں عموم واستغراق ہو اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ان قولوں میں اچھے قول کی اتباع کا حکم فرمایا۔(جس کا مطلب یہ ہے کہ قول کئی طرح کے ہوتے ہیں)ایک اور جگہ فرمایا''ان کو جنت میں خوش کر دیا جائے گا'' تفسیر میں آیا ہے کہ اس خوشی سے مراد سماع کی خوشی ہے)۔

واعلم أن سماع الأشعار بالألحان الطيبة, والنغم المستلذة, إِذَا لَمْ يعتقد المستمع محظورا وَلَمْ يسمع عَلَى مذموم فِي الشرع وَلَمْ ينجر فِي زمام هواه وَلَمْ ينخرط فِي سلك لهوه مباح فِي الجملة ولا خلاف أَن الأشعار أنشدت بَيْنَ يدي رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأنه سمعها وَلَمْ ينكر عَلَيْهِم فِي إنشادها فإِذَا جاز استماعها بغير الألحان الطيبة فلا يتغير الحكم بأن يسمع بالألحان هَذَا ظاهر من الأمر ثُمَّ مَا يوجب للمستمع توفر الرغبة عَلَى الطاعات وتذكر مَا أعد اللَّه تَعَالَى لعباده المتقين من الدرجات ويحمله عَلَى التحرز من الزلات ويؤدي إِلَى قلبه فِي الحال صفاء الواردات مستحب فِي الدين ومختار فِي الشرع وَقَدْ جرى عَلَى لفظ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هُوَ قريب من الشعر وإن لَمْ يقصد أَن يَكُون شعرا. أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الأَهْوَازِيُّ. قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ. قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ, عَنْ حُمَيْدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَتِ الأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ فَجَعَلُوا, يَقُولُونَ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا فَأَجَابَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لا عَيْشَ إِلا عَيْشَ الآخِرَةِ فَأَكْرِمِ الأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ.

ترجمہ: یقین رکھیئے کہ ستھرے لب ولہجے اور لذیذ ساز کے ساتھ سماع کرنا جائز ہوتا ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ سننے والا ممنوع شئے نہ سنے، شریعت کی طرف سے بری قرار دی گئی چیز نہ سنے، خواہشات نفسانی کے پیچھے نہ پڑے اور بے مقصد باتوں میں نہ پڑے۔اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اشعار پڑھے گئے آپ ﷺ خود سن رہے تھے، ان پر اعتراض نہیں فرمایا اور جب بغیر اچھے لب ولہجے کے ان کا سننا جائز قرار پایا تو جواز کا یہ حکم اچھے لب ولہجے سننے پر بھی نہیں بدلے گا اور یہ بالکل ظاہر بات ہے۔مزید یہ کہ جو چیزیں سننے والے کو عبادت کا شوق دلائیں، انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مقبول بندے کیلئے کیا کیا بلند درجات مہیا کیے ہیں، انہیں لغزشوں سے گریز پر مجبور کریں اور ان کے دلوں پر پاکیزہ اثرات چھوڑیں، وہ چیزیں دین میں اچھی شمار ہوں گی اور شریعت انہیں پسند کرے گی بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان اطہر پر بھی ایسا

کلام جاری ہوا جو طریقہ اشعار کے قریب قریب تھا حالانکہ آپ ﷺ کا یہ ارادہ بھی نہ تھا کہ وہ کلام شعر کی صورت اختیار کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انصار مدینہ خندق کھودتے جاتے تھے اور یہ شعر بھی گنگناتے جاتے تھے۔ ”ہم ہی تو ہیں جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد جاری رکھیں گے“۔

اس کا جواب حضور اکرم ﷺ نے یہ دیا تھا:

اللھم لاعیش الاعیش الاخرة　　　فاکرم الانصار و المھاجرة

حضور اکرم ﷺ کے الفاظ مبارکہ شعری وزن پر تو نہیں مگر شعر کے قریب قریب ضرور ہیں۔

لَيْسَ هَذَا اللفظ منه صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلّمَ عَلَى وزن شعر لكنه قريب منه وَقَدْ سمع السلف و الأكابر الأبيات بالألحان فممن قَالَ بإباحته من السلف مَالِك بْن أَنَس و أهل الحجاز كلهم يبيحون الغناء وَأَمّا الحداء فإجماع مِنْهُم على إجازته وَقَدْ وردت الأخبار و استفاضت الآثار فِي ذَلِك وَرَوَى عَنِ ابْن جريج أَنّهُ كَانَ يرخص فِي السماع فقيل لَهُ: إِذَا أتى بك يَوْم الْقِيَامَة ويؤتى بحسناتك و سيئاتك ففي أي الجانبين سماعك. فَقَالَ: لا فِي الحسنات و لا فِي السيئات يَعْنِي أَنّهُ من المباحات۔

ترجمہ: اکابر سماع سنتے رہے: اکابر بزرگان سلف نے اچھے لہجے سے پڑھے جانے والے اشعار سنے ہیں چنانچہ ان میں سے جنہوں نے اسے جائز قرار دیا ہے ان میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور اہل حجاز تو سارے کے سارے سماع کو جائز قرار دیتے ہیں اور پھر ”حدی خوانی“ پر سب کا اتفاق ہے، اس کے بارے میں بہت سی احادیث اور آثار ملتے ہیں۔ حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سماع کو جائز کہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ قیامت کے دن آپ کو لایا جائے گا، نیکیاں اور برائیاں بھی لائی جائیں گی تو آپ کا یہ سماع کس طرف رکھا ہونا چاہیئے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ نیکیوں میں اور نہ برائیوں میں ۔ آپ کا مقصد تھا کہ یہ ایک جائز کام ہے، جس میں نہ گناہ ہے نہ ثواب۔

وَأَمّا الشّافِعِي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى فَإِنّهُ لا يحرمه ويجعله فِي العوام مكروها حَتّى لو احترف بالغناء أَوِ اتصف عَلَى الدوام بسماعه عَلَى وجه التلهي ترد بِهِ الشهادة ويجعله مِمّا يسقط المروءة و لا يلحقه بالمحرمات و ليس كلامنا فِي هَذَا النوع من السماع فَإِن هذه الطائفة جلت رتبتهم عَن أَن يستمعوا بلهو أَوْ يقعدوا للسماع بسهو أَوْ يكونوا بقلوبهم مفكرين فِي مضمون لغو, أَوْ يستمعون عَلَى صفة غَيْر كفء, وَقَدْ رَوَى عَنِ ابْن عُمَر آثار فِي إباحة السماع, وَكَذَلِك عَن عَبْد اللهِ ابْن جَعْفَر بْن أَبِي طَالِب وَكَذَلِك عَن عُمَر رَضِيَ اللهُ عَنْهُم أجمعين وَكَذَلِك فِي الحداء وغيره و أنشد بَيْنَ يدي النَّبِي صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلّمَ الأشعار فلم ينه عَنْهَا وَرَوَى أَنّهُ صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلّمَ استنشد الأشعار و من المشهور

الظاهر أَنَّهُ دَخَلَ بَيت عَائِشَة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وفيه جاريتان تغنيان, فلم ينههما. أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَطَرٍ, قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُبَابُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّسْتُرِيُّ, قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الأَشْعَثِ, قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْمُرْسَانِيُّ, قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ, عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ, عَنْ أَبِيهِ, عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتْ بِهِ الأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَعِيدُنَا هَذَا الْيَوْمَ۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الأَهْوَازِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْد قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ الضَّبِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ, عَنِ الأَجْلَحِ, عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ, عَنْ جَابِرٍ, عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا أَنْكَحَتْ ذَاتَ قَرَابَتِهَا مِنَ الأَنْصَارِ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

فَقَالَ: أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ. قَالَ: فَأَرْسَلْتِ مَنْ يُغَنِّي؟ قَالَتْ: لا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الأَنْصَارَ فِيهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ أَرْسَلْتُمْ مَنْ يَقُولُ: أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فحيانا وَحَيَّاكُمْ۔ أَخْبَرَنَا الأُسْتَاذُ الإِمَامُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَيْنِ بْنِ فُورَكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ خرزاذ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الأَهْوَازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سَعِيدٍ, عَنْ صَدَقَةَ بِنْتِ أَبِي عِمْرَانَ قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ, عَنْ زَاذَانَ, عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يُؤَيِّدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا. دل هَذَا الْخَبَر عَلَى فضيلة الصوت الْحَسَن۔ وَأَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ الأَهْوَازِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْد قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ الضَّبِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَبِيع قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلامِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحْرِزٍ, عَنْ قَتَادَةَ, عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ, قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ شَيْءٍ حِيلَةٌ وَحِيلَةُ الْقُرْآنِ۔ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الأَهْوَازِيُّ, قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْد. قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْكُرَيْمِيُّ. قَالَ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَبُو عَاصِمٍ.

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حرام نہیں فرماتے: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع کو حرام نہیں کہتے تاہم عام لوگوں کیلئے سننا مکروہ شمار کرتے ہیں چنانچہ جو شخص پیشے کے طور پر اپنالے یا کھیل سمجھ کر ہمیشہ سننے کی عادت بنالے تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے ان چیزوں میں شمار کرتے ہیں جن سے مروت میں فرق آجاتا ہے لیکن حرام کردہ چیزوں میں شمار نہیں کرتے اور ہمارا کلام تو ایسے سماع کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ کیونکہ صوفیاء کا مرتبہ ایسی لغو چیزیں سننے سے بلند ہے وہ تو بھول کر ایسے سماع میں نہیں بیٹھتے، نہ ہی دل میں بیہودہ مضمون آنے دیتے ہیں اور نہ ہی ایسے طریقے سے سنا کرتے ہیں جو ان کیلئے مناسب نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ آثار ثابت ہیں جن سے سماع جائز ثابت ہوتا ہے یونہی عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب سے بھی اور یونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے "حدی" کے بارے میں جواز ثابت ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے اشعار پڑھے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سنانے سے نہیں روکا بلکہ بعض اوقات اشعار سننے کی خواہش فرمائی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے جہاں

دو بچیاں گا رہی تھیں مگر آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس دو بچیاں گا رہی تھیں۔ یہ وہ اشعار تھے جو انصار نے جنگ بعاث میں ایک دوسرے کے خلاف پڑھے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" شیطان کی بانسری" اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو بکر! انہیں گانے دو، ہر قوم کا کوئی نہ کوئی یوم عید ہوتا ہے اور یہ ہمارا یوم عید ہے۔" حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کی شادی ایک انصاری سے کر دی۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کیا اس بچی کو کوئی ہدیہ دیا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں، پھر فرمایا، کیا کسی گانے والی کو بلا بھیجا ہے؟ عرض کی نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: انصار کے ہاں رواج ہے کہ وہ غزلیں پڑھتے ہیں چنانچہ اگر تم کسی کو بلا لیتیں تو وہ کہتا نا! اتینا کم اتینا کم فحیانا وحیا کم (کہ ہم لوگ تمہارے پاس آئے ہیں تو تم ہمیں سلام و دعا کہو، ہم تمہیں کہیں گے)۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا" قرآن کو خوش آوازی سے پڑھو کیونکہ خوبصورت آواز سے قرآن خوانی میں حسن آ جاتا ہے" اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ خوبصورت آواز بھی ایک فضیلت ہوتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ہر چیز کی سجاوٹ کیلئے زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور خوبصورت آواز ہے"۔

قَالَ حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْبَجَلِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ: صَوْتُ وَيْلٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، وَصَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ مفهوم الْخَطّاب يقتضي إباحة غَيْر هَذَا فِي غَيْر هذه الأحوال وإلا بطل التخصيص والأخبار فِي هَذَا الباب تكثر والزيادة عَلَى هَذَا القدر من ذكر الروايات تخرجنا عَنِ المقصود من الاختصار، وَقَدْ رَوَى أَن رجلا أنشد بَيْنَ يدي رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أقبلت فلاح لَهَا عارضان كالسيج۔ أدبرت فَقُلْتُ لَهَا ... والفؤاد فِي وهج۔ هل عَلَى ويحكما ... إن عشقت من حرج۔ فَقَالَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لا وإن حسن الصوت مِمَّا أنعم اللَّهُ تَعَالَى بِهِ عَلَى صاحبه من النَّاس، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ} [فاطر: 1] قيل فِي التفسير: من ذَلِكَ الصوت الْحَسَن وذم اللَّه سبحانه الصوت الفظيع. قَالَ تَعَالَى: {إِنَّ أَنْكَرَ الأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ} [لقمان: 19] واستلذاذ القلوب واشتياقها إِلَى الأصوات الطيبة واستروا حها إِلَيْهَا مِمَّا لا يمكن جحوده, فَإِن الطِّفْل يسكن إِلَى الصوت الطيب, والجمل يقاسي تعب السير ومشقة الحمولة فيهون عَلَيْهِ بالحداء. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {أَفَلا يَنْظُرُونَ إِلَى الإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ} [الغاشية: 17] وحكى إِسْمَاعِيل بْن علية. قَالَ: كنت أمشي مَعَ الشَّافِعِي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وقت الهاجرة فجزنا بموضع يَقُول فِيهِ أحد شَيْئًا، فَقَالَ: مل بنا إِلَيْهِ، ثُمَّ. قَالَ: أيطربك هَذَا؟ فَقُلْتُ: لا، فَقَالَ: مَالَكَ حسن، وَقَالَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أذن اللَّهُ تَعَالَى لشيء كإذنه لنبي يتغنى بالقرآن أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الأَهْوَازِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَلْحَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

بُکَیرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیثُ, عَنْ عَقِیلٍ, عَنِ ابْنِ شِهَابٍ, أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ, عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ, قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: «لَمْ یَأْذَنِ اللَّهُ تَعَالَى لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ یَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ.

ترجمہ: دو آوازوں پر لعنت: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دو آوازیں لعنت کا سبب بنتی ہیں مصیبت کے موقع پر آہ وزاری کی آواز اور گاتے وقت مزمار (بانسری وغیرہ دوسرے ساز) کی آواز" حدیث کے اس خطاب سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ احوال کے علاوہ دوسری چیزیں گانا جائز ہوں ورنہ اس تخصیص کا کیا فائدہ؟ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ملتی ہیں اور پھر اگر ہم اس قدر دلائل دے کر اس سے زیادہ روایات کا ذکر کرتے ہیں تو اختصار کی حد سے نکل جائیں گے۔ ایک رویت یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہوتے یہ اشعار پڑھے تھے "محبوبہ میری طرف آئی دونوں رخسار موتیوں کی طرح چمک رہے تھے پھر واپس ہوگئی تو دل میں جوش آیا اور میں نے کہا اگر تم سے مجھے عشق ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ایسے اشعار نہیں پڑھا کرتے!

خوبصورت آواز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہوتا ہے جو ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" اللہ جس کو چاہتا ہے اسے کچھ زیادہ دے دیتا ہے" اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اضافہ والی چیزوں میں "خوبصورت آواز" بھی شامل ہے جب کہ بری آواز کی مذمت کی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔" سب سے بدتر آواز گدھے کی ہوتی ہے" دلوں کا اچھی آواز سے لذت حاصل کرنا عمدہ آوازوں کا شوق رکھنا اور راحت لینا ایسی چیزیں ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ دیکھیئے بچہ بھی اچھی آواز سے سکون حاصل کرتا ہے اور اونٹ جب سفر کی تھکان اور بوجھ کی تکلیف سے بے چین ہوتا ہے تو "حدی خوانی" اس کیلیئے سکون کا باعث بنتی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ (لوگ دیکھتے نہیں کہ اونٹ کو کیسے پیدا کیا گیا) حضرت اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ چلا جا رہا تھا دوپہر کا وقت تھا ہم ایک ایسے مقام سے گزرے جہاں ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا چلو ادھر چلیں پھر اس شخص سے کہا کیا تمہیں اس سے خوشی بھی ملتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس پر فرمایا تمہارے اندر کوئی ذوق ہی نہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کسی کے کلام سننے کیلیے ایسا کان لگا کر نہیں سنا جیسے نبی کی خوب صورت آواز میں قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کان لگا کر سنتا ہے۔"

قرآت داؤدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

وقیل: إن دَاوُد عَلَیْهِ السَّلام کَانَ یستمع لقراءته الجن والإنس والطیر والوحش إذا قرأ الزبور, وَکَانَ یحمل من مجلسه أربع مائة جنازة مِمَّن قَدْمَات مِمَّن سمعوا قراءته. وَقَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لأَبِي مُوسَى الأشعري: لَقَدْ أعطي

مزمارا من مزامير آل دَاوُد.وَقَالَ معاذ لرسول اللهَ صَلّى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلّمَ: لو علمت أنک تسمع لحبرته لک تحبيرا۔أَخْبَرَنَا أَبو حاتم السجستاني.قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْن عَلِي البراج.قَالَ: حكى أَبُو بَكْر مُحَمّد بْن دَاوُد الدينوري الرقي.قَالَ: كنت فِي البادية فوافيت قبيلة من قبائل العرب وأضافني رجل مِنْهُم فرأيت غلاما أسود مقيدا هناک ورأيت جمالا قَدْ ماتت بفناء الْبَيْت.فَقَالَ لي الغلام: أَنْتَ الليلة ضيف وأنت عَلَى مولاي كريم فتشفع لي فَإِنّهُ لا يردک، فَقُلْتُ: لصاحب الْبَيْت: لا آكل طعامک حَتّى تحل هَذَا العبد.فَقَالَ هَذَا الغلام: قَدْ أفقرني وأتلف مالي، فَقُلْتُ: فَمَا فعل؟ فَقَالَ لَهُ صوت طيب وكنت أعيش من ظهر هذه الجمال فحملها أحمالا ثقيلة وحدا لَهَا حَتّى قطعت مسيرة ثلاثة أَيّام فِي يَوْم واحد، فلما حط عَنْهَا ماتت كلها ولكن قَدْ وهبته لک وحل عَنْهُ القيد، فلما أصبحنا أحببت أَن أسمع صوته فسألته ذَلِکَ فأمر الغلام أَن يحدو عَلَى جمل كَانَ عَلَى بئر هناک يستقي عَلَيْهِ، فحدا الغلام فهام الجمل عَلَى وجهه وقطع حباله وَلَمْ أظن أني سمعت صوتا أطيب منه، فوقعت لوجهي حَتّى أشار إِلَيْهِ بالسكوت۔

ترجمہ: کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب زبور پڑھتے تو جن وانس، پرندے اور جانور انہیں کان لگا کر سنتے آپ علیہ السلام کی آواز سن کر چار سو جنازے ان کی مجلس سے اٹھتے تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام کی قراءت سنی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا ابو موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کو آل داؤد علیہ السلام کی مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے"۔[1]

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ ﷺ سنیں گے تو میں اچھے طریقے سے کہتا" حضرت ابو بکر محمد بن داؤد دینوری دقی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں تھا، عرب کے ایک قبیلہ کے ہاں آیا جن میں سے ایک شخص نے مجھے مہمان بنالیا، وہاں میں نے ایک سیاہ غلام قید میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حویلی میں کچھ اونٹ مرے پڑے ہیں، اس غلام نے کہا، آج تو آپ ہمارے مہمان ہیں، میرے آقا آپ کی عزت کرتے ہیں، ہوسکے تو میری سفارش کر دیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مالک اسے رد نہیں کرے گا۔ میں نے گھر کے مالک سے کہا کہ جب تک آپ اس غلام کو چھوڑ نہیں دیتے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مالک نے کہا کہ اس غلام نے تو مجھے تنگ کر دیا ہے اور سارا مال ضائع کر دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی آواز بڑی سریلی ہے، میں ان اونٹوں کی باربرداری پر گزر اوقات کرتا تھا اس نے ان پر بھاری بوجھ لاد دیا اور "حدی" گاتا رہا، حتیٰ کہ اونٹوں نے تین دن کا سفر ایک دن میں کر لیا اور جب بوجھ اتار لیا گیا تو سب اونٹ مر چکے تھے، بایں ہمہ میں آپ کو اختیار دیتا ہوں چنانچہ اس نے بیڑیاں کھول دیں۔ صبح ہوئی تو میرا دل چاہا کہ اس کی آواز سنوں، میں نے اسے فرمائش کی چنانچہ اس نے ملازم سے کہا کہ اس اونٹ کیلئے "حدی" گاؤ

[1] (بخاری شریف فضائل قرآن، مسلم شریف، مسافرین، ترمذی شریف، مناقب، نسائی شریف، افتتاح، ابن ماجہ شریف، اقامہ، دارمی شریف، صلاۃ، مسند احمد بن حنبل)

جو کھیتوں کو سیراب کرنے کیلئے اس کنوئیں پر رہٹ چلا رہا ہے۔ غلام نے حدی پڑھی تو اونٹ نے مستی کے عالم اپنی رسیاں کاٹ ڈالیں اور میرے خیال میں اس سے قبل میں نے اتنی خوبصورت آواز نہیں سنی ہو گی، میں منہ کے بل گرا اور مالک مکان نے اسے چپ کرا دیا۔

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمنِ السلمي يَقُول: سمعت مُحمّد بْن عَبْد اللَّهِ بْن عَبْد الْعَزِيز يَقُول: سمعت أبا عُمَر الأنماطي يَقُول: سمعت الجنيد يَقُول وَقَدْ سئل: مَا بال الإِنْسَان يَكُون هادئا فإِذَا سمع السماع اضطرب؟ فَقَالَ: إن اللَّهَ تَعَالَى لما خاطب الذر فِي الميثاق الأَوَّل بقوله: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى} [الأعراف: 172] استفرغت عذوبة سماع الْكَلام الأرواح، فلما سمعوا السماع حركهم ذكر ذَلِكَ۔

ترجمہ: سماع میں اضطراب کی وجہ: حضرت جنید رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ اچھا بھلا انسان سماع پر مضطرب کیوں ہو جاتا ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہلے میثاق (پختہ عہد) کے موقع پر نسل آدم علیہ السلام سے یہ خطاب فرمایا "کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں " تو اللہ کے کلام کی مٹھاس نے سب ارواح کو نکال لیا کیونکہ جب انہوں نے آواز سنی تو اسی وقت حرکت کرنے لگے تھے۔

سمعت الأستاذ ابا الدقاق, يَقُول: السماع حرام عَلَى العوام لبقاء نفوسهم مباح للزهاد لحصول مجاهداتهم مستحب لأَصْحَابنا لحياة قلوبهم۔

ترجمہ: سماع کس کیلئے حرام اور کس کیلئے جائز؟: حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عوام الناس کیلئے سماع حرام ہے کہ ان کے نفس باقی رہ سکیں، زاہدوں کیلئے مباح ہے کیونکہ انہیں مجاہدات حاصل ہے اور عام مریدوں کیلئے مستحب ہے کہ ان کے دل زندہ رہ سکیں۔

تین چیزیں انسان کیلئے ضروری:

سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر الصوفي يَقُول: سمعت الوجيهي يَقُول: سمعت أبا عَلِي الروذباري يَقُول: كَانَ الْحَارِث بْن أسد المحاسبي يَقُول: ثَلاث إِذَا وجدن متع بهن وَقَدْ فقدناها: حسن الوجه مَعَ الصيانة، وحسن الصوت مَعَ الديانة، وحسن الإخاء مَعَ الوفاء. وسئل ذو النون الْمِصْرِي عَنِ الصوت الْحَسَن. فَقَالَ: مخاطبات وإشارات أودعها اللَّهَ تَعَالَى كُل طيب وطيبة. وسئل مرة أُخْرَى عَنِ السماع. فَقَالَ: وارد حَتَّى يزعج القلوب إِلَى الحق، فمن أصغى إِلَيْهِ بحق تحقق، ومن أصغى إِلَيْهِ بنفس تزندق۔

ترجمہ: حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان میں تین چیزیں ہوں تو اسے ان سے فائدہ ہوتا ہے لیکن ہم انہیں گم کر چکے ہیں۔ خوبصورت چہرہ جس کے ہمراہ پاک دامنی بھی ہو۔ اچھی آواز جس کے ساتھ دیانتداری بھی ہو۔ اچھی دوستی جس کے ساتھ وفاداری بھی ہو، حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ

سے اچھی آواز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی آواز میں کسی سے خطاب ہوتا ہے اور اشارے پائے جاتے ہیں، یہ آواز اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ مردوں اور عورتوں کو دے رکھی ہوتی ہے۔ آپ ہی سے ایک مرتبہ پھر پوچھا گیا تو فرمایا کہ سریلی آواز وارد ہونے والی کیفیت ہوتی ہے جو بے چین دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے چنانچہ جو اس کی طرف ہر طریقہ سے کان لگاتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے اور جو نفسانی خواہش کیلئے سنتا ہے وہ بے دین ہو جاتا ہے۔

وحكى جَعْفَر بْن نصير عَنِ الجنيد أَنَّهُ قَالَ: تنزل الرحمة عَلَى الفقراء فِي ثلاثة مواطن: عِنْدَ السماع، فإنهم لا يَسْمَعُونَ إلا عَنْ حق ولا يقولون إلا عَنْ وجد، وعند أكل الطعام، فإنهم لا يأكلون إلا عَنْ فاقة، وعند مجاراة العلم، فإنهم لا يذكرون إلا صفة الأولياء۔

سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن، يَقُول: سمعت الْحُسَيْن بْن أَحْمَد بْن جَعْفَر يَقُول: سمعت أبا بَكْر بْن ممشاد الدينوري يَقُول: سمعت الجنيد يَقُول: السماع فتنة لمن طلبه ترويح لمن صادفه.

ترجمہ: رحمت حاصل کرنے کیلئے فقیر کیلئے تین مواقع: حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین ایسے مواقع ہیں جن میں فقراء پر رحمت خداوندی اترتی ہے:

۱۔ حالت سماع میں: کیونکہ اس وقت وہ حق سن رہے ہوتے ہیں اور وجد میں بولتے ہیں۔

۲۔ کھانا کھاتے وقت: کیونکہ وہ فاقہ کی حالت میں کھاتے ہیں۔

۳۔ علمی باتیں کرتے وقت: کیونکہ اس وقت وہ اللہ کے دوستوں کی بات کرتے ہیں۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سماع اس شخص کیلئے فتنہ ہے جو اس کے پیچھے پڑے اور اس شخص کیلئے راحت ہے جسے یہ خود ملے۔

وحكى عَنِ الجنيد أَنَّهُ قَالَ: السماع يحتاج إِلَى ثلاثة أشياء: الزَّمَان والمكان والإخوان. وسئل الشبلي عَنِ السماع. فَقَالَ: ظاهره فتنة وباطنه عبرة، فمن عرف الإشارة حل لَهُ استماع العبرة، وإلا فَقَد استدعى الْفِتْنَة وتعرض للبلية. وقيل: لا يصلح السماع إلا لمن كانت لَهُ نفس ميتة وقلب حي فنفسه ذبحت بسيوف المجاهدة وقلبه حي بنور الموافقة. وسئل أَبُو يعقوب النهرجوري عَنِ السماع فَقَالَ: حال يبدي الرجوع إِلَى الأسرار من حيث الاحتراق۔ وقيل: السماع لطف عِنْدَ الأرواح لأهل المعرفة سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق يَقُول: السماع طبع إلا عَنْ شرع وخرق إلا عَنْ حق وفتنة إلا عَنْ عبرة۔

سماع میں تین چیزوں کی ضرورت:

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین کا محتاج ہوتا ہے، زمانہ، مکان اور بھائی (سماع کے اہل دوست)۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ سماع کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا: بظاہر یہ فتنہ ہے اور باطنی طور پر اس میں عبرت پائی جاتی ہے چنانچہ جو اشارہ کو

پالیتا ہے اسے عبرت حاصل ہو جاتی ہے ورنہ وہ فتنہ و مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سماع اسی کیلئے سننا جائز ہے جس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہو کیونکہ نفس تو مجاہدہ کی تلوار ہے ذبح ہونے والا ہوتا ہے جبکہ دل شریعت کی موافقت کے نور سے زندہ ہوتا ہے۔ حضرت ایوب یعقوب نہرجوری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ ایک ایسی حالت ہوتی ہے جو اپنی جلن کی بناء پر بتاتا ہے کہ الٰہیہ دل کی طرف آرہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سماع اہل معرفت کے دلوں کیلئے ایک لطیف غذا ہے۔ حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سماع اگر شریعت کے موافق نہیں تو یہ ایک زنگ ہے اور حق کی طرف سے نہ ہو تو بیوقوفی اور اگر اس سے عبرت نہیں لیتا تو یہ فتنہ ہے۔

ويقال: السماع عَلَى قسمين: سماع بشرط العلم والصحو فمن شرط صاحبه معرفة الأسامي والصفات وإلا وقع فِي الكفر المحض، وسماع بشرط الحال فمن شرط صاحبه الفناء عَن أحوال البشرية والتنقي من آثار الحظوظ بظهور أحكام الحقيقة۔

ترجمہ: سماع کی دو قسمیں: کہتے ہیں کہ سماع کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ سماع ہے جس میں علم اور بیدار مغز ہونے کی ضرورت ہوتی ہے اس قسم کا سماع سننے والے کیلئے ضروری ہے کہ اسماء وصفات کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ خالص کفر میں پھنس جائیگا۔ دوسرا سماع یہ ہے کہ انسان صاحب حال ہو اس کیلئے شرط یہ ہوتی ہے کہ حالات بشریہ کو فنا کر چکا ہو اور چونکہ باطن اس پر کھل چکا ہوتا ہے اس لئے خواہش نفس کی علامات سے بچے۔

وحكى عَن أَحْمَد بْن أَبِي الحوري أَنَّهُ قَالَ: سألت أبا سُلَيْمَان عَنِ السماع. فَقَالَ: من اثنين أحب إلي من الْوَاحِد، وسئل أَبُو الْحَسَنِ النوري عَنِ الصوفي فَقَالَ: من سمع السماع وآثر الأسباب. وسئل أَبُو عَلِي الروذباري عَنِ السماع يوما. فَقَالَ: ليتنا تخلصنا منه رأسا برأس. سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول: سمعت أبا عُثْمَان المغربي يَقُول: سمعت من ادعى السماع وَلَمْ يسمع صوت الطيور وصرير الباب وتصفيق الرياح فَهُوَ فَقِير مدع. سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج الطوسي يَقُول: سمعت أبا الطيب أَحْمَد بْن مقاتل العكي يَقُول: قَالَ جَعْفَر: كَانَ ابْن زيري من أَصْحَاب الجنيد شيخا فاضلا فربما كَانَ يحضر موضع سماع فَإِن استطابه فرش إزاره وجلس، وَقَالَ الصوفي: مَعَ قلبه وإن لَمْ يستطبه, قَالَ, السماع لأرباب القلوب ومر وأخذ نعله.

ترجمہ: کم سے کم قوالی والے لوگ: حضرت احمد بن ابو الحواری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان سے سماع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دو کی طرف سے ہونا چاہیئے گانے والا تنہا نہ ہو حضرت ابو الحسن رحمہ اللہ سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا صوفی وہ ہوتا ہے جو سماع سنے اور اسباب کو ترجیح دے۔ ایک دن حضرت ابو علی روزباری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اے کاش ہم مکمل طور پر اس سے نجات پالیتے۔ حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ سماع کا قائل ہے اور پھر وہ پرندوں کی آواز نہ سنے، دروازے کا چرچرانا نہ سنے اور ہوا کی سرسراہٹ نہ

سنے تو فقر کا صرف دعوید ارہی ہو گا (خالی)۔ حضرت جنید رحمہ اللہ کے مرید حضرت ابن زیری رحمہ اللہ ایک فاضل شیخ تھے کبھی کبھی محفل سماع میں آتے اچھا لگتا تو چادر ڈال کر بیٹھ جاتے اور یہ کہتے کہ صوفی اپنے دل کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر سماع پسند نہ آتا تو یوں کہتے کہ سماع تو دل والوں کیلئے ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر جوتا اٹھاتے اور چلے جاتے۔

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

و قيل: إن دَاوُد عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ يستمع لقراءته الجن والإنس والطير والوحش إِذا قرأ الزبور, وَكَانَ يحمل من مجلسه أربع مائة جنازة مِمَّن قد مَات مِمَّن سمعوا اقراءته۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے: حضرت داؤد علیہ السلام جب زبور شریف پڑھا کرتے تو جن وانس، پرندے اور وحشی جانور آپ علیہ السلام کی قرأت سنا کرتے اور ان کی مجلس سے چار سو جنازے ان لوگوں کے اٹھتے جو آپ علیہ السلام کی قرأت سن کر جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔[1]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول: سمعت مُحَمَّد بْن عَبْد اللَّهِ بْن عَبْد الْعَزِيز يَقُول: سمعت أبا عُمَر الأنماطي يَقُول: سمعت الجنيد يَقُول وَقَدْ سئل: مَا بال الإِنْسَان يَكُون هادئا فَإِذَا سمع السماع اضطرب؟ فَقَالَ: إن اللَّهَ تَعَالَى لما خاطب الذر فِي الميثاق الأَوَّل بقوله: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى} (الأعراف، ۱۷۲) استفرغت عذوبة سماع الْكَلام الأرواح, فلما سمعوا السماع حركهم ذكر ذَلِكَ۔

ترجمہ: میں نے شیخ عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ حضرت محمد بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ابو عمر الانماطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ کسی نے سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے۔ کہ انسان پر سکون ہوتا ہے، مگر جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے؟

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ نے پہلے میثاق کے وقت ذُرِّیَّتِ آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اور انہوں نے جواب میں "بلیٰ" (کیوں نہیں) کہا۔ تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی مٹھاس نے تمام ارواح کو نکال لیا اور جب انہوں نے سماع سنا تو اس کے ذکر نے انہیں حرکت دی۔[2]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول: سمعت عَبْد الْوَاحِد بْن بَكْر يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَبْد المجيد الصوفي يَقُول: سئل رويم عَن وجود الصوفية عِنْدَ السماع. فَقَالَ يشهدون المعاني الَّتِي تعزب عَن غيرهم

[1] (الرسالة القشيرية، باب في السماع، ص، ۱۸۲، دار السلام، القاهرہ)

[2] (الرسالة القشيرية، باب في السماع، ص، ۱۸۳، دار السلام، القاهرہ)

فتشير إليهم إلَى إلي فيتنعمون بِذَلِکَ من الفرح ثُمَّ يقطع الحجاب فيعود ذَلِکَ الفرح بکاء فمنهم من يخرق ثيابه وَمِنْهُم من يصيح وَمِنْهُم من يبکي کُل إِنْسَان عَلَى قدره۔

ترجمہ: اور میں نے محمد بن الحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ عبد الواحد بن بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کہا کہ عبداللہ بن المجید الصوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ کسی نے رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سماع کے وقت صوفیاء پر وجد طاری ہونے کے متعلق سوال کیاتو انہوں نے فرمایا: یہ لوگ ان کیفیات کامشاہدہ کرتے ہیں جو اوروں سے بعید اور مخفی ہوتی ہیں اور ان کو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتی ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ خوشی کے مارے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پھر حجاب اس سرور کو منقطع کر دیتاہے۔تو یہ خوشی رونے میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ بعض اپنے کپڑے پھاڑنے لگ جاتے ہیں، بعض چیختے ہیں اور بعض روتے ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے مرتبے کیمطابق اس کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔[1]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وحکى أَحْمَد بْن مقاتل العکي. قَالَ: لما دَخَلَ ذو النون الْمِصرِي بغداد اجتمع إِلَيْهِ الصوفية ومعهم قوال فاستأذنوه أَن يَقُول بَيْنَ يديه شَيْئًا فأذن فابتداء يَقُول:

صغير هواک عذبني	فکيف بِهِ إِذَا احتنک
وأنت جمعت من قلبي	هوى قَدْ کَانَ مشترکا
أما ترثي لمکتئب	إِذَا ضحک الخلي بکى

قَالَ: فقام ذو النون وسقط عَلَى وجهه والدم يقطر من جبينه ولا يسقط عَلَى الأَرْض۔

ترجمہ: حضرت احمد بن مقاتل عکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد آئے تو صوفیاء اکٹھے ہو کر اُن کے پاس آئے۔ اُنکے ساتھ ایک قوّال بھی تھا انھوں نے حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ وہ قوّال کو کچھ گیت گانے کی اجازت دیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجازت دیدی اور اس نے یہ گیت گانا شروع کیا۔

ترجمہ: تمہاری معمولی سی محبت نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اگر مجھ پر یہ غالب آجائے تو پھر کیا کیفیت ہو گی؟

تو نے میرے دل کی محبت کو جو دوسروں کے لئے بھی مشترک تھی اپنے لئے اکھٹا کر لیا۔

کیا تجھے اس غمناک پر رحم نہیں آتا جو روتا ہے جبکہ وہ لوگ جو عشق میں مبتلا نہیں ہیں ہنس رہے ہیں۔

---

[1] (الرسالہ القشيرية، باب فی السماع، ص، ۱۸۴، دار السلام، القاہرہ)

احمد کہتے ہیں یہ سُن کر حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور منہ کے بل گر پڑے خون اُن کے سر سے ٹپک رہا تھا مگر زمین پر نہ گرتا تھا۔[1]

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

سمعت مُحَمَّد بْن أَحْمَد التميمي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي الصوفي يَقُول: سعت الرقي يَقُول: سمعت ابْن الجلاء يَقُول: كَانَ بالمغرب شيخان لهما أصحاب وتلامذة يقال لأحدهما: جبلة وللثاني: رزيق فزار رزيق يوما جبلة فِي أَصْحَابه فقرأ رجل من أَصْحَاب رزيق شَيْئًا ,فصاح واحد من أَصْحَاب جبلة وَمَاتَ۔

ترجمہ: میں نے حضرت محمد بن احمد التمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ عبداللہ بن الصوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن سے کہا کہ الرقی نے کہ ابن الجلاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مغرب میں دو شیخ تھے۔ دونوں کے مرید اور شاگرد تھے اُن میں سے ایک کا نام جبلہ اور دوسرے کا رزیق تھا۔ ایک بار رزیق اپنے مریدوں سمیت جبلہ کی زیارت کو آیا اور اُن کے کسی مرید نے کوئی چیز پڑھی جسے سُن کر جبلہ کے ایک مرید نے چیخ ماری اور مر گیا۔[2]

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں :

وسئل إِبْرَاهِيم المارستاني عَنِ الحركة عِنْدَ السماع؟ فَقَالَ: بلغني أَن مُوسَى عَلَيْهِ السَّلام قص فِي بَنِي إسرائيل فمزق واحد مِنْهُم قميصه فأوحى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ قل لَهُ: مزق لي قلبك ولا تمزق ثيابک۔

ترجمہ: کسی نے حضرت ابراہیم مارستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سماع کے وقت حرکت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا! مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں قصّہ بیان کیا تو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنی قمیص پھاڑ ڈالی اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہو کہ میرے لئے اپنے دل کو پھاڑو کپڑوں کو نہ پھاڑو۔[3]

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: سمعت عَبْد الْوَاحِد بْن علوان يَقُول: كَانَ شاب يصحب الجنيد فكان إِذَا سمع شَيْئًا من الذكر يزعق, فَقَالَ: لَهُ الجنيد يوما: إن فعلت ذاک مرة أُخْرَى لَمْ تصحبني فكان إِذَا سمع شَيْئًا يتغير ويضبط نَفْسه حَتَّى كَانَ يقطر كُل شعرة من بدنه بقطرة, فيوما من الأيام صاح صيحة تلفت نَفْسه.

---

[1] (الرسالۃالقشیریۃ،باب فی السماع، ص، ۱۸۵، دارالسلام،القاهره، کتاب اللمع فی التصوف، ص، ۳۸۱، روض الریاحین فی حکایات الصالحین،الحکایۃ الرابعۃ والثمانون بعد المئتین، ص، ۲۴۹، ۲۴۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (الرسالۃالقشیریۃ،باب فی السماع، ص، ۱۸۵، دارالسلام،القاهره)

[3] (الرسالۃالقشیریۃ،باب فی السماع، ص، ۱۸۶، ۱۸۵ دارالسلام،القاهره)

باب فی السماع

ترجمہ: میں نے حضرت ابو حاتم السجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ حضرت ابو نصر سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کہا کہ عبد الواحد بن علوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ایک نوجوان حضور سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں رہا کرتا تھا، جب بھی وہ قرآن سنتا چیخ مارتا۔ ایک دن حضور سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے کہا! اگر تونے پھر ایسا کیا تو تُو میری صحبت میں نہ رہ سکے گا۔ اب اگر کچھ سُنتا تو اسکی حالت بدل جاتی اور اپنے آپ پر قابو رکھتا۔ یہاں تک کہ اس کے بدن کے ہر بال سے قطرہ ٹپکتا تھا پھر ایک دن اس نے ایسی چیخ ماری کہ جان دے دی۔[1]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۴۶۵ھ لکھتے ہیں:

وحكي عن أبي سعيد الخراز قال: رأيت علي بن المرفق في السماع يقول: أقيموني، فاقاموه، فقام، وتواجد، ثم قال: أنا الشيخ الزفان۔

وقيل: قام الرقيُّ ليلة إلى الصباح، يقوم. ويسقط على هذا البيت، والناس قيام يبكون، والبيت:

بالله فأردد فؤاد مكتئب ليس له من حبيبة خلف

ترجمہ: ابو سعید الخراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت ہے کہ میں نے علی بن موفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سماع میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے مجھے کھڑا کر دو۔ لوگوں نے انھیں کھڑا کر دیا انھوں نے اُٹھ کر وجد کا اظہار کیا پھر کہا میں پھرتیلا بوڑھا ہوں ۔ کہا جاتا ہے کہ رقی نے ایک بار ساری رات اس طرح گزاری کہ وہ شعر پڑھتے اور اٹھتے اور گر پڑتے اور لوگ کھڑے رو رہے تھے۔

ترجمہ: خدا کے لئے اس غمزدہ کا دل واپس کر دو جس کے لئے محبوب کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔[2]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

سمعت محمد بن أحمد التميمي يقول: سمعت عبد الله بن علي الصوفي يقول: سمعت علي بن الحسين بن محمد بن أحمد بالبصرة يقول: سمعت أبي يقول: خدمت سهل بن عبد الله سنين كثيرة، فما رأيته تغير عند سماع شيء كان يسمعه من الذكر والقرآن وغيره، فلما كان في آخر عمره قُرِئ بين يديه "فاليوم لا يؤخذ منكم فدية" رأيته تغير، وارتعد، وكاد يسقط، فلما رجع إلى حال صحوه سألته عن ذلك، فقال يا حبيبي ضعفنا. وحكى ابن سالم قال: رأيته مرَّة أخرى قرىء بين يديه الملك يومئذ الحق للرحمن فتغير وكاد يسقط۔

ترجمہ: میں نے حضرت محمد بن احمد التمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا عبد اللہ بن علی الصوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کہا کہ علی بن الحسین بن محمد بن احمد بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا کہ میں نے کئی سال

[1] (الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۶، دار السلام، القاھرہ)
[2] (الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۷، دار السلام، القاھرہ)

باب فی السماع

سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کی مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ذکرِ قرآن یا کسی اور چیز کے سُننے سے ان میں کوئی تغیّر پیدا ہوا ہو۔ جب اُن کا آخری وقت آیا تو کسی نے اُن کے سامنے پڑھا:

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ (سورۃ الحدید:۱۵)

ترجمہ: آج کے دن تم سے کسی قسم کا تاوان قبول نہ کیا جائے گا۔

تو میں نے دیکھا کہ ان میں تغیّر آگیا اور وہ کانپنے لگ گئے۔ اور قریب تھا کہ گر جائیں جب ہوش میں آئے تو میں نے اس متعلق دریافت کیا؟ تو فرمایا! دوست ہم کمزور ھوگئے ہیں۔ ابن سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے انھیں دیکھا کہ کسی نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی:

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ۔

ترجمہ: فی الحقیقت اس دن حکومت اللہ کی ہوگی۔ (سورۃ الفرقان:۲۶) تو اُن کا رنگ بدل گیا اور وہ گرنے لگے۔[1]

الامام عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

ومما من اللہ تبارک وتعالیٰ بہ علیّ: عدم مبادرتی بالِانکار علی من قام وتواجد، ولو کان من الظلمة، أو لم یکن له به عادة، فقد یکشف اللہ تعالیٰ الحجاب عن بعض القلوب فنحن الیٰ وطنها الاول، فتتماویل کالشجرة التی کأنها ترید قلع عروقها من الأرض، وسمعت سیدی علیا الخواص رحمه اللہ تعالیٰ یقول: للمسماع أثر کبیر فی ورود الحقائق، فان اللہ تعالیٰ قد کلف العبد الاکتساب بحواسه الخمس: السمع، والبصر، واللمس والشم والذوق کما کلفه ایضا الاکتساب بحواسه الخمس الباطنة الخاصة باهل الکشف فاذا طهرت نفس السالک من الخبائث وحصل له تصریف من اللہ تعالیٰ کانت جوارحه کلها فعالة ونابت کل جارحة عن غیرها فیسمع بعینیه وینظر بأذنیه ویتکلم بعینیه ویسمع بهما ویتکلم باذنیه وهکذا فایاک ثم ایاک والانکار لهذه الامور فقد تحرم الوصول الیها عقوبة لک علی انکارک فعلم أن اللہ تعالیٰ لا یختص سماعهم بشئی فی الوجود دون شئی لأنه لکل کلمة فی الوجود او حرکة من الحرکات معنیٰ لطیف وسرر ائق حتی أنهم یستمعون من هبوب الریاح وتمایل الاشجار وخریر الماء وطنین الذباب وصریر الأبواب ونغمات الأطیار وحس الأوتار وصفیر المزمار وأنین المریض وصوت الحزین وصیاح الصائح ونوح النائح مایحرک هممهم من غیر تفاوت لهذه الامور بعضها عن بعض إلا من حیث موافقة الطباع فقط۔

وقد تکلم العلماء فی السماع کثیرا ومال بعضهم الی التحریم وحمله المحققون علی أن من داخلته علة فی سماعه من هوس أو نفاق، وصنف الإمام الحافظ ابو الفضل محمد بن الطاهر بن علی المقدسی فی ذلک کتابا،

[1] (الرسالة القشیریة، باب فی السماع، ص، ۱۸۷، دار السلام، القاهره)

ونقض اقوال من قال بالتحريم، وجرح النقلة للحديث الذى أوهم التحريم، وذكر من جرحهم من الحفاظ، واستدل على إباحة السماع واليراع والأوتار، بالأحاديث الصحيحة وجعل الدف سنة۔

قال الشيخ عبدالغفار القوصى رضى الله عنه: وقدقرأت ذلک على الحافظ شرف الدين الدمياطى وأجازنى به وجماعة من الحفاظ كأبى طاهر السلفى الاصبهانى بسماعه من المصنف، وقال: لافرق بين سماع الأوتار، وسماع صوت الهزار والبلبل، وكل طير حسن الصوت، كماأن صوت الطير مباح سماعه، فكذلک الأوتار، انتهىٰ۔

وقدقدمنافى هذه المنن الكلام على إباحة السماع فى مواضع، كعندتلاوة القرآن، وتغزلات القوم، وأماسماع العود والطنبور وماشاكلهمافظاهر كلام الائمة الأربع، التحريم۔ وسمعت أخى الشيخ أفضل الدين رحمه الله تعالىٰ يقول: الذى أراه أن السماع على ثلاثة أقسام: أحدهاماهو محرم، كالاستماع من أرباب الأهوية المحرمة من عشاق النسوان ،والفتيان واستماعهم بالآلات المحرمات، وذلک لأن مثل ذلک يحرک دواعيهم إلى إرتكاب المحرمات فمثل ذلک يحرم على السامع والمستمع لأن مادعاإلى الحرام فهو حرام ومايتوصل إلى الحرام إلابه فهو حرام ،ثانيها: ماهو واجب كاستماع من اصطلمهم الحب فى الله تعالىٰ، وأقلقهم الشوق إلى لقائه وأزهقت أرواحهم من العطش وتقطعت قلوبهم على طلب القرب من حضرته، فإذاسموا ذكر حبيبهم، أو شيئامن جماله طارت قلوبهم إليه فجذبت اجسامهم بحكم التبعية والسماع على هذه النيات من أوجب الواجبات، ثالثها: ماهو مباح على أصله إذلم تردفيه آية فى التحريم، ولا حديث صحيح۔

وسئل الشريف أبو محمدالهاشمى عن السماع ،فقال: ماأدرى ماأقول فيه، ولكنى حضرت فى دار شيخناأبى الحسن التميمى، سنة سبعين وثلاثة مائة، وقدعمل دعوة ،دعافيهاأبوبكر الأبهرى شيخ المالكية ،وأباالقاسم الداركى شيخ الشافعية ،وطاهربن الحسين شيخ الحديث وأباالحسن بن سمعون شيخ الوعاظ والزهاد، وابن مجاهدشيخ المتكلمين وأبابكر الباقلانى ،وأباالحسن شيخ الحنابلة، فقالوالشخص حسن الصوت أسمعناشيئافأنشدلهم شعراًمن جملته۔

خطت أناملهافى بطن قرطاس	رسالة بعبير لا بأنفاسى
أن زرفديتک لى من غير محتشم	فإن حبک لى قدشاع فى الناس
فكان قولى لمن أدى رسالتها	قف لى لأسعى على العينين والرأس

قال الشريف الهاشمى رضى الله عنه: فبعدأن رأيت هؤلاء الأشياخ يسمعون لايمكننى أن أفتى بمنع السماع، فإن هؤلاء مشائخ العراق، حتى لوسقط السقف عليهم لم يبق فى العراق من يفتى فى حادثة، انتهى۔

وقد كان الشيخ عبدالرحيم القناوى، والشيخ أبوا الحجاج الأقصرى، وغيرهما من الرجال ،يستمعون ويهيجون كهيجان الجمال، ويصير أحدهم يقول: ياحبيبى ياحبيبى، وهو دائر لايشعر بأحدمن الخلق، انتهى۔

وقد قدمت أن بين كل محب ومحبوب علاقة تجذب قلب كل محب إلى محبوبه، وفى تعشق الأشجار بعضها لبعض، ولقاح النخل وجذب المغناطيس للحديد، آية دالة على إباحة السماع۔

وبلغناأن لکل شئی مغناطیساًیجذبه ،وأن للفضة مغناطیساً وللذهب مغناطیساً وللماء مغناطیسا ،حتی أنهم ذکروا أن مغناطیس الماءإذاکان معلقاًفی حیال الماءالذی یجعلونه فی الانائیتصعدالماءإلیه ،حتی أنهم یزنونه قبل أن یتصاعدفإذاتصاعدإلیه وجدوا الحجر قدزادقدر الماء، وبلغناعن الشیخ عزالدین بن عبدالسلام :أنه کان إذاسمع شیئامن أشعارالقوم یهتزویتواجد ،وکذلک سیدی عمربن الفارض وکانوایقولون کل سماع لایحضره سیدی عمرلایطیب، ودخل سیدی عمرمرة مکاناًفیه سماع، وهو مقبوض ،فماانبسط أحدفی المجلس،فقال القوال لصاحب الولیمة:أعطنی دیناراًوأناأبسط لک سیدی عمر،فأعطاه دیناراً،فأنشدبقول:

لی بالحجازبقیةخلفتها　　　　أودعتهایوم الفراق دموعی

فقام الشیخ عمربن الفارض ،وتواجدوطاب المجلس وصاروا کلهم یتمایلون ،انتهیٰ۔

ترجمہ:احسان خداوندی -وجد کاانکار کرنے میں جلدی نہ کرنا: میں اس شخص پر انکار کرنے میں جلدی نہیں کرتا جو کہ کھڑاہو کر وجد کرنے لگے۔ گرچہ ظالموں میں سے ہویااسے اس کی عادت نہ ہو۔پس کبھی اللہ تعالیٰ بعض کے قلوب سے حجاب کھول دیتاہے تووہ اپنے وطن اول کی طرف مشتاق ہوتے ہیں ۔پس جھومتے ہیں اس درخت کی طرح جس کی جڑیں توزمین سے اکھاڑناچاہتاہے۔

سماع کے متعلق علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام:

اور میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سماع کا،ورود حقائق میں بڑااثرہے پس بیشک اللہ تعالیٰ نے بندے کواس کے حواس خمسہ کان ،آنکھ،مس کرنے،سونگھنے اور چکھنے کے ساتھ کسب کامکلف فرمایاہے۔جس طرح کہ اسے اس کے باطنی حواس خمسہ سے بھی کسب کامکلف فرمایاہے جو کہ اہل کشف کے ساتھ خاص ہیں توجب نفس سالک خبائث سے پاک ہوجاتاہے اوراسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصرف کرنے کااختیار حاصل ہوجائے تواس کے اعضاءسب کے سب فعال ہوجاتے ہیں اور ہر عضودوسرے کانائب ہوجاتاہے پس وہ اپنی آنکھوں سے سنتاہے کانوں سے دیکھتاہے آنکھوں سے کلام کرتاہے اوران سے سنتاہے اوراپنے کانوں سے کلام کرتاہے اوراسی طرح پر حذررہ۔پھرپرہیز کر کہ ان امور کاانکار کرے۔پس بسااوقات توان تک رسائی سے اس انکار کی وجہ سے محروم رہ جاتاہے۔پس معلوم ہواکہ اہل اللہ کاسنناوجود کی کسی ایک چیز کے ساتھ نہ کہ دوسری چیز کے ساتھ خاص نہیں ہوتاکیونکہ وجود کے ہر کلمہ یاحرکات میں سے حرکت میں ایک لطیف معنی اورایک خالص رازہے حتیٰ کہ یہ حضرات ہواؤں کے چلنے،درختوں کے جھومنے،پانی کے خروش،مکھیوں کی بھنبھناہٹ ،دروازوں کے چرچرانے،پرندوں کے نغموں ،تارکی حس،آلہ موسیقی کی آواز،بیمارکے کراہنے،غمگین کے رونے، چیخنے والے کی چیخ اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے وہ کچھ سنتے ہیں جوان کی ہمتوں کوان امور کے بعض سے بعض متفاوت ہوئے بغیر

تحریک دیتاہے مگر صرف موافقت طباع کی حیثیت سے۔اور علماء نے سماع میں بہت گفتگو کی ہے۔اوران میں بعض تحریم کی طرف مائل ہوئے ہیں ۔اور محققین نے اسے اس امر پر محمول فرمایاہے کہ جس کے سماع میں ہوس یانفاق کی علت مداخلت کرے اورامام حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی نے اس بارے میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے اور جنہوں نے تحریم کا قول کیاان کے اقوال کو توڑااور جس حدیث سے تحریم کاوہم ہوتاہے اس کے ناقلین پر جرح کی اوران حفاظ کاذکر فرمایا جنہوں نے ان پر جرح کی اور سماع، مرلی، دف اور سارنگی کی اباحت پر احادیث صحیحہ کے ساتھ استدلال کیااور دف کو سنت قرار دیا۔

شیخ عبد الغفار القوصی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ شرف الدین الدمیانی پر اس کی قرأت کی اورآپ نے مجھے اس کی اجازت دی اور حفاظ کی جماعت سے ابوطاہر سلفی اصبہانی جیسے حضرات نے مصنف سے اس کا سماع کر کے۔ اور فرمایا کہ سرنگی کے سماع اور بلبل اور ہر اچھی آوازوالے پرندے کی آواز کے سماع میں کوئی فرق نہیں ۔پس جس طرح پرندے کی آواز کا سماع مباح ہے اسی طرح سرنگی ہے۔امام شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے ان احسانات کے بیان میں کئی مقامات پر سماع کی اباحت پر کلام کیاہے جیسے تلاوت قرآن کریم کے وقت اور قوم کے تغزلات کے وقت۔ رہا عود اور طنبور کا سماع توچاروں آئمہ کے کلام کاظاہر تحریم ہے۔

سماع کی تین قسمیں:

اور میں نے اپنے بھائی شیخ افضل الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سناہے کہ جو میں سمجھتاہوں وہ یہ ہے کہ سماع کی تین قسمیں ہیں ایک تووہ ہے جو حرام ہے جیسے حرام خواہشات والوں کا سماع جو کہ عورتوں کے عاشق اور نوجوان ہیں اوران کا سنناحرام آلات کے ساتھ ہوتاہے اور یہ اس لئے کہ ایساسماع انہیں ارتکاب محرمات کی تحریک دیتاہے تو ایساسماع حرام ہے سامع پر اور سنانے والے پر۔کیونکہ جو حرام کی طرف دعوت دے وہ حرام ہے اور جس کے بغیر حرام تک رسائی نہیں ہو سکتی وہ حرام ہے۔دوسری قسم وہ ہے جو واجب ہے اور یہ سماع ان کاہے جنہیں الحب فی اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیاہواس کے شوق ملاقات نے انہیں بے چین کر دیاہو،ان کی ارواح پیاس سے مضمحل اوران کے قلوب اس کی بارگاہ کے قرب کی طلب میں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہوں ۔پس جب وہ اپنے محبوب کاذکر سنیں یااس کے جمال کاکچھ تذکرہ کریں توان کے قلوب اس کی طرف اڑتے ہیں ۔پس وہ اپنے اجسام کو بحکم تبع جذب کرتے ہیں اوران نیات پر سماع واجبات میں سب سے اہم ہے تیسری قسم وہ ہے جو کہ اپنے اصل پر مباح ہے کیونکہ نہ اس کی حرمت پر کوئی آیت وارد ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی حدیث صحیح۔

اجتماع مشائخ اور محفل سماع:

اور الشریف ابو محمد الہاشمی سے سماع کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں نہیں جانتا اس کے متعلق کیا کہوں لیکن میں تین سوستر ہجری میں اپنے شیخ ابو الحسن التمیمی کے گھر حاضر ہوا جب کہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا جس میں شیخ مالکیہ ابو بکر الابہری شیخ شافعیہ ابو القاسم الدارکی شیخ الحدیث طاہر بن الحسین شیخ الوعاظ والزھاد ابو الحسن بن سمعون شیخ المتکلمین ابن مجاہد ابو بکر الباقلانی اور شیخ حنابلہ ابو الحسن مدعو تھے پس انہوں نے ایک خوش آواز شخص سے فرمایا کہ ہمیں کچھ سناؤ تو اس نے انہیں درج ذیل چند اشعار سنائے۔ اس کی انگلیوں نے کاغذ میں خوشبو کے ساتھ پیغام لکھا نہ کہ سانسوں کے ساتھ کہ زیارت کر میرے بدلے تیرا فدیہ گراں قدر نہیں پس میرے ساتھ تیری محبت لوگوں میں مشہور ہو چکی تو جس نے مجھے اس کا پیغام پہنچایا اس سے میرا کہنا یہ تھا کہ رک جاتا کہ میں سر کی آنکھوں کے بل چلوں شریف ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کہ میں نے ان مشائخ کو سنتے ہوئے دیکھا میرے لیے ممکن ہی نہیں کہ سماع کے ممنوع ہونے کا فتویٰ دوں کیونکہ یہ حضرات عراق کے وہ مشائخ ہیں کہ اگر ان پر چھت گر پڑے تو عراق میں کسی حادثہ کے متعلق فتویٰ دینے والا باقی نہیں رہے گا۔

اور شیخ عبد الکریم القناوی، شیخ ابو الحجاج الاقصری اور ان جیسے رجال سماع سے مستفید ہوتے اور اونٹ کی طرح حرکت کرتے اور ان میں کوئی کہنے لگتا یا حبیبی یا حبیبی اور وہ جھوم رہا ہوتا۔ مخلوق میں سے کسی کا شعور تک نہ ہوتا اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ہر محب اور محبوب میں ایک تعلق ہے جو کہ ہر محب کو اس کے محبوب کی طرف کھینچتا ہے اور درختوں کے ایک دوسرے کی طرف کھینچنے، درخت خرما کا باردار ہونا اور مقناطیس کا لوہے کو کھینچنا سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرنے والی نشانی ہے۔

اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک مقناطیس ہے جو اسے کھینچتا ہے اور چاندی کیلئے ایک مقناطیس ہے اس طرح سونے کیلئے اور پانی کیلئے مقناطیس ہے حتیٰ کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ پانی کا مقناطیس جب پانی بالکل بامقابل معلق ہو جسے برتن میں رکھتے ہیں تو پانی اس کی طرف اوپر چڑھنے لگتا ہے حتیٰ کہ اوپر چڑھنے سے پہلے وزن کرتے ہیں پس جب اس طرف اوپر چڑھے تو پانی کی مقدار میں اضافہ کرتے ہیں۔

اور ہمیں شیخ عزالدین بن عبد السلام سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ جب قوم کے اشعار سنتے تو حرکت کرتے اور وجد کرتے اور اسی طرح سیدی عمر بن الفارض اور لوگ کہا کرتے تھے کہ جس سماع میں عمر بن الفارض کی حاضری نہ ہو وہ خوشگوار نہیں ہوتا ایک دن سیدی عمر ایک مکان میں داخل ہوئے جس میں محفل سماع تھی آپ کیفیت قبض میں تھے پس مجلس میں کسی کو بسط کا شرف حاصل نہ ہوا قوال نے صاحب دعوت سے کہا کہ مجھے ایک دینار عطا کریں میں آپ کے سیدی عمر کو بسط میں لاتا ہوں اس نے قوال کو دینار عطا کیا۔

اس نے یہ شعر پڑھا:

بالحجاز بقية خلفتها　　　او دعتها يوم الفراق دموع

”حجاز میں میرا بقایا ہے جو میں نے پیچھے چھوڑا ہے میں نے جدائی کے دن کیلئے اپنے آنسو وہاں ودیعت رکھے ہیں۔“

پس شیخ عمر بن الفارض وجد کناں کھڑے ہو گئے مجلس پر ذوق ہو گئی اور سب کے سب جھومنے لگے۔[1]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی اور امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

سمعت أحمد بن علي الكرخي العروف بلوجيهي يقول: كان جماعة من الصوفية مستجمعين في بيت الحسن القزاز، وعندهم قوالون يقولون، وهم يتواجدون۔

ترجمہ: میں نے حضرت احمد بن علی کرخی المعروف بلوجیہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا کہ صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت حسن قزاز کے گھر جمع ہوتی تھی، اور ان کے پاس قوال بھی ہوتے تھے، قوال گاتے جاتے تھے اور وہ وجد کرتے جا رہے تھے۔[2]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

وقيل السماع فِيهِ نصيب لكل عضو فَمَا يقع إِلَى العين تبكي وَمَا يقع إِلَى اللسان يصيح, وَمَا يقع عَلَى اليد تمزق الثياب وتلطم, وَمَا يقع إِلَى الرجل ترقص.

ترجمہ: کہتے ہیں کہ سماع میں ہر عضو اپنا حصّہ حاصل کرتا ہے۔ آنکھ کو جو حصّہ ملتا ہے آنکھ رونے لگ جاتی ہے، جو زبان کو ملتا ہے اس سے زبان چلّانے لگ جاتی ہے جو ہاتھ کو ملتا ہے تو ہاتھ اس کی وجہ سے کپڑے پھاڑنے اور تھپڑ مارنے لگتے ہیں اور جو پاؤں کو ملتا ہے اس سے پاؤں ناچنے لگ جاتے ہیں۔[3]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي يَقُول: اجتمعت ليلة مَعَ الشبلي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى. فَقَالَ: القوال شَيْئًا فصاح الشبلي وتواجد قاعدا، فقيل لَهُ: يا أبا بَكْر مَالِك من بَيْنَ الْجَمَاعَة قاعدا فقام وتواجد. وَقَالَ لي سكرتان وللندمان واحدة شَيْء خصصت بِهِ من بينهم وحدي۔[4]

---

[1] (المنن الکبریٰ ص ۵۳۴)

[2] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب السماع، باب فی وصف خصوص الخصوص واھل الکمال فی السماع ص، ۲۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۷، دار السلام، القاھرہ) کتاب اللمع فی التصوف، ص، ۴۸۶)

[3] (الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۸، دار السلام، القاھرہ)

[4] (الرسالۃ القشیریۃ، باب فی السماع، ص، ۱۸۹، دار السلام، القاھرہ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

وحكي عن طاهر بن بلال الهمداني الوراق وكان من أهل العلم أنه قال كنت معتكفاً في جامع جدّة على البحر فرأيت يوماً طائفة يقولون في جانب منه قولاً ويستمعون فأنكرت ذلك بقلبي وقلت في بيت من بيوت الله يقولون الشعر قال فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم تلك الليلة وهو جالس في تلك الناحية والى جنبه أبو بكر الصديق رضي الله عنه وإذا أبو بكر يقول شيئاً من القول والنبي صلى الله عليه وسلم يستمع إليه ويضع يده على صدره كالواجد بذلك فقلت في نفسي ما كان ينبغي لي أن أنكر على أولئك الذين كانوا يستمعون وهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يستمع وابو بكر يقول فالتفت إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وقال هذا حق بحق أو قال حق من حق أنا أشك فيه۔

ترجمہ: حضرت طاہر بن بلال ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت نقل کرتے ہیں جو کہ اہل علم سے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جامع جدہ میں معتکف (اعتکاف) میں تھا سمندر کے کنارے، تو میں نے دیکھا کہ ایک گروہ مسجد کے کونہ میں کچھ گا رہا ہے۔ پس میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ لوگ اللہ کے گھر میں شعر پڑھتے ہیں۔ تو میں نے اس کو اچھا نہ سمجھا، فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اسی کونے میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے پاس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ شعر پڑھ رہے ہیں اور سید عالم ﷺ سن رہے ہیں اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک وجد کی طرح اپنے سینہ بے کینہ پر رکھتے ہیں۔ یعنی وجد میں ہیں پس میری طرف حضور انور ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ درست ہے حق کے بموجب (سبب) یعنی شعر سنکر وجد کرنا حق ہے، تو نے اپنے جی (دل) میں کیوں اس سے انکار کیا۔[1]

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

فإن قلت فما بال هؤلاء لا يظهر وجدهم عند سماع القرآن وهو كلام الله ويظهر عند الغناء وهو كلام الشعراء فلو كان ذلك حقاً من لطف الله تعالى ولم يكن باطلاً من غرور الشيطان لكان القرآن أولى به من الغناء فنقول الوجد الحق هو ما ينشأ من فرط حب الله تعالى وصدق إرادته والشوق إلى لقائه وذلك يهيج بسماع القرآن أيضاً۔

وإنما الذي لا يهيج بسماع القرآن حب الخلق وعشق المخلوق ويدل على ذلك قوله تعالى {ألا بذكر الله تطمئن القلوب} وقوله تعالى {مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم إلى ذكر الله} وكل ما يوجد عقيب السماع في النفس فهو وجد فالطمأنينة والاقشعرار والخشية ولين القلب كل ذلك وجد وقد قال الله تعالى {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قلوبهم} وقال تعالى {لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته

---

[1] (احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الاول، ج ۲، ص ۳۸۱، المکتبة التوفیقیة، القاهره، عوارف المعارف ص ۱۱۰، الباب الثانی والعشرون فی القول فی السماع قبولاً وایثارا، دار الکتب العلمیه، بیروت)

خاشعاً متصدعاً من خشية الله} فالوجل و الخشوع وجد من قبيل الأحوال و إن لم يكن من قبيل المكاشفات ولكن قد يصير سبباً للمكاشفات و التنبيهات و لهذا قال صلى الله عليه و سلم زينوا القرآن بأصواتكم۔

سوال: صوفیہ کو قرآن مجید سننے سے (جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) وجد نہیں ہوتا اور راگ پر وجد ہوتا ہے اگر بالفرض وجد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ راگ کی بہ نسبت قرآن مجید سے بطریق اولیٰ وجد ہوا کرتا؟

جواب: یہ جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اس کے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے۔ اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش میں نہیں آتا۔

قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد ۲۸)

ترجمہ: خبردار! اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: یہ کتاب ہے دہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

طمانیت اور بدن پر بالوں کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیات میں مذکور ہیں وہ وجد ہی تو ہے اس لئے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے بعد نفس میں پایا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

فائدہ: ان آیات میں حالات کے قبیل سے خوف اور خشوع وجد ہے اگر چہ مکاشفات کے قبیل سے نہیں مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔[1]

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

و ذكر أن سلمان الفارسي أبصر شاباً يقرأ فأتى على آية فاقشعر جلده فأحبه سلمان و فقده فسأل عنه فقيل له إنه مريض فأتاه يعوده فإذا هو في الموت فقال يا عبد الله أرأيت تلك القشعريرة التي كانت بي فإنها أتتني في أحسن صورة فأخبرتني أن الله قد غفر لي بها كل ذنب۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہنچا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے محبت ہو گئی چند روز اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ نزع میں تھے اس نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ وہ کیفیت وجد جو کہ آپ نے میرے جسم پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ اچھی صورت بن کر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔[2]

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

و أما تمزيق الثياب فلا رخصة فيه إلا عند خروج الأمر عن الاختيار و لا يبعد أن يغلب الوجد بحيث يمزق ثوبه وهو لا يدري لغلبة سكر الوجد عليه أو يدري ولكن يكون كالمضطر الذي لا يقدر على ضبط نفسه وتكون صورته صورة المكره إذ يكون له في الحركة أو التمزيق متنفس فيضطر إليه اضطرار المريض إلى الأنين و لو كلف الصبر عنه لم يقدر عليه مع أنه فعل اختياري فليس كل فعل حصوله بالإرادة يقدر الإنسان على تركه فالتنفس فعل يحصل بالإرادة ولو كلف الإنسان أن يمسك النفس ساعة لاضطر من باطنه إلى أن يختار التنفس فكذلك الزعقة وتمزيق الثياب قد يكون كذلك فهذا لا يوصف بالتحريم۔

ترجمہ: اور رہا وجد میں کپڑوں کو پھاڑنا تو اس کی اجازت نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ انسان اپنے اختیار میں نہ رہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کا ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ میں معلوم نہ ہو یا معلوم بھی ہو مگر اس کی حالت اس بے قرار و مضطر شخص کی طرح ہو جو اپنے نفس کو کنٹرول کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کا حال ایسا ہو گا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے۔ کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے میں بچاؤ کی صورت دیکھ کر مجبوری سے اختیار کرتا ہے جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہے اگر کوئی اس کو بزور آہ سے روکے تو ہرگز اس سے بالکل صبر نہ ہو سکے گا باوجودیکہ فعل اختیاری

---

[1](احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۸، ص۴۲۵ المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرہ)
[2](احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۲۱، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرہ)

ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جن افعال کا حصول ارادہ سے ہو انسان اس کے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ سانس روک لے تو وہ گھبرا کر سانس لینا اختیار کرے گا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہے کہ یہ بھی کبھی ایسے ہی ہوتے ہیں تو اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔[1]

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

شرح : معارف آگاہی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قاعدے میں صحیح اور فاسد حال اور وجد کی علامات اور نشانیاں بیان کی ہیں فرماتے ہیں کہ اگر وجد والے کو اس کے وجد میں کوئی ایسا معنی حاصل ہو جو اسے ظاہری اعضاء یا دلوں کے اعمال کا فائدہ مند علم اور معرفت دے یا ایسا حال اور صفت دے جو سیر و سلوک میں اس کے لئے مفید ہو۔ اس کے ساتھ ہی اسے آرام اور لیٹنے کی طرف میلان محسوس ہو تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔ کیونکہ وہ اس وجد سے اپنے مقصد میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اگر اس کی توجہ کلام موزوں اور اچھی آوازوں کی طرف ہے اور اسے کوئی ایسا مطلب حاصل نہیں ہوتا جو علم، عمل یا حال کا فائدہ دے تو یہ سماع اور وجد طبعی ہے۔ آواز کی دلکشی، عمدگی اور باقی حواس کی لذت آفریں چیزوں کی طرف طبیعت کو اس آواز کا سننا اچھا لگتا ہے اس طرح نغمہ اور ترنم روح حیوانی کو متاثر کر جاتا ہے۔ ترنم کی اصل تاثیر روح حیوانی میں ہے معارف آگاہی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نغمہ اور ترنم کی اصل اور بالذات تاثیر روح حیوانی میں ہے روحِ انسانی اس سے منزہ ہے اس کی شان صرف محویت، استغراق اور علم و معرفت ہے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ فرمائے۔ بعض ارباب سماع و وجد ان نے فرمایا کہ مطلب کا سمجھنا اور اس کا استنباط مریدین کے سماع کا حصہ ہے منتہی کا ذوق اور وجد نفس آواز سے ہے۔ اس کی ذات میں حق کی جلوہ گری ہوتی ہے نہ تو معانی کا فہم اس کی ذات میں جلوہ گر ہوتا ہے اور نہ ہی اشعار اور منظوم کلام سے سمجھا جانے والا مطلب۔ اور اگر وجد والا کلامِ موزوں اور آواز کی تاثیر سے محض حرکت پاتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں تو یہ وجد شیطانی ہے۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ماخوذ ہے:

وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ (بنی اسرائیل ۶۴)

ترجمہ: (شیطان کو فرمایا) اور ڈگمگا دے ان میں جس کو تو ڈگمگا سکتا ہے اپنی آواز سے۔

خصوصاً! سننے والے کو اضطراب اور جھنجھناہٹ لاحق ہو اور جسم میں آگ کا شعلہ سا لپک جائے (اَلشِّنَّۃ، شین کے نیچے زیر اور نون مشدد، پانی کا پھینکنا اور اس کا بکھیر دینا) کیونکہ شیطان انسانوں پر اپنا شر چھینک دیتا ہے۔ آگ کے شعلے کا شیطان سے ہونا ظاہر ہے۔ جب سماع میں یہ معاملہ ہے کہ کبھی اس کا تعلق حقیقت سے ہوتا ہے کبھی طبیعت سے اور کبھی شیطان سے۔ تو اس کی

[1](احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۲۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

تحقیق اور فرق کرنا ضروری ہے اور اگر فرق نہ ہو سکے (کہ کونسا وجد حقیقی ہے اور کونسا طبعی اور شیطانی؟) اور فرق کرنا ہے بھی مشکل۔ تو اس کے سبب سماع کا ترک کرنا سلامتی کے طالب ہر دیندار کے لئے اولیٰ اور افضل ہے۔[1]

محقق علی الاطلاق، شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

اسی قسم سے رقص وغیرہ ہے مثلاً کپڑوں کا پھاڑنا، سینے پر ہاتھ مارنا، زمین پر گر جانا اور لوٹ پوٹ ہونا جو شخص کسی طرح بھی شریعت کی مخالفت کا ارادہ نہ کرے اور جو کچھ وہ کرے اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے بس میں نہ ہو۔ بلکہ اس سے غیر اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں۔ اس کی حرکتیں (رقاصاؤں کی طرح) منضبط نہ ہوں تو وہ معذور ہے اور معذور پر نہ مؤاخذہ ہے اور نہ ہی عتاب ہے۔[2]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

جملہ در خشکی چو ماہی مے طپند   آب را بکشا ز جو بردار بند

ترجمہ: سب کے سب یوں تڑپ رہے ہیں جس طرح خشکی میں مچھلی (خدا کے لئے) نہر سے بند اٹھادو (اور) پانی کھول دو۔[3]

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ،، لکھتے ہیں:

اور حالت اور وجد والوں کی طرف نیاز کی نگاہوں سے دیکھے۔ اور ان کے پاس جا کر تواضع کرے۔[4]

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں:

طریق آن حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز آن بود کہ ہر کرامی پذیر فتند نخست توبہ اش میدادند و اگر عشق و محبت آن طالب را نجود بسیار میدیدند بطریق رابطہ ٔ و نگاہداشت صورت خود بحقیقت جامعہ اش امر میکردند و بسیار کشایش دی را از ین احضار و نگاہداشت صورت شریف پدیدار میگشت خواجہ ٔ برہان نام از خواجہ ہای دہنیدی کہ از اکابر خود نسبتہا و اجازتہا یافتہ بود بخدمت ایشان رسید و طلب افادہ و افاضہ نمودہ ایشان وے را بہ نگاہداشت صورت خود دلالت نمودند و وے در تعجُّب رفت و با محرمان خود گفت این شغل مناسب حال جمعی ست کہ اول قدم درین راہ نہادہ باشند مرا ایشان کرم نمودہ بمراقبہ عالی ترازان اشارہ نمایند دوستانش گفتند امتثال امر باید نمود و از فضول احتراز فرمود

[1] (فقہ و تصوف، ص ۱۷۹)
[2] (فقہ و تصوف، ص ۱۷۸)
[3] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۲۴۳)
[4] (مرصاد العباد، ص ۱۷۱، لاہور)

بَابٌ فِي السَّمَاعِ

چون عقیدتش درست بودنا چار بہ نگاہداشت صورت مبارک پرداخت دوروزی رفتہ بود کہ آن صورت اورافرو گرفت و نسبت عظیم بروی استیلا نمود تا غلبہ سکرش بجای رسید کہ باوجود تمکین و کبر سن مقدار دوذراع از زمین می جست و ہر سوی خود را بدیوار و اشجار میزد تا آنکہ چند تن کہ از جوانان وی را گرفتہ بودند قوت شان بہ نگاہداشت او وفا نمی کرد تا دید انچہ دید۔

ترجمہ: قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شخص کو بیعت کیلئے قبول فرماتے تو پہلے اس سے توبہ کراتے اور اگر اس طالب میں عشق و محبت کا جذبہ زیادہ دیکھتے تو اسے رابطہ اور نگہداشت کے طریقہ پر اپنی صورت کا بہ حقیقت جامعہ امر فرماتے اس طرح یعنی اس احضار اور نگہداشت صورت (تصور شیخ) سے طالب کو بہت کچھ کشائش حاصل ہوتی۔ چنانچہ حضرت خواجہ برہان جو خواجگان دہبیدی میں سے تھے اور اپنے بزرگوں سے نسبت اور اجازت حاصل کئے ہوئے تھے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں آئے اور آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے مستفیض ہونے کے خواہش مند ہوئے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان کو نگاہ داشت صورت (یعنی تصور شیخ) کیلئے ارشاد فرمایا وہ سخت متعجب ہوئے اور اپنے رفیقوں سے کہنے لگے کہ یہ طریقہ تو ان لوگوں کیلئے مناسب ہے جو اس راہ میں پہلے پہل قدم رکھے۔ حضرت کرم فرما کر مراقبہ اعلیٰ کیلئے ارشاد فرمادیں تو بہتر ہوتا۔ ان کے دوستوں نے کہا جو کچھ حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل چاہئیے اور خواہ مخواہ کی فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہئیے۔ چونکہ ان (حضرت خواجہ برہان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی عقیدت درست تھی اس لئے وہ نگہداشت صورت شریفہ میں مشغول ہوگئے۔ ابھی دوروز ہی گزرے تھے کہ ان پر نسبت عظیم غالب ہوگئی اور غلبہ سکر اس قدر ہوا کہ باوجود سنجیدگی اور بڑھاپے کے وہ زمین سے قریب دو گز اوپر اچھل جاتے تھے۔ اور ہر طرف دیوار اور درختوں سے خود کو ٹکراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان لوگ جو انھیں پکڑے ہوئے تھے ان کی قوت ان کی نگہداشت (تصور شیخ) کے مقابلے میں ہیچ ہوگئی۔ پھر جو کچھ دیکھا وہ دیکھا۔ [1]

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

خَلف بن علی، رحمہ اللّٰہ تعالی، وی از بصرہ بود و بایحیی معاذ صحبت داشتہ بود. وقتی در مجلس یحیی بودم. یکی را وجدی پدید آمد. دیگری از شیخ پرسید کہ: وی را چہ بودہ: وی گفتہ کہ است؟ گفت: سخن خدای شنید، سرّ وحدانیّت بردلش کشف شد، صفت انسانیّت محو شد۔

---

[1] (برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۱۷ ، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ) (زبدۃ المقامات، ص، ۴۴)

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ خلف بن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت غوث صمدانی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں تھا۔ ایک شخص کو وجد ہو گیا۔ دوسرے نے شیخ سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس نے خدا کی بات سنی۔ وحدانیت کا راز اس کے دل میں کھل گیا۔ انسانیت کی صفت محو ہو گئی۔[1]

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

در ہمہ ماوراء النّھر و خراسان، کیفیت تصرف ایشان در طالبان و زایران اشتھار تمام دارد. ھر کہ بہ دست بوس شریف ایشان مشرف شدی، از پای بیفتادی و دولت غیبت و بیخودی دست دادی. چنین استماع افتادہ است کہ یک روز بامداد از خانہ بیرون آمدند و کیفیتی غالب داشتند. ھر کہ را نظر بر ایشان افتاد، ھمہ را کیفیت بیخودی روی نمود و بیخود بیفتادند۔

تمام ماوراء النہر خراسان کے علاقہ میں آپ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے تصرف کی کیفیت طالبین اور زائرین میں مشہور تھی۔ جو شخص آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیتا وہ گر پڑتا۔ اس کو غیبت بیخودی کی دولت حاصل ہو جاتی۔ ایسا سنا گیا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے۔ آپ پر کیفیت غالب ہوئی۔ جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی سب کو بیخودی کی کیفیت ہوتی۔ اور گر پڑتا۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ عزیز نے جن کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ اس کی بابت پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اس درویش کا کام اس سے بڑھ کر نہیں۔ کہ ہمیشہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصور رکھتا ہے۔ اور اسی کو یاد رکھتا ہے۔ اس نگاہداشت کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت اس میں اثر کر گئی ہے۔[2]

سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

واذا تحرک الفقیر علی آیۃ او بیت، فیجب ان یسلم لہ وقتہ، وان وقع للحاضرین علیہ اشراف وراوا فیہ تقصیراً او نقصاناً فالواجب علیھم الستر علیہ والحمل عنہ، فان اقتضی الوقت تنبیہ فلینبھہ بالرفق او بالقلب لا باللسان، وھاھنا یحتاج الی قوۃ حال وصفاء باطن وعلم دقیق واطلاع وآداب کاملۃ ومحافظۃ شدیدۃ حمیدۃ۔

ترجمہ: اگر درویش کوئی آیت یا شعر سن کر وجد میں آئے تو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کو روکے بلکہ اس کی حالت کو اسی کے سپرد کر دینا چاہیے اگر اتفاقاً کوئی تھام لے تو وجد والے کو چاہیے کہ تھامنے والے کے روکنے سے رک جائے۔ اگر درویش کسی آیت یا شعر کی وجہ سے وجد یا کیف میں آجائے تو اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اگر کسی شخص کو اس میں بناوٹ اور تصنع نظر آئے تو برداشت کرے اس کی پردہ پوشی ضروری ہے، اگر یہ ضروری ہو کہ اس کو تنبیہ کی جائے تو اس کو نرمی اور

---

[1] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۵۴، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران) (نفحات الانس، ص، 64)

[2] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۰۱، ۴۲۷ مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

محبت کے ساتھ سمجھا دیا جائے یا صرف اس بات کو دل میں رکھ لے زبان سے کچھ نہ کہے، حال حقیقی ہے یا تصنع ہے اس کی شناخت کے لئے قوت حال، صفائے باطن، تبحر علمی، اسرار ورموز سے واقف ہونا ضروری ہے۔[1]

حضرت شیخ فرید الدین عطار، نیشاپوری، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

روزی مجلس گفت: چهل تن حاضر بودند هژده تن جان بدادند و بیست و دو بیهوش شدند وایشان را بر گردن نهادند و بخانه ها بردند۔

ترجمہ: (سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) ایک مرتبہ دوران مجلس وعظ فرمایا: چالیس افراد موجود تھے، اٹھارہ انتقال کر گئے، بائیس پر غشی طاری ہوگئی، ان کو گردن پر اٹھا کر ان کے گھر چھوڑ آئے۔[2]

اکرم بن محمد علی برسوی، حنفی، قدوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

اس فقیر نے اپنے مشائخ سے نقل تواتر سے سنا ہے کہ دوسری بار جب حضرت شیخ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے خلفاء صاحب حال سمیت حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کیلئے تھانیسر تشریف لائے تو اُس وقت حضرت شیخ محفل سماع میں رقص کر رہے تھے اور ساری مجلس دست بستہ کھڑی تھی۔ حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجلس میں داخل ہوتے ہی دست بستہ ہو کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے پیچھے پھرنا شروع کیا۔ اُن کے اصحاب نے عرض کیا کہ حضور اپنے کمالات کے باوجود کس وجہ سے اُن کے پیچھے گردش فرما رہے ہیں۔ شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ روحانیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعظیم کی خاطر ان کے ہمراہ گردش کر رہی ہے۔ پس میں کون ہوں جو گردش نہ کروں۔

یہ خبر بھی تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر سماع میں وجد طاری ہوتا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مجلس میں موجود ہو جاتی اور ان کو فیوض وبرکات سے نوازتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ سر حلقۂ اقطاب، افراد اور محبوبان ہو گئے۔[3]

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

روزی به ری رسید یکی وی را بشناخت گفت: آن استاد ابو علی دقّاق است: بزرگان آمدند و استدعای درس کردند، قبول نکرد۔ إلحاح بسیار کردند و منبر نهادند تا وعظ گوید. به منبر بالا رفت و اشارت به راست کرد گفت

---

[1] (الغنیۃ لطالبی طریق الحق، فصل فی آدابهم فی السماع، ص، ۴۶۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[2] (تذکرۃ الاولیاء، ذکر جنید بغدادی، ص، ۳۷۷، ایران)

[3] (اقتباس الانوار، ص: ۶۹۱)

: اللہ اکبر۔ و روی بہ قبلہ کرد و گفت: و رِضوانٌ من اللہ اکبر (۷۲/توبہ) و بہ جانب چپ اشارت کرد و گفت: وَاللهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (۷۳/طه) خلق بہ یک بار بہ هم بر آمدند و غریو بر خاست و چند کس بر جای بمردند. استاد در میان آن مشغلہ از منبر فرو دآمد و برفت. بعد از آن وی را طلب کردند نیافتند۔

ترجمہ: ایک دن ایک پیر آیا ایک نے اس کو پہچان لیا کہ وہ حضرت شیخ المشائخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد ہیں۔ بزرگ لوگ آئے اور درس کی درخواست کی آپ نے قبول نہ کیا وہ بہت اصرار کرنے لگے اور منبر رکھا گیا تاکہ آپ وعظ کریں۔ آپ منبر پر چڑھے اور دائیں طرف اشارہ کیا اور کہا اللہ اکبر اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا:

"وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ أَكْبَرُ" (التوبہ ۷۲)

ترجمہ: اللہ عزوجل کی رضامندی بہت بڑی ہے۔

بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا:

وَاللّٰہُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (طہ ۷۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل بہتر ہے اور بڑا باقی رہنے والا ہے۔

لوگ ایک دم شور مچانے لگے اور چند شخص وہیں فوت ہوئے استاد اس شور میں منبر پر سے اتر پڑے اور چل دیئے۔ اس کے بعد ان کی تلاش کی گئی تو نہ ملے۔[1]

احسان خداوندی، وجد کا انکار کرنے میں جلدی نہ کرنا

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی قدس سرہ، لکھتے ہیں:

و مما منّ اللہ تبارک و تعالیٰ بہ علیّ: عدم مبادرتی بالانکار علی من قام و تواجد، و لو کان من الظلمۃ، او لم یکن لہ بہ عادۃ، فقد یکشف اللہ تعالیٰ الحجاب عن بعض القلوب فتحن الی وطنہا الاول، فتتمایل کالشجرۃ التی کانہا ترید قلع عروقہا من الارض۔

ترجمہ: میں اس شخص پر انکار کرنے میں جلدی نہیں کرتا جو کہ کھڑا ہو کر وجد کرنے لگے۔ گرچہ ظالموں میں سے ہو یا اسے اس کی عادت نہ ہو۔ پس کبھی اللہ تعالیٰ بعض کے قلوب سے حجاب کھول دیتا ہے تو وہ اپنے وطن اول کی طرف مشتاق ہوتے ہیں۔ پس جھومتے ہیں اس درخت کی طرح جس کی جڑیں تو زمین سے اکھاڑنا چاہتا ہے۔[2]

---

[1] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۳۲۳، ۲۹۸، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

[2] (المنن الکبری، الباب الثالث عشر، ص، ۵۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (جنابت عدن (اردو ترجمہ) لطائف المنن، (ص: ۷۳۰)

باب فی السماع

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

ابو عبداللہ محمد الواعظ: کان یسکن الخشابین بمصر، و کان الناس یأتون الیہ ویجلسون تحت منزلہ فیعظھم من طاقتہ۔ قیل: انہ وعظھم لیلۃ من اللیالی فاھتزّ منزلہ خمس مرات کالمستمع اذا ھزّہ السماع۔ و کان یقول: یستحب للقاضی حضور مجلس الذکر لعلہ ان یکتسب بعد قساوۃ قلبہ لینا مات فی مصر و دفن فی البقعۃ بالقرب من قبر الامام ابی وداعۃ صاحب سعید بن المسیب۔

ترجمہ: حضرت ابو عبد اللہ محمد واعظ رحمۃ اللہ علیہ آپ مصر میں لکڑہاروں کے محلہ میں رہا کرتے تھے لوگ آکر آپ کے گھر کے نیچے بیٹھ جاتے اور آپ بالکونی سے انھیں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ وعظ سن کر گھر جھومنے لگا مروی ہے کہ ایک رات آپ وعظ فرمارہے تھے کہ پانچ دفعہ آپ کا گھر یوں جُھوما جس طرح دوران سماع کئی عاشق جُھومتے ہیں آپ فرمایا کرتے تھے جج (قاضی) کے لیے یہ اچھی بات ہے کہ وہ مجلس ذکر میں حاضری دے شائد اس طرح اس کی شقاوت وقساوت قلبی نرمی میں بدل جائے آپ کی وفات مصر میں ہوئی اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی امام ابو وداعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے قریب ایک قطعہ اراضی میں مدفون ہوئے۔[1]

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

نوشتہ بودند کہ روزے نشستہ بود کہ جوشے از نہاد ایں کس برخاست و نزدیک شد کہ صیحہاے پر درد از نہاد او بر آید بتکلف تمام از صیحہ نگاہداشت، ازیں سبب درد سینہ و درد پہلو برخاستہ است شکر کنند کہ درین طور جوش و شورش جان بسلامت ماند بسیارے از صوفیہ درین طور وقت قالب را از جان تہی کردہ اند، می آرند کہ ابراہیم خواص قدس سرہ روزے بر جمع بگذشت کہ بذکر الٰہی جل سلطانہ اشتغال داشتند، از ذکر آن جماعہ در ابراہیم چنان ذوق اثر کرد کہ در رقص شد ہفت شبانروز بدین منوال بود چون بہوش آمد تجدید وضو نمود دوگانہ ادا کرد و سر بسجدہ نہاد سہ بار یا اللہ یا اللہ یا اللہ بگفت و سر بر کرد و جان بدا

بیت عاشق بہواے دوست بیہوش بود وازیاد محب خویش مدہوش بود

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز بیٹھا تھا، اس عاجز کے اندر سے ایک جوش اٹھا اور قریب تھا کہ اس عاجز کے اندر سے درد بھری چیخیں نکلیں، پوری کوشش سے اپنے آپ کو چیخنے سے باز رکھا اس کی وجہ سے سینہ اور پہلو میں درد پیدا ہو گیا ہے۔" شکر ادا کریں کہ اس طرح کے جوش و خروش میں جان سلامت رہ گئی (ورنہ) بہت سے صوفیوں نے اس قسم کی حالت میں جان دیدی

---

[1] (جامع کرامات الاولیاء، ج، ا، ص، ۱۵۹، ۱۵۸، المکتبۃ العصریہ، بیروت) (جامع کرامات اولیاء ج،ا، ص ۴۸۹)

ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سراج السالکین ابراہیم خواص (رحمۃ اللہ علیہ) ایک روز ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا، اس جماعت کے ذکر الٰہی سے حضرت سیدنا سراج السالکین ابراہیم خواص (رحمۃ اللہ علیہ) میں ذوق وشوق نے ایسا اثر کیا کہ رقص کرنے لگے سات دن رات تک اسی کیفیت میں رہے، جب ہوش میں آئے تو نئے سرے سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یااللہ یااللہ یااللہ کہا، سر اٹھایا اور جان دیدی۔

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود　　　وازیاد محب خویش مدہوش بود

ترجمہ: عاشق دوست کی محبت میں بیہوش ہوجاتا ہے اور اپنے محب کی یاد سے مدہوش ہوجاتا ہے۔[1]

عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

بمیرزا محمد فاروق در تضاد بندگی بارادت ومداحی روضۂ مبارک حضرت ایشان خود وشرافت بلدۂ سرہند۔

اللہ تعالیٰ بحصول مرادات مکرم داراد بلکہ از جمیع مرادات تہی کناد و بارادت خویش قیام دہاد مقام بندگی کہ نیستی وبے وجودیست وصف ارادت رابرنتابد کہ مبنیٰ از ہستی وخودی ست ونقطۂ ہستی وانانیت بر سینۂ محب کوہ قاف است وسد سکندری کہ رفع آن بے سابقہ کرم امکان پذیر نیست مجرد اعمال صوریہ بے جذبات قویہ معنویہ ازیں گرداب نمی برآرد وتانائرہ آتش شوق در باطن مشتعل نسازند وعشق شرکت سوز ندہند نجابت وتخلص ازین بار گران محال است تاسالک دربند ارادت خود است مرید است، وچوں از ارادت ومرادات وارہد و بارادت او تعالیٰ قائم شود از مقام ارادت برآید مقام شیخی راشاید۔

درین جزو زمان این معنی کہ کمال نخستین است از کمالات ولایت وہمچنین سائر کمالات ولایت از مزار فائض الانوار قدوۂ کبار حضرت پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس مفاض و مستفاد است ومجاوران آن روضۂ منورہ بلکہ طالبان اطراف واکناف کہ از روے صدق می آیند وسر نیاز بآن سدۂ سنیہ میسایند ازاین دول مستفیض ومستفید میگردند واز یک نوش بصد جوش وخروش ترک خویش نمودہ بمطلب پے می برند۔ امروز بقعۂ سرہند از کثرت فیوض و انوار واز بسیارے ظہور اسرار رشک ہند وغیر ہند است آنرا از ہند ندانند کہ دریچۂ ولایت است

[1] (مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۱۸، ص، ۹۰، ۸۹، گارڈن ویسٹ، کراچی)

خاک ہند باآب ولایت یکجا شدہ است و بادۂ محبت باافیون جمع در طینت آں باہم امیختہ لاجرم از جوش سکر عین و اثر را از طلب آن بر بودہ است سرود ستار از رقاصان آنجا بے برداشت خوش گفت۔

بیت ازان افیون کہ ساقی درمے افگند حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

مع ذلک از شربت جمع الجمع سیر ابست و از شیر صحو و دعوت تروتازہ ایں ہمہ ہدایت وارشاد اثر آن ست واین دید وداد پرتوآن تا کجا لطافت طینت این بقعہ را بیان نماید و فیوض و اسرار وجود وایثار آنرا ظاہر سازد کہ از طالبان ہوشمند مخفی نیست و بر منصفان صفا کیش پوشیدہ نہ از سجار اسرار آن گوہرے بدست می آید کہ در جا ئہائے دیگر کمیاب است واز خمخانہ آن بکام مشتاقان شربے می رسد کہ از آفاق وانفس می برد۔

مثنوی بس کنم خود زیرکاں را این بس است بانگ دو کردم اگر دردہ کس است

والسلام اولاً و آخراً۔

مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں (غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے روضۂ مبارکہ کی تعریف اور شہر سرہند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا:

حمد وصلوۃ کے بعد: اللہ تعالیٰ مرادوں کے حصول کے ساتھ آپ کی عزت افزائی فرمائے بلکہ (دیگر) تمام مرادوں سے خالی کردے اور اپنے ارادے کے ساتھ قیام بخشے، بندگی کا مقام جو کہ نیستی اور بے وجودی (عدم وفنائیت) ہے ارادہ کے وصف کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ (ارادہ) ہستی اور خودی کی خبر دینے والا ہے اور ہستی وانانیت (میں ہوں) کا ایک نقطہ بھی محب کے سینہ پر کوہ قاف اور سدّ سکندری (بہت بڑا بوجھ اور رکاوٹ) ہے کہ جس کا دور کرنا کرم (فضل) کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی جذبات قویہ کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے نہیں نکالتے، اور جب تک شوق کی آگ کا شعلہ باطن کے نور روشن نہ کریں اور شرکت سوز، عشق نہ دیں اس بھاری بوجھ سے نجات اور رہائی محال ہے۔ جب تک سالک (مرید) اپنے ارادے کی قید میں ہے مرید ہے اور جب ارادے اور مرادوں سے رہائی حاصل کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے تو ارادے کے مقام سے نکل جاتا ہے اور شیخی کے مقام کے لائق ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اور اسی طرح ولایت کے تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت برہان حقیقت امام مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار فائض الانوار سے مفاض و مستفاد (جاری و حاصل) ہیں اور

اس روضۂ منورہ کے مجاورین (خدمت گار) بلکہ اطراف واکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سر اس آستانۂ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش و خروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند (شریف) کی زمین فیوض وانوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہند و غیر ہند کیلئے رشک (کی جگہ) ہے، لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں کیونکہ یہ ولایت کی کھڑکی ہے ہندوستان کی خاک ولایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی افیون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے سکر کے جوش سے عین واثر کو اس کے طالبوں سے دور کر دیا ہے، اس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سر و دستار (عمامہ شریف) اٹھا دیا ہے۔

کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند　　حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

ترجمہ: اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے اور نہ پگڑی کا۔

اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے یہ سب ہدایت و ارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید و داد (دیکھنا اور دینا) اس (جگہ) کا پرتو ہے اس بقعہ (قطعۂ زمین) کی طینت کی لطافت کہاں تک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیوض و اسرار اور اس کے جود و ایثار کو کہاں تک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کمیاب ہے وراس کے شراب خانے سے مشتاقین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پہنچتا ہے جو کہ آفاق والنفس سے بے خبر کر دیتا ہے۔

بس کنم خود زیر کاں را ایں بس ست　　بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: میں بس کرتا ہوں کیونکہ عقل مندوں کیلئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگا دی ہے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا و آخِرًا۔[1]

سئل رویم عَن وجود الصوفية عِندَ السماع

فَقَالَ: يشهدون المعاني الَّتِي تعزب عَن غيرهم فتشير إليهم إِلَى إلي فيتنعمون بِذَلِک من الفرح ثُمَّ يقطع الحجاب فيعود ذَلِک الفرح بكاء فمنهم من يخرق ثيابه وَمِنْهُم من يصيح وَمِنْهُم من يبكي كُل إِنْسَان عَلَى قدره

[1](مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب، ۸۰، ص، ۲۰۰، ۱۹۹، گارڈن ویسٹ، کراچی)(مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب، ۸۰)

سمعت مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن مُحَمَّد التميمي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي يَقُول: سمعت الحصري يَقُول فِي بَعْض كلامه: إيش أعمل بسماع ينقطع إِذَا انقطع من يسمع منه ينبغي أَن يَكُون سماعک متصلا غَيْر منقطع قَالَ: وَقَالَ الحصري: ينبغي أَن يَكُون ظمأ دائم وشرب دائم فكلما ازداد شربه ازداد ظمؤه. وجاء عَن مجاهد فِي تفسير قَوْله تَعَالَى: {فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ} [الروم: 15] أَنَّهُ السماع من الحور العين بأصوات شهية نحن الخالدات فلا نموت أبدا، نحن الناعمات فلا نبؤس أبدا. وقيل: السماع نداء والوجد قصد سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْنِ يَقُول: سمعت أبا عُثْمَان المغربي يَقُول: قلوب أهل الحق قلوب حاضرة وأسماعهم أسماع مفتوحة. وسمعته يَقُول: سمعت الأستاذ أبا سهل الصعلوكي يَقُول: المستمع بَيْنَ استتار وتجلى، فالاستتار يوجب التلهيب والتجلي يورث الترويح, والاستتار يتولد منه حركات المريدين, وَهُوَ محل الضعف والعجز والتجلي يتولد منه سكون الواصلين وَهُوَ محل الاستقامة والتمكين, وَذَلِکَ صفة الحضرة وليس فِيهَا إلا الذبول تَحْتَ موارد الهيبة. قَالَ اللَّه تَعَالَى: {فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا} [الأحقاف: 29]. وَقَالَ أَبُو عُثْمَان الحيري: السماع عَلَى ثلاثة أوجه: فوجه منها للمريدين، والمبتدئين يستدعون بِذَلِکَ الأحوال الشريفة وتخشى عَلَيْهِم فِي ذَلِکَ الْفِتْنَة والمرآت، وَالثَّانِي للصادقين يطلبون الزيادة فِي أحوالهم ويستمعون من ذَلِکَ مَا يوافق أوقاتهم، والثالث لأهل الاستقامة من العارفين فهؤلاء لا يختارون عَلَى اللَّه تَعَالَى فيما يرد عَلَى قلوبهم من الحركة والسكون. سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمى رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُول: سمعت أبا الفرج الشيرازي يَقُول: سمعت أبا عَلِي الروذباري يَقُول: قَالَ أَبُو سَعِيد الخراز: من ادعى أَنَّهُ مغلوب عِنْدَ الفهم يعني فِي السماع وأن الحركات مالكة فعلامته تحسين المجلس الَّذِي هُوَ فِيهِ بوجده، قَالَ الشيخ أَبُو عَبْد الرَّحْمَنِ: فذكرت هذه الحكاية لأبي عُثْمَان المغربي فَقَالَ: أدناه وعلامته الصحيحة أَن لا يبقى فِي المجلس محقق إلا أَنس بِهِ ولا يبقى فِيهِ مبطل إلا استوحش منه۔

سماع میں صوفی پر وجد کیوں؟

حضرت رویم رحمہ اللہ سے حالت سماع میں صوفی کو وجد آنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا صوفیاء ایک معانی کا مشاہدہ کرتے ہیں جو لوگوں کی پہنچ سے دور ہوتے ہیں چنانچہ وہ معانی انہیں پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ادھر آؤ ادھر دیکھو چنانچہ وہ خوشی سے انعام حاصل کرتے ہیں پھر درمیان میں پردہ آجاتا ہے اور سرور وخوشی کٹ جاتی ہے تو یہ رونے میں بدل جاتی ہے چنانچہ اس حالت میں کچھ تو کپڑے پھاڑتے ہیں کچھ چیخ وپکار کرتے ہیں اور کچھ روتے ہیں غرض ہر انسان اپنے اپنے مرتبے میں یہ کام کرتا ہے۔ حضرت حصری رحمہ اللہ نے اپنے ایک کلام میں فرمایا تھا کہ ایسے سماع کو میں کیا کروں جو سنانے والے کے بند کرنے پر ختم ہو جائے سماع تو ایسا ہونا چاہیئے جو مسلسل ہو اور رک نہ سکے۔ حضرت حصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سماع میں پیاس دائمی ہونی چاہیئے چنانچہ جیسے جیسے (معرفت کے پیالے) پیتا جائے ویسے ہی مزید پیاسا ہوتا جائے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿روم ۱۵﴾ (تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے باغ کی کیاری میں ان کی

خاطر داری ہوگی)کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سماع ہے اور یہ سماع موٹی اور خوبصورت آنکھوں والی حوریں اپنی میٹھی آواز سے یوں سنائیں گی کہ ”ہم ہمیشہ سے جنت میں رہ رہی ہیں اور کبھی نہیں مریں گی ہم نرم ونازک ہیں ہم پر سختی نہ آسکے گی“ کہتے ہیں کہ سماع تو ایک آواز ہوتی ہے اور وجد ارادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل حق کے دل بارگاہ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں اور ان کے کان کھلے رہتے ہیں۔ حضرت ابو سہل صعلوکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع سننے والے کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں استتار (چھپ جانا) اور تجلی (ظاہر ہونا) چنانچہ استتار کے وقت دل میں شعلے اٹھتے ہیں اور تجلی سے آرام ہو جاتا ہے اس استتار سے مریدوں کی حرکتیں پیدا ہوتی ہیں یہ کمزوری اور عجز وانکساری کا مقام ہے اور تجلی سے واصل باللہ لوگوں کو سکون حاصل ہوتا ہے اور اس میں استقامت اور خود اعتمادی ہوتی ہے یہ اللہ کی صفت ہوتی ہے دبدبے والے واردات کے وقت پگھل جانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا (الاحقاف ۲۹) (جب وہاں پہنچے تو کہا چپ رہو)۔

ابو عثمان حیری رحمہ اللہ کے مطابق سماع کے تین اقسام:

حضرت ابو عثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ ایک سماع مریدوں اور ابتدائی صوفیوں کا ہوتا ہے یہ شریف لوگ سماع سے احوال تلاش کرتے ہیں اس میں ایسے لوگوں کے فتنہ اور ریاکاری میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم صادقین کا سماع ہوتا ہے صادق لوگ سماع کے ذریعے اپنی حالت میں ترقی مانگتے ہیں اور اپنی حالت کے مطابق غور سے سماع سنتے ہیں۔

۳۔ تیسری قسم عارفوں میں درجہ استقامت والوں کا سماع ہے۔ یہ لوگ دل میں آنے والے حرکت وسکون کو ذات الٰہی پر ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں ، جس کا یہ خیال ہو سماع کو سمجھ کر مغلوب ہو جاتا ہے اور حرکات اس پر غالب آجاتی ہیں تو اس کا یوں پتہ چلتا ہے کہ جس مجلس میں وہ وجد کی حالت میں ہوگا وہ خوبصورت ہو جائیگا۔ حضرت شیخ ابو عبدالرحمن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حکایت کا ذکر میں نے ابو عثمان مغربی کے پاس کر دیا اس پر انہوں نے فرمایا کہ ایسے شخص کا یہ درجہ کم ترین ہوتا ہے اور اس کی صحیح علامت یہ ہے کہ مجلس میں ہر اہل حق اس سے مانوس ہو جائے اور ہر اہل باطل اس سے وحشت زدہ ہو جائے۔

وَقَالَ بندار بْن الْحُسَيْن: السماع عَلَى ثلاثة أوجه: مِنْهُم من يسمع بالطبع, وَمِنْهُم من يسمع بالحال, وَمِنْهُم من يسمع بالحق, فالذي يسمع بالطبع يشترك فِيهِ الخاص والعام, فَإِن جبلة البشرية استلذاذ الصوت الطيب, والذي يسمع بالحال فَهُوَ يتأمل مَا يرد عَلَيْهِ من ذكر عتاب أَوْ خطاب, أَوْ وصل, أَوْ هجر, أَوْ قرب, أَوْ بعد, أَوْ تأسف عَلَى فائت, أَن تعطش إِلَى آت, أَوْ وفاء بعهد, أَوْ تصديق لوعد, أَوْ نقض لعهد, أَوْ ذكر قلق, أَوِ اشتياق, أَوْ خوف فراق, أَوْ فرح وصال, أَوْ حذر انفصال, أَوْ مَا جرى مجراه. وَأَمَّا من يسمع بحق فيسمع بالله تَعَالَى, وَلِلَّهِ ولا يتصف بِهَذِهِ الأحوال الَّتِي هِيَ ممزوجة بالحظوظ البشرية فإنها مبقاة مَعَ العلل, فيسمعون من حيث صفاء التوحيد بحق لا بحظ. وقيل: أهل السماع عَلَى ثَلاث طبقات: أبناء الحقائق يَرْجِعُونَ فِي سماعهم إِلَى مخاطبة الحق سبحانه لَهُمْ, وضرب يخاطبون اللَّهَ تَعَالَى بقلوبهم بمعاني مَا يَسْمَعُونَ, فَهُمْ مطالبون بالصدق فيما يشيرون بِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى, وثالث هُوَ فَقِير مجرد قطع العلاقات من الدنيا والآفات يَسْمَعُونَ بطيبة قلوبهم وَهَؤُلاءِ أقربهم إِلَى السلامة. سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن يَقُول: سمعت أبا بَكْر الرازي يَقُول: سمعت أبا عَلِي الروذباري يَقُول: وَقَدْ سئل عَنِ السماع. فَقَالَ: مكاشفة الأسرار إِلَى مشاهدة المحبوب۔

حضرت بندار رحمہ اللہ کے ہاں سماع تین قسم:

ترجمہ: حضرت بندار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) بعض لوگ اپنی طبیعت کے مطابق سننے والے ہوتے ہیں۔

(۲) کچھ اپنے حال کے مطابق سن رہے ہوتے ہیں۔

(۳) کچھ حق کو پیش نظر رکھ کر سنتے ہیں۔

جو اپنی طبیعت کے مطابق سنتے ہیں، ان میں خاص وعام سب برابر ہیں کیونکہ انسانی طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت آواز اسے پیاری لگتی ہے۔ جو اپنے حال کے مطابق سنتا ہے وہ اپنے اوپر وارد ہونے والی کیفیات میں سوچ بچار کرتا ہے جیسے وہ سوچتا ہے کہ عتاب کیسی ہوتی ہے، خطاب کیا ہوتا ہے، وصل کی موت کیا ہوتی ہے، جدائی کیا معنی رکھتی ہے، قرب وبعد کیا ہوتا ہے، فوت ہونے والی چیز پر افسوس کیونکہ ہوتا ہے، آنے والی چیز کی پیاس کیسے رکھی جاتی ہے، عہد کیسے پورا کیا جاتا ہے، سچا وعدہ کیسے کیا جاتا ہے، عہد توڑنے سے کیا ہوتا ہے، پریشانی کی یاد کیسے ہوتی ہے، اشتیاق کسے کہتے ہیں، جدائی سے خوف کیسے ہوتا ہے، وصال پر خوشی کا مطلب کیا ہے، جدائی کا خطرہ کیا ہوتا ہے اور اسی طرح کے معاملات میں سوچ بچار کرتا چلا جاتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کو سامنے رکھ کر سماع کرتا ہے اور صرف اللہ کیلئے کرتا ہے، اس کے سماع میں بشری دخل نہیں ہوتا کیونکہ ان میں کوتاہیاں ضرور ہوتی ہیں چنانچہ یہ لوگ خالص توحید الٰہی کے عقیدے سے سماع کرتے ہیں، نفسانی خواہشات درمیان میں آنے نہیں دیتے۔

اہل تصوف کے تین طبقے:

کہتے ہیں کہ اہل تصوف کے تین طبقے ہوتے ہیں:

(۱)ابناء حق: یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے سماع کے دوران اللہ کو اپنے سے مخاطب ہوتا دیکھتے ہیں۔

(۲)دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے دلوں سے اللہ کے ساتھ ان معانی کے ذریعے مخاطب ہوتے ہیں جنہیں سماع میں سن رہے ہوتے ہیں چنانچہ یہ لوگ جس چیز کا اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس کا حق کے ساتھ مطالبہ کرتے ہیں۔

تیسرا طبقہ وہ ہے جو تن تنہا فقیر ہوتا ہے، دنیا اور آخرت کا تعلق توڑے ہوتا ہے، یہ لوگ نہایت اطمینان سے سماع سنتے ہیں اور سب سے زیادہ یہی لوگ امن میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس میں اسرار کھلتے ہیں جن کے ذریعے محبوب کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ الخواص: وَقَدْ سئل مَا بال الإِنْسَان يتحرك عِنْدَ سماع غَيْر الْقُرْآن ولا يجد ذَلِكَ فِي سماع الْقُرْآن؟ .فَقَالَ: لأن سماع الْقُرْآن صدمة لا يمكن لأحد أَن يتحرك فِيهِ لشدة غلبته وسماع القول ترويح فيتحرك فِيهِ. سمعت مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن مُحَمَّد بْن عَبْد الرَّحْمَنِ الرازي يَقُول: سمعت الجنيد يَقُول: إذا رأيت المريد يحب السماع فاعلم أَن فِيهِ بقية من البطالة. وسمعته يَقُول: سمعت عَلِي بْن عَبْد اللَّهِ البغدادي يَقُول: سمعت أبا سَعِيد الرملي يَقُول: قَالَ سهل بْن عَبْد اللَّهِ: السماع علم استأثر اللَّه تَعَالَى بِهِ لا يعلمه إلا هُوَ. وحكى أَحْمَد بْن مقاتل العكي. قَالَ: لما دَخَلَ ذو النون الْمِصْرِي بغداد اجتمع إِلَيْهِ الصوفية ومعهم قوال فاستأذنوه أَن يَقُول بَيْنَ يديه شَيْئًا فأذن فابتداء يَقُول: صغير هواك عذبني فكيف بِهِ إِذَا احتنكا وأنت جمعت من قلبي هوى قَدْ كَانَ مشتركا أما ترثي لمكتئب إِذَا ضحك الخلى بكى قَالَ: فقام ذو النون وسقط عَلَى وجهه والدم يقطر من جبينه ولا يسقط عَلَى الأَرْض، ثُمَّ قام رجل من الْقَوْم يتواجد. فَقَالَ لَهُ ذو النون {الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ} [الشعراء: 218] فجلس الرجل. سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق يَقُول فِي هذه الحكاية: كَانَ ذو النون صاحب إشراف عَلَى ذَلِكَ الرجل حيث نهبه أَن ذَلِكَ لَيْسَ مقامه وَكَانَ ذَلِكَ الرجل صاحب إنصاف حيث قبل ذَلِكَ منه فرجع وقعد. سمعت مُحَمَّد بْن أَحْمَد التميمي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي الصوفي يَقُول: سعت الرقي يَقُول: سمعت ابْن الجلاء يَقُول: كَانَ بالمغرب شيخان لهما أصحاب وتلامذة يقال لأحدهما: جبلة وللثاني: رزيق فزار رزيق يوما جبلة فِي أَصْحَابه فقرأ رجل من أَصْحَاب رزيق شَيْئًا, فصاح واحد من أَصْحَاب جبلة وَمَاتَ, فلما أصبحوا. قَالَ جبلة لرزيق: أين الَّذِي قرأ بالأمس؟ فليقرأ, فقرأ آية فصاح جبلة صيحة فمات القارئ. فَقَالَ جبلة: واحد بواحد والبادي أظلم. وسئل إِبْرَاهِيم المارستاني عَنِ الحركة عِنْدَ السماع؟ فَقَالَ: بلغني أَن مُوسَى عَلَيْهِ السَّلام قص فِي بَنِي إسرائيل فمزق واحد مِنْهُم قميصه فأوحى اللَّه تَعَالَى إِلَيْهِ قل لَهُ: مزق لي قلبك ولا تمزق ثيابك. وسأل أَبُو عَلِي المغازلي الشبلي. فَقَالَ: رُبَّمَا يطرق سمعي آية من كتاب اللَّه عَزَّ وَجَلَّ فتجدوني عَلَى ترك الأشياء والإعراض عَنِ الدنيا, ثُمَّ أرجع إِلَى أحوالي وإلى

النَّاس، فَقَالَ الشبلي: مَا اجتذبك إِلَيْهِ فَهُوَ عطف منه عليك ولطف، وَمَا رددت إِلَى نفسك فَهُوَ شفقة منه عليك، لأنه لَمْ يصح لك التبري من الحول والقوة فِي التوجه إِلَيْهِ. سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: سمعت أَحْمَد بْن مقاتل العكي يَقُول: كنت مَعَ الشبلي فِي مَسْجِد ليلة من شَهْر رمضان وَهُوَ يصلي خلف إمام لَهُ وأنا بجنبه فقرأ الإِمَام: {وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ} [الإسراء: 86] فزعق زعقة قُلْت: طارت روحه وَهُوَ يرتعد وَيَقُول: بمثل هَذَا يخاطب الأحباب يردد ذَلِكَ كثيرا.

قرآن سننے پر وجد کیوں نہیں آتا:

ترجمہ: حضرت خواص رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اس انسان کی حالت کیا ہے جو قرآن کے علاوہ کوئی کلام سن کر وجد کرتا ہے لیکن قرآن کی تلاوت پر اسے وجد نہیں آتا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن ایک زبردست ٹھوکر ہوتی ہے کسی کی کیا مجال کہ اس میں حرکت کر سکے، وہ ٹھوکر بڑی شدید ہوتی ہے لیکن سماع قول کے وقت انسان کو راحت ملتی ہے چنانچہ وہ وجد میں آجاتا ہے۔ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ مرید سماع (بلاشرائط) کا شوق رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اس میں باطل خیالات موجود ہیں۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع ایک ایسا علم ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اس کے سوا اس سے کوئی واقف نہیں۔ حضرت احمد بن مقاتل مکی رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ بغداد میں پہنچے تو صوفیاء ان کے پاس آئے، ایک قوال بھی ان کے ہمراہ تھا، انہوں نے اجازت مانگی کہ قوال کچھ پڑھے آپ نے اجازت دی تو اس قوال نے یہاں سے شروع کیا "تمہاری تھوڑی سی محبت نے مجھے عذاب میں ڈال رکھا ہے اور اگر زیادہ ہو تو کیا بنے؟ تم نے میری مشترک محبت کو اپنے لیے اکٹھا کر لیا ہے۔ کیا تمہیں اس دکھیا پر ترس نہیں آتا جسے روتا دیکھ کر عشق سے عاری لوگ ہنستے ہیں۔" کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ یہ سن کر کھڑے ہوئے اور منہ کے بل دھڑام سے گر گئے خون پیشانی سے تو جاری تھا مگر زمین پر نہ گرتا تھا، پھر ان صوفیاء میں سے ایک آدمی وجد کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا، حضرت ذوالنون نے اسے فرمایا: الذی یراک حین تقوم (تم کھڑے ہوتے ہو تو وہ تمہیں دیکھتا ہے) چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مرتبہ میں اس شخص سے زیادہ تھے چنانچہ اسی لئے آپ نے اسے تنبیہ کر دی کہ تمہارا یہ مقام نہیں اور پھر وہ شخص بھی انصاف پسند تھا کیونکہ اس نے آپ رحمہ اللہ کی بات مان لی اور واپس ہٹ کر بیٹھ گیا۔ حضرت ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مغربی ملک میں دو شیخ تھے ان کے مرید اور شاگرد کافی تھے ان میں سے ایک کو "جبلہ" اور دوسرے کو "رزیق" کہا جاتا تھا، ایک دن رزیق اپنے اپنے مریدوں کے ہمراہ جبلہ سے ملنے گئے، رزیق کے کسی مرید نے کچھ پڑھا جس پر جبلہ کے ایک مرید نے چیخ ماری اور مر گیا، صبح ہوئی تو جبلہ نے رزیق

سے کہا، وہ شخص کہاں ہے جس نے کل کچھ پڑھا تھا؟ اسے پڑھنے کو کہو، اس نے ایک آیت پڑھ دی تو جبلہ نے زوردار چیخ ماری جس سے قاری فوت ہو گیا اور پھر جبلہ نے کہا کہ ایک کے مقابلے میں تو ایک گیا، زیادہ ظلم اس کا ہے جس نے پہل کی۔ حضرت ابراہیم مارستانی رحمہ اللہ سے سماع کے دوران وجد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے امتیوں میں ایک قصہ بیان کیا تو ان میں سے ایک نے قمیص پھاڑلی، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اسے کہہ دو کہ اپنا دل پھاڑ کر دکھائے، قمیص نہ پھاڑے۔ حضرت ابو علی مغازی سے حضرت شبلی رحمہ اللہ نے سوال کیا تو فرمایا: کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ قرآن کی کوئی آیت سنائی دیتی ہے جو مجھے چیزوں کو خیال چھوڑنے اور دنیا سے منہ موڑنے کا بتاتی ہے، پھر میں اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہوں اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔ اس پر حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے تو یہ اس کی طرف سے تم پر مہربانی اور لطف ہوتا ہے اور جب تمہیں پہلی حالت پر لایا جاتا ہے تو یہ اس کی شفقت ہوتی ہے، کیونکہ اللہ کی طرف توجہ کرتے وقت قوت و طاقت سے تمہارا بری ہونا صحیح نہیں ۔حضرت احمد بن مقاتل عکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں حضرت شبلی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، ماہ رمضان تھا، آپ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، میں ان کے پہلو میں کھڑا تھا، امام نے یہ آیت پڑھی۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ﴿بنی اسرائیل ۸۶﴾ (اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے) یہ آیت سن کر انہوں نے چیخ ماری، میں نے خیال کیا کہ ان کی روح پرواز کر گئی وہ اس وقت پھڑک رہے تھے اور کہتے جاتے تھے "کیا دوستوں کو خطاب یونہی کیا جاتا ہے" بار بار یہ الفاظ کہتے رہے۔

وحكى عَنِ الجنيد أَنَّهُ قَالَ: دخلت عَلَى السري يوما فرأيته عنده رجلا مغشيا عَلَيْهِ فَقُلْتُ: مَا لَهُ؟ فَقَالَ: سمع آية من كتاب اللَّهِ تَعَالَى، فَقُلْتُ: تقرأ عَلَيْهِ ثانيا فقرأ فأفاق، فَقَالَ لي: من أين علمت هَذَا؟ فَقُلْتُ: إن قميص يُوسُف ذهب بسببه عين يعقوب عليهما السَّلام ثُمَّ بِهِ عاد بصره فاستحسن مني ذَلِكَ. سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: سمعت عَبْد الْوَاحِد بْن علوان يَقُول: كَانَ شاب يصحب الجنيد فكان إِذَا سمع شَيْئًا من الذكر يزعق، فَقَالَ: لَهُ الجنيد يوما: إن فعلت ذاك مرة أُخْرَى لَمْ تصحبني فكان إِذَا سمع شَيْئًا يتغير ويضبط نَفْسه حَتَّى كَانَ يقطر كُل شعرة من بدنه بقطرة، فيوما من الأيام صاح صيحة تلفت نَفْسه. سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: حكى لي بَعْض إخواني عَنْ أَبِي الْحُسَيْن الدراج. قَالَ: قصدت يُوسُف بْن الْحُسَيْن الرازي من بغداد فلما دخلت الري سألت عَنْ منزله فكل من أسأل منه يَقُول لي: إيش تفعل بِذَلِكَ الزنديق؟ فضيقوا صدري حَتَّى عزمت عَلَى الانصراف فبت تلك الليلة فِي مسجد ثُمَّ قُلْت جئت هذه البلدة فلا أقل من زيارته فلم أزل أسأل عَنْهُ حَتَّى دفعت إِلَى مسجده وَهُوَ قاعد فِي المحراب وبين يديه رحل وعليه مصحف فِيهِ يقرأ وإذا هُوَ شيخ بهي حسن الوجه واللحية، فدنوت منه وسلمت عَلَيْهِ فرد السَّلام، وَقَالَ: من أين؟ فَقُلْتُ: من بغداد قصدت زيارة الشيخ. فَقَالَ: لو أن فِي

بَعْض البلدان. قَالَ: لک إِنْسَان أقم عندي حَتَّى أشتري لک دار اأَوْ جارية أكان يمنعک عَن زيارتي؟ فَقُلْتُ: يا سيدي مَا امتحنني اللہ تَعَالَى بشيء من ذَلِک ولو كَانَ لا أدري كَيْفَ كنت أكون, فَقَالَ: تحسن أَن تقول شَيْئًا فَقُلْتُ: نعم وقلت: رأيتک تبني دائبا فِي قطيعتي... ولو كنت ذا حزم لهدمت مَا تبني۔ فأطبق المصحف وَلَمْ يزل يبكي حَتَّى ابتلت لحيته وثوبه حَتَّى رحمته من كثرة بكائه ثُمَّ قَالَ لي: يا بُنَي لا تلم أهل الري عَلَى قولهم يُوسُف بْن الْحُسَيْن زنديق ومن وقت الصلاة هُوَ ذا أقرأ الْقُرْآن فلم تقطر من عيني قطرة وَقَدْ قامت عَلَى الْقِيَامَة بِهَذَا الْبيْت.

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کیسے واپس ہوئی؟

ترجمہ: حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں ایک دن حضرت سری رحمہ اللہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی پر غشی طاری ہے، میں نے پوچھا، اسے کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت سنی ہے۔ میں نے کہا، دوبارہ پڑھی جائے چنانچہ پھر پڑھی گئی تو اسے افاقہ ہو گیا۔ حضرت سری رحمہ اللہ نے فرمایا، تم نے یہ کہاں سے معلوم کر لیا کہ ایسے یہ ہوش میں آجائے گا؟ میں نے یہ دلیل دی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کی اسی قمیص کی وجہ سے گئی تھی اور پھر اسی کی وجہ سے واپس آئی۔ حضرت سری رحمہ اللہ نے اسے بہت پسند کیا۔ حضرت عبد الواحد بن علوان رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک نوجوان جنید رحمہ اللہ کی خدمت میں رہتا تھا وہ جب بھی قرآن کریم سنتا، چیخ مارتا، ایک دن حضرت جنید رحمہ اللہ نے اس سے کہا: اگر دوبارہ تم نے ایسا کیا تو میری صحبت میں نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سنتا تو رنگ بدل جاتا لیکن وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھتا اس کے روئیں روئیں سے قطرہ ٹپکتا اور پھر ایک دن اس نے یوں چیخ ماری کہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو نصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بھائی نے ابو الحسین دراج سے سن کر بتایا انہوں نے کہا کہ میں نے بغداد سے حضرت یوسف بن حسین رازی رحمہ اللہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب ”رے“ میں پہنچا تو لوگوں سے ان کے گھر کا پتہ پوچھا میں جس سے بھی پوچھتا مجھے یہ جواب ملتا کہ اس بے دین سے مل کر کیا کرو گے؟ انہوں نے مجھے تنگدل کر دیا اور میں واپسی کا سوچنے لگا، وہ رات تو میں نے ایک مسجد میں گزاری پھر میں نے سوچا کہ اس شہر میں آ ہی گیا ہوں تو کیوں نہ ان کی زیارت کر لوں چنانچہ پوچھتے پوچھتے میں ان کی مسجد میں جا پہنچا وہ محراب میں بیٹھے تھے سامنے رحل پر قرآن کریم رکھا تھا اور وہ تلاوت کر رہے تھے میں نے دیکھا تو وہ ایک خوشنما انسان تھے، داڑھی بہت خوبصورت تھی۔ میں نے قریب ہو کر سلام عرض کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ بغداد سے آیا ہوں اور صرف آپ کی زیارت کرنے آیا ہوں پھر فرمایا: اگر کسی شہر میں کوئی انسان تجھے یہ کہتا کہ میرے پاس ٹھہرو، میں تمہارے لیے گھر یا لونڈی خرید کرتا ہوں، تو کیا تم میری زیارت سے رک جاتے؟ میں نے عرض کی اے آقا! اب تک تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس

آزمائش میں ڈالا ہی نہیں، اگر ایسا ہو جاتا تو میں نہیں جانتا کہ ایسے میں میری کیا حالت ہوتی؟ پھر فرمایا کچھ کہنا پسند کرو گے؟ میں نے عرض کی ہاں کہہ دیتا ہوں چنانچہ میں نے یہ شعر پڑھا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھ سے تعلق ختم کرنے کی بنیاد رکھ رہے ہو، اگر سمجھدار ہوتے تو اس بنیاد ہی کو گرا دیتے۔ انہوں نے قرآن کریم بند کر دیا اور رونے لگے اور پھر اتنا روئے کہ داڑھی اور کپڑے تر ہو گئے، مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت ترس آیا۔ پھر مجھ سے فرمایا! بیٹے! اہل رے کو یہ کہنے پر برا بھلا نہ کہو کہ ''یوسف بن حسین زندیق (بے دین) ہے'' نماز کے وقت سے میں قرآن کریم پڑھ رہا تھا لیکن میری دونوں آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا تھا لیکن اس شعر نے تو مجھ پر قیامت ڈھا دی ہے۔

سمعت مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن مُحَمّد الصوفي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِيّ الطوسي يَقُول: سمعت الرقي يَقُول: سمعت الدراج يَقُول: كنت أنا وابن القوطي مارين عَلَى الدجلة بَيْنَ البصرة والأبلة وإذا نحن بقصر حسن لَهُ منظر.

وعليه رجل وبين يديه جارية تغني وتقول: فِي سبيل اللَّه ود كَانَ مني لک يبذل كُل يَوْم تتلون غَيْر هَذَا بک أجمل وإذا شاب تَحْتَ المنظرة بيده ركوة وعليه مرقعة يسمع. فَقَالَ: يا جارية بحياة مولاک أعيدي: كُل يَوْم تتلون غَيْر هَذَا بک أجمل فَقَالَ الشاب: قولي فأعادت، فَقَالَ: الفقير هَذَا والله تلوني مَعَ الحق وشهق شهقة خرجت روحه. فَقَالَ صاحب القصر للجارية: أَنْتَ حرة لوجه اللَّه تَعَالَى، وخرج أهل البصرة وفرغوا من دفنه والصلاة عَلَيْهِ فقام صاحب القصر. وَقَالَ: أليس تعرفوني؟ أشهدكم أَن كُل شَيْء لي فِي سبيل اللَّه وكل مماليكي أحرار ثُمَّ أتزر بإزار وارتدى برداء وتصدق بالقصر ومر فلم يرد لَهُ بَعْد ذَلِک وجه ولا سمع لَهُ أثر. سمعت مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن مُحَمَّد الصوفي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي الطوسي يَقُول: سمعت يَحْيَي بْن الرضا العلوي. قَالَ: سمع أَبُو سلمان الدمشقي طوافا ينادي: يا سعتر برى فسقط مغشيا عَلَيْهِ فلما أفاق سئل. فَقَالَ: حسبته يَقُول: اسع ترى برى: وسمع عتبة الغلام رجلا يَقُول: سبحان رب السماء إن المحب لفي عناء، فَقَالَ عتبة: صدقت. وسمع رجل آخر ذَلِک القول. فَقَالَ: كذبت فكل واحد سمع من حيث هُوَ. سمعت أبا حاتم السجستاني يَقُول: سمعت أبا نصر السراج يَقُول: سمعت أبا الْحَسَن عَلِي بْن مُحَمَّد الصوفي يَقُول: سمعت رويما وَقَدْ سئل عَنِ المشايخ الَّذِينَ لقيهم فِي السماع. فَقَالَ: كالقطيع إِذَا وقع فِيهِ الذئب. وحكى عَنْ أَبِي سَعِيد الخراز قَالَ: رأيت عَلِي بْن الموفق فِي السماع يَقُول: أقيموني فأقاموه فقام وتواجد ثُمَّ قَالَ: أنا الشيخ الزفان، وقيل: قام الرقي ليلة إِلَى الصباح يقوم ويسقط عَلَى هَذَا الْبَيْت والناس قيام يبكون والبيت: بالله فاردد فؤاد مكتئب ... لَيْسَ لَهُ من حبيبه خلف ـ سمعت مُحَمّد بْن أَحْمَد التميمي يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِيّ الصوفي يَقُول: سمعت عَلِي بْن الْحُسَيْن بْن حمد بْن أَحْمَد بالبصرة يَقُول: سمعت أَبِي يَقُول: خدمت سهل بْن عَبْد اللَّهِ سنين كثيرة فَمَا رأيته تغير عِنْدَ سماع شَيْء كَانَ يسمعه من الذكر وَالْقُرْآن وغيره، فلما كَانَ فِي آخر عمره قرئ بين يديه {فَالْيَوْمَ لا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ} [الحديد: 15] رأيته تغير وارتعد وكاد يسقط، فلما رجع إِلَى حال صحوه سألته عَن ذَلِک. فَقَالَ: يا حبيبي ضعفنا. وحكى ابْن سالم. قَالَ: رأيته مرة أُخْرَى قرئ بَيْنَ يديه {الْمُلْکُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ} [الفرقان: 26] فتغير وكاد يسقط، فَقُلْتُ لَهُ فِي ذَلِک. فَقَالَ. ضعفت وَهَذِهِ صفة الأكابر لا يرد عَلَيْهِ وارد وإن كَانَ

قويا إلا وَهُوَ أقوى منه. سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول: دخلت عَلَى أَبِي عُثْمَان المغربي وواحد يستقي الماء من البئر عَلَى بكرة، فَقَالَ: يا أبا عَبْد الرَّحْمَنِ أتدري إيش تقول البكرة؟ فَقُلْتُ: لا، فَقَالَ: تقول: الله الله. سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الصُّوفِيِّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ طَاهِرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رُوَيْمًا يَقُولُ: رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ صَوْتَ نَاقُوسٍ. فَقَالَ لأَصْحَابِهِ: أَتَدْرُونَ مَا يَقُولُ هَذَا؟ قَالُوا: لا، قَالَ: إِنَّهُ يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ حَقًّا حَقًّا إِنَّ الْمَوْلَى حَمْدٌ يَبْقَى. سمعت مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ التميمي يَقُول: سمعت عَبْدَ اللهِ بْن عَلِيّ يَقُول: سمعت أَحْمَدَ بْن عَلِي الكرخي الوجيهي يَقُول: كَانَ جَمَاعَة من الصوفية مستجمعين فِي بَيْت الْحَسَن القزاز ومعهم قوالون يقولون ويتواجدون فأشرف عَلَيْهِم ممشاد الدينوري فسكتوا. فَقَالَ: ارجعوا إِلَى مَا كنتم فِيهِ فلو جمع ملاهي الدنيا فِي أذني مَا شغل همي ولا شفي بَعْض مَا بي، وبهذا الإسناد عَنِ الوجيهي. قَالَ: سمعت أبا عَلِيّ الروذباري يَقُول: بلغنا فِي هَذَا الأمر إِلَى مكان مثل حد السَّيْف إن ملنا كَذَا ففي النار. وَقَالَ خير النساج: قص مُوسَى بْن عمران صلوات اللهُ عَلَيْهِ عَلَى قوم قصة فزعق واحد مِنْهُم فانتهره مُوسَى فأوحى اللهُ تَعَالَى إِلَيْهِ: يا مُوسَى بطيبي فاحوا وبحبي باحوا وبوجدي صاحوا افلم تنكر عَلَى عبادي؟ وقيل: سمع الشبلي قائلا يَقُول: الخيار عشرة بدانق، فصاح.

لڑکی کی آواز پر فقیر کیوں مرا:

حضرت دراج رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں اورابن القوطی بصرہ اورابلہ کے درمیان دجلہ پر سے گزر رہے تھے اچانک ایک خوبصورت محل پر نظر جم گئی، اس کی ایک کھڑکی تھی، ایک آدمی اس میں نظر آیا جس کے سامنے ایک لڑکی یہ شعر گا رہی تھی: ”راہ خدا میں میری محبت تمہاری خاطر خرچ ہوتی ہے لیکن روزانہ تمہارا رنگ بدلتا ہے کوئی اور طریقہ اپناتے تو اچھا تھا“ اس کھڑکی کے نیچے دیکھا تو ایک نوجوان ہاتھ میں لوٹا لئے، چیتھڑے پہنے سن رہا ہے، کہنے لگا اے لونڈی! تمہیں تمہارے آقا کی قسم! یہ دوسرا شعر پھر پڑھو چنانچہ اس لڑکی نے دوبارہ پڑھا اس فقیر نے پھر دہرانے کو کہا تو اس نے پھر پڑھا، اس پر فقیر نے کہا: یہ دیکھو میرا حق تعالیٰ کے ساتھ رنگ بدلنا کیسا ہے؟ اور پھر زوردار چیخ ماری جس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔ اس محل کے مالک نے لونڈی سے کہا کہ تم کو اللہ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔ پھر اہل بصرہ نکلے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ محل کے مالک نے کہا تم مجھے نہیں جانتے، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو چیز بھی میری ملکیت میں ہے میں اسے راہ خدا میں دیتا ہوں۔ آج سے میرے سب غلام آزاد ہیں پھر اس نے ایک چادر پہنی اور ایک چادر اپنے اوپر اوڑھ لی۔ محل صدقہ کر دیا اور چل دیا، بعد ازاں نہ تو اس کی شکل دیکھنے میں آئی اور نہ ہی کوئی نشان تک ملا۔ حضرت ابو سلمان دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک گھومنے والے شخص کو یہ آواز لگاتے سنا: یاسعتر بری۔ (لوگو! جنگلی پت پاپڑا لے لو) اسے سنتے ہی غش کھا کر گر گئے، جب اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا، میں نے سمجھا تھا کہ یہ ”اسع تربری“ (کوشش کرو تو میرا احسان دیکھ لوگے) کہہ رہا ہے۔ حضرت عتبہ الغلام رحمہ اللہ نے ایک غلام کو یہ کہتے سنا: پاک ہے آسمانوں کا رب، محبت کرنے والا مشکل

میں ہوتا ہے۔ عتبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم نے سچ کہا لیکن یہ بات ایک اور شخص نے سنی تو کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے، چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اسے اپنی حالت میں دیکھا۔ حضرت رویم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان مشائخ کے بارے میں پوچھا گیا جو سماع میں جاتے تو ان سے ان کی ملاقات ہوتی، انہوں نے کہا ان کو ایسے جانو جیسے ایک ریوڑ میں بھیڑیا گھس گیا۔ حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ میں نے علی بن موفق کو سماع میں دیکھا تو انہوں نے کہا "مجھے کھڑا کر دو" چنانچہ لوگوں نے کھڑا کیا، وہ کھڑے ہوئے اور وجد کرنے لگے اور اسی حالت میں کہا کہ "میں رقص کرنے والا بوڑھا ہوں۔" کہتے ہیں کہ حضرت رقی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک رات صبح ہونے تک کھڑے رہے، وہ شعر پڑھتے، اٹھتے اور گر جاتے، انہیں دیکھ کر لوگ روئے جا رہے تھے، شعر یہ تھے۔ "خدارا! اس دکھیارے کا دل واپس کر دو جس کیلئے محبوب کا کوئی بول نہیں ہے۔" حضرت علی بن حسین بن محمد بن احمد تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے کہ میں نے سالہا سال تک حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت کی، اس عرصہ میں میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا کہ کسی ذکر یا قرآن سننے سے ان کی حالت تبدیل ہوئی ہو لیکن جب اخیر عمر کو پہنچے تو ایک دن آپ رحمہ اللہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی: فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ﴿الحدید ۱۵﴾ (تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے) تو میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور کانپنے لگے، قریب تھا کہ گر پڑتے اور جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اصلی حالت پر آ گئے تو میں نے اس بارے میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو فرمایا: پیارے! ہم کمزور ہو چکے ہیں۔ حضرت ابن سالم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے انہیں دوبارہ دیکھا کہ آپ کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھی گئی اَلْمُلْکُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴿الفرقان ۲۶﴾ (اس دن سچّی بادشاہی رحمٰن کی ہے) تو آپ کا رنگ بدل گیا اور آپ گرنے ہی والے تھے کہ اسی حالت میں میں نے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا: میں کمزور ہو چکا ہوں۔ یہ تو تھی اکابر صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی حالت کہ اگر ان پر کوئی طاقت ور بھی آ جاتا تو وہ اس سے بھی طاقتور ہوتے۔ حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ابو عثمان مغربی کے ہاں گیا، دیکھا تو ایک آدمی کنوئیں کی چرخی پر اس سے پانی نکال رہا تھا کہنے لگے ابو عبد الرحمٰن! جانتے ہو یہ چرخی کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، انہوں نے کہا کہ یہ اللہ اللہ کہتی ہے۔

ناقوس بجے تو کیا کہتا ہے؟

حضرت رویم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے ناقوس بجنے کی آواز سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا، جانتے ہو کہ یہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے "سبحن اللہ حقا ان المولیٰ صمدیبقیٰ" حضرت احمد بن علی کرخی وجیہی رحمہ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ

حضرت حسن بن قزار کے گھر میں صوفیاء جمع تھے، ساتھ میں قوال بھی تھے، قوال پڑھتے اور لوگ وجد کرتے جاتے، ادھر سے حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ نے اگرانہیں دیکھا تو وہ خاموش ہوگئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کچھ تم پڑھ رہے تھے، دوبارہ پڑھو، اگر میرے کانوں میں دنیا بھر کے لہو ولعب اور فضول باتیں بھی پڑ جائیں تو میرے ارادے کو بدل نہ سکیں گی اور نہ ہی میرے دل کو سکون دیں گی۔ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس معاملہ میں ہم اس مقام تک پہنچ چکے ہیں جو تلوار کی دھار جیسا ہے کہ ذرا ادھر کو ہوئے تو سیدھے جہنم میں گئے۔ حضرت خیر النساء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ایک قصہ سنایا تو ان میں سے ایک نے چیخ ماری، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا تو اللہ کی طرف سے آپ علیہ السلام کو وحی آئی کہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) یہ لوگ میری خوشبو سے خوشبودار ہیں، میری محبت ظاہر کرتے ہیں، میرے وجد سے چلاتے ہیں تو تم انہیں اجنبی کیوں جانتے ہو؟ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بولنے والے کو سنا کہ "دس خیار (کھیرا) ایک دانق میں" چنانچہ ان کی چیخ نکل گئی۔ فرمایا: جب ایک دانق کے دس "خیار" ہیں تو "شرار" (برے لوگوں) کا کیا حال ہوگا؟

وَقَالَ: إِذَا كَانَ الخيار عشرة بدانق فكيف الشرار وقيل: إِذَا تغنت الحور العين فِي الْجَنَّة ترددت الأشجار. وقيل: كَانَ عون بن عَبْد اللَّهِ يأمر جارية لَهُ حسنة الصوت فتغني بصوت حزين حَتَّى تبكي الْقَوْم. وسئل أَبُو سُلَيْمَان الداراني عَنِ السماع. فَقَالَ: كُل قلب يريد الصوت الْحَسَن فَهُوَ ضعيف يداوى كَمَا يداوى الصَّبِي إِذَا أريد أَن ينام، ثُمَّ قَالَ أَبُو سُلَيْمَان: إن الصوت الْحَسَن لا يدخل فِي القلب شَيْئًا إِنَّمَا يحرك من القلب مَا فِيهِ. قَالَ ابْن أَبِي الحواري: صدق اللَّه وأبوه سُلَيْمَان: وَقَالَ الجريري: كونوا ربانيين أي سماعين من اللَّهِ قائلين بالله تَعَالَى. وسئل بَعْضهم عَنِ السماع. فَقَالَ: بروق تلمع ثُمَّ تخفى، وأنوار تبدو ثُمَّ تخفي مَا أحلاها لو بقيت مَعَ صاحبها طرفة عين ثُمَّ أنشأ يَقُول: خطرة فِي السر منه خطرت خطرة البرق ابتدي ثُمَّ اضمحل أي زور لک لو قصدا سری ومسلم بک لو حقا فعل۔

حوروں کے گانے سے جنتی درختوں میں پھول:

ترجمہ: کہتے ہیں کہ جب بڑی آنکھوں والی حوریں جنت میں گانا شروع کریں گی تو درختوں میں پھول آجائیں گے۔ حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک خوبصورت آواز والی لڑکی کو گانے کا حکم کرتے اور وہ دردناک آواز سے گاتی تو پوری قوم کو رلا دیتی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ہر ایسا دل جو خوبصورت آواز کو چاہتا ہے، کمزور شمار ہوتا ہے، اس کے علاج کی ضرورت بالکل یونہی ہوتی ہے جیسے سوتے بچے کو تھپکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خوبصورت آواز دل کے اندر کوئی چیز ڈالتی نہیں بلکہ جو دل

کے اندر پہلے سے موجود ہوتا ہے اسے بھڑکاتی ہے۔ یہ سن کر ابن ابو الحواری نے کہا بخدا ابو سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے درست کہاہے۔ حضرت جریری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ربانی بن جاؤ یعنی صرف اللہ کے احکام سنا کرو اور اسی کی بات کیا کرو۔ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ سماع کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا یہ گویا بجلیاں ہوتی ہیں ادھر چمکی ادھر بجھ گئیں ۔ انوار ہوتے ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں ، اگر یہ انوار، صاحب انوار کے ساتھ کچھ دیر باقی رہیں تو کیا عالم ہو؟ اور پھر یہ اشعار پڑھے: ”باطنی طور پر محبوب کا خیال یوں آیا جیسے بجلی ہو جو چمکے اور ختم ہو جائے، اگر خیال محبوب ارادی طور پر آیا تھا تو یہ کیسی دید؟ کہ رک نہ سکا اور فوراً چل دیا“ ۔

وقيل السماع فِيهِ نصيب لكل عضو فَمَا يقع إِلَى العين تبكي وَمَا يقع إِلَى اللسان يصيح, وَمَا يقع عَلَى اليد تمزق الثياب وتلطم، وَمَا يقع إِلَى الرجل ترقص. وقيل: مَاتَ بَعْض ملوك العجم وخلف ابنا صغيرا افأردوا أَن يبايعوه فَقَالُوا: كَيْفَ نصل إِلَى عقله وذكائه ثُمَّ توافقوا عَلَى أَن يأتوا بقوال يَقُول شَيْئًا فَإِن أَحْسَن الإصغاء علموا كياسته فأتوا بقوال, فلما قَالَ القوال شَيْئًا ضحك الرضيع فقبلوا الأَرْض بَيْنَ يديه وبايعوه. سمعت الأستاذ أبا عَلي الدقاق يَقُول: اجتمع أَبُو عَمْرو بْن نجيد والنصراباذي والطبقة فِي موضع, فَقَالَ النصراباذي: أنا أقول: إِذَا اجتمع الْقَوْم فواحد يَقُول شَيْئًا ويسكت الباقون خير من أَن يغتابوا أحدا. فَقَالَ أَبُو عَمْرو: لأن تغتاب ثلاثين سنة أنجى لك من أَن تظهر فِي السماع مَا لست بِهِ۔

سماع میں ہر عضو کی خوراک:

کہتے ہیں کہ سماع میں انسان کے ہر عضو کیلئے خوراک ہوتی ہے۔ اگر آنکھ تک پہنچ جائے تو وہ رونے لگتی ہے زبان تک پہنچے تو وہ چیختی چلاتی ہے، ہاتھ تک پہنچے تو وہ کپڑے پھاڑتا ہے اور منہ پر طمانچے مارتا ہے اور اگر یہی خوراک پاؤں کو مل جائے تو وہ رقص کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک عجمی (ایرانی) بادشاہ مر گیا اور چھوٹا سا بچہ پیچھے چھوڑ گیا، رعایا نے اس کی بیعت کا ارادہ کیا تو سوچنے لگے کہ اس کی سوجھ بوجھ کا اندازہ کیسے کیا جائے؟ پھر انہوں نے مل کر یہ طے کیا کہ ایک قوال کو لایا جائے جو کچھ کلام پڑھے، اگر اس نے کان دھر لئے تو سمجھ لیں گے کہ سیاست جانتا ہے چنانچہ وہ قوال کو لے آئے۔ قوال نے کے کچھ کلام پڑھا تو وہ بچہ ہنسنے لگا چنانچہ سب نے اس کے سامنے زمین چوم لی اور سب نے بیعت کر لی۔ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ابو عمرو بن جنید، نصر آبادی اور کچھ دوسرے صوفیاء ایک مقام پر اکٹھے ہوئے، نصر آبادی نے کہا، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں ، ان میں سے ایک بات کرے اور دوسرے خاموشی سے سنیں تو یہ چغلیاں کھانے سے بہتر ہوتا ہے یہ سنا تو ابو عمرو بولے: سماع میں اپنی ایسی حالت دکھانا جو درحقیقت اس میں موجود نہیں تو تیس سال تک چغلیاں کھاتے پھرنا اس سے بہتر ہو گا۔

سمعت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق رَحِمَهُ اللہَ تَعَالَی يَقُول: النَّاس فِي السماع ثلاثة: متسمع ومستمع وسامع، فالمتسمع يسمع بوقت، والمستمع يسمع بحال، والسامع يسمع بالحق. وسألت الأستاذ أبا عَلِي الدقاق رَحِمَهُ اللہَ تَعَالَی غَيْر مرة شبه طلب رخصة فِي السماع وَكَانَ يحيلني عَلَى مَا يوجب الإمساك عَنْهُ ثُمَّ بَعْد طول المعاودة۔

سماع سننے والوں کی اقسام:

ترجمہ: حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سماع میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں ۔ متسمع، مستمع اور سامع۔ متسمع تو اپنے وقت میں سماع سنتا ہے، مستمع اپنے حال میں اور سامع حق کے ساتھ سنتا ہے۔ میں نے حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے کئی بار سماع کی اجازت مانگی لیکن ہر بار آپ بہانہ بناتے، اشارہ یہ ہو تا کہ اس سے رکنا ہی بہتر ہے پھر جب میں نے بار بار اصرار کیا تو فرمایا، مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ ایسا سماع سننے میں حرج نہیں جو تمہارا دل اللہ کی طرف متوجہ کر دے۔

سمعت الشيخ أبا عَبْد الرَّحْمَنِ السلمي يَقُول: سمعت مُحَمَّد بْن عَبْد اللَّهِ بْن شاذان يَقُول: سمعت أبا بَكْر النهاوندي يَقُول: سمعت عليا السائح يَقُول: سمعت أبا الْحَارِث الأولاسي يَقُول: رأيت إبليس لعنه اللهَ فِي المنام عَلَى بَعْض سطوح أولاس وأنا عَلَى سطح وعلى يمينه جَمَاعَة وعلى يساره جَمَاعَة وعليهم ثياب نظاف، فَقَالَ لطائفة مِنْهُم: قولوا فَقَالُوا: وغنوا فاستفزعني طيبة حَتَّى هممت أَن أطرح نفسي من السطح ثُمَّ قَالَ: ارقصوا فرقصوا أطيب مَا يَكُون ثُمَّ قَالَ لي: يا أبا الحارث مَا أصبت شَيْئًا أدخل بِهِ عليكم إلا هَذَا. سمع مُحَمَّد بْن الْحُسَيْن يَقُول: سمعت عَبْد اللَّهِ بْن عَلِي يَقُول: اجتمعت ليلة مَعَ الشبلي رَحِمَهُ اللہَ تَعَالَی. فَقَالَ: القوال شَيْئًا فصاح الشبلي وتواجد قاعدا، فقيل لَهُ: يا أبا بَكْر مَالِک من بَيْنَ الْجَمَاعَة قاعدا فقام وتواجد. وَقَالَ: لي سكرتان وللندمان واحدة شَيْء خصصت بِهِ من بينهم وحدي وسمعته يَقُول: سمعت مَنْصُور بْن عَبْد اللَّهِ الأَصْبَهَانِي يَقُول: سمعت أبا عَلِي الروذباري يَقُول: جزت بقصر فرأيت شابا حسن الوجه مطروحا وحوله ناس، فسألت عَنْهُ فَقَالُوا: إنه جاز بِهَذَا القصر وفيه جارية تغني: كبرت همة عَبْد طمعت فِي أَن تراكا أَوَ مَا حسب لعين أَن ترى من قَدْراكا فشهق شهقة وَمَاتَ۔

ابلیس اور ابو الحارث اولاسی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ترجمہ: حضرت ابو الحارث اولاسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے لعنتی ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ "اولاس" کی ایک چھت پر موجود ہے، دوسری چھت پر میں خود کھڑا ہوں، ایک گروہ اس کے دائیں اور ایک بائیں تھا، سب نے صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے ایک گروہ سے کہا گانا گاؤ! انہوں نے گانا شروع کر دیا، ایسا گایا کہ میں خود بہک گیا، دل نے چاہا کہ میں اپنے آپ کو چھت سے گرا دوں ، پھر اس نے اسی گروہ سے کہا کہ رقص شروع کر دو چنانچہ انہوں نے بہترین رقص کیا۔ پھر شیطان مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے ابو الحارث ! تم لوگوں کو بہکانے کیلئے آج تک مجھے اس سے بہتر طریقہ ہاتھ نہیں آیا۔ حضرت عبد اللہ بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایک دن میں حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھہرا، قوال

نے کچھ پڑھا تو حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ چیخ اٹھے اور بیٹھے بیٹھے وجد کرنے لگے آپ سے کہا گیا اے ابو بکر! پوری جماعت تو کھڑے ہو کر رقص کر رہی ہے تم بیٹھے کیوں ہو؟ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے اور یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا: "میرے ہم مجلس لوگوں کو تو ایک ہی قسم کا نشہ ہوتا ہے مگر مجھے دو قسم کے ہوتے ہیں یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف مجھ ہی کو حاصل ہے" حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک محل کے قریب سے گزرا تو ایک نوجوان کو دیکھا جو زمین پر گر پڑا تھا، لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہ اس محل کے قریب سے گزر رہا تھا، اس میں ایک لڑکی نے یہ اشعار پڑھے ہیں: "کیا آنکھ کیلئے اتنا ہی کافی نہیں کہ تجھے دیکھنے والی آنکھ کو دیکھ لے" چنانچہ اس نے چیخ ماری ہے اور گرتے ہی فوت ہو گیا ہے۔[1]

وجد و حال امت مسلمہ کے خواص اولیاء کا حصہ ہے

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

عن ابی القاسم الجنید رضی اللہ تعالی عن قال: کنت مع جماعۃ فی جبل طور سیناء، فنزلنا علی عین ماء تحت دیر النصاری، و کان معنا قوّال، فقال شیئا، فظھر وجد الاصحاب، فقاموا و رقصوا و صاحب الدیر ینظر الینا من فوق الدیر و ینادی و یقول: باللہ علیکم و بحقّ الدّین الحنیفیّ الّا جئتمونی، فلم یلتفت الیہ منّا أحد من طیب الوقت، فلمّا سکت الجمع و قعدوا، قال: من منکم الاستاذ؟ فاشاروا الیّ، فقال: یا استاذ ھذا الذی کنتم فیہ من السماع و الحرکات و الرقص خصوص فی دینکم او عموم؟ فقلت: لا بل خصوص بشرط الزھد فی الدنیا، فقال: اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ، و اشھد انّ محمّدا رّسول اللہ ﷺ ھٰکذا وجدّت فی انجیل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السّلام انّ الخواصّ من امۃ محمّد ﷺ یتحرّکون عند السّماع بشرط الزّھد فی الدّنیا، و یکون لباسھم الصوف و الملوّنات، یرضون من الدّنیا بالبلغۃ۔

ترجمہ: یہ واقعہ حضرت ابو القاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ حضرت صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی جماعت کے ساتھ کوہ طور پر تھے۔ نصرانیوں کے گرجا سے متصل ایک چشمہ پر اترے ہمراہ قوال تھا۔ اس نے سماع شروع کیا۔ صوفیہ پر وجد و حال طاری ہوا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ گرجا کا راہب اوپر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم، اور دین حنیف کی قسم دے دے کہ انہیں اپنے پاس بلا رہا تھا۔ مگر کسی کو اس پر توجہ کی فرصت نہ تھی۔ جب وجد و حال ختم ہوا اور سب لوگ سکون و اطمینان سے ہوئے تو راہب آیا اور پوچھا آپ لوگوں کا استاد و مرشد کون ہے؟ تمام لوگوں نے امام الطائفہ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے شیخ سے پوچھا۔ یہ صرف تمہارے دین میں خاص لوگوں کی چیز ہے یا عام شے

[1](الرسالۃ القشیریۃ ج ۱ ص ۵۱۹)

ہے؟ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ یہ خاص چیز ہے جس کے لئے ترک دنیا اور تقویٰ بھی شرط ہے۔ راہب نے شیخ کی باتیں سن کر اسی وقت کلمہ شہادت **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** (ﷺ) پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ راہب نے مزید کہا۔ میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ امت محمد ﷺ میں مخصوص حضرات ترک دنیا کی شرط کے ساتھ سماع میں حرکت کریں گے اور ان کا لباس رنگین یا اون کا ہوگا اور دنیا سے بقدر حاجت حاصل کریں گے۔[1]

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

و کذالک کان بعض الفقھاء ینکر علی الصوفیۃ سماعھم فدخل علیہ بعضھم یوما فوجدہ یدور فی بیتہ، فقال لہ: یافقیہ، اراک تدور، فقال: کانت مسالۃ اشکلت علی، فاطلعت علیھا الان فملئت بذالک فرحا و لم أتمالک من الطرب، فقمت و درت کما رایت، فقال لہ: یافقیہ ھذا فرحک بمسالۃ، فکیف تنکر علی من فرح باللہ تعالی، قلت: کم بین الفرح بالاطلاع علی حکم من احکام اللہ، و الفرح بالاطلاع علی تجلی جمال اللہ تعالی و کمال صفاتہ و امتلاء القلب بمحبتہ و الشوق الی لقاء ذاتہ و الطرب بذکرہ، الحالی العذب الزلال و الغیبۃ بواردات الاحوال و المنازلۃ فی المقامات العوال، و الشرب من راح المحبۃ التی فیھا قال،

ھنیئاً لِّأَھل الدیر کم سکروا بھا — و ماشربوا منھا و لکنھم ھمّوا

علی نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ — و لیس لہ منھا نصیب و لا سھم

و قال الاستاذ ابو القاسم الجنید رضی اللہ تعالی عنہ: رایت النبی ﷺ فی المنام فقلت: یا رسول اللہ ﷺ ما تقول فی السماعات التی نحضرھا فی اللیلی، و ربما تبدو منا الحرکات فیھا، فقال ﷺ (ما من لیلۃ الا و احضر معکم، و لکن ابدووا بالقران و اختموا بالقران).

اور اسی طرح سماع کے منکر ایک فقیہ صاحب کے پاس ایک صوفی صاحب تشریف لے گئے۔ دیکھا تو فقیہ صاحب گھر کے اندر گردش کرنے جارہے ہیں۔ صوفی صاحب نے پوچھا آخر کس بات پر یہ گردش ہے؟ فقیہ صاحب نے کہا ایک مسئلہ عرصہ سے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ابھی حل ہوا ہے اسی خوشی میں جھوم رہا ہوں۔ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ آپ ایک مسئلہ حل ہونے پر اس قدر جھوم رہے ہیں پھر بھلا اللہ تعالیٰ سے تعلق پر وجد کرنے والوں کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توضیح فرماتے ہیں ان دونوں خوشیوں میں فرق ہے۔ ایک خوشی وہ ہے جو اللہ کے حکم کو سمجھنے پر حاصل ہوئی۔ اور ایک وہ ہے جب قلب اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق دید سے پر ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جمال اور صفت کمال پر اللہ تعالیٰ کے شیریں ذکر اور ورود وحال اور مراتب کی بلندی سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور بادہ محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی

---

[1] (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ السابعۃ والسبعون بعد المئتین، ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (بزم اولیاء، ص ۳۱۷)

زیارت کی؛ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، یہ سماع جن میں ہم راتوں کو حاضر ہوتے ہیں اور کبھی اس میں حرکتیں بھی پیدا ہوتی ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: میں ہر شب تمہارے ساتھ ہوتا ہوں مگر اسے قرآن شریف سے شروع کر کے قرآن شریف پر ہی ختم کیا کرو۔[1]

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، یمنی، مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وروی ان الامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ سمع جاریۃ تغنی و تقول:

شعر خلیلی ما بال المطایا کانہا تراہا علی الاعقاب بالقوم تنکص

فقال لابن علیۃ و کان معہ: کیف تسمع، ایطربک؟ فقال لا، فقال الشافعی: مالک حس" وحکی ان بعضہم قام لیلۃ الی الصباح، یقوم یسقط علی ھذا البیت و الناس قیام یبکون:

باللہ ردّوا فؤاد مکتئب لیس لہ من حبیبہ خلف

ترجمہ: خدا کے واسطے اس غمزدہ کا دل پھیر دو جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ آپ نے ایک لڑکی کو یہ شعر پڑھتے سنا:

خلیلی ما بال المطایا کانہا تراہا علی الاعقاب بالقوم تنکص

ترجمہ: اے دوست! ان سواریوں کو کیا ہو گیا ہے لگتا ہے قوم کو الٹے پاؤں لوٹا رہی ہیں۔

احمد بن علی ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا یہ شعر سن کر تمہیں کچھ کیف آیا۔ انھوں نے عرض کیا کچھ بھی تو نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا؛ تم تو بے حس ہو۔ ایک اور بزرگ یہ شعر سن کر وجد میں آ گئے۔

اسی کیف اور مستی میں رات بھر کھڑے رہے کبھی کبھی گر پڑتے پھر سنبھل کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کے ساتھ مصاحبین بھی کھڑے روتے اور اشک بہاتے رہے۔[2]

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وَقَدْ قَرَأَ ابْنُ الْبُهْلُولِ يَوْمًا فِي جَامِعِ الْمَنْصُورِ قَوْلَهُ تَعَالَى: {أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ} (الحدید: ۱۶) فَنَهَضَ إِلَيْهِ رَجُلٌ صُوفِيٌّ، وَهُوَ يَتَمَايَلُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ فَأَعَادَ الْآيَةَ، فَقَالَ الصُّوفِيُّ: بَلَى وَاللَّهِ، وَسَقَطَ مَيِّتًا رَحِمَهُ اللَّهُ۔

ترجمہ: ایک روز جامع منصور میں حضرت بہلول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید: ۱۶)

---

[1] (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ التاسعۃ و السبعون بعد المئتین، ص، ۲۴۵، ۲۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایۃ الثمانون بعد المئتین، ص، ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا۔

ایک صوفی شخص جھومتے ہوئے اس کی طرف کھڑا ہوا اور کہا: تونے کیا پڑھا ہے؟ تو اس نے دوبارہ آیت پڑھی، پھر صوفی نے کہا اللہ کی قسم وہ وقت آگیا ہے، اس کے بعد وہ صوفی شخص گر کر فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے۔[1]

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں:

قال ابن الأثير: في رجب منها اجْتَمَعَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصُّوفِيَّةِ بِرِبَاطٍ بِبَغْدَادَ فِي سماع فأنشدهم، وهو الجمال الحلي:

أعاذلتي أَقْصِرِي — كَفَى بِمَشِيبِي عَذَلُ
شَبَابٌ كَأَنْ لَمْ يكن — ومشيب كأن لم يزل
وبثي ليال الوصال — أواخرها والأول
وصفرة لون المحب — عند استماع الغزل
لئن عاد عتبى لكم — حلالي العيش واتصل
فلست أبالي بما نالني — ولست أبالي بأهل ومل

قَالَ فَتَحَرَّكَ الصُّوفِيَّةُ عَلَى الْعَادَةِ فَتَوَاجَدَ مِنْ بينهم رجل يقال له أحمد الرَّازِيُّ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَحَرَّكُوهُ فَإِذَا هُوَ مَيِّتٌ۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس سال کے رجب میں صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت کا بغداد میں محفل سماع میں اجتماع ہوا، اس موقع پر جمالی حلی نے انہیں درج ابالا اشعار سنائے:

ترجمہ: اے مجھے ملامت کرنے والی ملامت کم کر، میرا بڑھاپا ہی ملامت کرنے والا کافی ہے، جوانی گویا تھی ہی نہیں، اور بڑھاپا شاید ہمیشہ رہے گا، میرا غم وصل کی راتوں پر جو ان کی ابتدا و انتہا پر ہے، غزل کے سنتے وقت محبوب کے چہرے کا رنگ زرد ہے، اگر دوبارہ تم سے میری ناراضگی ہوئی تو میری زندگی میٹھی اور متصل ہو جاتی، مجھے جو رنج والم پہنچا اس کی پرواہ نہیں اور نہ مجھے اہل ملال کی پرواہ ہے۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تو صوفیاء میں حرکت شروع ہو گئی جیسے ان کی عادت ہے، ان کے درمیان میں سے ایک شخص جسے احمد رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں اس پر وجد طاری ہو گیا، پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب انہوں نے اسے ہلایا تو وہ فوت چکا تھا۔ فرماتے ہیں: وہ نیک آدمی تھا، اور ابن ساعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہ نیک صالح شیخ رحمۃ

[1] (البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ علیہ تھا جس نے صدر عبد الرحیم شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت اختیار کی تھی، لوگ اس کے جنازے میں حاضر ہوئے اور اسے باب ابرز میں دفن کیا گیا۔[1]

حافظ عماد الدین ابو الفدأ اسماعیل ابن کثیر لکھتے ہیں :

الشَّيْخُ حَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْأَنْصَارِيُّ الضَّرِيرُ، كَانَ بِفَرْدِ عَيْنٍ أَوَّلًا ثُمَّ عَمِيَ جُمْلَةً، وَكَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُكْثِرُ التِّلَاوَةَ، ثُمَّ انْقَطَعَ إِلَى الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ، وَكَانَ يَحْضُرُ السَّمَاعَاتِ وَيَسْتَمِعُ وَيَتَوَاجَدُ، وَلِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ اعْتِقَادٌ عَلَى ذَلِكَ؛ لِمُجَاوَرَتِهِ فِي الْجَامِعِ، وَكَثْرَةِ تِلَاوَتِهِ وَصَلَاتِهِ، وَاللَّهُ يُسَامِحُهُ، تُوُفِّيَ يَوْمَ السَّبْتِ فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ بِالْمِئْذَنَةِ الشَّرْقِيَّةِ، وَصُلِّيَ عَلَيْهِ بِالْجَامِعِ، وَدُفِنَ بِبَابِ الصَّغِيرِ.

ترجمہ: شیخ حسن ابن احمد انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدا میں ایک آنکھ سے نابینا تھے پھر مکمل نابینا ہو گئے تھے، اور قرآن مجید پڑھتے تھے اور تلاوہ کثرت سے کرتے رہتے تھے، پھر منارہ شرقیہ کی طرف یکسو ہو گئے، سماع کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور سن کر وجد میں آجاتے، اور "جامع" کے پڑوس میں رہنے اور کثرتِ تلاوہ کی وجہ سے اور اہتمام نماز کی وجہ سے کثیر لوگ آپ کے معتقد تھے، شرقی اذان گاہ میں ذی الحجہ کے پہلے عشرے بروز ہفتہ وفات پائی، "جامع" میں جنازہ پڑھا گیا اور بابِ صغیر میں دفن کیا گیا۔[2]

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

القوم سمعوا وطابوا ولكنهم سمعوا أحسن القول فاتبعوه وسمعوا غير الحسن فاجتنبوه تحلقوا وفتحوا مجالس الذكر وتواجدوا وطابت نفوسهم وصعدت أرواحهم لاحت عليهم بوارق الإخلاص حالة ذكرهم وسماعهم ترى أن أحدهم كالغائب على حال الحاضر كالحاضر على حال الغائب يهتزون اهتزاز الأغصان التي تحركت بالوارد لا بنفسها يقولون لا إله إلا الله ولا تشتغل قلوبهم بسواه يقولون الله ولا يعبدون إلا إياه يقولون هو وبه لا بغيره يتباهون إذا غناهم الحادي يسمعون منه التذكار فتعلوا همتهم في الأذكار۔

ترجمہ: ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے، مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں، اور بری بات سنتے ہیں تو اس سے بچتے ہیں (اب ان کے سماع کی حقیقت سنو ان حضرات نے حلقے مقرر کئے، اور ذکر کی مجلسیں (جابجا) کھولیں اور (ذکر سے) ان کو وجد ہوا، ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے، ان کی روحیں بلند ہو گئیں، ان پر حالت ذکر و سماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں، اب تو ان کو دیکھئے گا کہ موجودات کی حالت سے بے خبر ہو گئے اور غائب کی حالت سے خبر دار ہو گئے۔ پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا کی وجہ سے ہلتی ہیں، خود نہیں ہلتیں، (اسی طرح یہ حضرات وارد غیبی کی وجہ سے حرکت کر

[1] (البدایۃ والنہایۃ، ج، ۱۳، ص، ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الکامل فی التاریخ، ج، ۱۰، ص، ۲۰۴)

[2] (البدایۃ وانہایۃ، ج، ۱۴، ص، ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تے ہیں خود حرکت نہیں کرتے ہیں) یہ حضرات (وجد میں)لا الہ الا اللہ کہتے ہیں ،اور خدا عزو جل کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہو تا۔وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بند گی کرتے ہیں ،(وہی ان کا مقصود ہے اور کچھ مقصود نہیں ، کبھی ہو کہتے ہیں اور اسی میں حیران ہوتے ہیں،نہ دوسرے کی (یاد میں) ۔[1]

شیخ ابو عباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ زرّوق،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،لکھتے ہیں :

الواجد ان لا حظ معنی فی وجده افاده علما او عملا او حالا ،مع میله لسکون و الاستلقاءظاهرا فوجده من الحقیقة و المعنی ۔و ان لا حظ الوزن و الالحان ،فطبیعی سیما ان وقع له اضطراب و احتراق فی النفس ،و ان لا حظ نفس الحرکة لیس الا فشیطانی ،سیما ان اعقبه اضطراب و هو شته فی البدن ،و اشتعال ناری فلزم اعتبار ذٰلک بوجه من التحقیق تام ،و الا فترک سببه اولی و افضل لکل ذی دین یرید السلامة۔

ترجمہ: صاحبِ وجد اگر وجد کے دوران ایسا مطلب محسوس کرے جو اسے علم، عمل یا حال کا فائدہ دے۔اس کے ساتھ ہی وہ آرام اور لیٹنے کی رغبت محسوس کرے تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔اگر اس کی توجہ اشعار کی موزونیت اور خوش آوازی کی طرف ہو تو اس کا وجد طبعی ہے۔ خصوصاً اگر نفس میں اضطراب اور گرمی واقع ہو۔اور اگر فقط حرکت ہی پیشِ نظر ہو تو شیطانی ہے۔ خصوصاً اگر اس کے بعد اضطراب پیدا ہو۔یعنی جسم میں سخت گرمی محسوس ہو جیسے آگ کا شعلہ لپک جائے اس لئے وجد کی مکمل تحقیق ضروری ہے ورنہ اس کے سبب (سماع) کا ترک کرنا ہی سلامتی کے طلبگار دیندار کے لئے ضروری ہے۔[2]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،لکھتے ہیں :

(التواجد و الوجد و الوجود) فالتواجد: استدعاء الوجد بضرب اختیار، و لیس لصاحبه کمال الوجد؛ إذ لو کان لکان واجداً، و باب التفاعل أکثره علی إظهار الصفة، و لیست کذلک.

قال الشاعر:

إذا تخازرت، و ما بین من خزر   ثم کسرت العین من غیر ما عور

فقوم قالوا: التواجد غیر مسلم لصاحبه   لما یتضمن من التکلف و یبعد عن التحقیق

و قوم قالوا: إنه مسلَّمَ للفقراء المجرّدین، الذین ترصَّدوا الوجدان هذه المعاني، و أصلهم. خبرُ الرسول صلی الله علیه و سلم: أبکوا، فإن لم تبکوا، فتباکوا، و الحکایة المعروفة لأبي محمد الجریري، رحمه الله، أَنه قال: کنت عند الجنید، و هناک ابن مسروق و غیره، و ثمَّ قوال، فقام ابن مسروق و غیره.. و الجنید ساکن، فقلت: یا سیدي، مالک في السمَّاع شيء!! قال الجنید: و تری الجبال تحسبها جامدة، و هي تمر مرَّ السحاب ثم قال: و أنت یا أبا محمد،

---

[1](البرھان المؤید،حلقات الذکر و المتوسلین،ص،۴۰،مکتبة المعارف،بیروت،الموسوعة الیوسفیة فی بیان ادلة الصوفیة،الجزء الاول،الحرکت بالذکر ،ص،۱۸۳)ص،۱۰۹

[2](قواعد التصوف،قاعدة،۱۴۳،ص،۹۴،دار الکتب العلمیه،بیروت)

مالك في السِّماع شيء؟ فقلت: يا سيدي، أنا إذا حضرت موضعاً فيه سماع وهناك مُحتشم أمسكت على نفسي وجدي، فإذا خلوت أرسلت وجدي، فتواجدْت.

فأطلق في هذه الحكاية التواجد، ولم ينكر عليه الجنيد.

سمعت الأستاذ أبا عليٍّ الدقاق، رحمه الله، يقول: لما راعي أبو محمد، أدب الأكابر في حال السماع، حفظ الله عليه وقته، ببركات الأدب، حتى يقول: أمسكت على نفسي وجدي فإذا خلوت أرسلت وجدي فتواجد؛ لأنه لا يمكن إرسال الوجد، إذا شئت، بعد ذهاب الوقت وغلباته.

ولكنه لما كان صادقاً في مراعاة حرمة الشيوخ، حفظ الله تعالى عليه وقته، حتى أرسل وجده عند الخلوة.

فالتواجد: ابتداء الوجد على الوصف الذي جرى ذكره، وبعد هذا.

والوجد: ما يصادف قلبك، ويرد عليك بلا تعمد وتكلف.

ولهذا قال المشايخ: الوجد: المصادفة والمواجيد: ثمرات الأورد. فكل من ازدادت وظائفه ازدادت من الله لطائفة.

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق، رحمه الله، يقول: الواردات: من حيث الأوراد: فمن لا ورد له بظاهره لا ورد له في سرائره، وكل وجد فيه من صاحبه شيء، فليس يوجد.

وكما أن ما يتكلفه العبد من معاملات ظاهرة يوجب له حلاوة الطاعات، فما ينازله العبد من أحكام باطنه يوجب له المواجيد.

فالحلاوات ثمرات المعاملات والمواجيد: نتائج المنازلات.

أما الوجود: فهو بعد الارتقاء عن الوجد.

ولا يكون وجود الحق، إلا بعد خمور البشرية، لأنه لا يكون للبشرية بقاء عند ظهور سلطان الحقيقة.

وهذا معنى قول أبي الحسين النوري: أنا منذ عشرين سنة بين الوجد والفقد: أي: إذا وجدت ربيَ فقدت قلبي، وإذا وجدت قلبي فقدت ربي. وهذا معنى قول الجنيد: علم التوحيد: مباين لوجوده، ووجوده مباين لعلمه.

وفي هذا المعنى أنشدوا:

وجودي أن أغيب عن الوجود ... بما يبدو عليَّ من الشهود

فالتواجد: بداية. والوجود: نهاية والوجد واسطة بين البداية والنهاية.

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: التواجد يوجب استغراق العبد.

والوجود يوجب استهلاك العبد.

فهو كمن شهد البحر، ثم ركب البحر، ثم غرق في البحر.

وترتيب هذا الأمر: قصود، ثم ورود، ثم شهود، ثم جمود، ثم خمود.

وبمقدار الوجود يحصل الخمود، وصاحب الوجود له: صحو، ومحو.

فحال صحوة: بقاؤه بالحق، وحال محوه، فناؤه بالحق. وهاتان الحالتان أبداً متعاقبتان عليه: فإذا غلب عليه الصَّحو بالحق، فبه يصول، وبه يقول. قال عليه السلام، فيما أخبر عن الحق: فبي يسمع، وبي يبصر.

سمعت الشيخ أبا عبد الرحمن السلمي يقول: سمعت منصور بن عبد الله يقول: وقف رجل على حلقة الشبلي، فسأله: هل تظهر آثار صحة الوجود على الواجدين؟؟ فقال: نعم: نور يزهر مقارناً لنيران الاشتياق، فتلوح على الهياكل آثارها كما قال ابن المعتز:

وأمطر الكأس ماء من أباركها فأنبت الدر في أرض من الذهب

وسبح القوم لما أن رأوا عجباً نوراً من الماء في نار من العنب

سلافة ورثتها عاد عن إرم كانت ذخيرة كسرى عن أب فأب

وقيل لأبي بكر الدقيَّ: إن جهماً الدقيَّ أخذ شجرة بيده في حال السماع في ثورانه، فقلعها من أصلها: فاجتمعا في دعوة، وكان الدقي كفَّ بصرهُ، فقام الدقي يدور في حال هيجانه فقال الدقي: إذا قرب منيِّ أرونيه.

وكان الدقي ضعيفاً، فمر به، فلما قرب منه، قالوا له: هذا هو. فأخذ الدقي ساق جهم فوقفه، فلم يمكنه أن يتحرك.

فقال جهم: أيها الشيخ، التوبة.. التوبة!! فخلاه: قال الأستاذ الإمام، أدام الله جماله: فكان ثوران جهم في حق، وإمساك الدقي بساقه بحق، ولما علم جهم أن حال الدقي فوق حاله رجع إلى الإنصاف واستسلم وكذا من كان بحق لا يستعطي عليه شيء. فأما إذا كان الغالب عليه المحو فلا علم، ولا عقل، ولا فهم؛ ولا حس.

سمعت الشيخ أبا عبد الرحمن السلمي، رحمه الله، يذكر بإسناده أن أبا عقال المغربي: أقام بمكة أربع سنين لم يأكل، ولم يشرب، إلى أن مات. ودخل بعض الفقراء على أبي عقال، فقال له: سلام عليكم.

فقال له أبو عقال: وعليكم السلام فقال الرجل: أنا فلان فقال أبو عقال: أنت فلان، كيف أنت؟ وكيف حالك؟: وغاب عن حالته.

وقال هذا الرجل، فقلت له: سلام عليكم.

فقال: عليكم السلام وكأنه لم يرني قط.

ففعلت مثل هذا غير مرة، فعلمت أن الرجل غائب، فتركته، وخرجت من عنده.

سمعت محمد بن الحسين، يقول: سمعت عمر بن محمد بن أحمد يقول: سمعت امرأة أبي عبد الله النروغندي تقول: لما كانت أيام المجاعة، والناس يموتون من الجوع، دخل أبو عبد الله التروغندي بيته، فرأي في بيته مقدار منوين حنطة، فقال: الناس يموتون من الجوع، وفي بيتي حنطة!! فخولط في عقله، فما كان يفيق إلا في أوقات الصلاة يصلي الفريضة ثم يعود إلى حالته، فلم يزلَ كذلك إلى أن مات.

دلّت هذه الحكاية على أن هذا الرجل كان محفوظاً عليه آداب الشريعة عند غلبات أحكام الحقيقة وهذا هو صفة أهل الحقيقة، ثم كان سبب غيبته عن تمييزه: شفقته على المسلمين وهذا أقوى سمة لتحققه في حاله.

(واجد وجد اور وجود)صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ہاں مروّج الفاظ میں ''تواجدٌ، وجداً اور'' وجود'' بھی ہیں اپنے اختیار سے وجد لانے کو ''تواجد'' کہتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے کے شخص کا وجد کامل نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ کامل ہوتا تو وہ ''واجد'' کہلاتا اور باب تفاعل عموماً کسی صفت کو تکلّف سے اظہار کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

اذا تخارت و مابی من خزر　　　　ثمّ کسرت العین من غیر ماعور

ترجمہ :میں آنکھوں کو بناوت کے طور پر تنگ کر کے دیکھتا ہوں۔ حالانکہ میری آنکھیں چھوٹی نہیں ہیں۔ پھر آنکھوں کو بند بھی کر لیتا ہوں حالانکہ کہ کانا بھی نہیں ہوں۔

اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''تواجد''میں چونکہ تکلّف پایا جاتا ہے اور یہ تحقیق سے بعید ہے۔اس لئے غیر مسلّم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تواجد ان فقراء کے لئے مسلّم ہے جو مجرّد ہیں اور جو ان کیفیات کو پالینے کی تلاش میں رہتے ہیں انکی دلیل رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ حدیث ہے:روؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والی شکل بناؤ۔

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے وہ فرماتے ہیں ایک بار میں حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا اور اسوقت ابن مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے ایک قوال گا رہا تھا ابن مسروق رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگ تو اٹھ کھڑے ہوئے مگر حضور سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی حرکت نہ ہوئی میں نے عرض کیا۔جناب کیا آپ کو سماع سے لطف حاصل نہیں ہوتا؟ تو فرمایا۔

وَ تَرَی الۡجِبَالَ تَحۡسَبُہَا جَامِدَۃً وَّ ہِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل ۸۸)

ترجمہ:اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال۔

پھر فرمایا اے ابو محمد! کیا تجھے بھی سماع سے لطف نہیں آتا، میں نے عرض کیا! جب میں کسی ایسی جگہ جاؤں، جہاں مجلس سماع قائم ہو اور کوئی قابل تعظیم ہستی ہو تو میں اپنے آپ کو وجد سے روک لیتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو وجد کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور تکلفاً وجد کی حالت پیدا کر لیتا ہوں۔ اس حکایت میں انہوں نے ''تواجد'' کا لفظ استعمال کیا۔ مگر حضور سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو رد نہیں کیا۔ میں حضرت استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سُنا، کہ جب اس نے اکابر کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی برکت سے اس کے وقت کو محفوظ رکھا اور یوں بھی فرمایا۔ میں اپنے نفس کے وجد پر قابو پاتا ہوں اور جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو اُسے چھوڑ دیتا ہوں اور بناوٹی وجد پیدا کر لیتا ہوں۔ اس لئے کہ وقت اور غلبۂ وقت گزر جانے کے بعد اپنی مرضی سے وجد کو چھوڑ دینا ممکن نہیں لیکن چونکہ وہ شیوخ کے احترام کا لحاظ رکھنے میں صادق تھے تو اللہ نے بھی اس کے وقت کو محفوظ رکھا۔ تاکہ خلوت کے وقت وہ اپنے وجد کو کھلا چھوڑ سکے۔ لہٰذا جیسا کہ ذکر

ہو چکا۔ تواجد "وجد" کی ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد "وجد" کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور "وجد" یہ ہے کہ کیفیت تمہارے دل پر طاری ہو اور بغیر ارادہ اور تکلّف کے وارد ہو۔ اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں "وجد" وہ کیفیت ہے جو اتفاقاً طاری ہو اور یہ کیفیت اوراد کا پھل ہے لہٰذا جس کے وظائف زیادہ ہوں گے اللہ کی عنایت بھی اس پر زیادہ ہو نگی۔

میں نے حضرت استاد ابو علی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سُنا کہ صوفیاء پر جو واردات ہوتے ہیں وہ انکے اوراد کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس کا ظاہر میں کوئی ورد نہیں اس کا باطن میں کوئی اثر نہیں۔ ہر وہ وجد جس میں کسی ذات کا دخل ہو۔ وجد نہیں کہلاتا۔ چنانچہ جس طرح کسی انسان کو اپنے ظاہر معاملات میں کدوکاوش کرنے سے عبادت کی لذت حاصل ہوتی ہے اسی طرح انسان اپنے ان احوال باطن سے جو اس پر نازل ہوتے ہیں وجد محسوس کرتا ہے مختصر یہ کہ حلاوت، معاملات کا ثمرہ ہے اور "وجد" عنایت ربّانی کا نتیجہ۔

اب رہا "وجود" سو یہ وجد سے ترقی کر جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور جب تک بشریت فناء نہیں ہوتی "وجود حق" بھی حال نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ " سلطان حقیقت" کے ظہور کے وقت بشریت باقی نہیں رہ سکتی۔ حضرت ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان: میں بیس سال کے عرصہ سے "پانے" اور گم کرنے کی الجھن میں پڑا ہوں۔ کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب رب کو پاتا ہوں تو دل کو گم پاتا ہوں اور دل کو پاتا ہوں تو رب کو کھو دیتا ہوں۔

نیز حضور سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان: وجود رب سے مختلف ہے اور اس کا وجود علم سے مختلف ہے کا بھی یہی مطلب ہے اس سلسلہ میں یہ شعر بالعموم پڑھا جاتا ہے:

وجودي أن أغيب عن الوجود　　　بما يبدو عليَ من الشهود

ترجمہ: ان مشاہدات کی وجہ سے جو مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ میرا وجود اس وقت ہو گا جب میں وجود حق سے غائب ہو جاؤں۔

مختصر یہ کہ " تواجد" ابتداء ہے اور وجود انتہا اور وجد ان دونوں کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے۔

میں نے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یوں فرماتے سنا کہ: "تواجد" میں بندے کے لئے ضروری ہے کہ عبدیت کاملہ اس میں پائی جائے۔ وجد میں بندے کو استغراق حاصل ہوتا ہے اور وجود میں بندے کی ہلاکت ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے پاس آیا، پھر سمندر پر سوار ہوا اور پھر اس میں غرق ہو گیا اس کی ترتیب یوں ہے "نقود پھر ورود، پھر شہود" پھر "وجود اور پھر خمود" اور خمود اسی قدر ہو گا جس قدر وجود ہو گا۔

وجود والے انسان کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں "صحو" اور "محو" صحو اس حالت کو کہتے ہیں جب کہ اس کی بقاء حق کیساتھ ہو اور محو کی وہ حالت ہوتی ہے کہ اسے حق کیساتھ فناء حاصل ہو۔ صاحبِ وجود پر یہ حالتیں باری باری آتی رہتی ہیں۔ جب اس پر صحو کی

حالت غالب ہوتی ہے تو وہ حق کے ذریعہ حملہ بھی کرتا ہے اور بولتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں: میرے ذریعہ سے وہ سُنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے وہ دیکھتا ہے۔

میں نے حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سُنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ بن عبد اللہ کو فرماتے سُنا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں کھڑے ہو کر سوال کیا۔ کیا وجد والوں پر صحت وجود کے آثار ظاہر ہوتے ہیں؟ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:۔ ہاں یہ ایک نور ہے جو اشتیاق کی آگ کیساتھ مل کر چمکتا ہے اور اس کے آثار جسموں پر چمک اُٹھتے ہیں۔ جیسا کہ ابن المعتز نے کہا ہے۔

وأمطر الكأس ماء من أبارقها ... فأنبت الدر في أرض من الذهب

وسبح القوم لما أن رأوا اعجباً ... نوراً من الماء في نار من العنب

سلاقة ورثتها عاد عن إرم ... كانت ذخيرة كسرى عن أب فأب

ترجمہ: پیالے نے اپنی ناڑیوں کا پانی برسا دیا۔ سونے کی زمین میں موتی نکل آئے۔ جب لوگوں نے انگور کی آگ میں پانی کا نور دیکھا تو اللہ کی تسبیح پڑھنے لگے یہ ایسی شراب ہے جو قوم عاد کو قوم ارم سے ورثہ میں ملی اور آباؤ اجداد سے یہ کسریٰ کا ذخیرہ چلی آتی تھی۔

کسی نے ابو بکر دقی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ جہم دقی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کی حالت میں جوش میں آکر ایک درخت کو ہاتھ سے پکڑ کر جڑوں سے اکھیڑ دیا پھر اتفاق سے ایک دعوت میں دونوں اکھٹے ہوئے اس وقت ابو بکر دقی رحمۃ اللہ علیہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے جہم جوش میں آکر چکر لگانے لگے ابو بکر دقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب یہ میرے قریب آئے تو مجھے بتانا دقی کمزور تھے جہم گزرے، جب انکے قریب آئے تو لوگوں نے ابو بکر دقی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا یہ جہم ہے۔ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے جہم رحمۃ اللہ علیہ کو پنڈلی سے پکڑ کر ٹھہرا دیا۔ جہم رحمۃ اللہ علیہ میں اتنی طاقت نہ رہی کہ حرکت کر سکتے بے ساختہ پکار اٹھے، اے شیخ میری توبہ، تب ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو چھوڑ دیا۔

استاد امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہم رحمۃ اللہ علیہ کا جوش بھی حق تھا اور دقی رحمۃ اللہ علیہ کا پنڈلی پکڑنا بھی حق تھا جب جہم کو معلوم ہو گیا کہ دقی کا مرتبہ ان سے بلند ہے تو انہوں نے انصاف کے تقاضے سے ہار مان لی اس طرح جو شخص حق پر ہو گا ، کوئی چیز اس کے لئے مشکل نہیں مگر جب صوفی پر محویت کی کیفیت غالب ہو تو پھر اسے علم، عقل، فہم اور حس کچھ نہیں ہوتا۔

میں نے استاذ ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاذ سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ ابو عقال رحمۃ اللہ علیہ مغربی چار سال مکہ میں مقیم رہے اس عرصہ میں انہوں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی۔ ایک فقیر ان کے پاس

آیا اور کہا السلام علیکم۔ابو عُقال رحمۃ اللہ علیہ نے وعلیکم السلام کہا۔اس شخص نے کہا میں فلاں ہوں۔ابو عُقال رحمۃ اللہ علیہ جواب میں کہا، اچھا تو فلاں ہے تمہارا کیا حال ہے اور یہ کہہ کر اپنی حالت سے بے خبر ہوگئے۔یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے السلام علیکم کہا اور انہوں نے وعلیکم السلام کہا گویا انہوں نے مجھے مطلق دیکھا ہی نہیں میں کئی بار اس طرح کیا تو میں سمجھ گیا کہ ان پر غیوبت کی کیفیت طاری ہے لہٰذا میں ان کو چھوڑ کر چلا آیا۔

میں نے محمد بن الحسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سُناوہ فرماتے تھے کہ میں نے عمر بن محمد بن احمد سے سُناوہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ نروغندی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کو کہتے ہوئے سُنا کہ جب قحط سالی کا زمانہ تھا اور لوگ بھوکے مر رہے تھے تو ایک دن ابو عبد اللہ نروغندی رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے اور اپنے گھر میں تقریباً دو من گندم پایا۔یہ دیکھ کر فرمایا لوگ بھوکے مریں اور میرے گھر میں گندم ہو اس بات سے وہ اپنی عقل کھو بیٹھے صرف نماز کے وقت انہیں کچھ افاقہ ہوتا تھا فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد انکی حالت پھر وہی ہو جاتی تھی اور مرتے دم تک ان کی یہی حالت رہی۔

اس حکایت سے پتہ چلتا ہے کہ احکام حقیقت کے غلبہ کے باوجود یہ شخص آداب شریعت پابندی سے ادا کر رہا تھا۔اہل حقیقت کا یہی حال ہے پھر اپنی عقل کو کھو دینے کا سبب انکی وہ شفقت تھی جو انہیں مسلمانوں کیساتھ تھی۔یہ بہت قوی علامت ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ وہ عقل کھو بیٹھے تھے پھر بھی اپنی حالت پر آجاتے تھے۔[1]

شیخ نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال

حضرت امام عفیف الدین ابو سعادات عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۶۸ھ لکھتے ہیں :

وسمع ابو الحسین النوری رضی اللہ تعالی عنہ منشدا یقول:

مازلت انزل من ودادک منزلا   ا تتحیر الالباب دون نزوله

فتواجد وهام فی الصحراء، ووقع فی اجمه قصب قد قطع، وبقیت اصو له مثل السیوف، فکان یمشی علیها ویعید البیت الی الغداة والدم یسیر من رجلیه، ثم وقع مثل الکران فورمت قدماه ومات، رحمة اللہ تعالٰی علیه۔

حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوے سنا:

مازلت انزل من ودادک منزل   ا تتحیر الالباب دون نزوله

ترجمہ: تیری محبت میں ایسی منزل پر پہنچتا رہتا ہوں جہاں پہنچنے کے لئے عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں۔

---

[1] (الرسالة القشیرية، ص ۴۳، ۴۲، دار السلام، القاهره)

شعر سنتے ہی ان پر حال طاری ہوا اور وہ جنگل میں کٹے ہوئے بانسوں کی نوک دار جڑوں پر رقص کرتے ہوئے اس شعر کو دہراتے رہے۔ پاؤں لہولہان ہو گئے۔ صبح تک یہی عالم رہا اس کے بعد بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زخمی ہو کر پاؤں سوج گئے اور اسی حال وصال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔[1]

(۳) اسی طرح مفسر جلیل جامع بین الظواہر والبواطن عارف باللہ حضرت اسماعیل حقی بروسی حنفی نے تفسیر روح البیان (ج ۸ ص ۱۰۰ تا ۱۰۱ سورۃ زمر آیت نمبر ۲۳) میں سب سے پہلے معترضین کے اعتراضات نقل کئے اور آخر میں فرمایا:

"یقول الفقیر لا شک ان القدح و الجرح انما ھو فی حق اھل الریاء و الدعوی و فی حق من یقدر علی ضبط نفسه کما اشار علیه السلام بقوله (من عشق و عف و کتم ثم مات مات شهیدا فان من غلب علی حاله کان الادب له ان لا یتحرک بشئ لم یؤذن فیه و اما من غلب علیه الحال و کان فی امره محقا لا مبطلا فیکون کالمجنون حیث یسقط عنه القلم فبای حرکة تحرک کان معذورا فیها فلیس حال اھل البدایة و التوسط کحال اھل النهایة لا یقدر علیه من دونهم و کان الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنهم و من فی حکمهم ممن جاء بعدهم راعوا الادب فی کل حال و مقام بقوة تمکینهم بل لشدة تلوینهم فی تمکینهم فلا یقاس علیهم من لیس له هذا التمکین فرب اھل تلوین یفعل ما لا یفعله اھل التمکین وھو معذور فی ذلک لکونه مغلوب الحال و مسلوب الاختیار فلیجتهد العاقل فی طریق الحق بلا ریاء و دعوی و لیلازم الادب فی کل امر متعلق بفتوی او تقوی و لیحافظ علی ظاھره و باطنه من الشین و مما یورث الرین و الغین۔"[2]

ترجمہ: "فقیر کہتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قباحت اور جرح ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو کہ ریاکار اور باطل دعوی کرنے والے ہوں۔ اپنے آپ پر جو لوگ کنٹرول کرنے کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ جو لوگ اللہ کے عاشق ہوتے ہیں اور اپنے عشق کا اظہار نہیں کرتے اور اپنے عشق کو اپنے دل میں چھپانے کی قدرت رکھتے ہیں اور مر جاتے ہیں، شہید ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنی حالت پر غالب ہوتے ہیں تو ان لوگوں کیلئے ادب یہ ہے کہ ناجائز حرکت نہ کریں، جو حال پر غالب نہیں ہوتے ہیں اور اہلِ حق ہوتے ہیں اہلِ باطل نہیں ہوتے، پاگلوں کی طرح ان سے قلم اٹھالیا جاتا ہے اور ان کی حرکت پر ان کو معذور سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ یا تو یہ مبتدی ہوتے ہیں یا متوسط ہوتے ہیں، منتہی نہیں۔ اس لئے کہ منتہی جن باتوں پر قادر ہوتا ہے۔ غیر منتہی ان پر قادر نہیں۔ مبتدی اور متوسط کی حالت منتہی کی طرح نہیں۔ صحابہؓ کرام اور صحابہ کی مثل ہر حالت اور مقام میں ادب کا لحاظ ان کیلئے ضروری ہے قوتِ تمکین کے ساتھ بلکہ شدتِ تلوین فی التمکین میں خود پر قابو رکھتے ہیں یعنی منتہی پر عام لوگوں کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سارے اہل تلوین وہ کام کرتے ہیں جو اہلِ تمکین نہیں کرتے اسلئے کہ اہلِ تمکین خود پر قابو رکھتے ہیں جب کہ اہلِ تلوین پر حال غالب ہوتا

---

[1] (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایة السادسة والسبعون بعد المئتین، ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (تفسیر روح البیان: ج:۸: ص:۱۰۰ تا ۱۰۱ : سورۃ زمر آیت:۲۳: پارہ:۲۳)

ہے اور اختیار ان کا سلب ہو چکا ہو تا ہے تو عقل مند حق کی راہ سے بغیر ریا اور دعوی کے کوشش نہ کرے اور ہر وہ کام جس کا تعلق فتویٰ یا تقوی سے ہو ادب کا لحاظ رکھے اور اپنے اوپر لازم کرے کہ ظاہر اور باطن میں اپنے آپ کو عیب سے محفوظ رکھے۔ اور ان چیزوں سے جن میں شک اور میل پیدا ہو تا ہو تو اس سے اپنے آپ کو بچائے۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ مغلوب الحال نہیں ہوتے ان کو خلافِ شرع حرکت ہر گز نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ شریعت کے مطابق حرکات تواجد محمودہ میں کر سکتا ہے جیسے آئندہ بیان کیا جائے گا۔ جو لوگ مغلوب الحال ہو جائیں تو ہر قسم کی حرکات ان سے صادر ہوتی ہیں تو ہر حال میں ایسے لوگوں کی ہر حرکت اچھی ہے۔

اسی طرح علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روح البیان ج ۲ ص ۱۶۷ سورۃ آل عمران کی اس آیت پر کہ:

الَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُودًا ﴿آل عمران ۱۹۱﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر بھی۔

تو اپنی تفسیر میں وہ ذکر بالجہر، وجد و حال، مضبوط اور مدلل دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ تفصیلی عبارت وہاں ملاحظہ کریں۔ یہاں پر اختصار کی بناء پر ہم پوری عبارت نقل نہیں کر رہے۔

اسی طرح مفسر جلیل القدر فقیہ اعظم علامہ ابو البرکات عبد اللہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مدارک ج ۴ ص ۳۶ پر سورۃ زمر کی آیت ۲۳ کی تفسیر میں بدن کا لرزنا وجد اور حال کے اثبات اور شرافت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

"تقشعر ای تضطرب منه جلود الذین یخشون ربهم یقال اقشعر الجلد اذا تقبض تقبضا شدیدا و المعنی انهم اذا سمعوا بالقرآن و بآیات وعیده اصابهم خشیة تقشعر منها جلودهم وفی الحدیث اذا اقشعر جلد المؤمن من خشیة الله تحاتت عنه ذنوبه کما یتحات عن الشجرة الیابسة ورقها۔"

ترجمہ: قرآنِ کریم کی آیت کی تلاوت سن کر ان لوگوں کی کھال (جلد) حرکت میں آتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ کھال کا اکڑ جانا اور پھر لرزنا نیز معنی یہ ہوئے کہ اللہ سے ڈرنے والے جب قرآن سنتے ہیں تو اس کے سننے سے ان کی کھال لرزنے لگتی ہے اور اس میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں کہ: "جب مؤمن کی کھال اللہ کے خوف سے حرکت میں آتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں"۔

باب فی السماع

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَإِذا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ أَيْ بِالدَّمْعِ وَهُوَ فِي مَوْضِعِ الْحَالِ، وَكَذَا يَقُولُونَ. وَقَالَ امْرُؤُ الْقَيْسِ:

فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً عَلَى النَّحْرِ حَتَّى بَلَّ دَمْعِي مِحْمَلِي

وَخَبَرٌ مُسْتَفِيضٌ إِذَا كَثُرَ وَانْتَشَرَ كَفَيْضِ الْمَاءِ عَنِ الْكَثْرَةِ. وَهَذِهِ أَحْوَالُ الْعُلَمَاءِ يَبْكُونَ وَلَا يَصْعَقُونَ، وَيَسْأَلُونَ وَلَا يَصِيحُونَ، وَيَتَحَازَنُونَ وَلَا يَتَمَوَّتُونَ، کما قال تعالی:

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتاباً مُتَشابِهاً مَثانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر، ۲۳) وَقَالَ: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ۔

مِنَ الدَّمْعِ سے مراد، بِالدَّمْعِ ، ہے یعنی آنسوؤں کے ساتھ۔ یہ حال واقع ہو رہا ہے اسی طرح یقولون ہے۔ امرؤ القیس نے کہا:

فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً عَلَى النَّحْرِ حَتَّى بَلَّ دَمْعِي مِحْمَلِي

ترجمہ: میری آنکھوں سے بوجہ عشق کے آنسو میرے سینے پر بہہ گئے حتیٰ کہ میری آنسو نے میرے کجاوے کو بھی تر کر دیا۔

خبر مستفیض، مشہور خبر کو کہتے ہیں جب وہ پھیل جائے اور مشہور ہو جائے۔ جیسے پانی کی کثرت ہو تو کہتے ہیں: فَيْضِ الْمَاءِ ، یہ علماء کے احوال ہیں۔ جو روتے ہیں اور چنگھاڑتے نہیں، سوال کرتے ہیں اور چلاتے نہیں، پریشان ہوتے ہیں اور مرنے کا تکلف نہیں کرتے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتاباً مُتَشابِهاً مَثانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الزمر: ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام یعنی وہ کتاب جس کی آیتیں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال: ۲)

صرف وہی سچے ایماندار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل۔[1]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

فَرَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ لِي عِنْدَكَ خَطِيئَةٌ أَخْلَقَتْ بِهَا وَجْهِي فَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي، فَضَجَّتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ، وَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ: يَا يُوسُفُ! غُضَّ صَوْتَكَ فَلَقَدْ أَبْكَيْتَ مَلَائِكَةَ السَّمَاءِ!

ترجمہ: آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی: اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما، تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: اے یوسف: اپنی آواز کو پست رکھیں، آپ نے تو آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔[2]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وَقَالَ ابْنُ سَمْعَانَ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ: إِنَّهُمْ قَالُوا أَمْذَيْنَ عِشْقًا وَقَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ: عَشِقْنَهُ حَتَّى مَاتَ مِنْهُنَّ عَشْرٌ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ دَهَشًا وَحَيْرَةً وَوَجْدًا بِيُوسُفَ. وَقِيلَ: مَعْنَاهُ حِضْنَ مِنَ الدَّهَشِ، قَالَهُ قَتَادَةُ وَمُقَاتِلٌ وَالسُّدِّيُّ، قَالَ الشَّاعِرُ:

نَأْتِي النِّسَاءَ عَلَى أَطْهَارِهِنَّ … وَلَا نَأْتِي النِّسَاءَ إِذَا أَكْبَرْنَ إِكْبَارًا

ترجمہ: حضرت ابن سمعان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اصحاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے روایت کرتے ہوئے کہا: انہوں نے کہا کہ عشق کی وجہ سے ان کی مذی نکل گئی۔ وہب نے کہا: وہ آپ کے عشق میں یوں مبتلا ہوئیں کہ ان میں سے دس عورتیں دہشت، حیرت اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سبب وجد کی وجہ سے مر گئیں۔ ایک قول یہ ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ دہشت کے سبب ان کو حیض آ گیا۔[3]

یہ قتادہ، مقاتل اور سدی کا قول ہے۔

شاعر نے کہا:

نَأْتِي النِّسَاءَ عَلَى أَطْهَارِهِنَّ … وَلَا نَأْتِي النِّسَاءَ إِذَا أَكْبَرْنَ إِكْبَارًا

---

[1] (تفسیر القرطبی، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۳، ج ۶، ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج ۳، ص ۲۵۵)

[2] (تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۲۱، ج ۹، ص ۱۰۵، ج ۵، ص ۱۷۴ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[3] (المحرر الوجیز: جلد: ۳: صفحہ: ۲۳۹)

ترجمہ: ہم عورتوں کے پاس ان کے طہر میں آتے ہیں اور جب انہیں حیض آجائے تو ہم ان کے پاس نہیں آتے۔[1]

'أَكْبَرْنَ' سے مراد حیض کا آنا لیا گیا ہے۔[2]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

أَيُّهَا الْمَلِكُ! لَئِنْ لَمْ تُخَلِّ مَعَنَا أَخَانَا لَأَصِيحَنَّ صَيْحَةً تُبْقِي فِي مَدِينَتِكَ حَامِلًا إِلَّا أَسْقَطَتْ مَا فِي بَطْنِهَا، وَكَانَ ذَلِكَ خَاصَّةً فِيهِمْ عِنْدَ الْغَضَبِ، فَأَغْضَبَهُ يُوسُفُ وَأَسْمَعَهُ كَلِمَةً، فَغَضِبَ يَهُوذَا وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، وَانْتَفَجَتْ شَعَرَاتُهُ، وَكَذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ بَنِي يَعْقُوبَ، كَانَ إِذَا غَضِبَ، اقْشَعَرَّ جِلْدُهُ، وَانْتَفَخَ جَسَدُهُ، وَظَهَرَتْ شَعَرَاتُ ظَهْرِهِ، مِنْ تَحْتِ الثَّوْبِ، حَتَّى تَقْطُرَ مِنْ كُلِّ شَعْرَةٍ قَطْرَةُ دَمٍ، وَإِذَا ضَرَبَ الْأَرْضَ بِرِجْلِهِ تَزَلْزَلَتْ وَتَهَدَّمَ الْبُنْيَانُ، وَإِنْ صَاحَ صَيْحَةً لَمْ تسمعه حامل من النساء والبهائم وَالطَّيْرِ إِلَّا وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا، تَمَامًا أَوْ غَيْرَ تَمَامٍ، فَلَا يَهْدَأُ غَضَبُهُ إِلَّا أَنْ يَسْفِكَ دَمًا، أَوْ تَمْسِكَهُ يَدٌ مِنْ نَسْلِ يَعْقُوبَ، فَلَمَّا عَلِمَ يُوسُفُ أَنَّ غَضَبَ أَخِيهِ يَهُوذَا قَدْ تَمَّ وَكَمُلَ كَلَّمَ وَلَدًا لَهُ صَغِيرًا بِالْقِبْطِيَّةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْ يَهُوذَا مِنْ حَيْثُ لَا يَرَاهُ، فَفَعَلَ فَسَكَنَ غَضَبُهُ۔

ترجمہ: اے بادشاہ! اگر تو نے ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ نہ بھیجا تو میں ایسی چیخ ماروں گا کہ جس کی وجہ سے تیرے شہر کی حاملہ عورتیں اپنے حمل گرا دیں گی: اور یہ ان میں بالخصوص غصہ کے وقت ہوتا تھا: اس بات نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی غصہ دلا دیا۔ تو یہودا غصے میں آگیا اور اس کا غصہ شدت اختیار کر گیا، اس کے بال کھڑے ہو گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب بیٹوں کی یہی حالت تھی جب انہیں غصہ آتا تو ان کی جلد کانپنے لگتی، جسم پھول جاتا اور ان کی پیٹھ کے بال کپڑوں کے نیچے سے ظاہر ہو جاتے، یہاں تک کہ ہر بال سے خون کا قطرہ بہنے لگتا اور اگر وہ زمین پر پاؤں مار دیتا تو زلزلہ بپا ہو جاتا تھا اور عمارتیں گر جاتی تھیں اور اگر وہ چیخ مارتا تو عورتوں، جانوروں اور پرندوں میں سے جو بھی اسے سن لیتا وہ اپنے پیٹ میں جو کچھ ہوتا اسے گرا دیتا تھا، پھر اس کا غصہ تب تک نہیں تھمتا تھا جب تک کہ وہ خون نہ بہاتا پھر نسل یعقوب علیہ السلام میں سے کوئی ہاتھ اسے نہ روکتا: جب حضرت یوسف علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ ان کے بھائی یہودا کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے تو آپ نے اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ قبطی زبان میں گفتگو کی اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنا ہاتھ یہودا کے دونوں کندھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ وہ دیکھ نہ پائے، تو بچے نے اسی طرح کیا تو یہودا کا غصہ ختم ہو گیا۔[3]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

فَلَمَّا قَرَأَ يُوسُفُ الْكِتَابَ ارْتَعَدَتْ مَفَاصِلُهُ، وَاقْشَعَرَّ جِلْدُهُ، وَأَرْخَى عَيْنَيْهِ بِالْبُكَاءِ، وَعِيلَ صَبْرُهُ فَبَاحَ بِالسِّرِّ۔

---

[1] (تفسیر طبری: جلد: ۱۲: صفحہ: ۲۴۵)

[2] (تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۳۱، ج، ۹، ص، ۱۱۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج، ۵ ص، ۱۹۴)

[3] (تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۸۰، ج، ۹، ص، ۱۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج، ۵ ص، ۲۵۷)

ترجمہ: جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خط پڑھا تو آپ کے اعضاء کانپنے لگے جلد میں تھرتھراہٹ طاری ہو گئی اور آنکھوں سے رونے کی وجہ سے آنسوں بہنے لگے اور آپ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو یہ بھید کھل گیا۔[1]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

قُلْتُ: وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَ مَشَايِخِ الصُّوفِيَةِ: ذِكْرُ الْجَفَا فِي وَقْتِ الصَّفَا جَفَا، وَهُوَ قَوْلٌ صَحِيحٌ دل عليه الكتاب. وقيل: لأن في دخول السِّجْنَ كَانَ بِاخْتِيَارِهِ بِقَوْلِهِ: رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ۔

ترجمہ: میں (قرطبی) نے کہا: یہی صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک اصل ہے کہ صفا کے وقت جفا کو ذکر کرنا بھی جفا ہے، صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا یہ قول صحیح ہے جس پر کتاب اللہ بھی دال ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ آپ کے قید میں جانے میں خود اپنا اختیار تھا کہ آپ نے خود کہا تھا:

رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ۔

ترجمہ: اے میرے رب جیل مجھے اس کام کے بدلے پسند ہے جس کی دعوت مجھے یہ عورتیں دے رہی ہیں۔[2]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

الثالثة: قال زيد بن أسلم: قرأ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ومعه أصحابه فرقوا فقال النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْتَنِمُوا الدُّعَاءَ عِنْدَ الرِّقَّةِ فَإِنَّهَا رَحْمَةٌ. وَعَنِ الْعَبَّاسِ أَنَّ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْمُؤْمِنِ مِنْ مَخَافَةِ اللَّهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْبَالِيَةِ وَرَقُهَا. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ عَبْدٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ. وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حوشب عن أم الدرداء قَالَتْ: إِنَّمَا الْوَجَلُ فِي قَلْبِ الرَّجُلِ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ، أَمَا تَجِدُ إِلَّا قُشَعْرِيرَةً؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ فَإِنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ ذَلِكَ مُسْتَجَابٌ. وَعَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ قَالَ: قَالَ فُلَانٌ: إِنِّي لَأَعْلَمُ مَتَى يُسْتَجَابُ لِي. قَالُوا: وَمِنْ أَيْنَ تَعْلَمُ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدِي، وَوَجِلَ قَلْبِي، وَفَاضَتْ عَيْنَايَ، فَذَلِكَ حِينَ يُسْتَجَابُ لِي. يُقَالُ: اقْشَعَرَّ جِلْدُ الرَّجُلِ اقْشِعْرَارًا فَهُوَ مُقْشَعِرٌّ وَالْجَمْعُ قَشَاعِرُ فَتُحْذَفُ الْمِيمُ، لِأَنَّهَا زَائِدَةٌ، يُقَالُ أَخَذَتْهُ قُشَعْرِيرَةٌ. قَالَ امْرُؤُ الْقَيْسِ:

فَبِتُّ أكابد ليل التمام ... و والقلب مِنْ خَشْيَةٍ مُقْشَعِرُّ

وَقِيلَ: إِنَّ الْقُرْآنَ لَمَّا كَانَ فِي غَايَةِ الْجَزَالَةِ وَالْبَلَاغَةِ، فَكَانُوا إذا رأوا عجزهم عَنْ مُعَارَضَتِهِ، اقْشَعَرَّتِ الْجُلُودُ مِنْهُ إِعْظَامًا لَهُ، وَتَعَجُّبًا مِنْ حُسْنِ تَرْصِيعِهِ وَتَهَيُّبًا لِمَا فِيهِ، وَهُوَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: لَوْ أَنْزَلْنا هذَا الْقُرْآنَ عَلى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ [(الحشر: ٢١) فَالتَّصَدُّعُ قَرِيبٌ مِنَ الِاقْشِعْرَارِ، وَالْخُشُوعُ قَرِيبٌ مِنْ قَوْلِهِ: ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلى ذِكْرِ اللَّهِ وَمَعْنَى لِينِ الْقَلْبِ رِقَّتُهُ وَطُمَأْنِينَتُهُ وَسُكُونُهُ۔

[1] (تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۸۹، ج، ۹، ص، ۱۶۸، ج، ۵ ص، ۲۷۱ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (سورۃ یوسف: ۳۳)(تفسیر القرطبی، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ج، ۹، ص، ۱۷۵، ج، ۵ ص، ۲۸۱ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بَاب فِی السماع

مسئلہ نمبر۳: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ہاں تلاوت کی جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ بھی موجود تھے ان کے دل نرم پڑ گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دل کی نرمی کے وقت دعا کو غنیمت جانو کیونکہ وہ رحمت ہے" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب مؤمن کی جلد اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتی ہے تو اس سے اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جس طرح بوسیدہ درخت سے اس کے اوراق جھڑ جاتے ہیں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی بندے کی جلد نہیں کانپتی مگر اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام کر دیتا ہے"۔[1]

شہر بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے: انسان کے دل میں خوف شاخوں کے جلنے کی طرح ہے کیا تو کپکپی نہیں پاتا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ اس موقع پر دعا کرو کیونکہ اس موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فلاں نے کہا: میں جانتا ہوں کب میری دعا قبول ہوتی ہے؟ لوگوں نے پوچھا: تجھے اس کا کیسے علم ہوتا ہے؟ کہا: جب میری جلد میں کپکپی طاری ہوتی ہے، میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور میری آنکھیں بہہ پڑتی ہیں یہ وہ وقت ہوتا ہے جب میری دعا قبول ہوتی ہے۔ یوں اس کا باب ذکر کیا جاتا ہے:

اقْشَعَرَّ جِلْدُ الرَّجُلِ اقْشِعْرَارًا فَهُوَ مُقْشَعِرٌّ۔

اس کی جمع، قَشَاعِرُ، ہے تو اس کی میم حذف کر دی جاتی ہے کیونکہ یہ زائدہ ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: اَخَذَتْهُ قُشَعْرِيرَةٌ. امراؤ القیس نے کہا:

فَبِتُّ أكابد ليل التمام　　و القلب مِنْ خَشْيَةٍ مُقْشَعِرُّ

ترجمہ: میں نے تمام رات بڑی تکلیف میں گزاری جبکہ دل خوف کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: قرآن جو بہت ہی ذی شان اور بلیغ ہے جب وہ اس کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز دیکھتے تو اس کی عظمت کی بنا پر اس کے حسن سے تعجب کی خاطر اور اس میں جو کچھ ہے اس سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ان کی جلدوں میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

لَوْ أَنْزَلْنا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر: ۲۱)

[1] (معالم التنزیل: جلد: ۵: صفحہ: ۱۲)

تضرع یہ اقشعرار کے قریب ہے خشوع اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے قریب ہے ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ، لین قلب کا معنی اس کی نرمی، طمانیت اور اس کا سکون ہے۔[1]

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

(فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ) أي بالنبات، قال مجاهد. يُقَالُ: اهْتَزَّ الْإِنْسَانُ أَيْ تَحَرَّكَ، وَمِنْهُ:

تَرَاهُ كَنَصْلِ السَّيْفِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى　　إِذَا لَمْ تَجِدْ عِنْدَ امْرِئِ السَّوْءِ مَطْمَعَا

فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ، یعنی نباتات سے جھومنے لگتی ہے، یہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: اهْتَزَّ الْإِنْسَانُ ، یعنی انسان نے حرکت کی اسی معنی میں یہ قول ہے: تَرَاهُ كَنَصْلِ السَّيْفِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى۔ تو اسے دیکھے گا کہ وہ تلوار کے پھل کی طرح سخاوت کے لئے جھومتا ہے۔[2]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

دل را قیدِ جسم رہا مے کنیم ما　　ایں دانہ راز کاہ جدا مے کنیم ما

آگے محبوبِ حقیقی سے عرض ہے جس کا انداز عاشقانہ و مستانہ ہے اور غلبۂ حال میں ایسا انداز اگرچہ ادب سے (کسی قدر نکل جائے معاف ہوتا ہے۔[3]

اے عدوے شرم و اندیشہ بیا　　کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

ترجمہ: اے (محبوب) ناموس و اندیشہ کو ناپسند کرنے والے! (میرے دل میں) آ (اور تجلی فرما) کیونکہ میں نے شرم و حیا کا پردہ چاک کر دیا۔

مطلب: ظاہر ہے کہ جب قلب میں تجلیِ حق ہو گی تو بے خودی و مستی کا ظہور ہو گا جو دنیوی عز و شان سے متضاد ہے اور اس سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اہلِ ملامت عاشق کے پیچھے پڑ جائیں گے مگر عاشق کو اس کی پروا نہیں وہ ان باتوں کی پروا کو بالائے طاق رکھ چکا ہے۔[4]

اب اللہ کے فضل اور اس کے کرم سے ہم وجد و تواجد کو قرآن، احادیث و آثار مبارکہ اور مذاہب اربعہ اور سلاسل اربعہ اور دیگر کتب سے ثابت کریں گے۔

---

[1](تفسیر القرطبی، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج ۱۵، ص ۱۶۳، ۱۶۲، ج ۸، ص ۲۶۷ دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[2](تفسیر القرطبی، سورۃ فصلت، تحت الآیۃ: ۳۹، ج ۱۵، ص ۲۳۸، ج ۸، ص ۳۸۴ دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[3](مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۴۳)
[4](مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۴۳)

بَابٌ فِی السماع

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ قَوْمِ مُوسٰى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (الاعراف ۱۵۹)

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

حضرت علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی، حنفی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(واختار موسى قومه سبعين رجلا لميقاتنا) إن موسى عليه السلام اختار سبعين رجلا من أشراف قومه ونجباءهم أهل الإستعداد والصفاء والإرادة والطلب والسلوك (فلما أخذتهم الرجفة) أي رجفة البدن التي هي من مبادي صعقة الفناء عند طريان بوارق الأنوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة للسالكين عند الذكر أو سماع القرآن أو ما يتأثرون به حتى تكاد تتفرق أعضائهم وقد شاهدنا ذلك في الخالدين من أهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم في صلاتهم صياح معه فمنهم من يستأنف صلاته لذلك ومنهم من لا يستأنف وقد كثر الإنكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون: إن كانت هذه الحالة مع الشعور والعقل فهي سوأ أدب ومبطلة للصلاة قطعا وإن كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهي ناقضة للوضوء ونراهم لا يتوضؤون وأجيب بأنها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهي كالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلاة وقد نص بعض الشافعية أن المصلي لو غلبه الضحك في الصلاة لا تبطل صلاته ويعذر بذلك فلا يبعد أن يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الإختيارية بما ذكر ولا يلزم من كونه غير إختياري كونه صادرا من غير شعور فإن حركة المرتعش غير إختيارية مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنى للإنكار نعم كان حضرة مولانا الشيخ خالد قدس سره يأمر من يعتريه ذلك من المريدين بالوضوء وإستئناف الصلاة سدا لباب الإنكار والحق أن ما يعتري هذه الطائفة غير ناقض للوضوء لعدم زوال العقل معه لكنه مبطل للصلاة لما فيه من الصياح الذي يظهر به حرفان مع أمور تأباها الصلاة ولا عذر لمن يعتريه ذلك إلا إذا ابتلي به بحيث لم يخل زمن من الوقت يسع الصلاة بدونه فإنه يعذر حينئذ ولا قضاء عليه إذا ذهب منه ذلك الحال كمن به حكة لا يصبر معها على عدم الحك۔

ترجمہ: (اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لئے چنے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء کو چنا جو اس قدر صفاء ارادت اور طلب وسلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن کو رجفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقہ الفناء کے مبادیات سے ہے جب انوار و تجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے ۔ جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا طریان ہے۔ اور بہت دفعہ یہ حرکت سالکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن کے سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھرنے لگتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے شیخ المشائخ حضرت خالد علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں کیا ہے۔ اور بسا اوقات ان کو نماز کے اندر چیخ وپکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (یہاں تک کہا

کہ) ان پر انکار بھی بکثرت کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے ہوتے ہوئے ہوئی تو پھر یہ سوءادب بھی ہے اور نماز کو باطل بھی کر دیتی ہے۔ اور اگر یہ حالت عقل و شعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر یہ وضو کو توڑنے والی ہے۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل وشعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔ عقل و شعور موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور بعض شوافع نے نصاً فرمایا ہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسنا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہوگی اور اس نمازی کو معذور قرار دیا جائے گا لہٰذا بعید (دور) نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری اثرات کو (حکمی طور پر) چھینک اور جمائی سے ملحقہ قرار دیا جائے اور ان کے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ عقل و شعور کے بغیر ہو۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہٰذا کوئی معنی نہیں انکار کا اور نہ کوئی انکار کی وجہ ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ای لذکر اللہ بالرحمۃ وعموم المغفرۃ، والاطلاق لاشعار بأن أصل أمرہ الرحمۃ وأن رحمتہ سبقت غضبہ التعدیۃ بالی لتضمین معنی السکون والاطمئنان وذکر القلوب لتقدم الخشیۃ التی ھی من عوارضھا یعنی اذا ذکر عذاب اللہ فی آیات الوعید من القرآن یخاف قلوب المؤمنین تقشعر جلودھم، والاقشعرار انقباض وتغیر فی جلد الانسان عند الخوف واذا ذکر اللہ بالرحمۃ فی آیات الوعد من القرآن تلین جلودھم وتسکن قلوبھم، لمّا وصف اللہ القرآن یکونہ مثانی ژنی فیہ ذکر الوعید والوعد وصفہ بما یتأثر بہ المؤمنون عند الوعید والوعد فکان تقدیر الکلام یخاف منہ قلوب الذین یخشون ربھم وتقشعر جلودھم ثم تلین جلودھم وتطمئن قلوبھم الی ذکر اللہ، عن العباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: "اذا اقشعر جلد العبد من خشیۃ اللہ تحاتت عنہ ذنوبہ کما یتحاتت عن الشجر الیابسۃ ورقھا" رواہ الطبرانی بسند ضعیف ورواہ البغوی، وفی روایۃ للبغوی اذا اقشعر جلد العبد من خشیۃ اللہ حرمہ اللہ علی النار۔ فان قیل

[1] (تفسیر روح المعانی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ج۹، ص۱۱۶،۱۱۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

بعض أهل العشق من الصوفية الكرام يغشى عليه عند استماع القرآن فهل هو من الأحوال الحميدة أو القبيحة وقد شنع عليهم الامام محيي السنة البغوی رحمة الله عليه فی تفسيره فقال: قال قتادة هذا يعنی ما ذكر من اقشعرار الجلد من خشية الله نعت أولياء الله نعتهم الله بأن تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم بذكر الله ولم ينعتهم بذهاب عقولهم والغشيان عليهم انما ذلک فی أهل البدع وهو من الشيطان، أخبرنا عبد الله بن الزبير قال قلت لجدتی أسماء بنت أبی بكر كيف كان أصحاب رسول الله ﷺ يفعلون اذا قرئ عليهم القرآن قالت كانوا كما نعتهم الله عزوجل تدمع عيونهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناساً اذا قرئ عليهم القرآن خرّ أحدهم مغشياً عليه فقالت أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، وروى البغوی أن ابن عمر مرّ علی رجل (من أهل العراق) ساقط فقال ابن عمر ما بال هذا؟ قالوا انه اذا قریء عليه القرآن وسمع ذكر الله سقط فقال ابن عمر انا لنخشی الله وما نسقط وقال ابن عمر ان الشيطان يدخل فی جوف أحدهم ما كان هكذا صنيع أصحاب رسول الله ﷺ ؟ قلت وجه طريان هذه الحالة كثرة نزول الركات والتجليات مع ضيق حوصلة الصوفی وضعف استعداده وانما لم توجد هذه الحالة فی الصحابة رضی الله عنهم مع وفور بركاتهم لأجل سعة حواصلهم وقوة استعداداتهم ببركة صحبة النبی ﷺ وأما غير الصحابة من الصوفية فعدم طريان تلک الحالة عليهم اما لقلة نزول البركات واما لسعة الحوصلة والعجب من الامام الهمام محيي السنة البغوی رحمه الله كيف أنكر علی أصحاب تلک الحالة وشنع عليهم ونسی قوله تعالی: "وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (سبا: ٢٣) وقد روی هو فی تفسير تلک الاية عن النواس بن سمعان رضی الله عنه اذا أراد الله بالأمر تكلم بالوحی أخذت السماوات منه رجفةً أو قال رعدةً شديدة خوفاً من الله فاذا سمع ذالک أهل السماوات صعقوا وخروا لله سجداً فيكون أول من يرفع رأسه جبرئيل الحديث، وروی البخاری عن أبی هريرة عن النبی ﷺ نحوه بلفظ (اذا قضی الله الأمر فی السمأ ضربت الملائكة بأجنحتها خضعاناً لقوله كأنه سلسلة علی صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذاقال ربكم قالوا الحق) الحديث، وقوله تعالیٰ: فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا (الأعراف، ١٤٣) وقول ابن عمر ان الشيطان يدخل فی جوف أحدهم وكذا استعاذة أسماء محمول علی أنهما زعما غشی ذالک الرجل تكلفاً ومكراً ولذا نسباه الی الشيطان وانما كان انكار تلک الحالة منهما لعدم طريان الحالة عليهما وعلی أمثالها بناءً علی وسعة الحوصلة وقوة الاستعداد، ويدل علی ما قلت أنه ذكر عند ابن سيرين الذين يصرعون اذا قریء عليهم القرآن فقال بيننا وبينهم أن يقعد أحدهم علی ظهر بنية باسطاً رجليه ثم يُقرأ عليهم القرآن من أوله الی آخره فان رمی بنفسه فهو صادق حيث علّق صدقه علی رمی نفسه من ظهر بنية مرتفعة فعلم منه أنه حمل صرعه علی الكذب التكلف، اعلم أن البشر أقوی استعداداً وأوسع حوصلة من الملائكة كما يشهد عليه قوله تعالی: إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (البقرة ٣٠) وقوله تعالی: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (الأحزاب، ٧٢) الآية، ولاجل ذلک يأتی حالة الغشی علی الملائكة كلما سمعوا الوحی دون البشر وأما البشر فاذا تم نزوله لا يتغير حاله الا نادراً واذا تم عروجه وقصر

نزوله يتغير غالباً وأعلم أن الصوفى متى كان فى السكر يتغير حاله غالباً عند ذكر المحبوب فى الشعر والتغنى ولذلک يستحبون السماع لكن تغير الحال عند سماع القرآن أشرف منه حالاً لأن عند استماع القرآن وتلاوته تتنزل البركات الأصلية المتعلقة بالتجليات الذاتية والصفات الحقيقية ولا سبيل اليها لأكثر الصوفية المحتبسين فى مقام ولأجل ذلک تراهم يتغير حالهم عند السماع مالا يتغير عند تلاوة القرآن وأما الذين صعدوا ذروة الأفق الأعلى ثم دنا رب العزة وتدلى فكان قاب قوسين أو أدنى، لا تتغير أحوالهم الا كما كان يتغير حال أصحاب رسول الله ﷺ رضى الله عنهم تدمع عيونهم، وتقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم وتطمئن قلوبهم الى ذكر الله۔

ترجمہ: ذکر اللہ عزوجل سے قبل قلوب کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خشیت کا بنیادی اثر دل پر ہی پڑتا ہے اور یہ دل کے عوارض میں سے ہی ہے۔

کیونکہ قرآن کی آیات وعید میں جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مومنین کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور انکے بدن کانپنے لگ جاتے ہیں اقشعرار کا معنی ہے خوف کے وقت انسان کے بدن کا منقبض ہو جانا، سکڑ جانا اور اس میں تغیر رونما ہونا۔ رعشہ طاری ہونا اور جب قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں رحمت کا وعدہ ہے تو مومنین کے بدن نرم پڑ جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو اطمینان اور سکون نصیب ہو جاتا ہے۔

پہلے قرآن کریم کے بارے فرمایا کہ وہ مثانی ہے کیونکہ اس کی آیات وعد وعید کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے اور اس مقام پر وہ اثر بیان فرمادیا جو اہل ایمان وعدہ وعید کی آیات سنتے وقت قبول کرتے ہیں۔

پس تقدیر کلام اس طرح ہے:

يخاف منه قلوب الذين يخشون ربهم وتقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم وتطمئن قلوبهم الى ذكر الله۔

قرآن کریم پڑھتے وقت ان کے دل خوفزدہ رہتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور ان کے بدن کانپنے لگتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے وقت ان کے بدن نرم پڑ جاتے ہیں اور ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کا بدن اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپنے لگتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔ [1]

اسے طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور علامہ بغوی نے ایک روایت میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب بندے کا بدن خوف سے کانپنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام قرار دیتے ہیں۔ [2]

---

[1] (معالم التنزيل، ج۵، ص۱۲، دار الفكر)

[2] (معالم التنزيل، ج۵، ص۱۲، دار الفكر)

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض صوفیاء کرام میں سے بعض اہل عشق پر قرآن کریم سنتے وقت غشی طاری ہو جاتی ہے تو کیا ایسا ہونا قابل تعریف اور پسندیدہ وصف ہے یا کہ قبیح اور ناپسندیدہ؟

اس کے بارے امام محی السنتہ علامہ بغوی رحمتہ اللہ علیہ نے تو اپنی تفسیر میں انتہائی سخت موقف اختیار کیا ہے اور اسے انتہائی قبیح اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قتادہ نے اس کے بارے یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے بدن کا کانپ جانا یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ ذکر اللہ کے سبب ان کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور ان کے دل راحت اور سکون حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا یہ وصف بیان نہیں فرمایا کہ تلاوت قرآن کے وقت ان کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں اور ان غشی اور بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا اہل بدعت کا خاصہ ہے اور یہ کیفیت شیطان کے جانب سے طاری کی جاتی ہے۔[1]

ہمیں یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا (اس مقام پر حضرت عبد اللہ نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جدی (دادی) کہا ہے حالانکہ آپ ان کی والدہ تھیں اور جدہ کا لفظ ماں کے لیے مستعمل نہیں۔ شاید اس عبارت میں سہو ہے) کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے پاس جب قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تھی تو ان کی کیفیت کیا ہوتی تھی؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تلاوت قرآن کے وقت جو کیفیت ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کی وہی کیفیت ہی تھی کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی جھڑ رہے ہوتے اور ان کے بدن لرزہ بر اندام ہوتے۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس قرآن کریم پڑھا جاتا ہے تو وہ غش کھا کر گر پڑتے ہیں؟ تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں یہ پڑھا: **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔**[2]

علامہ بغوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا گزر (اہل عراق میں سے) ایک کے پاس سے ہوا جو گرا پڑا تھا اور اس پر غشی کی کیفیت طاری تھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسے کیا ہوا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ جب اس کے پاس قرآن پاک پڑھا جائے اور یہ اللہ کا ذکر سنے اس پر یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ گر جاتا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا بلاشبہ بالیقین ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن اس طرح

---

[1] (معالم التنزیل، ج، ۵، ص، ۱۲، دار الفکر)

[2] (معالم التنزیل، ج، ۵، ص، ۱۲، دار الفکر)

نہ گرتے ہیں نہ بے ہوش ہوتے ہیں اور آپ نے مزید فرمایا کہ شیطان ان کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے (اور وہ انھیں اس طرح گرادیتا ہے) حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام تو اس طرح نہیں کرتے تھے۔[1]

میں کہتا ہوں اس حالت کے سبب اللہ تعالیٰ کی جانب سے برکات و تجلیات کا کثرت سے نازل ہوتا ہے جبکہ صوفی کا ظرف تنگ اور قوت برداشت اور استعداد کمزور ہوتی ہے، لیکن یہ کیفیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طاری نہیں ہوتی تھی اس کے باوجود کہ ان پر برکات و تجلیات کا وافر اور کثرت سے نزول ہوتا تھا تو اس کا سبب اور وجہ یہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کے ظروف انتہائی وسیع اور قوت برداشت انتہائی مضبوط اور زیادہ تھی۔ (لہٰذا نہ ان پر غشی طاری ہوتی اور نہ وہ بے ہوش ہو کر گرتے) صحابہ کرام کے علاوہ دیگر صوفیاء میں سے جن پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تو اس کا سبب یا تو نزول برکات کا کم ہونا ہے یا پھر ان کے حوصلے اور ظرف کا وسیع ہونا ہے۔ لیکن تعجب ہے امام محی السنہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ پر انہوں نے ان صوفیاء کرام کا کیسے انکار کر دیا ہے جن پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ انہوں نے انہیں ناپسند اور قبیح قرار دیا ہے، کیا وہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد بھول گئے:

حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّکُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡکَبِیۡرُ (سورۃ سبا: ۲۳)

حالانکہ آپ نے خود اس آیت کی تفسیر میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کا ارادہ فرماتا ہے اور وحی کے الفاظ بیان فرماتا ہے تو اس کے سبب) یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے) تمام آسمان پر شدید لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور جب آسمانوں کے مکین اسے سنتے ہیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں۔ الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو کلام سن کر عجز و انکساری کے ساتھ ملائکہ اپنے پر مارتے ہیں تو اس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے چٹان پر زنجیر لگنے کی آواز آتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے وہ گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے (تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ تو دوسرے جواب دیتے ہیں (اس نے جو فرمایا ہے) حق ہے۔ الحدیث۔[2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا (سورۃ الاعراف: ۱۴۳)

[1] (معالم التنزیل، ج۵، ص۱۳، دار الفکر)
[2] (صحیح البخاری تفسیر سورۃ سباء)

ترجمہ: پھر جب اس کے رب عزوجل نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ شیطان تمہارے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسی طرح حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا تو انہیں اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ اس مقام پر ان دونوں کو یہ گمان ہوا کہ اس آدمی نے مکر فریب کے ساتھ اپنے اوپر غشی طاری کر رکھی ہے اور اس وجہ سے انہوں ایسے انسان کی نسبت شیطان کی طرف کی اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے حوصلے وسیع تھے قوت استعداد قوی تھی اس لئے ان پر اور اس کی مثل دیگر افراد پر ایسی حالت کبھی طاری نہ ہوتی تھی (اس بنا انہیں یہ شبہ ہوا کہ اس آدمی نے مکر و فریب سے یہ حالت بنا رکھی ہے) جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر بطور دلیل یہ بھی ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا جو قرآن کریم کی تلاوت سن کر غش کھا کر گر پڑتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہمارے اور ان کے درمیان فرق اس طرح ظاہر ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی مکان کی چھت سے نیچے پاوں لٹکا کر بیٹھ جائے۔ پھر اس پاس اول سے لے کر آخر تک قرآن کریم پڑھا جائے تو اگر وہاں قرآن کریم سن کر گر پڑے اور بیہوش ہو جائے تو سمجھ لو وہ سچا ہے۔[1]

بصورت دیگر اس پر غشی اور اس کی گرنے کو جھوٹ اور مکر و فریب پر محمول کیا جائے گا۔ گویا کہ آپ نے اس کی سچائی ایک اور بلند و بالا مکان کی چھت سے اپنے آپ کو گرانے کے ساتھ معلق کر دیا ہے (تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ایسے لوگوں کو فریبی خیال کرتے تھے)۔

جاننا چاہیئے کہ انسان کی قوت برداشت ملائکہ سے زیادہ قوی ہے اور انسان کا حوصلہ اور ظرف ملائکہ کے بنسبت زیادہ وسیع ہے۔ جیسا کہ اس پر اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً سے إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرہ:۳۰) تک۔

اور مزید فرمایا:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ (الاحزاب:۷۲)

---

[1] (معالم التنزیل، ج،۵،ص،۱۳،دار الفکر)

یہی وجہ ہے ملائکہ جب بھی وحی سنتے ہیں تو ان پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے لیکن انسان پر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کا نزول جب مکمل ہو جاتا ہے تو سوائے کسی نادر مثال کے ان کی حالت میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا اور جب انسان کا عروج مکمل ہو لیکن نزول ناقص ہو تو پھر اکثر حالت بدل جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جب صوفی حالت سکر میں ہوتا ہے تو شعر اور تغنی کی صورت میں محبوب کا ذکر سنتے وقت اسکی حالت اکثر بدل جاتی ہے یہی وجہ ہے صوفیاء سماع کو پسند کرتے ہیں لیکن سماع قرآن کے وقت حالت کا تبدیل ہونا اس سے کہیں اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ قرآن کریم سننے اور اس کی تلاوت کے وقت ان پر برکات اصلیہ کا کثرت سے نزول ہوتا ہے جو تجلیات ذاتیہ اور صفات حقیقیہ سے متعلق ہوتی ہے لیکن ایسے کثیر صوفیاء جو ایک ہی مقام پر رکے ہوئے ہیں (یعنی ان کے درجات و مراتب میں ترقی نہیں ہو رہی)وہ ان برکات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس وجہ آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ سماع کے وقت ان کی حالت بدل جاتی ہے مگر تلاوت قرآن کریم کے وقت ان میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے صوفیاء جو ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے افق اعلیٰ تک جا پہنچے پھر رب العزت کے قریب تر ہوئے اور:دَنَا فَتَدَلّٰى ، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى (سورۃ النجم: ۹،۸) کے مقام پر فائز ہوئے ان کی حالت میں قطعاً تغیر تبدل رونما نہیں ہوتا مگر صرف اتنا جتنا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے حال میں تغیر وبدل رونما ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہنے لگتے تھے اور ان کے بدنوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ ان کے بدن نرم پڑ جاتے اور ان کے دل قرار و اطمینان حاصل کر لیتے ہیں۔[1]

شیخ عارف باللہ ابو محمد صدرالدین روزبہان بن ابی نصر بقلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، ومفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ،، لکھتے ہیں :

قال النہر جوری رحمہ اللہ : وصف اللہ بھذہ الآیۃ سماع المریدین وسماع العارفین۔ وقال: سماع المریدین بإظھار الحال علیھم، وسماع العارفین بالطمأنیۃ والسکون۔

ترجمہ: حضرت نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سماع مریدین اور سماع عارفین کے وصف کو بیان فرمایا ہے، اور فرمایا: مریدین کا سماع ان پر حال (وجد) کا اظہار کرتا ہے اور عارفین کا سماع طمانیت اور سکون کے ساتھ ہوتا ہے۔[2]

---

[1] (تفسیر مظھری، الزمر: ۲۳، ج۶، ص، ۱۶۴، تا، ۱۶۶ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج، ۳، ص، ۲۱۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، وتفسیر روح البیان، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج، ۸، ص، ۱۱۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب فی السماع

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

فالاقشعرار صفة اهل البداية واللين صفة اهل النهاية وعن شهر بن حوشب قالت أم الدرداء رضی الله عنها انما الوجل فی قلب الرجل كاحتراق السعفة أما تجد إلا قشعريرة قلت بلى قالت فادع الله فان الدعاء عند ذلک مستجاب وذلک لانجذاب القلب الى الملكوت وعالم القدس واتصاله بمقام الانس۔

ترجمہ: پس رونگٹے کھڑے ہوجانا مبتدیوں کی صفت ہے اور نرم ہوجانا منتہیوں کی صفت ہے۔ اور حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں وجل (خوف) کا ہونا ایسے ہے جیسے جلانے والی پھنسی۔ (مجھ سے فرمایا) کیا تو بدن کا لرزنا کپکپی کی حالت کو پاتا ہے؟ میں عرض کی، ہاں۔ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس لیے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اور یہی وقت ہے عالم قدس اور ملکوت کی طرف دل کے کشش کرنے کا اور مقام انس میں پہنچنے کا۔[1]

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ومنها ان الاقشعرار امر مستجلب للرحمة قال عليه السلام (إذا اقشعر جلد العبد من خشية الله تحاتت عنه ذنوبه) اى تساقطت (كما يتحات عن الشجرة اليابسة ورقها) وعنه عليه السلام (إذا اقشعر جلد العبد من خشية الله حرمه الله على النار) ولما اتخذ الله ابراهيم خليلا القى فى قلبه الوجل حتى ان خفقان قلبه يسمع من بعيد كما يسمع خفقان الطير فى الهواء قال مسروق ان المخافة قبل الرجاء فان الله تعالى خلق جنة ونارا فلن تخلصوا الى الجنة حتى تمروا بالنار ومنها ان غاية ما يحصل للعابدين من الأحوال المذكورة فى هذه الآية من الاقشعرار والخشية والاطمئنان قال قتادة هذا نعت اولياء الله نعتهم بان تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم ولم ينعتهم بذهاب عقلهم والغشيان عليهم وانما ذلک فى اهل البدع وهو من الشيطان وعن عبد الله بن عبد الله ابن الزبير قال قلت لجدتى اسماء بنت ابى بكر رضى الله عنه كيف كان اصحاب رسول الله يفعلون إذا قرئ عليهم القرآن قالت كانوا كما نعتهم الله تدمع أعينهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناسا اليوم إذا قرئ عليهم القرآن خر أحدهم مغشيا عليه فقالت أعوذ بالله من الشيطان الرجيم- وروى- ان ابن عمر رضى الله عنهما مر برجل من اهل العراق ساقط فقال ما بال هذا قالوا انه إذا قرئ عليه القرآن او سمع ذكر الله سقط فقال ابن عمر رضى الله عنه انا لنخشى الله وما نسقط وقال ابن عمر رضى الله عنهما ان الشيطان يدخل فى جوف أحدهم ما كان هذا صنيع اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كذا فى التفاسير نحو كشف الاسرار والمعالم والوسيط والكواشي وغيرها۔

يقول الفقير لا شک ان القدح والجرح انما هو فى حق اهل الرياء والدعوى وفى حق من يقدر على ضبط نفسه، كما أشار عليه السلام بقوله (من عشق وعف وكتم ثم مات مات شهيدا) فان من غلب على حاله كان الأدب له

---

[1] (تفسیر روح البیان، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج ۸، ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان لا یتحرک بشیء لم یؤذن فیه و اما من غلب علیه الحال و کان فی امره محقا لا مبطلا فیکون کالمجنون حیث یسقط عنه القلم فبأی حرکة تحرک کان معذورا فیها فلیس حال اهل البدایة و التوسط کحال اهل النهایة فان ما یقدر علیه اهل النهایة لا یقدر علیه من دونهم و کأن الاصحاب رضی الله عنهم و من فی حکمهم ممن جاء بعدهم راعوا الأدب فی کل حال و مقام بقوة تمکینهم بل لشدة تلوینهم فی تمکینهم فلا یقاس علیهم، من لیس له هذا التمکین فرب اهل تلوین یفعل ما لا یفعله اهل التمکین و هو معذور فی ذلک لکونه مغلوب الحال و مسلوب الاختیار فلیجتهد العاقل فی طریق الحق بلا ریاء و دعوی و لیلازم الأدب فی کل امر متعلق بفتوی او تقوی و لیحافظ علی ظاهره و باطنه من الشین و مما یورث الرین و الغین۔

ترجمہ: رونگٹے کھڑے ہو جانا رحمت الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے حضور نبی پاک صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب انسان خوف الٰہی سے کانپتا ہے تو اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں ایسے جیسے درخت سے سوکھے پتے (ہوا سے) نیز فرمایا جب انسان کا جسم خوف خداوندی سے کانپتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ آتش جہنم حرام فرما دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ان کے دل میں ایسا خوف ڈال دیا کہ آپ کے دل کی دھڑکن کی آواز دور سے ایسے سنائی دیتی تھی جیسے ہوا میں پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنی جائی ہے۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ خوف رجاء سے پہلے ہونی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و نار دونوں کو پیدا فرمایا لیکن جنت میں دوزخ کو عبور کر کے داخل ہونا پڑے گا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی تلاوت کلام سے اقشعرار (رونگٹے کھڑے ہونا) خوف و خشیت و اطمینان حاصل ہونا اس کے نیک احوال سے ہے کیونکہ عابدین کا یہی حال ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کے نیک اوصاف ہیں کہ قرآن پڑھنے سننے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں کو قرار نصیب ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کے عقول چلے جاتے ہیں یا ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ ایسا ہونا اہل بدعت کی علامت ہے اور یہ شیطانی امر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم فرمائے ہیں کہ میں نے اپنی جدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو ان کا کیا حال ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا وہی حال ہوتا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہاں بیان فرمایا ہے کہ ان کے آنسو آنکھوں سے جاری اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں نے عرض کی ہمارے زمانہ میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جب قرآن مجید سنتے ہیں تو ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ قرآن سن کر بیہوش ہو کر گر جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: میں شیطان رجیم سے پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک ایسے شخص عراقی پر گزر ہوا جو بے ہوش پڑا تھا۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے۔ عرض کی گئی کہ اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا گیا تو بیہوش ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں لیکن زمین پر گر کر

بیہوش نہیں ہوتے دراصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے ورنہ یہ کام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔

فقیر (علامہ سماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ-اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) قدح وجرح صرف ریاکاری کرنے والوں اور باطل دعویٰ کرنے والوں کے حق میں ہے اور اس کے حق میں جو اپنی اس حالت کو کنڑول کرنے پر قادر ہوں۔(اس کے باوجود پھر بھی بیہوشی ظاہر کرتے ہوں) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے: جو شخص (اللہ تعالیٰ پر) عاشق ہو جائے، اور پاک دامن رہے اور اپنے عشق کو پوشیدہ رکھے حتی کہ وفات پا جائے تو وہ شہید مرا۔ جو شخص اپنے حال پر غالب ہو تو اس کے لیے ادب یہ ہے کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس کی اسے اجازت نہیں ہے۔ اور رہا وہ شخص جس پر حال غالب ہے اور وہ اپنے معاملہ میں اہلِ حق ہے، اہلِ باطل نہیں ہے، پس وہ مجنون (پاگل) کی طرح ہے، کہ اس سے شرعی قلم اٹھالیا گیا ہے، تو وہ اس وقت کوئی بھی حرکت کرے وہ اس حرکت میں معذور ہو گا، پس مبتدیوں اور متوسط لوگوں کا حال منتہیوں کے حال کی طرح نہیں ہوتا، اس لئے کہ جو منتہی حضرات کر سکتے ہیں وہ مبتدیوں اور متوسط لوگوں کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد آنے والے ان جیسے حضرات ہر مقام اور ہر حال میں ادب کو مد نظر رکھتے ہیں کیونکہ ان میں قوتِ تمکین (قوت برداشت) ہوتی ہے بلکہ ان کی تمکین میں شدت تلوین کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے جن میں یہ تمکین (طاقت) نہ ہو ان کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، بہت سے اہلِ تلوین وہ کام کرتے ہیں جو اہل تمکین نہیں کرتے، اور اہل تلوین اختیار کے سلب ہونے اور حال کے غالب ہونے کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں۔ عقلمند کو چاہیے کہ وہ طریق حق میں ریا اور دعویٰ کے بغیر جدوجہد کرے ، اور ہر وہ کام جس کا تعلق فتویٰ یا تقویٰ سے ہو ادب کا لحاظ لازمی رکھے، اور اپنے ظاہر اور باطن کو عیب سے محفوظ لازمی رکھے اور ان امور سے بھی اپنے آپ کو لازمی طور بچائے جو شک اور میل (عیوب و نقائص) کی طرف لے جاتے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (بنی اسرائیل: ۱۰۹)

ترجمہ: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

[1] (تفسیر روح البیان، سورۃ الزمر، تحت الآیۃ: ۲۳، ج، ۸، ص، ۱۱۲، ۱۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب فی السماع

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف:۱۴۳)

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہر گز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (الانفال ۲)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ عزوجل یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وھذا الخوف لازم لاھل کمال الایمان سواء کان ملکا مقربا او نبیا مرسلا او مؤمنا تقیا نقیا وھذا بخلاف خوف العقاب فانه لا یحصل بمجرد ذکر اللہ بل بملاحظة المعصیة وذکر عقاب اللہ انتقاما من العصاة واین من یھم بمعصیة فیقال له اتق اللہ فینزع عنھا خوفا من عقابه ممن ینزع بمجرد ذکرہ من غیر ان یذکر ھناک ما یوجب النزع من صفاته وأفعاله استعظاما لشأنه الجلیل وتھیبا منه، واعلم ان شأن نور الایمان ان یرق القلب ویصفیه عن کدورات صفات النفس وظلماتھا ویلین قسوته فیلین الی ذکر اللہ ویجد شوقا الی اللہ وھذا حال اھل النھایات فالطمأنینة والسکون بالذکر ولما جاء قوم حدیثوا عھد بالإسلام فسمعوا القرآن کانوا یبکون ویتأوّھون فقال أبو بکر رضی اللہ عنه ھکذا کنا فی بدایة الإسلام ثم قست قلوبنا یشیر بذلک الی نھایته فی الاطمینان۔

ترجمہ: اور یہ خوف کامل ایمان والوں کو لازم ہے خواہ وہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو یا متقی پرہیز گار مومن ہو، اور یہ بخلاف خوفِ عقاب کے ہے کیونکہ وہ صرف ذکر اللہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ گناہ کے ملاحظہ سے یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عقاب گناہگاروں کو سنایا جاتا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ عقاب ہمارے گناہوں کا انتقام ہے اور اسی طرح جو گناہ کا ارادہ کرے اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ یہ سن کر وہ گناہ کے انتقام پر عقابِ الٰہی سے ڈرتا ہوا گناہ سے بچ جاتا ہے اسی طرح گناہ کا

ارادہ کرنے والے کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آ جائے تو اللہ کے ذکر کی ہیبت اور اس کے عظیم شان کے تصور سے گناہ سے بچ جاتا ہے۔ اور تو جان لے! کہ نورِ ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ نور دل کو رقیق، نرم بنائے اور صفاتِ نفس اور اس کی ظلمات کو کدورات سے صاف کرے اور اس کی سختی کو نرم کرے پس وہ دل ذکر اللہ سے نرم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شوق کو پاتا ہے، (یہ مبتدیوں کی کیفیت ہے) اور منتہیوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انہیں ذکر اللہ سے اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ اور جب لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوتے تو قرآن مجید سنتے تو روتے اور آہیں بھرتے، گریہ وزاری کرتے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابتدائے اسلام میں ہماری بھی یہی کیفیت تھی پھر ہمارے دل سخت ہو گئے، اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اطمینان و سکون کے انتہائی مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔[1]

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ومن اباحه من المشايخ فذلک للذی صارت حرکاته کحرکات المرتعش وهل يجوز السماع الجواب ان كان السماع سماع القرآن او الموعظة يجوز وان كان السماع الغناء فهو حرام لان التغني واستماع الغناء حرام۔

قال الشيخ عمر ابن الفارض فی القصيدة الموسومة بنظم الدر:

إذا هام شوقا بالمناغي وهمّ ان	يطير الى أوطانه الاولية
يسكن بالتحريک وهو بمهده	إذا ناله أيدي المربی بهزة

قال الامام القاشاني فی شرحه إذا هام الولي واضطرب شوقا الى مركزه الأصلي ووطنه الاولى بسبب مناغاة المناغي وهم طائر روحه الى ان يطير الى عشه ووكره الاولى تهزه أيدي من يربيه فی المهد فيسكن بسبب التحريک من قلقه وهمه بالطيران والمقصود من إيراد هذا المعنى ان يشير الى فائدة الرقص والحركة فی السماع وذلک ان روح السامع يهم عند السماع ان يرجع الى وطنه المألوف ويفارق النفس والقالب فتحركه يد الحال وتسكنه عما يهم به بسبب التحريک الى حلول الاجل المعلوم وذلک تقدير العزيز العليم انتهى۔ قال السعدي قدس سره:

مکن عیب درویش مدهوش ومست	که غرقست ازآن می زند پاو دست
نگویم سماع ای برادر که چیست	مگر مستمع رابدانم که کیست
گراز برج معنی پرد طیر او	فرشته فروماند از سیر او
اگر مرد بازي ولهوست ولاغ	قوی ترشود دیوش اندر دماغ
چه مرد سماعست شهوت پرست	بآواز خوش خفته خیزد نه مست

[1] (تفسیر روح البیان، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ: ۲، ج۳، ص۳۳۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب فی السماع

قال السروري [چون سماع آواز خوش سبب حرکت شد حرکت را سماع گفتند] بطريق تسمية المسبب باسم السبب [وچون کسی آوازی خوش شنود درو حالتی پیدا شود این حالت را وجد گویند:

وفي المثنوی:

پس غذای عاشقان آمد سماع — که دراو باشد خیال واجتماع

قوتی گیرد خیالات ضمیر — بلکه صورت گردد از بانگ صفیر

واعلم ان الرقص والسماع حال المتلون لا حال المتمكن ولذا تاب سيد الطائفة الجنيد البغدادي قدس سره عن السماع فی زمانه فمن الناس من هو متواجد ومنهم من هو اهل وجد ومنهم من هو اهل وجود. فالاول المبتدی الذي له انجذاب ضعيف. والثاني المتوسط الذي له انجذاب قوی. والثالث المنتهى الذي له انجذاب قوی وهو مستغن عن الدوران الصوري بالدوران المعنوي بخلاف الأولين ولا بد من العشق فی القلب والصدق فی الحركة حتى يصح الدوران وقد وجدنا فی زماننا اكثر المجالس الدورية على خلاف موضوعها فالعاقل يختار الطريق الأسلم ويجتنب عن القيل والقال وينظر الى قولهم لكل زمان رجال ولكل رجال مقام وحال۔

مشائخ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ہاں وہ وجد ور قص مباح ہے جس میں رقص کرنے والے کی حرکات رعشہ والے کی حرکات کی مانند ہوں۔اور کیا سماع جائز ہے؟ الجواب: اگر قرآن اور وعظ ونصیحت کے طور پر ہو تو جائز ہے اور گانے کا سماع ہو تو وہ حرام ہے، کیونکہ گانا گانا اور گانا سننا حرام ہے۔

ترجمہ معہ شرح از امام قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: جب ولی کامل حیران ومضطرب ہو کر مرکز اصلی اور وطن اولی کی طرف سرود کے نغموں کی وجہ سے اچھلتا ہے یا اس کی روح کا پرندہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اصلی اور ازلی گھونسلے کو جائے تو اسے اس کا مربی ومرشد تھپکیوں سے جھولے میں سلا دیتا ہے اس وجہ سے پھر وہ اچھلنے کودنے سے سکون اختیار کرلیتا ہے اس سے شیخ کا مقصد صرف سماع کے فوائد کا اظہار ہے اور بتاتا ہے کہ کاملین کا رقص اور وجد اور ان کا اچھلنا کودنا خالی از اسرار نہیں وہ یہی ہے کہ کامل کی روح سماع کے وقت اصلی کی طرف جانا چاہتی ہے بلکہ بدن سے نکل کر اس عالم قدس میں پہنچنے کے لیے بے تاب ہو جاتی ہے لیکن عالم دنیا کا نظام اسے تھپکیاں دے کر ساکن کر دیتا ہے کہ ابھی تمہارے جانے کے لیے دیر ہے وہ اس لیے کہ قادر مطلق نے اس کا میعاد مقرر کیا ہے اس سے پہلے جانے کی اجازت نہیں ہے اور عزیز علیم کے مقرر کردہ حدود ہیں۔

ترجمہ: حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا:

(۱) مدہوش ومست درویش پر عیب نہ کر کیونکہ وہ تو غرق دیدار ہے اسی لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

(۲) میں نہیں کہتا (اے بھائی) سماع کیا ہے ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ سننے والا کیسا ہے۔

(۳) اگر برج معنٰی سے اس کا پرندہ (روح) پرواز کرتا ہے تو فرشتے بھی اس کی پرواز سے عاجز ہوں ایسے چشتی وغیرہ کو سماع جائز ہے۔

(۴) اگر وہ (چشتی صاحب) لہو و لعب اور کھیل تماشاوالا ہے تو اس کا دیو (نفس) دماغ کے اندر اور طاقت ور ہو جائے گا یعنی خواہشات نفسانی میں اضافہ ہو گا۔

(۵) اس لیے کہ ایسے (چشتی صاحب) کا سماع شہوت پرستی ہو گی یہ تو آواز خوش سے بیدار ہو تا ہے نہ کہ مست۔

فائدہ: حضرت سروری نے فرمایا کہ چونکہ سماع حرکت کا سبب بنتا ہے اس لیے حرکت کو سماع کہا جانے لگا گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا جاتا ہے

فائدہ: جن کسی کی خوش آوازی سے حالت غیر ہو جائے تو اس حالت کو غیر صوفیائے کرام کی اصطلاح میں وجد کہا جاتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے:

ترجمہ: (۱) عشاق (چشتیہ وغیرہ) کے لیے سماع غذا ہے اس لیے اس میں تو اجتماع (وصال) کا تصور ہے.

(۲) ضمیر خیالات سے قوت پاتی بلکہ سماع کی آواز سے تو ایک صورت تیار ہوتی ہے۔

سچے صوفیوں کی اقسام یاد رہے کہ وجد بھی متلون و ہر مبتدی کو ہوتا ہے اور منکر (یعنی منتہی وجد سے کوسوں دور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ‘ نے اپنی آخری عمر میں سماع سے توبہ فرمائی تھی صوفیوں کی تین اقسام ہیں:

(۱) متواجد (۲) اہل وجد (۳) اہل وجود

پہلا وہ مبتدی صوفی جسے ضعیف انجذاب ہوتا ہے دوسرا متوسط ہے جسے قوی انجذاب ہوتا ہے تیسرے ایسے ہی انجذاب قوی ہوتا ہے لیکن وہ ظاہری طور پر اچھلتا کودتا نہیں بلکہ معنوی طور پر اندرون خانہ بگسلہ ماؤ کی ہے جو صرف اسے معلوم ہوتا ہے اس کی کیفیت یہ کہ کراما کاتبین راہم خبر نیست۔

سبق عشق اور وجد اور رقص سماع کے وقت وجد ورقص کی حرکت میں صداقت ضروری ہے۔

اور ہم نے اپنے زمانے کی اکثر (سماع ورقص کی) مجالس کو اصلی غرض و مقصد کے خلاف پایا ہے پس عاقل پر لازم ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے جس میں اس کی سلامتی اور فلاح ہو خواہ مخواہ آوارہ گفتگو اور بے کار قیل و قال سے احتراز کرے، بلاوجہ کسی پر اعتراض نہ کرے اور ان کے اس قول کی طرف نظر کرے کہلکل زمان رجال ولکل رجال مقام وحال۔ ہر زمانے میں مردانِ

خدا ضرور ہوتے ہیں اور ہر مردانِ خدا کا اپنا مقام اور انوکھا حال ہوتا ہے۔(ہمیں ان پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرنی چاہیے۔)[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (المائدہ ۸۳)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا نرم جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (یوسف: ۳۱)

ترجمہ: تو جب زلیخا نے ان کا چکر واسنا تو ان عورتوں کو بُلا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنسِ بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزّز فرشتہ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا (الاسراء ۱۰۷)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الحشر ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

---

[1](تفسیر روح البیان،سورۃالاعراف،تحت الآیة:۱۴۸،ج،۳،ص، ۱۵۹،۲۵۸،ص۱۱۵ دارالکتب العلمیہ،بیروت)

بَابٌ فِی السماع

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خَالِدِینَ فِیهَا وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمُ (لقمان ۹)

ترجمہ: ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ ہے سچّا اور وہی عزّت و حکمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں :

إذا صارت حركته كحركة المرتعش الذي لا يجد سبيلاً إلى الإمساك و كالعاطس الذي لا يقدر أن يرد العطسة.

ترجمہ: جب کسی کو وجد میں مرتعش (جس کے ہاتھ پاؤں بے ساختہ حرکت کرتے ہوں) سی کیفیت ہو۔(یعنی وجد میں اس کی اپنی حرکت ارادی کو دخل نہ ہو یہاں تک کہ اسے خبر تک نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے اور جب حرکت ہو تو) اسے روکنا مشکل ہو جائے (تو ایسے شخص کو وجد جائز ہے) اور اس کی مثال چھینک والے کی ہے کہ جیسے وہ چھینک کے وقت اپنے جسم کو حرکت سے کنٹرول نہیں کر سکتا۔(ایسے ہی بلا تکلف وجد کرنے والا)[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تِلْکَ آیَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوهَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَإِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ (البقرۃ ۲۵۲)

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بے شک رسولوں میں ہو۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں :

قال حضرة الشيخ الشهير بافتاده أفندي قدس سره : لما جاء المولى علاء الدين الخلوتي ببروسة صعد المنبر في الجامع الكبير للوعظ وقد اجتمع جمع كثير منتظرين لكلامه فقال مرة واحدة : "يا الله" فحصل للجماعة حالة رقصوا وكادوا لا يرجعون عن البكاء والفزع۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ المشائخ مولانا علاؤالدین خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروسہ میں تشریف لائے تو جامع مسجد کبیر میں منبر پر وعظ کیلئے بیٹھے تو آپ کا وعظ سننے کیلئے ایک جم غفیر جمع ہوا اور منتظر تھے کہ آپ کا وعظ مبارک ہو اور ہم سنیں آپ نے وہاں صرف ایک بار کہا اللہ لوگوں پر وجد طاری ہو گیا۔ اور رقص کرنے لگے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے یہاں تک کہ آہ و بکا کا تانتا بندھ گیا۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ۔

---

[1] (تفسیر روح البیان، لقمان، تحت الآیة: ۹، ج، ۷، ص، ۷۰، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (تفسیر روح البیان، البقرۃ، تحت الآیة: ۲۵۵، ج، ۲، ص، ۳۰۳، دار الکتب العلمیه، بیروت)

ترجمہ: ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی بروسی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ثم قال: وفي هذه الآية سر لطيف، وهو أن السالكين مسلك التقوى بالمجاهدة والرياضات إذا اجتمعوا في منزل وذكروا الله كثيراً بأعلى صوت وضربوا أرجلهم على الأرض مع الحركة، أية حركة كانت، وكانت نيتهم بذلك إزالة الألم الروحاني. جاز منهم ذلك إذا ضرب الرجل الصورية على الأرض الصورية مع الذكر الصوري بنية خالصة يوصل إلى الحقيقة إذ ما من حكم شرعي إلا وله حقيقة توصل عامله إلى حقيقته. انتهى كلامه. فقد شرطوا فى ضرب الرجل وكذا فى رفع الصوت حسن النية وصفوة الباطن من كل غرض ومرض فاذا كان المرء حسن النية يراعى الأدب الظاهري والباطني من كل الوجوه فيعرج بمعراج الخلوص على ذروة مراتب اهل الخصوص ويسلم من الجرح والقدح لكون حركته على ما أشار اليه النصوص۔قال حضرة الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر في "الفتوحات المكية": لايجوز لأحد التواجد إلا بإشارة شيخ عارف بأمراض الباطن۔۔۔۔فقول القرطبي استدل بعض الجهال المتزهدة وطغاة المتصوفة بقوله تعالى لايوب عليه السلام (ارْكُضْ بِرِجْلِكَ) على جواز الرقص وهذا احتجاج بارد لانه تعالى انما امر بضرب الرجل لنبع الماء لا لغيره وانما هو لاهل التكلف كما دل عليه صيغة التزهد والتصوف فان أتقياء الامة براٰء من التكلف فهو زجر لفسقة الزمان عما هم عليه من الاجتماع المنافى لنص القرآن فانهم لو كانوا اصلحاء مستأهلين لأباحت لهم اشارة القرآن ذلك لكنهم بمعزل عن الركض بشرائط فهم ممنوعون جدا۔

ترجمہ: پھر (شیخ بالی صوفی نے شرح فصوص الحکم میں) فرمایا: آیت میں ایک باریک نکتہ ہے وہ یہ کہ مسلک تقویٰ پر مجاہدہ وریاضات سے چلنے والے سالکین جب کسی جگہ جمع ہو کر بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اور رقص کرتے ہوئے اپنے پاؤں زمین پر مارتے ہیں اور ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ہمارے سے تمام روحانی دردوالم دور ہو جائیں تو جائز ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ نیت خالص سے ذکر ظاہری کے ساتھ ظاہری قدم ظاہری زمین پر مارا جائے تو وہ حقیقت تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ظاہری شرعی حکم کی کچھ حقیقت ہوتی ہے جو یقیناً عامل کو حقیقت تک پہنچا دیتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: عبادت خانوں میں حسن نیت اور قلوب کی صفاء کے ساتھ ذکر اللہ کو بلند آواز سے کرنا افلاک کے گھومنے والے عقدے کھول دیتا ہے یہاں تک کہ اہل بصیرت نے فرمایا: انفاس بشریہ وہ ہیں جو افلاک علویہ کو گھماتے ہیں۔ تو پاؤں مارنے میں اور اسی طرح آواز کے بلند کرنے میں حسن نیت اور ہر غرض اور مرض سے باطن کی صفائی کو شرط قرار دیا ہے، کیونکہ جب انسان ہر طرح سے حسن نیت اور ظاہری و باطنی ادب رعایت کرتا ہے تو وہ اہل خصوص کے مراتب کی چوٹیوں کی معراج سے بہرہ ور ہوتا ہے، بلکہ وہ ہر جرح وقدح سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کا وجد اس طرح ہو جاتا ہے جس طرح نصوص قرآنی نے اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت شیخ اکبر

قدس سرہ نے فرمایا کہ سماع کا تواجد صرف اس شخص کو جائز ہے جسے مرشد شیخ عارف کامل کی اجازت ہو کیونکہ اسے اس کی باطنی بیماریوں کا مکمل علم ہے۔[1]

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وفی القصة ان موسی بعد ما کلمه ربه لا یستطیع أحد ان ینظر الیه لما غشی وجهه من النور ولم یزل علی وجهه برقع حتی مات وقالت له امرأته انا ایم منک منذ کلمک ربک فکشف لها عن وجهه فاخذها مثل شعاع الشمس فوضعت یدها علی وجهها وخرت لله ساجدة وقالت ادع الله ان یجعلنی زوجتک فی الجنة قال ذلک لک ان لم تتزوجی بعدي فان المرأة لاخر أزواجها۔

ترجمہ: روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تو اس وقت آپ کے چہرہ پر ایسی چمک آگئی تھی کہ کوئی بھی آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور مرتے دم تک آپ کے چہرہ پر حجاب و پردہ پڑا رہا۔ آپ کی بیوی نے ایک بار آپ علیہ السلام سے کہا جب سے اللہ نے آپ سے کلام کیا میں تو آپ سے غیر متعلق ہو کر رہ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا تو بیوی کے چہرے پر سورج کی کرنوں کی طرح شعاعیں پڑنے لگیں اس نے فوراً اپنا چہرہ اپنے ہاتھ سے چھپالیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ جنت میں اللہ مجھے آپ کی بیوی بنائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بات تجھے مل جائے گی بشرطیکہ میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرے کیونکہ عورت آخری شوہر کی بیوی ہو گی۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش آیا تو بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

یعنی رب تعالیٰ نے اپنی صفات کی تجلّیوں میں سے ایک ہلکی سی تجلّی کوہ طور پر ڈالی، کیوں کہ تجلّیٔ ذات پہاڑ پر نہ ڈالی گئی تھی اس تجلّی کی حقیقت کو ہماری عقل نہیں پا سکتی معلوم ہوا کہ نبی پر بیہوشی طاری ہو سکتی ہے، عارضی طور پر۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی

---

[1] (تفسیر روح البیان، سورۃ ص، تحت الایۃ: ۴۲، ج، ۸، ص، ۴۷، ۴۶، ص، 93 پارہ، 9، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[2] (تفسیر مظهری، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ج، ۳، ص، ۸۱، دار الکتب العلمیه، بیروت)

اللہ عنہم کا طلب قرطاس کے موقعہ پر عرض کرنا **اھجر استفھموہ** اسی مسئلہ پر مبنی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور ﷺ بیماری کی غشی میں یہ کلام فرمارہے ہیں یا واقعی۔ اس آیت سے مجذوب فقیروں کے جذب کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ وہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں، اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں رہتے۔ موسیٰ علیہ السلام نویں ذی الحجہ جمعرات سے بیہوش ہوئے اور دسویں ذی الحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔ اس مدّت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔ جب مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر بیخودی میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا تو ان مستان جمالِ الٰہی کا کیا پوچھنا۔ غرضیکہ مجذوب فقیروں کے جذب کی اصل یہ آیت ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیۃ ۱۷)

ترجمہ: تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اطاعت و عشق اونٹ سے سیکھو، کہ اونٹ میں یہ دونوں چیزیں کامل طور پر موجود ہیں، جو یار کے ذکر پر وجد و مستی میں نہ آئے، اور جو حضور ﷺ کے غلاموں کی فرماں برداری نہ کرے، وہ اونٹ سے بدتر ہے۔ لہٰذا اونٹ سے ہر مومن و کافر کو سبق ملتا ہے اور یہ بہت کار آمد جانور ہے۔[2]

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ: (تقشعرّ منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ) (الزمر: الآیۃ: ۲۳) وقال اللہ تعالیٰ: (افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ) (الزمر: الآیۃ: ۲۳)، وقال رسول اللہ ﷺ: جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین۔ وقال علیّ کرم اللہ وجھہ: من لا وجد لہ لا دین لہ۔ قال الجنید البغدادیّ علیہ الرحمۃ: الوجد فی مصادفۃ الباطن من اللہ وارد یورث سرورا او حزنا۔

فالوجد علی نوعین: وجد الجسمانیۃ النفسانیۃ، ووجد الروحانیۃ الرحمانیۃ۔

فالوجد النفسانیۃ: ان یتواجدہ بقوۃ الجسم۔ بغیر قوۃ الجذبۃ الغالبۃ الروحانیۃ مثل الریاء والسمعۃ والشھرۃ، وھذا القسم کلہ باطل لان اختیارہ غیر مغلوب ومسلوب، ولا یجوز الموافقۃ بمثل ھذا الوجد۔

واما وجد الروحانیۃ: بقوۃ الجذبۃ بمثل قراءۃ القرآن بصوت حسن، او شعر موزون، او ذکر مؤثر، فلا یبقی للجسم قوۃ واختیار، وھذا الوجد روحانیّ ورحمانیّ فیستحب موافقتہ، والیہ اشارۃ فی قولہ تعالیٰ: (فبشر عبادی

---

[1] (ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الاعراف الآیہ، ۱۴۳، ص، ۲۶۲)

[2] (ترجمہ کنز الایمان تفسیر نور العرفان، سورۃ الغاشیۃ، الآیۃ، ۱۷، ص، ۹۶۹)

الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه۔۔) الزمر: الآيتان: ۱۷۔۱۸) وكذا صوت العشاق والطيور وألحان الاغانی، فكل ذلک قوۃ للروح لا مدخل للنفس والشيطان فی مثل هذا الوجد، لان الشيطان يتصرف فی الظلمانية النفسانية ولا يتصرف فی النورانية الروحانية، لانه يذوب فيها كما يذوب الملح فی الماء، وكذا فی الحديث لانه قال قراءۃ الآيات واشعار الحكمة والمحبة والعشق والاصوات الحزينة قوۃ نورانی للروح۔ فالواجب ان يصل النور الی النور، وهو الروح كما قال اللہ تعالیٰ: (وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ) (النور: الآية: ۲۶)۔

اما اذا كان الوجد شيطانيا ونفسانيا فلا يكون فيه نور، بل يكون ظلمانيا وكفرا، والظلمة تصل الی الظلمانیّ وهی النفس فيغری بجلسته كما قال اللہ تعالیٰ: (الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ) (النور: الآية: ۲۶) وليس للروح فيها قوۃ۔

فحركات الوجد نوعان: اختيارية واضطرارية۔

فالاولیٰ الحركات الاختيارية: كحركة الانسان الصحيح ليس فی جسده الم ولا مرض ولا سقم، فهذه الحركات غير مشروعة كما مرّ۔

والثانية الحركات الاضطرارية: وهی التی تحصل بسبب آخر مثل قوۃ الروح، فلا تقدر النفس علی منعه؛ لان هذه الحركات غالبة علی حركة الجسمانية مثل حركة الحمّی، فاذا غلبت الحمّی عجزت النفس عن تحملها، فلا اختيار لها حينئذ۔

فالوجد اذا غلبت عليه الحركات الروحانية يكون حقيقيا ورحمانيا۔

والوجد والسماع آلة محركة كما فی قلوب العشاق والعارفين۔

والوجد طعام المحبين، ومقوی الطالبين۔

وقيل: ان السماع لقوم فرض ولقوم سنة ولقوم بدعة۔ الفرض للخواص، والسنة للمحبين، والبدعة للغافلين، ولذلک كانت الطيور تقف علی رأس داود عليه الصلاۃ والسلام لاستماع صوته۔

وحركة الوجد علی عشرۃ اوجه: بعضها جلیّ يظهر اثرها فی الحركات۔ وبعضها خفیّ، يظهر اثرها فی الجسد كميل القلب الی ذكر اللہ تعالیٰ، وقراءۃ القرآن بالصوت الحسن، ومنها بالبكاء والتألم، والخوف والحزن، والتأسف والحيرۃ عند ذكر اللہ تعالیٰ، والتجرد والنصرۃ، والتغير فی الباطن والظاهر، ومنها الطلب والشوق، والحرارۃ۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے سے) بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف۔ (سورۃ الزمر، ۲۳)

ترجمہ: بھلا وہ (سعادتمند) کشادہ فرمادیا ہو اللہ تعالیٰ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے تو وہ اپنے رب کے دیئے ہوئے نور پر ہے پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے۔ (سورۃ الزمر: ۲۲)

"حق تعالیٰ (کے عشق) کا جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے"۔[1]

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ہے: "جس میں وجد نہیں اس کا کوئی دین نہیں"۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وجد سے مراد باطن میں اچانک اللہ کریم کے بارے میں ایک ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا ہے جو سرور یا غم کا وارث بنادے۔

وجد کی دو قسمیں ہیں

(ا) جسمانی نفسانی وجد

(ب) روحانی رحمانی وجد

(ا) جسمانی نفسانی وجد

نفسانی وجد یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر بتکلف وجد جیسی کیفیت طاری کر لے لیکن کوئی ایسا جذبہ کار فرمانہ ہو جس کا تعلق غلبہ حال اور روحانیت سے ہو۔ یہ وجد محض نمود و نمائش اور شہرت کے جذبہ سے کیا جاتا ہے وجد کی یہ صورت باطل ہے کیونکہ اس میں انسان بے اختیار نہیں اور نہ ہی اس کی قوت سلب ہوتی ہے۔ ایسے وجد کی موافقت جائز نہیں ہے۔

(ب) روحانی رحمانی وجد

اس صورت میں عشق کی قوت کار فرما ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ کوئی موزوں شعر پڑھتا ہے۔ پر تاثیر ذکر کرتا ہے اور دل پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جسم پر سے اختیار اٹھ جاتا ہے۔ یہ وجد روحانی اور رحمانی ہے۔ ایسے وجد میں موافقت مستحب ہے۔ آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ (١٧) الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ۔ (الزمر، ١٨، ١٧)

ترجمہ: تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

اسی طرح عشاق اور پرندوں کی آواز اور گانوں کی خوش کن لے روح کی قوت کا موجب بنتی ہو شیطان اور نفس ایسے وجد میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیطان ظلمانیت اور نفسانیت میں تصرف کرتا ہے نورانیت اور روحانیت میں اس کا تصرف ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نورانیت اور روحانیت سے وہ اس طرح پگل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں۔ حدیثِ پاک سے

[1] (کشف الخفاء، ج ۱، ص ۳۹۷)

بھی یہی ثابت ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا آیات کریمہ کی تلاوت، حکمت، محبت اور عشق پر مبنی اشعار اور غم بھری آوازیں روح کے لئے نورانی قوت ہیں اس لئے ضروری ہے کہ نور، نور سے ملے۔ اور یہاں نور سے مراد روح ہے جیسا کہ کلام مجید میں ہے۔

وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ۔ (سورۃالنور: ۲۶)

ترجمہ: مگر جب وجد شیطانی اور نفسانی ہو تو اس میں نورانیت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں تاریکی اور کفر ہوتا ہے۔ تاریکی ظلمانی یعنی نفس کو پہنچتی ہے اور اس کی سرکشی میں اضافہ کرتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِين۔ (سورۃالنور: ۲۶)

ترجمہ: اس وجد میں روح کے لئے کوئی قوت نہیں ہوتی۔

حرکات وجد کی دو صورتیں ہیں:

ایک اختیاری اور دوسری اضطراری۔

پہلی صورت اختیاری حرکات کی ہے۔

اس کی مثال ایک تندرست و توانا آدمی کی حرکت جیسی ہے جسے نہ کوئی درد ہو اور نہ کوئی بیماری۔ یہ حرکات غیر مشروع ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

دوسری صورت اضطراری حرکات کی ہے۔

اس کے سبب کی نوعیت دوسری ہے۔ مثلاً روح میں ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے جسے نفس روک نہیں سکتا کیونکہ یہ حرکات جسمانی حرکات پر غالب آجاتی ہیں۔ ان کی مثال بخار کی ہے۔ جب بخار شدت اختیار کر جائے تو نفس اسے برداشت کرنے سے عاجز آجاتا ہے اور ایسے میں وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔

وجد میں جب روحانی حرکات غالب ہوں تو ایسا وجد حقیقی اور رحمانی ہوتا ہے۔ وجد اور سماع ایک ایسا آلہ ہیں جو جسم میں حرکت پیدا کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ عشاق اور عارفوں کے دلوں میں جذبات امنڈ آتے ہیں۔

وجد اہل محبت کی غذا ہے اور طالبین کی قوت کا سبب ہے۔

ایک قول کے مطابق سماع کچھ لوگوں کے لئے فرض، کچھ لوگوں کے لئے سنت اور کچھ لوگوں کے لئے بدعت ہے۔ خواص کے لئے فرض۔ اہل محبت کے لئے سنت اور غافلوں کے لئے بدعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سر پر پرندے ٹھہر جاتے کہ آپ کی آواز سن سکیں۔

حرکت وجد کی دس صورتیں ہیں۔ بعض جلی ہیں جن کا اثر حرکات میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض خفی ہیں کہ ان کا اثر جسم میں ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً دل ذکر الٰہی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ آدمی خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتا ہے روتا ہے اور غم والم کا اظہار کرتا ہے۔ خوف وحزن سے کانپ اٹھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تأسف اور حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ باطن وظاہر میں تجرد نصرت اور تغیر ظاہر ہوتا ہے۔ طلب، شوق اور سوز وجد ہی کی صورتیں ہیں۔[1]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

وذکر عن الجنید رحمہ اللہ انہ قال: کما اظن ان الوجد ہو المصادفۃ بقولہ عزوجل (وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا) (الکھف: الآیۃ ۴۹) یعنی صادفوا وقال: (وَمَاتُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَاللّٰهِ)، البقرۃ الآیۃ ۱۱۰) ای تصادفوا، وقال: (حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا)، النور: الآیۃ ۳۹) یعنی لم یصادفہ۔

ترجمہ: سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں وجد اللہ تعالیٰ کے قول: وَوَجَدُوا مَاعَمِلُوا حَاضِرًا۔ ترجمہ: اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا۔ (الکھف، ۴۹) کے مطابق وجد بلا کسی ارادہ و کوشش کے کسی شے کو پالینے کو کہتے ہیں، قرآن کریم کی آیت میں لفظ وجدوا کا معنی بلا ارادہ کوشش کے پالینے کا ہے۔ اسی طرح ذیل کی آیت میں بھی "تَجِدُوهُ" اک یہی مذکورۃ الصدر معنی ہے قول باری تعالیٰ ہے:

وَمَاتُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَاللّٰهِ۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۱۰)

ترجمہ: اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجوگے اسے اللہ کے یہاں پاؤگے۔

ایک اور آیت میں "يَجِدْهُ" کا معنی بھی بغیر کوشش وارادے کے پانا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا (سورۃ النور: ۳۹)

ترجمہ: یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا۔[2]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ھ لکھتے ہیں :

وکل ماصادف القلب من غم اوفرح فھو وجد، وقداخبر اللہ تعالی عن القلوب: انھا تنظر وتبصر وھو وجد لھا، قال اللہ تعالی: فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (الحج: ۴۶) ای عن وجدھا، ففرق بین التی تجد و بین التی لا تجد۔ وقد قیل ایضا: ان الوجد مکاشفات من الحق، الا تری ان احدھم یکون ساکنا فیتحرک ویظھر منہ الزفیر والشھیق؟ وقدیکون من ھو اقوی منہ ساکنا فی وجدہ لا یظھر منہ شئ من ذالک، قال اللہ تعالیٰ، (الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ) (الانفال: الآیۃ ۲)

---

[1] (سر الاسرار ومظھر الانوار فیمایحتاج الیہ الابرار، الفصل التاسع عشر، ص، ۴۷، ۴۸، ص، ۱۸۱ تا ۱۸۴ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد، ص، ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: گویاہر وہ کیفیت مسرت والم جو قلب پر بغیر ارادے و کوشش کے طاری ہو اسے وجد کہتے ہیں۔ قلوب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ وہ بصیرت رکھتے ہیں اور یہی بصیرت قلوب کے لیے وجد ہے جیسا کہ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الحج ۴۶)

ترجمہ: تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

الغرض اس طرح ان دونوں آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ تونے کیاپایااور کیانہ پایا۔ یہ بھی کہاجاتا ہے کہ وجد مکاشفات حق کانام ہے آپ دیکھتے نہیں کہ ایک شخص جو چپ چاپ ساکن بیٹھا ہوتا ہے کہ حرکت کرنے لگتاہے اور اس کے منہ سے آہیں اور چیخیں نکلنے لگتی ہیں۔ مگر جو شخص اول الذکر سے زیادہ قوی ہوتا ہے وہ ساکن وساکت رہتاہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال: ۲)

ترجمہ: جب اللہ یاد کیاجائے ان کے دل ڈر جائیں۔[1]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال بعض المشایخ من المتقدمین: الوجد وجدان: وجد ملک، ووجد لقاء لقول اللہ عزوجل: (فَمَن لَّمْ يَجِدْ)، (البقرۃ: الآیۃ ۱۹۶) یعنی من لم یملک، وقولہ تعالیٰ: (وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا)، (الکھف: الآیۃ ۴۹) یعنی لقوا، وقال بعضھم: کل وجد یجدک فیملک فذاک وجد ملک، وکل وجد تجد فذاک وجد اللقاء تلقی بقلبک شیئا ولا یثبت۔

بعض متقدمین مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا: وجد دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وجد ملک اور دوسرا وجد اللقاء اور یہ دونوں اقسام قرآن مجید ہی سے اخذ کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: فَمَن لَّمْ يَجِدْ (البقرۃ: الآیۃ ۱۹۶) یعنی من لم یملک، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا (الکھف: الآیۃ ۴۹) یعنی لقوا، اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہر وجد جو تجھے پاتا ہے تو وہ تیرا ملک ہو گا پس یہ وجد ملک ہے، اور ہر وجد جس کو تو پائے تو وہ وجد اللقاء ہے تو اپنے دل کے ساتھ کسی چیز سے ملاقات کرتا ہے اور وہ ثابت نہیں رہتی۔[2]

---

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد، ص، ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد فی ذکر اختلافھم فی ماھیۃ الوجد، ص، ۲۶۴، ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بَاب فِی السماع

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (الزمر، الآیۃ، ۲۳)هذه صفة من صفات الواجدین۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر انکی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔(الزمر:۲۳)(آیت مبارکہ میں جو صفات بیان کی گئی ہیں)یہ وجد کرنے والوں کی صفات میں سے ہے۔[1]

شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، لکھتے ہیں :

وقولہ تعالی وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال، الآیۃ، ۲)فالوجل صفۃ من صفات الواجدین۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال:۲)

ان کے دل ڈر جائیں۔

وجل (ڈر) کی صفت وجد کرنے والوں کی صفات میں سے ہے۔[2]

علامہ محمد عبد الحی، کتانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

لما جاء من الترغيب في الإكثار من الذكر على أي حال كان الذاكر، فلا طعن في الإستدلال عليه برقص واقع لمقصد صحيح أيضا اهـ منه. أقول: غاية الرقص عند القوم ذكر من قيام، وهو مشروع بنص القرآن: اذكروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم۔

ترجمہ: جب ذکر کی کثرت کے بارے میں ترغیب آئی ہے کہ ذکر کرنے والا کسی بھی حال میں ذکر کرے، تو صحیح مقصد کے ساتھ ہو تو اس پر رقص کے استدلال کے بارے میں طعن نہیں کیا جائے گا۔ میں (علامہ کتانی) کہتا ہوں: لوگوں کے نزدیک انتہائی درجہ کا رقص تو نص قرآنی میں خود مشروع (موجود) ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ (النساء:۱۰۳)

---

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[2] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب فی السماع

ترجمہ: تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ یعنی کھڑے، بیٹھے، اور پہلوؤں کو بدلتے ہوئے ذکر کرو۔ [1]

حضرت شیخ الاسلام ابو اسماعیل خواجہ عبداللہ بن محمد انصاری ہروی قدس سرہ لکھتے ہیں :

قولہ تعالی: وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا وجد آتشی است افروختہ میان سنگ اختیار و آھن نیاز. وآن بر سہ وجہ است: وجدیست نفس را، و وجدیست دل را، و وجدیست جان را.

اما آنچہ نفس را افتد بر عقل زور کند، و صبر ھزیمت کند، و نھانیھا آشکارا کند؛ و این وجد معنویست. اما آن کہ دل را افتد بر طاقت زور کند تا حرکت کند و بانگ کند و جامہ بدرد؛ و این وجد معنویست. اما آن وجد کہ جان را افتد حظ وی از حق نقد کند، و نفس وی در حقیقت غرق کند، و جان وی آھنگ بریدن کند؛ این وجد منظور است کہ حق بوی نگریست.

ترجمہ :ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا (سورۃ الکھف، ۱۴)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

وجد، سنگِ اختیار اور آہنِ نیاز مندی کے درمیان، آتشِ سوزاں کی مانند ہے۔ وہ تین طرح کا ہے۔ (۱) نفس کیلئے (۲) دل کیلئے (۳) روح کیلئے۔ وہ وجد کہ نفس کو لاحق ہوتا ہے، عقل پر چھا جاتا ہے، اس سے صبر و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے، وہ اسرارِ الٰہی کو فاش کر دیتا ہے۔ (یہ باطنی وجد ہوتا ہے) وہ وجد کہ دل کو لاحق ہوتا ہے، انسانی قوت پر غالب آ جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے انسان کا وجود حرکت میں آتا ہے، وہ نعرہ زنی کرتا ہے، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے۔ (یہ وجد بھی معنوی ہے) وہ وجد کہ روح کو لاحق ہوتا ہے، اس میں انسان کو اللہ تعالیٰ سے فی الفور حظِ وافر نصیب ہوتا ہے، اس کا نفس حقیقتِ ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے، اس کی روح اس عالم سے منقطع ہونا چاہتی ہے (یہ وجد شہودی ہے کیونکہ اس میں حق تعالیٰ بندے پر نگاہ ڈالتا ہے)۔ [2]

دیوبند مکتبۂ فکر کے پیر سید زوار حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں :

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الأعراف ۱۴۳)

ترجمہ : پھر جب اس کے رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گر کر بے ہوش ہو گئے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ۔

ترجمہ: پس جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اپنا نور ڈالا تو ان کا بدن اللہ تعالیٰ کے خوف سے مضطرب ہوا۔

---

[1] (التراتیب الاداریة، ج، ۲، ص، ۹۳، نظام الحکومیة)

[2] (صدمیدان، ۳۰، ۲۹، ص ۱۸۳)

بَابُ فِی السماع

جَعَلَهٗ دَکًّاوَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقاً۔

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ہویت سے فانی ہو کر عین حق سے حق کو دیکھا۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے ہوش ہو جانا کمال جذبہ ووجد کی دلیل ہے۔ سالک بھی خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر وجد اور بے ہوشی چھاجاتی ہے۔ اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہو جاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں اور بھی بہت سی آیتیں وجد وحال پر دلالت کرتی ہیں مثلاً:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ۔ (سورۃ الزمر، ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں اور دل نرم (اور تابع) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سب حالتیں وجد کی ہیں۔[1]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دیدہ ۔۔۔ چرخ میزد جامہا را میدرید

ترجمہ: کسی صوفی نے ایک دن کھونٹی پر خوان دیکھا (اس کے خیال میں) وہ رقص کرتا اور کپڑے پھاڑتا تھا۔

بانگ میزد نک نوائے بینوا ۔۔۔ قحطہا و دردہا را نک دوا

ترجمہ: وہ نعرے مارتا تھا کہ دیکھو بے سامان کا سامان۔ دیکھو قحطوں اور (بھوک کے) دردوں کی دوا۔

چونکہ درد و شور او بسیار شد ۔۔۔ ہر کہ صوفی بود با او یار شد

ترجمہ: جب اس کا درد اور جوش ترقی کر گیا تو جس قدر (اور) صوفی تھے اس کے ساتھ شریک (رقص) ہو گئے۔

کخ کخے وہاوہوئے مے زدند ۔۔۔ تاکہ چندیں مست و بیخود میشدند

ترجمہ: (شدتِ طرب سے کبھی) قہقہہ (کی) اور (کبھی) ہاؤہو (کی آوازیں) نکالتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ کئی مرتبہ مست وبے خود ہو جاتے تھے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست ۔۔۔ سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست

ترجمہ: اک بوالفضول (ظاہر پرست) نے صوفی سے کہا کہ (حضرت جی) یہ کیا (شور مچا رکھا) ہے (یہ تو) روٹی سے خالی خوان لٹک رہا ہے۔

---

[1] (عمدۃ السلوک، ص، ۱۰۷)

بَاب فی السماع

گفت روزی نقش بے معنی نیستی | بے خبر از خویش و عاشق نیستی
عشقِ ناں بے ناں غذائے عاشق ست | بندِ ہستی نیست ہر کہ صادق ست

ترجمہ: روٹی کے بغیر روٹی کا عشق عاشق کی غذا ہے۔ جو سچا (عاشق) ہے وہ وجود (ظاہری) کا پابند نہیں۔

مطلب: روٹی کا عاشق تو حریص ہوتا ہے۔ خدا کا عاشق حریصِ دنیا نہیں بلکہ روٹی کے تصور سے اس کا عشق اس حیثیت سے جوش میں آتا ہے کہ روٹی قدرتِ حق کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور اس تصور وخیال میں ظاہری روٹی کے وجود کا کیا دخل اس کا تصور ہی کافی ہے اور یہی عشق عاشق کی روح وروان ہے۔

عاشقاں را کار نبود باوجود | عاشقانرا ہست بے سرمایہ سود

ترجمہ: عاشقوں کو وجود (ظاہری) سے سروکار نہیں ہوتا عاشقوں کو سرمایہ کے بغیر نفع ملتا ہے۔[1]

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى لَوْ كَانَ فِي مَقَامِي هَذَا سَمِعَهُ أَهْلُ السُّوقِ وَحَتَّى سَقَطَتْ خَمِيصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے تم کو آگ سے ڈرایا میں نے تم کو آگ سے ڈرایا آپ یہ فرما رہے تھے (اور ایک عجیب حالت وکیفیت کے عالم میں جھوم جھوم کر اتنی بلند آواز سے فرما رہے تھے) حتی کہ اگر حضور ﷺ میری اس جگہ ہوتے (جہاں میں بیٹھا ہوں) تو بازار والے سن لیتے اور حتی کہ جو چادر آپ ﷺ پر تھی وہ (جھومنے کی وجہ سے کاندھے سے) آپ کے پاس قدموں پر گر گئی۔[2]

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(وَحَتَّى سَقَطَتْ خَمِيصَةٌ) وَهِيَ نَوْعُ ثَوْبٍ (كَانَتْ عَلَيْهِ) أَيْ فَوْقَ كَتِفِهِ بِمَنْزِلَةِ رِدَائِهِ (عِنْدَ رِجْلَيْهِ) أَيْ مِنْ جَذْبَتِهِ الْإِلَهِيَّةِ وَعَدَمِ شُعُورِهِ مِنَ الْهَيْبَةِ الْحِسِّيَّةِ۔

ترجمہ: اور حتی کہ جو چادر آپ (کے کندھے مبارک) پر تھی وہ آپ کے پاس قدموں پر گر گئی) یعنی اس وقت نبی کریم ﷺ پر جذب الٰہی کی کیفیت طاری ہو گئی اور ہیبت حسیہ کے باعث آپ ﷺ کو (چادر گرنے کا) احساس نہ ہوا۔[3]

---

[1] (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۴۶۳)
[2] (مسند دارمی، رقم: ۲۸۱۲، مسند احمد، رقم: ۲۶۸، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبداء الخلق، باب صفۃ النار واھلھا، رقم: ۵۶۸۷)
[3] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبداء الخلق، باب صفۃ النار واھلھا، ج ۱۰، ص ۳۵۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی میں نے تم کو بارہا دوزخ سے مختلف طریقوں سے ڈرایا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر بھی تو ہوں میں نے اپنا یہ فرض ادا کر دیا تم لوگ گواہ رہو۔

یعنی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جوش میں اس قدر بلند آواز سے یہ کلمات فرمائے کہ اگر حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آج یہاں قیام فرما کر وہ فرماتے تو بازار تک آپ کی آواز پہنچ جاتی۔

یعنی جوش کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وجدانی حالت بھی طاری تھی اور آپ جنبش میں تھے جس کے اثر سے چادر مبارک کندھے شریف سے گر کر قدم مبارک پر آگئی۔ یہ حدیث صوفیاء کرام کے وجد کی دلیل ہے وجد ان شوق اور ذوق خوف ہر چیز سے آسکتا ہے۔[1]

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالي الطوسي شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وأما الحكايات الدالة على أن أرباب القلوب ظهر عليهم الوجد عند سماع القرآن فكثيرة فقوله صلى الله عليه وسلم شيبتني هود وأخواتها۔ خبر عن الوجد فإن الشيب يحصل من الحزن والخوف وذلك وجد۔

ترجمہ: اور جن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن سننے سے وجد ہوا ہے وہ بھی بکثرت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ یہ بھی وجد کی خبر ہے اس لئے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہیں۔[2]

وروي أن ابن مسعود رضي الله عنه قرأ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سورة النساء فلما انتهى إلى قوله تعالى {فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيداً} قال {حسبك} وكانت عيناه تذرفان بالدموع۔

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ نساء پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (سورۃ النساء: ۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

آپ نے فرمایا کہ بس کرو پس آپ کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے۔[3]

---

[1] (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۷، ص۵۵۰، ضیاء القرآن، لاہور)

[2] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاهره)

[3] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج۲، ص۴۱۹،۴۱۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاهره)

وفي رواية أنه صلى الله عليه وسلم قرأ هذا الآية أو قرئ عنده {إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ، وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا} فصعق۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا (١٢) وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا (المزمل ١٣)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔ تو آپ بے ہوش ہو گئے۔[1]

وفي رواية أنه صلى الله عليه وسلم قرأ {إن تعذبهم فإنهم عبادک} فبکی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورۃ المائدہ: ١١٨)

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی زبردست حکمت والا۔ پڑھ کر روئے۔[2]

وکان صلى الله عليه وسلم إذا مر بآية رحمة دعا واستبشر والاستبشار وجد۔

ترجمہ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے ظاہر ہے کہ بشارت کی التجاء وجد ہے۔[3]

فقال تعالى {وإذا سمعوا ما أنزل إلى الرسول ترى أعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق} وروي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي ولصدره أزيز كأزيز المرجل۔

چنانچہ فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ۔ (سورۃ المائدہ: ٨٣)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے یہ وہ حق پہچان گئے۔

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے۔[4]

---

[1] (ابن عدی فی الکامل، شعب الایمان، احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ٢، ص، ٩١٤، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

[2] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ٢، ص، ٩١٤، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

[3] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ٢، ص، ٩١٤، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

[4] (احیاء العلوم، کتاب آدب السماع والوجد، الباب الثانی المقام الثانی، ج، ٢، ص، ٩١٤، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

بَابُ فِی السماع

وعَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِي يَبْكِي۔

ترجمہ: حضرت مطرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی جیسا کہ ہنڈیا، دیگ کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ یعنی آپ ﷺ رو رہے تھے۔[1]

وعن مطرب عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال: رأیت رسول اللہ ﷺ یصلی وفی صدرہ أزیز کأزیز الرّحی من البکاء۔

ترجمہ: حضرت مطرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔[2]

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قال الحراني: ومن هذا الحديث ونحوه استنّ أهل الطريق الوجد والتواجد في أحوالهم وعرفوا به في أوقاتهم، وهذا الحال إنما كان يعرض للمصطفى عند تجلي الصفات الجلالية والجمالية معاً: يعني الجلال الممزوج بالجمال، وإلا فغير الممزوج بالجمال لا يطيقه أحد من البشر بل ولا واحد من الخلائق، وكان إذا تجلى لقلبه الجمال الحض يمتلىء نوراً وسروراً وملاطفة وإيناساً وتبسطاً، وكل وارث من أمته له نصيب من هذين التجليين، فتجلى الجلال يورث الخوف والقلق والوجل المزعج، وتجلي الجمال يورث الأنس والسرور۔

ترجمہ: حضرت حرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اور اس حدیث اور اس کی مثل سے اہل طریق اپنے احوال میں وجد اور تواجد کی سند واضح کرتے ہیں اور وہ اپنے اوقات میں اس کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں، اور یہ حال چنے ہوئے کو صفات جلالیہ اور جمالیہ جمع ہونے کے وقت ہی پیش آتا ہے: یعنی جلال جمال کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے، ورنہ جمال ملے بغیر (جلال کو برداشت کرنے کی) کسی انسان میں طاقت نہیں بلکہ مخلوق میں سے کسی میں بھی طاقت نہیں ہے، اور جب اس کے دل پر ترغیب دینے والے جمال کی تجلی ہوتی ہے تو نور اور سرور اور لطف اور انس اور بسط کو بھر دیتا ہے، اور ہر ایک ان دونوں تجلیوں سے اپنے قصد کے مطابق حصہ پانے کا وارث بنتا ہے، پس جلال کی تجلی خوف اور اضطراب، چیخنے والا ڈر پیدا کرتی ہے اور جمال کی تجلی انس اور سرور پیدا کرتی ہے۔[3]

---

[1](سنن الکبری للنسائی، رقم: ۵۴۹ سنن النسائی، کتاب السہو، باب البکاء فی الصلاۃ، رقم: ۱۲۱۱، ص، ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الزہد والرقائق لابن المبارک، رقم: ۱۰۹، الترغیب والترہیب، ج، ۱، ص، ۲۰۵)

[2](سنن ابو داؤد رفی الصلوٰۃ قم الحدیث: ۹۰۴، سنن النسائی فی السہو رقم الحدیث: ۱۲۱۲، الزہد والرقائق لابن المبارک، رقم: ۱۰۹، شمائل الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵، الترغیب والترہیب، ج، ۱، ص، ۲۰۴)

[3](دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، ج، ۴، ص، ۲۲۲، ۲۲۳، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)

بَابٌ فِي السَّماع

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، آقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ، قَالَ: «نَعَمْ» فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الآيَةِ: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا} (سورة النساء: ۴۱) قَالَ: حَسْبُكَ الآنَ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھوں حالانکہ آپ ﷺ پر تو خود قرآن نازل ہوا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی حتی کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاَءِ شَهِيدًا۔ (سورۃ النساء: ۴۱)

ترجمہ: اس وقت کیسا سماں ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم! ﷺ) ہم آپ ﷺ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بس تمہیں اتنا پڑھنا کافی ہے۔ پس میں نے آپ ﷺ کی طرف مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔[1]

مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

حال، وجد:

کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ اصطلاح میں وجد کہلاتا ہے، تذرفان، (دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے) سے اس کی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔[2]

جذب

ابتدائی زمانہ کا جوش و خروش:

اس زمانہ کے رنگ کے دیکھنے والوں اور حلقۂ توجہ میں شامل ہونے والوں میں سے بعض کو احقر نے بھی دیکھا ہے۔ مثلاً جناب شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ جو حضرت والا کے ایک بڑے قوی الحال خلیفہ باکمال تھے۔ بارہا احقر کے سامنے کبھی کسی بات پر کبھی کسی شعر پر اس قدر شدید کیفیت طاری ہو جاتی کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے اور بے اختیار چیخنے چلانے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے اور تلملانے لگتے۔ ایک بار احقر کی درخواست پر مع چند دیگر احباب سفر منصوری فرمایا چونکہ بہت نحیف

[1] (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۵۰۵۰)
[2] (التکشف عن مہمات التصوف، ص، ۴۹۴)

وناز ک مزاج تھے اور چڑھائی زیادہ چڑھنی پڑی سفر سے بے حد تعب ہوا۔ عین تکان کی حالت میں جبکہ سخت چڑھائی کے موقع پر سخت پریشان تھے اور ناگواری میں احقر سے شکایت فرمارہے تھے احقر نے یہ شعر پڑھ دیا۔

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا　　　سزا ہے دل لگانے کی مزہ ہے آشنائی کا

بس یہ سننا تھا تکان و تعب سب بھول گئے۔ جوش میں آکر زور سے ایک چیخ ماری اور وجد میں آکر رقص کرنے لگے۔ ان پر زیادہ تر خوف وخشیت ہی کا غلبہ رہتا تھا اور اکثر مغفرت کے تذکروں پر حال طاری ہو جاتا تھا۔ بارہا دیکھا گیا کہ بے اختیار ہو کر موقع بے موقع حضرت والا کے پاس پہنچ جاتے اور مغلوبیت کی باتیں کرنے لگتے۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس قدر خوف وخشیت کا غلبہ میں نے کسی پر نہیں دیکھا۔ جب وہ غلبہ حال میں باتیں کرتے تو ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ان کا اس وقت کلیجہ پھٹا جارہا ہے۔ بروایت استادی جناب مولانا سراج احمد صاحب امروہی جو حضرت والا کے خلیفہ مجاز ہیں ایک بار شاہ صاحب پر حضرت والا کی عدم موجودگی میں بحالت نماز جماعت شدید کیفیت طاری ہوئی اور نماز میں بے اختیار اللہ کر کے کبھی صف سے آگے بڑھ جاتے کبھی پیچھے ہٹ جاتے۔ حضرت والا کی واپسی کے بعد بھی وہی حالت تھی حضرت والا نے جب پانی دم کر کے پلایا تب جا کر سکون ہوا۔ حضرت والا نے تنبیہاً ایک اور صاحب سے جو کیفیات کے بہت متمنی رہتے تھے فرمایا کہ کیا آپ بھی اپنی ایسی ہی حالت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں حضرت یہ تو سخت حالت ہے اس کا تحمل کہاں ۔ تو باوجود ان کیفیات قویہ کے جو اب تک موجود تھیں شاہ صاحب حضرت والا کے زمانہ کانپور کے جوش وخروش کو آخر وقت تک یاد ہی فرماتے رہے اور حضرت والا سے ویسے ہی توجہ کے طالب رہے حضرت والا یہ فرما کر تسلی فرماتے رہے کہ وہ کیفیات سابقہ نفسانی تھے اور موجودہ کیفیات لطیفۂ رُوحانی ہیں ان کے مقابلے میں وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

ایک طالب علم کی عجیب وغریب کیفیت:

غرض حضرت والا کا حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں قیام کرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی جوش وخروش کا زمانہ تھا جس کے اثر سے طلبہ ومدرسین بھی ذاکر شاغل ہو گئے تھے چنانچہ ایک طالب علم نے بھی حضرت والا کی دیکھا دیکھی بلامشورہ اپنے طور پر ذکر و شغل شروع کر دیا اس سے ان پر ایک دن جب کہ وہ بوستان کا سبق ایک اور مولوی صاحب سے پڑھ رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار پر ایک سخت حالت طاری ہو گئی۔

بمجنوں کسے گفت کائے نیک پے　　　چہ بودت کہ دیگر نیائی کسے

مجنون سے کسی نے کہا کہ اے اچھی عادت والے تجھے کیا ہے کہ تو پھر کبھی شراب پینے نہیں آیا۔

مگر در سرت شور لیلیٰ نماند　　　خیالت دگر گشت و میلے نماند

شاید تیرے سر میں لیلیٰ کی محبت نہیں رہی تیرا خیال دوسری طرف پھر گیا ہے اور اس کی طرف میلان نہیں رہا۔

چو بشنید بیچارہ بگریست زار | کہ اے خواجہ دستم زدامن بدار

جب اس بے چارے نے سنا تو زور زور سے رونے لگا کہ اے صاحب میرا ہاتھ دامن سے ہٹالے۔

مرا خود دل درمند ست خیز | تو نیز م نمک بر جراحت مریز

میرا دل تو خود دردمند ہے تو اٹھ اور تو میرے زخم پر نمک نہ چھڑک۔

نہ دوری دلیل صبوری بود | کہ بسیار دوری ضروری بود

دوری صبر کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ بہت دفعہ دوری ضروری ہوتی ہے۔

اس قدر حالت تھی کہ لاالہ الااللہ کہتے ہوئے اور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے جو ملتا اسے کہتے جاتے کہ کھو لاالہ الااللہ ایسا اثر تھا کہ جسے کہتے وہ لاالہ الااللہ کہنے پر اس وقت مجبور ہو جاتا چنانچہ بہت سے ہندو یہاں تک کہ ہندو کانسٹیبلوں سے بھی لاالہ الااللہ پڑھنے کو کہا تو وہ بھی بے اختیار پڑھنے لگے ان طالب علم کے ماموں کہ وہ بھی طالب علمی کرتے تھے سخت پریشان ہونے لگے حضرت والا نے فرمایا کہ میاں پریشان ہونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہ تمہارا بھانجا ولی ہوگیا۔تڑپتے وقت وہ اپنے بھانجا کو دبا کر بیٹھ گئے تو حضرت والا نے منع فرمادیا کہ ایسا نہ کرو تڑپنے دو ورنہ گھٹ کر دم نکل جانے کا اندیشہ ہے ایسی شدید کیفیات میں یہی چاہیئے کہ خوب تڑپنے دو انہوں نے عذر کیا کہ چوٹ لگ جائیگی فرمایا کہ چوٹ تو دل پر لگ چکی ہے اب ظاہری چوٹ کی اتنی رعایت رکھو کہ ان کو گرنے پڑنے مت دو مگر پکڑو نہیں جب بازار کی طرف بھاگتے ہوئے گئے تو پیچھے پیچھے ان کے ماموں اور دوسرے لوگ بھی گئے اور بمشکل پکڑ کر لائے جب مدرسہ پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا حضرت والا نے فرمایا کہ گو یا اس وقت مکلف نہیں مگر پھر بھی یہی اچھا ہے کہ ان سے نماز پڑھنے کیلئے کہا جائے چنانچہ ان سے کہا گیا لیکن انہیں لاالہ الااللہ کی رٹ لگی ہوئی تھی چونکہ آداب وجد میں سے یہ ہے کہ صاحب وجد کی حاضرین بھی موافقت کریں لہٰذا حضرت والا کے ایک شاگرد مولوی محمد یونس صاحب نے یہ ترکیب کی کہ ان سے پہلے تو یہ کہا کہ لاالہ الااللہ کا وضو کر لو یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً وضو کر لیا۔پھر کہا لاالہ الااللہ کی نماز بھی پڑھ لو چنانچہ نماز کیلئے بھی کھڑے ہوگئے لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی ۔بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت کے اشعار عشقیہ پڑھ رہے تھے اس وقت انہیں بہت سے اشعار یاد آتے چلے گئے حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا تھا۔اس نماز میں انہوں نے سجدے بھی بے تعداد کیے۔

طالب علم کا علاج:

رات بھر یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ اس کیفیت کے سلب کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی دوسرے روزان کو حضرت والا نے ایک صاحب تصرف ولایتی درویش میاں خاکی شاہ کے پاس جو کان پور ہی میں رہتے تھے اور جن کی قوت توجہ حضرت والا کو معلوم تھی سلب کیفیت کیلئے بھیجا انہوں نے کہا کہ یہ خوب بات ہے کہ گولی تو ماردی خود اوراب نکلوانے بیٹھے ہیں مجھ سے۔ پھر انہوں نے توجہ کا عمل کیااور دوسرے روز پھر آنے کو کہالیکن شب کو اس طالب علم نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ یہ فرمارہے ہیں کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کمبختی آئی ہے ایسی نعمت کو سلب کرتا ہے جب یہ خواب حضرت والا نے سنا تو اس طالب علم کو ان درویش کے پاس جانے سے منع فرمادیا۔

سوچنے سے دوسری تدبیر یہ ذہن میں آئی کہ ان کے جوش وخروش کو سماع سے سکون ہوگا۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب سماع صوفی سے کہا کہ ہماری وضع کے تو یہ خلاف ہے البتہ تم ان کو اپنے یہاں لے جاکر ذرا سماع سنوادو۔ اور یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں آلات بھی ہونگے انہوں نے اس فرمائش کو بہت خوشی کے ساتھ منظور کیا کیونکہ یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ مولویوں کو بھی ہماری احتیاج ہوئی۔ چنانچہ وہ ان کو اپنی جماعت کے پاس لے گئے لیکن جب وہ لوگ آلات سماع لے کر بیٹھے تو وہ طالب علم بہت بگڑے کہ یہ کیا واہیات ہے مجھے معصیت میں مبتلا کرتے ہو میں ان سب کو توڑ پھوڑ دونگا یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ آئے پھر حضرت والا ایک خوش آواز بنگالی طالب علم سے جن کی آواز میں درد تھا کہا کہ تم ان کو کسی الگ جگہ لے جاکر کچھ اشعار سنا دواوراس جگہ کسی اور کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خسرو رحمہ اللہ کی یہ غزل خلوت میں لے جا کر سنائی۔

از ہجر تو کباب تاکے	جاں در طلبت خراب تاکے

تیری جدائی سے کب تک دل جلے گا تیری طلب سے کب تک جان خراب ہو گی۔

در مصحف روئے او نظر کن	خسرو غزل و کتاب تاکے

اے خسرو اس چہرے کی کتاب میں دیکھ غزل و کتاب میں کب تک مشغول رہے گا۔

ان اشعار کو سن کر انہیں وجد آیا اور بے حد جوش و خروش ہوا اور کھڑے ہو کر زور زور سے خود بھی یہ کہتے جاتے تھے تاکے تاکے۔ حضرت والا تک بھی یہ آواز آرہی تھی جب دل کی بھڑاس اچھی طرح نکل گئی تو پر سکون ہو گیا، غرض یہ تدبیر نافع ہوئی انہی طالب علم نے یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ تم کسی سے بیعت ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت (ﷺ) کس سے؟ تو فرمایا کہ جس سے زیادہ اعتقاد ہو چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے یہ

خواب بیان کیا، جواب میں فرمایا کہ جس سے زیادہ اعتقاد ہو اس سے بیعت ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو آپ سے اعتقاد ہے اور یہ کہہ کر حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی، حضرت والا نے اس بناء پر کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے بلا تامل بیعت فرما لیا۔ حضرت والا نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ لوگ ان کیفیات کو نہ جانے کو کیا سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی بس یہ حقیقت ہے کہ صرف چار دن تک تو خوب جوش و خروش رہا پھر ویسے ہی ہو گئے۔ چنانچہ وہ صاحب اب تک ہیں لیکن بالکل کورے۔ بقول شخصے چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔[1]

اور دیوبند مکتبۂ فکر کے "حکیم الامت" مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

تواجد بہ غرض محمود:

حدیث : قرآن مجید کی تلاوت کرو اور روو اور اگر رونہ سکو تو رونے کی شکل بناؤ۔

فائدہ: اس میں اثبات ہے تواجد یعنی اہل وجد کے ساتھ تشبہ کا جبکہ غرض کسی حال محمود کا پیدا کرنا ہو نمائش مقصود نہ ہو (کہ اس کو تشبع بمالم یعط فرمایا گیا ہے)۔[2]

صاحب وجد کا معذور ہونا:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان بنی اسرائیل میں ایک پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے (کہ وہ بھی وہاں ہی تھی) پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا (یہ نہیں کہ وہ جانتا نہ تھا بلکہ اپنے محبوب کا نام سننے کیلئے پوچھا کہ سننے میں اور ہی لطف ہے) اس نے کہا کہ اللہ نے (پیدا کیا اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اس نے اپنے کو پہاڑ سے گرا دیا اور پاش پاش ہو گیا۔)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صاحب وجد معذور ہوتا ہے اگرچہ غلبہ میں اپنے کو ہلاک بھی کر ڈالے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔[3]

ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ،۳۷۸ھ، لکھتے ہیں :

فی الحدیث ان النبی ﷺ قرأ: (فکیف أذا جئنا من کل امة بشھید و جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا) (النساء ایت ۴۱) فصعق، فالصعقة صفة من صفات الواجدین۔

---

[1] (اشرف السوانح ج ا ص ۲۷۷-۲۷۹)

[2] (التشرف بمعرفة احادیث التصوف ص ۵۱)

[3] (التشرف بمعرفة احادیث التصوف ص ۶۷)

بَاب فی السماع

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمھیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

اور اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی یہ کیفیت بھی صفات واجدین میں سے ہے۔[1]

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو (بہت جلد) بوڑھے گئے ؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے مجھ کو (عمر کی زیادتی سے پہلے ہی) بوڑھا کر دیا ہے۔[2]

اخبرنا ابو زرعة طاهر عن والده ابى الفضل الحافظ المقدسى، قال اخبرنا ابو منصور محمد بن عبد الملك المظفرى بسرخس، قال: اخبرنا ابو على الفضل بن منصور بن نصر الكاغدى السمرقندى اجازة، قال: حدثنا الهيثم بن كليب، قال اخبرنا ابو بكر عمار بن اسحاق قال حدثنا سعيد عن عامر عن شعبة، عن عبد العزيز بن صهيب، عن أنس قال: كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، إذ نزل عليه جبريل عليه السلام، فقال: يا رسول الله ان فقراء أمتك يدخلون الجنة قبل الأغنياء بنصف يوم وهو بخمسمائة عام، ففرح رسول الله فقال: أفيكم من ينشدنا؟ فقال بدوي: نعم، يارسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الهَوى كَبِدِي ... فَلاَطَبِيبَ لَهُ وَلاَرَاقِي

إلاَّ الحَبِيبُ الّذِي شُغِفْتُ بِه ... فَعِنْدَهُ رُقْيَتِي وتِرْيَاقِي

فتواجد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتواجد أصحاب معه، حتى سقط رداؤه عن مَنْكِبَيْهِ، فلما فرغوا أوى كل واحد منهم إلى مكانه، فقال معاوية بن ابى سفيان: ما أحسن لَعِبَكُمْ يا رسول الله! فقال: مَهْ، يا معاوية، ليس بكريم من لم يهتز عند سماع ذكر الحبيب۔ ثم قسم رداءه اى رسول الله صلى الله عليه وسلم على من حضرهم بأربعمائة قطعة.

ترجمہ: حضرت ذرعہ طاہر نے اپنے والد حضرت ابو الفضل حافظ مقدسی سے انہوں نے ابو منصور بن عبد الملک مظفری سرخسی سے انہوں نے حضرت ابو علی فضل بن منصور بن نصر کاغدی سمرقندی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہشیم بن کلیب نے حضرت ابو بکر عمار بن اسحاق سے سنا انہوں نے فرمایا کہ ہم سے حضرت سعید نے ان سے عامر نے ان سے شعبہ نے اور شعبہ نے عبد العزیز بن صہیب سے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، کتاب الوجد، باب فی صفات الواجدین، ص، ۲۶۴، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (سنن الترمذی، رقم: ۳۲۱۹، شرح السنة للبغوی، ج، ۷، ص، ۲۹۴، دلائل النبوة للبیهقی، رقم: ۳۲۷، ج، ۱، ص، ۳۵۸، کنز العمال، رقم: ۲۵۸۸، مشکاة المصابیح، رقم: ۵۳۵۴، حلیة الاولیاء، ج، ۴، ص، ۳۵۰، مصنف ابن ابی شیبه، رقم: ۳۰۲۶۸)

خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے فقراء آپ کی امت کے دولت مندوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہوگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ (خوشخبری) سن کر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس وقت کچھ اشعار پڑھے، تو ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ!۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا سناؤ! اس دیہاتی نے یہ اشعار سنائے:

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوى كَبِدِي فَلاَ طَبِيبَ لَهُ وَلاَ رَاقِي

إلاَّ الْحَبِيبُ الَّذِي شُغِفْتُ بِه فَعِنْدَهُ رُقْيَتِي وتِرْيَاقِي

ترجمہ: میرے جگر کو (محبوب) کی خواہش کے سانپ نے ڈس لیا، جس کے لئے نہ تو کوئی حکیم ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔

مگر وہ حبیب (مخلص ساتھی) جس کی محبت سے میں فریفتہ ہوں اسی کے پاس میرے لئے تریاق بھی ہے اور تعویذ بھی۔

یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ نے تواجد فرمایا (یعنی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی) اور آپ ﷺ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تواجد کیا (یعنی وجد طاری ہوگیا) یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک سے چادر مبارک ڈھلک گئی (یعنی گر گئی) پھر جب یہ کیفیت ختم ہوگئی تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کتنا ہی حسین لعب (کھیل) ہے۔ تو اس بات پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایسا نہ کہو (یعنی اس مخصوص حالت کو کھیل سے تشبیہ نہ دو یہ محبوب حقیقی کی یاد سے جنبش تھی اور) جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ کریم (بزرگ) نہیں ہے پھر حضور ﷺ کی (اس وقت زیب تن کی ہوئی) چادر مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔[1]

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق امام شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سہروردی بغدادی شافعی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:

فهذا الحديث اوردناه مسندا كما سمعناه ووجدناه، وقد تكلم في صحته اصحاب الحديث۔

ترجمہ: یہ حدیث ہم نے سندوں کے ساتھ پیش کر دی ہے جیسا کہ ہم نے سنا تھا لیکن اس کی صحت سے محدثین نے اتفاق نہیں کیا ہے۔[2]

---

[1] (عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، البحر المدید، ج، ۵، ص، ۵۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، التفسیرات الاحمدیة، ص، ۲۰۲، قدیمی کتب خانہ، کراچی، اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان، ج، ۱، ص، ۱۰، التزکیة بین اهل السنة والصوفية، ج، ۱، ص، ۲۴، رہنمائے سالکین ص ۱۳۹، مکتوبات صدی، ص ۵۶۰ تا ۵۶۹)

[2] (عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث کے متعلق حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات صاحب ربانی نوشاہی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

دریں نقل اگرچہ بعضی محدثین طعن بسیار کردہ اند و موضوع گفتہ اند و منع بلیغ ساختہ اند لیکن بسیاری از علمای متبحرین کہ متفقہ اند ، در کتب خویش آوردہ اند و ترغیب فرمودہ اند و ناقلان آن جماعتی عظیم اند از جماعت اھل یقین اند کہ اعتماد بر نقل ایشان می توان کرد۔ پس لایق منع نبود وایشان را متہم نتوان ساخت۔ "ظنوا المومنین خیرا" را یاد آرو ھیچ مگوو در عمل آر ۔ کما قال علیہ السلام بہ روایت صحیحہ: ما جاء کم عنی خیر قلتہ اولم اقلہ فانا اقولہ وفی حدیث آخر: فما سمعتم الحدیث عنی من خیر تعرفہ قلوبکم وقلبی لا اشعار کم وابشار کم وترون انہ منکم قریب فانا اولا کم بہ تامل ولا تنازع۔

ترجمہ: اس روایت میں اگرچہ بعض محدثین بہت طعن کیا ہے اور اس کو موضوع کہا ہے اور اس سے بہت منع کیا ہے، لیکن بہت سارے علمائے متبحرین، جو فقیہ ہیں، اس کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور اس کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اس کے نقل کرنے والے بھی بہت بڑی جماعت ہیں جو اہلِ یقین سے ہیں اور ان کی نقل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ پس یہ منع کرنے کے لائق نہیں اور نہ ان کو متہم کیا جاسکتا ہے۔ "مومنوں پر نیک گمان رکھو" کو یاد رکھو اور کچھ نہ کہو اور اس پر عمل کرو۔ جیسا کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے روایت صحیحہ میں : میری جانب سے کوئی نیک کلام تمہارے پاس آئے خواہ میں نے وہ نہ کہا ہو، پس میں وہ کہتا ہوں ۔اور دوسری حدیث میں ہے: اگر کوئی اچھا کلام (حدیث) میری جانب سے سنو جس کو تمہارے دل پہچان جائیں اور تمہارے طریقہ اور بشارتوں کے مطابق ہو، اور تم جان لو کہ وہ تم سے قریب ہے، پس میں اس کا زیادہ مستحق ہوں۔ غور کرو اور جھگڑا نہ کرو۔[1]

"وروی ان داود النبی علیہ السلام استقبل السکینہ بالرقص فقالت لہ زوجتہ اترقص وانت نبی فقال لھا اتحکمین علی علی قلبی وانت طالق"۔

ترجمہ: چنانچہ مروی ہے کہ حضرت داؤد نبی علیہ السلام بحالت رقص، تابوت سکینہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ آپ رقص کرتے ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام نبی ہیں۔"ارشاد فرمایا! کیا تو میرے دل (کی محویت اور عالمِ بیخودی) پر یہ حکم لگاتی ہے۔ جا میں نے تجھے طلاق دی"۔[2]

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ أَبُو عُثْمَانَ الْمَدَنِيُّ، أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الأَصْبَحِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، دَخَلَ الْمَدِينَةَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ

[1] (رسالۂ سماع، تذکرۂ نوشاھیہ، ص، ۵۲۲، ۵۲۱، ادارہ معارف نوشاھیہ، اسلام آباد)

[2] (سبع سنابل، سنبلہ ءھفتم، در متفرقات، ص، ۱۷۸، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاھور)

بَاب فِي السماع

اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ. فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ، فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلا قُلْتُ لَهُ: أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ. فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً فَمَكَثْنَا قَلِيلاً ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ أَفَاقَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ عَلَيَّ طَوِيلاً، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ، فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ، وَرَجُلٌ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ، فَيَقُولُ اللَّهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللَّهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ، وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ، فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ، وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ: فِي مَاذَا قُتِلْتَ؟ فَيَقُولُ: أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ، فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُولُ اللَّهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلَانٌ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ، ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ الْوَلِيدُ أَبُو عُثْمَانَ: فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ شُفَيًّا، هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا قَالَ أَبُو عُثْمَانَ: وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ فُعِلَ بِهَؤُلَاءِ هَذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ؟ ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ، وَقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هَذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ {مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}.

ترجمہ: حضرت ولید بن ابی ولید ابو عثمان مداءنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا شفی اصبیحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوے تو دیکھا ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں انہوں نے پوچھا یہ کون ہیں ؟لوگوں نے بتایا! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ۔(فرماتے ہیں) میں ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ بالکل سامنے بیٹھ گیا آپ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہارہ گئے تو میں نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا ہو اور بوجھا ہو۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کروں گا، میں تم

سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا اور بوجھا ہے اور پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری۔ یہ کیفیت بے تابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلاکم وکاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا، ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے، پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے زور سے ایک چیخ ماری، پھر ان کو افاقہ ہوا پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا میں اور آپ اس مکان میں تھے۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور آپ کے۔ پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر منہ کے بل گر پڑے۔ میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا پھر افاقہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہو گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تمام امتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جائے گا:(۱) جس نے قرآن یاد کیا ہو گا،(۲) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہو گا،(۳) اور زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا تمہیں وہ کلام نہ سکھایا جسے میں نے اپنے رسول ﷺ پر اتارا، عرض کرے گا، ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں قاری ہے، پس تجھے کہا۔ دولتمند کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا، وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابتداروں سے صلہ رحمی کرتا تھا اور خیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے، سو ایسا کہا جا چکا۔ (پھر) شہید کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لیے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا، پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا بہادر ہے، پس یہ بات کہی گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس میرے زانو پر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ حضرت ولید ابو عثمان مدائنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے عقبہ نے بتایا کہ یہی حضرت شفی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حدیث سنائی، ابو عثمان فرماتے ہیں، مجھے علاء بن حکیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ شفی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلاد تھے

فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بتائی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا، پھر آپ بہت روئے یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا شاید جان دے دیں گے۔ اور ہم نے کہا یہ آدمی ہمارے پاس شر لے کر آیا ہے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو آپ نے چہرہ پونچھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے تو ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا دے دیتے ہیں اور اس میں ہم کچھ کمی نہیں کرتے ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں انہوں نے جو کچھ دنیا میں کیا ضائع ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہو گئے۔ [1]

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا۔ بیہوش ہو جانا اور پسینہ آجانا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا رونا، وجد و حال کی کھلی دلیل ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُونَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْقُصُونَ وَيَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يَقُولُونَ؟» قَالُوا: يَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور اپنی زبان سے کہہ رہے تھے۔ محمد ﷺ نیک بندے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: وہ کہہ رہے ہیں: محمد ﷺ صالح بندے ہیں۔ [2]

مذکورہ بالا حدیث کے تحت شیخ طریقت شیخ عبد القادر عیسیٰ شاذلی لکھتے ہیں:

فلما رآهم فيي تلك الحالة لم ينكر عليهم وأقرهم على ذلك، والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله ﷺ وفعله وتقريره، فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز وفي الحديث دليل صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدح رسول الله ﷺ وأن الهتزاز بالذكر لا يسميي رقصاً محرماً بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر، ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى، اذا صحت النية، فالأمور بمقاصدها وانما الأعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوى۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا، تو ان پر کوئی انکار نہیں فرمایا، اور ان کو اس حالت پر برقرار رکھا، اور یہ تو معلوم ہے کہ بے شک احکامِ شرعیہ نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ماخوذ ہوتے ہیں (تقریر کا مطلب یہ ہے کہ جو

[1] (سنن الترمذی، کتاب الزھد، رقم: ۲۳۸۲، ص، ۵۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (مسند امام احمد، رقم: ۱۲۵۴۰، ج، ۲۰، ص، ۱۷، والاحادیث المختارة، رقم: ۱۶۸۰، ج، ۵، ص، ۶۰، والجامع الصحیح للمسنن والمسانید، ج، ۱۴، ص، ۳۷۸، وج، ۲۶، ص، ۴۷۴، غایة المقصد فی زوائد المسند، رقم: ۳۱۲۹، ج، ۳، ص، ۱۸۳، والمسند الجامع، رقم: ۱۴۲۸، ج، ۲، ص، ۴۱۲)

کام نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا گیا ہو اور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو)۔ جب آپ ﷺ نے ان کے اس فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اور اس حدیث میں مباح، جائز جھومنے اور نعت رسول ﷺ دونوں کو آپس میں اکٹھا کرنے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ذکر میں حرکت کرنے، جھومنے کو حرام رقص کا نام نہیں دیا جاسکتا، بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ حرکت جسم کو ذکر کے لیے چست کرتی ہے، اور (دورانِ ذکر) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ قلبی میں مدد دیتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ کاموں کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہے، اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔[1]

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ، وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ خَوْخَةٍ لِي، فَدَنَا مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَجَعَلْتُ أَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُنَّ بَنَاتُ أَرْفِدَةَ: فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ وَيَزْفِنُونَ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّذِي انْتَهَيْتُ۔[2]

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَجَعْفَرٌ، وَزَيْدٌ، فَقَالَ لِزَيْدٍ: أَخُونَا مَوْلَانَا، فَحَجَلَ زَيْدٌ، وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَنْتَ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، قَالَ: فَحَجَلَ وَرَاءَ حَجْلِ زَيْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِي: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، فَحَجَلْتُ وَرَاءَ حَجْلِ جَعْفَرٍ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں میں اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے، تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھلنے لگے (وجد کرنے لگے)، اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہے، تو وہ بھی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگے، مجھے ارشاد فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تو میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگا۔[3]

مفتی مکہ مکرمہ علامہ احمد زینی دحلان و محمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ لکھتے ہیں:

وبعد فتح خيبر قدم من الحبشة جعفر بن ابی طالب رضی الله عنه ومن معه من المسلمين وهم ستة عشر رجلاً فتلقى النبي ﷺ جعفر وقبل جبهته وعانقه وقام له، وقد قام لصفوان بن امية لما قدم عليه ولعدى بن حاتم رضى الله عنهما ثم قال ﷺ ما أدرى بأيهما أفرح بفتح خينر أم بقدوم جعفر؟ وقال ﷺ لجعفر أشبهت خلقى وخلقى

[1] (حقائق عن التصوف، الحركة فی الذکر، ص، ۹۷)

[2] (المعجم الاوسط، رقم: ۹۳۰۳، ج، ۹، ص، ۱۲۱،)

[3] (مسند البزار، رقم: ۷۴۴، مسند احمد، رقم: ۸۵۷، ابن أبی شیبة، وأبو یعلی، والبیهقی، کنز العمال، رقم: ۳۶۷۵۶،، ج، ۱۳، دار الکتب العلمیه، بیروت، جامع الاحادیث، رقم: ۳۲۱۱۴، اتحاف الخیرة المهرة، رقم: ۶۷۱۹، سنن الکبری للبیهقی، رقم: ۲۱۵۵۷، ۱۶۱۸۸)

،فرقص جعفر رضي الله عنه عنه من لذة هذا الخطاب (ولفرط ما أصابه من الفرح) فلم ينكر ﷺ علي رقصه وجُعل ذلک أصلا لرقص الصوفية عندما يجدون من لذة المواجيد في مجالس الذكر والسماع.

ترجمہ: اور فتح خیبر کے بعد حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے سولہ مسلمان حبشہ سے ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے قیام فرمایا ،اور جب آپ ﷺ ان سے ملے تو ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور معانقہ فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہوئی ہے فتح خیبر کی یا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو شکل وصورت میں اور اخلاق میں میرے مشابہ ہے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سنا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اس خطاب کی لذت کی وجہ سے اور جو اس سے خوشی حاصل ہوئی رقص کرنے لگے ،اور حضور اکرم ﷺ نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا اور اس کو صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رقص کے لیے اصل بنایا ہے وہ بھی سماع اور ذکر کی مجلس میں مواجید کی لذت پاتے ہیں۔[1]

علامہ محمد عبد الحی، کتانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

وتمايل واهتزاز وهو منقول عن الصحابة، فقد خرّج أبو نعيم في الحلية عن الفضيل بن عياض: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذكروا الله تمايلوا يمينا وشمالا كما تتمايل الشجرة بالريح العاصف إلى أمام۔ثم تراجع الى وراء۔

ترجمہ: دائیں بائیں مائل ہونا اور جھومنا، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے: ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تخریج کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ جب ذکر کرتے تو دائیں، بائیں کو مائل ہوتے تھے جیسا کہ تیز ہوا سے درخت کبھی آگے کو اور کبھی پیچھے کو جھومتا ہے۔[2]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وفي حديث علي عند أحمد وكذا في مرسل الباقر فقام جعفر فحجل حول النبي صلى الله عليه وسلم دار عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذا؟ قال شيء رأيت الحبشة يصنعونه بملوكهم۔ وفي حديث بن عباس ان النجاشي كان إذا رضي أحدا من أصحابه قام فحجل حوله وحجل بفتح المهملة وكسر الجيم أي وقف على رجل واحدة وهو الرقص بهيئة مخصوصة۔

---

[1] (السيرة النبوية وآثار المحمدية لزيني دحلان على هامش السيرة الحلبية، ج، ٢، ص، ٢٥٢، ومحمد ﷺ، غزوة خيبر، ج، ١، ص، ٣٣٣، والموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، الحركت بالذكر، ص، ١٨٢، حقائق عن التصوف، الحركة فى الذكر، ص، ٩٩)

[2] (التراتيب الادارية، ج، ٢، ص، ٩٣، نظام الحكومية، الموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، ص، ١٧٨)

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "مسند احمد" میں اور اسی طرح حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خوشی سے) کھڑے ہوئے پھر نبی کریم ﷺ کے ارد گرد اچھل کر ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے پاؤں پر چکر کاٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے جعفر! یہ کیا ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے حبشیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے اس طرح کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی جب کسی سے خوش ہوتا تھا تو اٹھ کر اس کے گرد چکر کاٹتا تھا۔ اور "حجل" حا کے فتح کے ساتھ ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی ایک پاؤں پر کھڑا ہونا اور یہ ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ رقص کرنا ہے۔[1]

قَالَ ابْنُ أَبِي الدُّنيا: حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ الجعد، أنا عمرو شِمْرٍ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ السُّدِّيُّ، سَمِعْتُ أَبَا أَرَاكَةَ يَقُولُ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا انْفَتَلَ عَنْ يَمِينِهِ مَكَثَ كَأَنَّ عَلَيْهِ كَآبَةً حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلَى حَائِطِ الْمَسْجِدِ قَيْدَ رُمْحٍ صلَّى رَكْعَتَيْنِ ثمَّ قَلَّبَ يَدَهُ فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ محمَّد صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى الْيَوْمَ شَيْئًا يُشْبِهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ صُفْرًا شُعْثًا غُبْرًا بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ كَأَمْثَالِ رُكَبِ الْمِعْزَى، قَدْ بَاتُوا لله سجداً وقياماً يتلون كتاب الله يتراوحون بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَأَقْدَامِهِمْ، فَإِذَا أَصْبَحُوا فَذَكَرُوا اللهَ مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ فِي يَوْمِ الرِّيحِ، وهملت أعينهم حتى تبتل ثِيَابُهُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو اراکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازِ فجر پڑھی تو جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ گویا کہ افسردہ ہوں یہاں تک کہ سورج مسجد کی دیوار پر نیزے کے برابر آگیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر اپنے ہاتھ پھیرے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے، اور میں آج کے دن کسی بھی چیز کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ لوگ صبح اس حال میں کرتے کہ چہرے زرد اور بال پراگندہ اور غبار آلود منہ، گویا کہ تعزیت دینے والا شہسوار ہو، وہ راتیں سجدہ و قیام میں گزارتے تھے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے وہ اپنے قدموں اور پیشانیوں کے بل رات بسر کرتے تھے، اور جب صبح کرتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے آندھی والے دن درخت حرکت کرتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔[2]

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ج، ۸، ص، ۴۳۲، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (البداية والنهاية، ج، ۸، ص، ۷، دار الکتب العلمیه، بیروت، وحلية الاولياء، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج، ۱، ص، ۱۲۴، ۱۲۳، دار الحدیث، القاهرة، کنز العمال ،رقم: ۴۴۲۱۵، ج، ۱۶، ص، ۸۴، دار الکتب العلمیه ، بیروت ،حیاة الصحابة ،ج، ۵۴، اسمی المطالب فی سیرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ،ج، ۱، ص، ۳۴۷، ج، ۲، ص، ۹۶۸، المجالسة وجواهر العلم ،رقم :۱۴۶۶، ج، ۴، ص، ۳۱۰، الرقة والبكاء ،لابن قدامة ،ج، ۱، ص، ۵۱، مقتل علی، لابن ابی

مذکورہ بالا حدیث کے تحت شیخ طریقت شیخ عبد القادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ویھمنا من عبارۃ الامام علی رضی اللہ عنہ قولہ (مَادُوا کَمَا یَمِیدُ الشَّجَرُ یَوْمِ الرِّیحِ)فانک تجدہ صریحاً فی الاھتزاز، ویبطل قول من یدعیی انہ بدعۃ محرمۃ، ویثبت اباحۃ الحرکۃ فی الذکر مطلقاً وقد استدل الشیخ عبد الغنی رحمہ اللہ بھذا الحدیث فی رسالتہ علی ندب الاھتزاز بالذکر، وقال ھذا صریح بان الصحابۃ رضیی اللہ عنھم کانوا یتحرکون حرکۃ شدیدۃ فیی الذکر۔ علی أن الرجل غیر مؤاخذ حین یتحرک ویقوم ویقعد علی أي نوع کان حیث إنہ لم یأت بمعصیۃ ولم یقصدھا کما ذکرنا. إلاّ أن ھناک جماعۃ من الدخلاء علی الصوفیۃ - نسبوا أنفسھم إلیھم وھم منھم براء - شوھوا جمال حلقات الأذکار بما أدخلوا علیھا من بدع ضالۃ، وأفعال منکرۃ، تحرمھا الشریعۃ الغراء ؛ کاستعمال آلات الطرب المحظورۃ، والاجتماع المقصود بالأحداث، والغناء الفاحش، فلم یعد وسیلۃً عملیۃ لتطھیر القلب من أدرانہ، وصلتہ باللہ تعالی، بل صار لتسلیۃ النفوس الغافلۃ، وتحقیق الأغراض الدنیئۃ. ومما یؤسف لہ أن بعض أدعیاء العلم قد جموا علی حِلَقِ الذکر ولم یمیزوا بین ھؤلاء الدخلاء المنحرفین وبین الذاکرین السالکین المخلصین الذین یزیدھم ذکر اللہ رسوخاً في الإیمان، واستقامۃ في المعاملۃ، وسموا في الخلق واطمئناناً في القلب. وھناک علماء منصفون قد میزوا بین الصوفیۃ الصادقین السائرین علی قدم الرسول الأعظم صلی اللہ علیہ وسلم، وبین الدخلاء المارقین، وأوضحوا حکم اللہ في الذکر، وعلی رأسھم العلاَّمۃ ابن عابدین في رسالتہ "شفاء العلیل"، فقد ندد بالدخلاء علی الصوفیۃ، واستعرض بدعھم ومنکراتھم في الذکر وحذر منھم، ومن الاجتماع بھم۔

اس ساری عبارت میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے اس کلام کا یہ جملہ (مادوا کما یمید الشجر فیی یوم الریح) قابلِ توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب و حرکت پر صراحۃً (واضح طور پر) دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعتِ حرام ہے، ان کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔ حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس یہ بھی ثابت ہوا کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نہ تو اس نے معصیت (گناہ، نافرمانی) کا ارتکاب کیا ہے اور نہ اس کا قصد (ارادہ، مقصد) کیا۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صوفی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا صوفیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، انہوں نے ذکر کے حلقوں کے جمال کو مسخ کر دیا، کیونکہ انہوں نے بہت سی بدعاتِ ضالہ اور ایسے ناپسندیدہ افعال اس میں داخل کر دیئے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کے نزدیک حرام ہیں۔ ان کی محافل گانے بجانے کے آلات، نوخیز لڑکوں، فحش گانوں اور آلات

الدنیا، رقم: ٦، ج، ١، ص، ٢٥، جامع الاحادیث، رقم: ٣٣٦٤١، ج، ٣١، ص، ٤، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشيء من فقھھا وفوائدھا، ج، ٣، ص، ٣٠٧، جامع العلوم والحکم، ج، ٢، ص، ٥١٩، ج، ٣، ص، ١٢٩١)

موسیقی سے مزین ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی محافل تصفیہ قلب اور وصول الی اللہ کا ذریعہ نہیں ہوتیں بلکہ غافلین کے لیے فرحت وسرور اور گھٹیا مقاصد کی تکمیل کے بھرپور مواقع ہوتے ہیں ۔(جو درحقیقت قلب کی صفائی کے بجائے غفلت و شہوت میں اضافے کا موجب ہے اور پھر یہ اپنے آپ کو اہلِ طریقت میں شمار کرتے ہیں) لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض مدعیانِ علم مطلقاً ذکر کے حلقوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جعلی وبناوٹی صوفیوں اور ذاکرین، سالکین، مخلصین وہ جن کے ایمان میں ذکر اللہ رسوخ زیادہ کرتا ہے، اور معاملہ میں استقامت کو زیادہ کرتا ہے اور مخلوق میں بزرگی کو زیادہ کرتا ہے اور دل میں اطمینان کو زیادہ کرتا ہے۔یعنی حقیقی مشائخ میں تمیز وفرق نہیں کرتے۔ مگر اللہ کی مہربانی سے چند انصاف پسند علمائے حق ایسے بھی ہیں جو رسول اعظم ﷺ کی پیروی کرنے والے سچے صوفیا اور جعلی مدعیان تصوف کے درمیان تمیز و تفریق کرتے ہیں۔ ان علماء میں سرفہرست علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے "شفا العلیل" میں اس فرق کو بیان فرمایا، بناوٹی صوفیاء کی مذمت کی، ان کی بدعتوں اور ناجائز کاموں کی نشاندہی کی اور ان کے ساتھ صحبت اختیار کرنے سے منع کیا۔[1]

حَدَّثَنِي مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الرُّعَيْنِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ تَلَقَّاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا نَظَرَ جَعْفَرُ إِلَيْهِ حَجَلَ - قَالَ مَكِّيٌّ: يَعْنِي مَشَى عَلَى رِجْلٍ وَاحِدَةٍ - إِعْظَامًا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔

ترجمہ: سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ کی زمین سے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی، تو سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر، آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی خاطر ایک پاؤں پر کود اور اچھل کر چلنے لگے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشانی کو چوما۔[2]

وَقَدْ قَرَأَ أمير المؤمنين عُمَرُ بْنُ الْخَطَابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (اِذَ الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)(التكوير : ۱) حَتّٰى بَلَغَ (وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ)(التكوير: ۱۰)فَخَرَّ مَغْشِيًا۔ عَلَيْهِ وَصَارَ يَضْرِبُ عَلَى الْاَرْضِ سَاعَةً طويلة۔

ترجمہ: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ تکویر کی تلاوت کی جب آیت مبارکہ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر: ۱۰) پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔[3]

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي وَأَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَا: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثنا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ

---

[1] (حقائق عن التصوف، الحرکۃ فی الذکر، ص ۹۷)
[2] (البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[3] (تنبیہ المغترین، ص ۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْرَأُ فِي الْعَتَمَةِ بِسُورَةِ يُوسُفَ وَأَنَا فِي مُؤَخَّرِ الصُّفُوفِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ يُوسُفَ سَمِعْتُ نَشِيجَهُ فِي مُؤَخَّرِ الصَّفِّ"۔

ترجمہ: سیدنا حضرت علقمہ بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، اس وقت میں آخری صف میں تھا حتیٰ کہ جب سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر آیا تو میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔[1]

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ، "سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ، وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ: {إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ} (سورۃ یوسف: ۸٦)

اور سیدنا حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آخری صف میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی، آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: {إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ} (سورۃ یوسف: ۸٦) میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ کی طرف کرتا ہوں۔[2]

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ تَقُولُ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِي قَبْرِهِ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي: أَيْ بَارَكَ اللهُ لَكَ، مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ؟ قَالَ: قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔

ترجمہ: سیدنا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے، پھر آپ ﷺ نے قبر کے فتنہ کا ذکر کیا جس میں آدمی اپنی قبر میں مبتلا ہوگا، تو جب آپ ﷺ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی۔ تو لوگوں کے چیخنے چلانے کی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کا کلام سمجھ نہ سکی، پھر جب یہ چیخنا، چلانا ختم ہوا، تو میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے، آخر میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟ اس آدمی نے فرمایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر وحی آئی ہے کہ تم قبر کے اندر فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ اور یہ فتنہ دجال کے فتنہ کے قریب قریب ہوگا۔[3]

---

[1] (السنن الکبری، للبیھقی، رقم: ۳۳۵۸، ج، ۲، ص، ۳۵۷)

[2] (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا بکی الامام فی الصلاۃ، ص، ۱۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، شرح السنۃ، للبغوی، ج، ۳، ص، ۲۴۵، مصنف ابن ابی شیبۃ ،رقم: ۳۵٦۵، ج، ۱، ص، ۳۱۲، کنز العمال، رقم: ۳۵۷۹۵، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، رقم: ۱۴۵۰، ج، ۱، ص، ۲۳۹،)

[3] (سنن النسائی، رقم، ۲۰٦۲، صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۳، مختصراً،)

باب فی السماع

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَرَأَ {وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ} (سورة المطففين: ١) حَتَّى بَلَغَ {يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ} (سورة المطففين: ٦) قَالَ: فَبَكَى حَتَّى خَرَّ وَامْتَنَعَ مِنْ قِرَاءَةِ مَا بَعْدَهُ۔

ترجمہ: حضرت قاسم بن ابی بزہ رضی اللہ عنہ ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں جس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ: وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ پڑھی، یہاں تک کہ جب آیت: يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورۃ المطففین: ٦)

ترجمہ: جس دن کہ لوگ تمام جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' پر پہنچے تو بہت روئے حتی کہ گر پڑے، کوشش کے باوجود اس آیت کے بعد پڑھ نہ سکے۔[1]

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا قَرَأَ: {أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ} (الحدید ١٦) بَكَى حَتَّى يَغْلِبَهُ الْبُكَاءُ۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جب یہ آیت کریمہ: أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ۔

ترجمہ: کیا ابھی ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جھک جائیں (سورۃ الحدید: ١٦) پڑھی، تو رونے لگے حتی کہ رونے سے ان کی ہچکی بند ہو گئی۔[2]

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ جَلَّلَهَا عَلَى صَدْرِهِ بِجِلَالٍ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَقْرَأَهُ مِنَ اللهِ السَّلَامَ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَالِي أَرَى أَبَا بَكْرٍ عَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ جَلَّلَهَا عَلَى صَدْرِهِ بِجِلَالٍ؟ قَالَ: «يَا جِبْرِيلُ، أَنْفَقَ مَالَهُ عَلَيَّ قَبْلَ الْفَتْحِ» قَالَ: فَأَقْرِئْهُ مِنَ اللهِ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ رَبُّكَ: أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ؟ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: "يَا أَبَا بَكْرٍ، هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ مِنَ اللهِ وَيَقُولُ: أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ"؟ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: أَعَلَى رَبِّي أَغْضَبُ؟ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ أَنَا عَنْ رَبِّي رَاضٍ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے، اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے جسم پر چادر ڈال کر بیٹھے تھے، اچانک نبی کریم ﷺ پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو سلام دیا، اور عرض کی : یارسول اللہ ﷺ! میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جسم پر صرف چادر ڈال کر بیٹھے کیوں دیکھ رہا ہوں؟ نبی

[1] (حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ج، ١، ص، ٣٧٦، دار الحدیث، لاقاھرۃ)
[2] (حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ج، ١، ص، ٣٧٧، دار الحدیث، قاھرۃ)

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبریل علیہ السلام! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے اپنا تمام مال مجھ پر خرچ کر دیا ہے، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: پھر آپ ﷺ اس کو اللہ کی طرف سے سلام دیں، اور ان سے دریافت کریں کہ تیرے رب نے تیرے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (وجد میں آکر) رونے لگے، اور عرض کی: میری اپنے رب سے ناراض ہونے کی مجال ہے؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔[1]

شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وقد روی انہ قریء شیء من القرآن بحضرۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، فتواجد بعض الحاضرین، وبکی فقال ابو بکر ھکذا کنا حتی قست قلوبنا ای: قویت وصلبت فی دین اللہ تعالی، وزال عنھا الضعف الذی کان بھا فی ابتداء الامر کما لھذا الذی بکی وذلک لالفھا وانسھا بمعانی القرآن، فصارت لا تستغرق شیئا منھا اذا ورد علیھا بخلاف المبتدی۔

ترجمہ: اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں قرآن مجید میں سے کچھ پڑھا گیا، تو بعض حاضرین پر وجد طاری ہوا اور روئے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی اسی طرح تھے یہاں تک کہ ہمارے دل سخت ہو گئے یعنی: اللہ تعالیٰ کے دین میں قوی اور مضبوط ہو گئے، اور ہمارے دلوں سے وہ ضعف ختم ہو گیا جو ان میں ابتدائی معاملہ میں تھا، جیسا کہ یہ روئے، اور یہ قرآن کے معانی کے ساتھ الفت اور انس کی وجہ سے ہے، تو جب ان (منتہی) پر وارد ہوتا ہے انہیں کچھ استغراق نہیں ہوتا بخلاف مبتدی کے۔[2]

كَانَ مَيْمُوْنُ بْنُ مِهْرَانَ يَقُوْلُ سَمِعَ سَلْمَانُ الْفَارِسِی رضی اللہ عنہ۔ قَارِئًا يَقْرَئُ وقولہ تعالی (وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ) (الحجر: ۴۳) فَصَاحَ وَوَضَعَ يَدَہٗ عَلٰی رَأْسِهٖ وَخَرَجَ هَائِمًا لَا يَدْرِیْ اَيْنَ يَتَوَجَّهُ مُدَّةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (الحجر: ۴۳)

---

[1] (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، سفیان ثوری، ج، ۵، ص، ۴۲۳، دار الحدیث، القاہرۃ، التفسیر الوسیط، للواحدی، سورۃ الحدید، رقم: ۱۱۶۲، ج، ۴، ص، ۲۴۶، حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، الحدید، ج، ۸، ص، ۱۵۵، التفسیر المنیر للزحیلی، ۲۷، ص، ۲۹۸، اسباب النزول، الحمیدان، ج، ۱، ص، ۴۲۶، ۴۰۶، معجم ابن المقری، ج، ۱، ص، ۸۲، رقم: ۱۶۲، فضائل الخلفاء الراشدین، لابی نعیم الاصبہانی، ج، ۱، ص، ۷۴، الحجۃ فی بیان المحجۃ، ج، ۲، ص، ۳۴۹، رقم: ۳۰۷، کنز العمال، رقم: ۳۵۶۵۸، جامع الاحادیث، ج، ۳۶، ص، ۳۶۰، رقم: ۳۹۵۲۲، احیاء علوم الدین، ج، ۲، ص، ۱۶۲، المجروحین، ج، ۲، ص، ۱۸۵، رقم: ۸۱۹، تاریخ بغداد، ج، ۲، ص، ۴۶۴، رقم: ۴۴۹، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی، محمد بن حسن عبد الغفار، مکانۃ ابی بکر الصدیق عند اللہ، ج، ۶۴، ص، ۹، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج، ۱، ص، ۱۹۶، اوشیف ملتقی اہل الحدیث، ج، ۵۹، ص، ۶۶، رقم: ۱۳۰۶۷۵، ج، ۶۹، ص، ۱۳۱، رقم: ۲۰۴۴۱۸)

[2] (شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج، ۲، ص، ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بَابُ فِي السَّماعِ

ترجمہ: اور بے شک ان سب کو جہنم میں جمع ہونا ہے۔

تو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر حیران و پریشان نکل پڑے تین دن تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔[1]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

مطربان شاں از دروں دف میزنند　　　بحرہا در شورِ شاں کف میزنند

ترجمہ: (عشقِ الٰہی کے) مطرب ان کے باطن میں (جذباتِ ربانیہ) کے دف بجاتے ہیں۔ سمندر ان کے نالہ وفغاں (کے راگ) میں (سر ملانے کے لئے موجوں کی تالیاں بجاتے ہیں۔ (یہ لوگ ہیں رقص وطرب کرنے والے اور یہ ہے ان کا رقص وطرب)۔

تو نبینی برگہا باشاخہا　　　کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا

ترجمہ: کیا تم پتوں اور شاخوں کو بادِ صبا کی تحریک سے تالیاں بجاتے اور رقص کرتے نہیں دیکھتے؟ (ضرور دیکھتے ہو)۔

تو نبینی لیک بہرِ گوشِ شاں　　　برگہا باشاخہا ہم کف زناں

ترجمہ: لیکن تم (یہ) نہیں دیکھتے کہ (یہ) پتے شاخوں سمیت (جو آپس میں بجتے ہیں تو) انہی (عاشقانِ حق) کے سماع کے لئے تالیاں بجاتے ہیں۔

تو نبینی برگہا را کف زدن　　　گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن

ترجمہ: تم پتوں کے اس تالیاں بجانے کو محسوس نہیں کر سکتے۔ (بلکہ کہتے ہو یونہی ہوا سے بجتے ہیں پس اس کے لئے) دل کے کان چاہئیں نہ کہ یہ جسمانی کان۔[2]

بلبلِ ایشاں کہ حالت آرداو　　　در درونِ خویش گلشن دارداو

ترجمہ: ان کی بلبل بھی جو وجد میں آتی ہے (تو معلوم ہوتا ہے کہ) وہ اپنے اندر (معارف کا) ایک باغ رکھتی ہے۔[3]

تو چہ دانی بانگ مرغان راہمے　　　چوں ندیدی مر سلیمان را دمے

ترجمہ: تم پرندوں کی بولی کیا سمجھو جب کہ تم نے سلیمان علیہ السلام کو بھی لمحہ بھر کے لئے نہیں دیکھا۔

---

[1](تنبیہ المغترین، ص، ۵۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2](مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۳۲)

[3](مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۵۶)

باب فی السماع

مطلب: جب تم نے حضرات اہل اللہ کی زیارت ہی نہیں کی نہ ان سے فیضِ صحبت حاصل کیا تو پھر تم کو ان کے تربیت دادہ متوسلین کے کمالات کی کیا خبر۔[1]

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: كَانَ زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ، فَكَانَ يَؤُمُّ فِي بَنِي قُشَيْرٍ، فَقَرَأَ يَوْمًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ: {فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ}، خَرَّ مَيِّتًا۔

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قاضی بصرہ حضرت زرارہ بن اوفیٰ تابعی رضی اللہ عنہ بنی قشیر کے محلہ میں امامت کرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز فجر میں آیت مبارکہ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (المدثر: ۸، ۹) پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔[2]

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَمَعَنَا الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ فَمَرَرْنَا عَلَى حَدَّادٍ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ يَنْظُرُ حَدِيدَةً فِي النَّارِ فَنَظَرَ رَبِيعٌ إِلَيْهَا فَتَمَايَلَ لِيَسْقُطَ فَمَضَى عَبْدُ اللهِ حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى أَتُّونٍ عَلَى شَاطِئِ الْفُرَاتِ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ وَالنَّارُ تَلْتَهِبُ فِي جَوْفِهِ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: "إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (الفرقان۔ ۱۲) إِلَى قَوْلِهِ: ثُبُورًا" قَالَ: فَصَعِقَ الرَّبِيعُ فَاحْتَمَلْنَاهُ فَجِئْنَا بِهِ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ: ثُمَّ رَابَطَهُ إِلَى الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَفِقْ ثُمَّ إِنَّهُ أَفَاقَ فَرَجَعَ عَبْدُ اللهِ إِلَى أَهْلِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے اور ہمارے ساتھ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ بھی تھے، چنانچہ ہم ایک لوہار کے قریب سے گزرے، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اس کی بھٹی میں تپتے ہوئے لوہے کو دیکھنے لگے، پس جونہی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے بھٹی میں تپتے ہوئے لوہے کو دیکھا تو ایک طرف جھک گئے اور نیچے گرنے لگے، پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چل پڑے اور ہم بھی جلدی سے فرات کے کنارے پر واقع ایک بھٹی پر آئے، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب بھٹی میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو اس آیت کریمہ تلاوت کرنے لگے:

إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (۱۲) وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا (الفرقان ۱۳)

ترجمہ: جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا، اور جب وہ کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں گے۔

---

[1] (مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۵۸)

[2] (سنن الترمذی، ابواب السهو، رقم: ۴۴۵، ص، ۱۳۳، دار الکتب العلمیه، بیروت، شعب الایمان، رقم: ۹۳۹، ج، ۱، ص، ۵۳۱، دار الکتب العلمیه، بیروت)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ہم انہیں گھر کی طرف اٹھا لائے، پھر مغرب تک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس رہے مگر انہیں افاقہ نہ ہوا، کچھ دیر بعد انہیں قدرے افاقہ ہوا تب حضرت عبد اللہ عن مسعود رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے۔[1]

مذکروہ بالا حدیث کے تحت ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی المعروف شاطبی لکھتے ہیں :

فَهَذِهِ حَالَاتٌ طَرَأَتْ لِوَاحِدٍ مَنْ أَفَاضِلِ التَّابِعِينَ بِمَحْضَرِ صَحَابِيٍّ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ، لِعِلْمِهِ أَنَّ ذَلِکَ خَارِجٌ عَنْ طَاقَتِهِ، فَصَارَ بِتِلْکَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ كَالْمُغْمَى عَلَيْهِ، فَلَاحَرَجَ إِذًا.

ترجمہ: پس یہ حالات ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں افاضل تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی ایک پر طاری ہوئے، اور اس پر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار نہ کیا، کیونکہ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم تھا کہ بے شک یہ حالات اس کی طاقت سے باہر ہیں، پس وہ اس موعظۃ الحسنہ کے سبب بے ہوش کیے گئے شخص کی طرح ہو گیا، تو اس وقت اس حالت میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں :

وقد دخل یزید الرقاشی علی عمر بن عبد العزیز رحمهما اللہ تعالی۔ یوماً، فقال له: عظنی یا یزید، فقال له: یا امیر المؤمنین انک اول خلیفة یموت، فبکی عمر وقال له: زدنی۔ فقال له: لیس بینک وبین آدم اب حی، فبکی عمر وقال له: زدنی فقال له: لیس بین الجنة والنار منزلة اخری، فسقط عمر مغشاً علیه۔

ترجمہ: ایک دن حضرت یزید الرقاشی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: اے یزید! رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے انہوں نے فرمایا: اے امیر المومنین! تم پہلے خلیفہ ہو جو انتقال کر جاؤ گے، (اس پر) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: (نصیحت میں) اضافہ کیجئے انہوں نے فرمایا: تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان کوئی زندہ نہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ پھر روئے اور فرمایا: کچھ اور بتائیں فرمایا: جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔[3]

وقرأ الامام یوما فی صلاۃ الصبح (وَلَا تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ) فارتعد حتی عرف ذلک منه

---

[1] (حلیۃ الاولیاء، ج، ۲، ص، ۱۰۹، دار الحدیث، القاهره، سیر السف الصالحین لاسماعیل بن محمد الاصبهانی، ج، ۱، ص، ۶۷۲، والزهد لاحمد بن حنبل، رقم: ۱۹۴۵، ص، ۲۶۹)

[2] (الاعتصام، ص، ۱۶۸، دار الکتاب العربی، بیروت)

[3] (تنبیه المغترین، ص، ۴۹، دار الکتب العلمیه، بیروت)

ترجمہ: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کی نماز میں وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُونَ (ابراھیم ۴۲)

ترجمہ: اور ہر گز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے" پڑھی تو بدن پر کپکپی طاری ہو گی۔ یہاں تک کہ دوسروں کو معلوم ہو رہی تھی۔[1]

عن بريدة عن ابيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا على حراء ومعه أبو بكر وعمر وعثمان فتحرك الجبل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أثبت حراء فإنه ليس عليك إلا نبي وصديق وشهيدان۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حراء پہاڑ پر تشریف فرما تھے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی (وجد آگیا)، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔[2]

حضرت علامہ شیخ یوسف خطار محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

انّ الجبال الرواسی قد طربت واهتزت فرحاً برسول الله ومحبته فيه، فكيف حال المؤمن الصادق وَلِهَ بذكر محبوبه، واستولى، حبه على قلبه وعلينا تحسن الظن بالناس وكل اعلم بنفسه۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (سورة القيامة الآية، ۱۴) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ (سورة الحجرات، الآية، ۱۲)

ترجمہ: بے شک پہاڑ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور فرحت، خوشی کی وجہ سے وجد کرتے ہیں اور جھومتے ہیں، تو اس سچے مومن کی کیا حالت ہو گی جو اپنے محبوب کے ذکر سے شدید عشق رکھتا ہو، اور اس کے دل پر محبوب کی محبت غالب آگئی ہو؟ ہم پر لوگوں کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا لازم ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو بہتر جانتا ہے۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ (القيامة ۱۴) بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے) (سورة القيامة، ۱۴) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ (سورة الحجرات، الآية، ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو۔[3]

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ، فَقَالَ: إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ،

---

[1] (الخيرات الحسان، ص، ۴۰، مصر)
[2] (مسند احمد، رقم: ۲۳۲۴)
[3] (الموسوعة اليوسفية في بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، الحركة بالذكر، ص، ۱۷۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سامنے احد پہاڑ نظر آیا، تو ارشاد فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ [1]

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں :

قیل مَحبَّةُ الْحيِّ لِلْجمَادِ إِعْجابُهُ وَسُكُونُ النَّفْسِ إِلَيْهِ وَالْمُؤَانسَةُ بِهِ ; لِمَا يُرَى فِيهِ مِنْ نفْعٍ وَمَحبَّةِ الْجمَادِ لِلْحيِّ ; مَجازٌ عَنْ كَوْنِهِ نَافِعًا إِيَّاهُ سَادًّا مَانِعًا بيْنهُ وَبَيْنَ مَا يُؤْذِيهِ قَالَ الْخطَّابِيُّ: يُرِيدُ أَهْلَ أُحدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالْأَحْيَاءِ حَوَالَيْهِ، وَقَالَ مُحيِي السُّنَّةِ: الْأَوْلَى إِجْرَاؤُهُ عَلَى ظَاهِرِهِ وَلَا يُنْكَرُ وَصْفُ الْجمَادَاتِ بِحُبِّ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَأَهْلِ الطَّاعَةِ ; كَمَا حَنَّتِ الْأُسْطُوَانَةُ عَلَى مُفَارَقَتِهِ حَتَّى سَمِعَ الْقَوْمُ حَنِينَهَا، كَمَا أَخْبَرَ أَنَّ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ قَبْلَ الْوَحْيِ، وَقَالَ الطِّيبِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: لَا يُنْكَرُ أَنْ يَكُونَ جَبَلُ أُحُدٍ وَجَمِيعُ أَجْزَاءِ الْمَدِينَةِ كَانَتْ تُحِبُّهُ وَتَحِنُّ إِلَى لِقَائِهِ حَالَ مُفَارَقَتِهِ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کسی زندہ کا جمادات سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز اس کو اچھی لگتی ہے اور نفس کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے، اور اس چیز میں دکھائی دینے والے نفع سے موانست (محبت) ہوتی ہے اور جمادات کا کسی زندہ سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مجاز ہے اس بات سے کہ یہ اس کے لیے نافع ہے، اور اس کے اور اس کو تکلیف دینے والی چیز کے درمیان روکاوٹ ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : اہلِ احد، شہداء اور احیاء (زندہ) لوگ مراد ہیں ۔علامہ محی السنہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس کو اپنے ظاہر معنی پر محمول کرنا بہتر ہے، اور انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور اہلِ طاعت کے ساتھ جمادات کی محبت کا انکار نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کی مفارقت (جدائی) کی وجہ سے کھجور کے تنے کے رونے کا واقعہ ہے، یہاں تک کہ لوگوں نے بھی اس کے رونے کی آواز سنی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ مکہ میں ایک پتھر وحی آنے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہفرماتے ہیں: اس بات کا انکار نہ کیا جائے کہ احد پہاڑ اور مدینہ منورہ کے تمام اجزاء آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی عدم موجودگی کی حالت میں آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے مشتاق رہا کرتے تھے۔ [2]

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - رضی اللہ عنہ - قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ - صلی اللہ علیہ وسلم - إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ قَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ۔

---

[1] (صحیح البخاری، رقم: ۳۳۶۷، صحیح مسلم، ۱۳۶۵، سنن ابن ماجه، رقم: ۳۱۱۵، موطا امام مالک، رقم: ۱۰، من کتاب الجامع، تاریخ المدینة لابن ابی شیبة ،ج، ۱، ص، ۸۱، مسند امام احمد، ج، ۳، ص، ۱۴۹، رقم: ۸۴۵۰، ۹۰۲۵،)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناسک، باب حرم المدینة، ج، ۵، ص، ۲۳۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ابو بکر صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم احد پر چڑھے تو وہ (ان سب کی تشریف آوری کی خوشی میں) کانپنے لگا (وجد کرنے لگا) حضور نے اسے اپنے پاؤں سے مارا اور فرمایا: اے احد! ٹھہر جا کہ نہیں ہے تجھ پر مگر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید۔[1]

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(فقال أثبت أحد) أي و لا تظهر شيئا على ظاهرک کالکاملين الواصلين على ما حکي أن الجنيد سئل ما بالک عند السماع ظاهرا مع تحقق حالک باطنا فقرأ (وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب)النمل "۸۸" (فإنما عليک نبي وصديق وشهيدان) أي وصحبة أهل التمکين والوقار لا بد لها من تأثير خال عن الإظهار۔

ترجمہ: (فقال أثبت أحد) "اے احد تھم جا!" یعنی اے احد! اپنے جذبات کو کاملین واصلین کی طرح دبا کر رکھ، ظاہر نہ کر۔ حضرت سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حکایت کی گئی ہے کہ ان سے پوچھا گیا سماع کے وقت آپ کی ظاہری اور باطنی حالت کیسی ہوتی ہے؟ تو آپ نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابَ (سورۃ النمل، ۸۸)

ترجمہ: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ چلتے ہوں گے۔ (فإنما عليک نبي وصديق وشهيدان) "تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں" یعنی اہلِ تمکین و وقار کی صحبت یقیناً مؤثر ہوتی ہے اور اظہار سے خالی ہوتی ہے۔[2]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

یہ حضرات یا تو احد پہاڑ اور وہاں پر شہداء کے مزارات کی زیارت کرنے تشریف لے گئے تھے یا ویسے ہی سیر و سیاحت کے لیے چڑھے تھے، پہاڑ خوشی میں وجد کرنے اور ہلنے لگا کہ آج مجھ پر ایسے قدم آئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے (ولی) ساری خلقت کے محبوب ہوتے ہیں ان کی تشریف آوری سے سب خوشیاں مناتے ہیں انہیں پتھر اور پہاڑ بھی جانتے ہیں۔[3]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، لکھتے ہیں:

پہاڑ کیوں ہلا اس میں بہت اقوال ہیں۔ قوی اور ظاہر تر قول یہ ہے کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدم پڑنے سے اسے شوق و محبت میں وجد آگیا یہ حرکت اس کی وجدانی حالت تھی، ہوا چلتی ہے شاخیں ہلتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑتے ہی

---

[1] (صحیح البخاری، رقم: ۳۶۸۶، سنن ابو داود، رقم: ۴۶۵۱، سنن الترمذی، رقم: ۳۶۹۷، مسند احمد، ج، ۵، ص، ۳۳۱، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۶۰۸۳)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۔ کتاب المناقب، باب المناقب ھؤلاء الثلاثۃ، ۱۱، ص، ۲۳۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[3] (مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج، ۸، ص، ص، ۴۰۸، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور)

پتھر اور پہاڑ ملتے ہیں، قرآن کریم میں سارے صفات نور، ہدایت، شفا پہلے ہی سے تھی مگر حضور انور پر نازل ہونے سے اس میں مکی مدنی ہونے کی صفت پیدا ہوئی، اس میں درد سوز و گداز پیدا ہوا کہ لوگ اسے سن کر بغیر سمجھے ہوئے بھی تڑپتے ہیں تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ جیسے بیٹری جب کسی مشین سے چارج ہو جائے تو اس میں پاور پیدا ہو جاتی ہے، یہ حدیث حضرات صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے وجد ان کے حال آنے کی اصل ہے۔

پہاڑ کے نچلے حصے کو حضیض کہتے ہیں، اونچی چوٹی کو ذروہ یعنی وہ پہاڑ ایسازور سے ہلا کہ اس کے پتھر پہاڑ کے نیچے گر گئے۔ جو لوگ صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے وجد پر اعتراض کرتے ہیں ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً۔ معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں دانائی سمجھ بوجھ اور عشق رسول کی لگن ہے اس لیے حضور انور نے اسے ایڑی بھی ماری اور اس سے کلام بھی کیا وہ اس خطاب سے ٹھہر بھی گیا۔[1]

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أُسَيْدَ بنَ حُضَيْرٍ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوطَةٌ عِنْدَهُ إِذْ جَالَتِ الْفرس فَسكت فَسَكَنَتْ فَقَرَأَ فجالت الْفرس فَسكت فَسَكَنَتْ الْفرس ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يحيى قَرِيبا مِنْهَا فأشفق أَن تصيبه فَلَمَّا أَخّرَهُ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَلَمَّا أَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ. قَالَ فَأَشْفَقْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ تَطَأَ يحيى وَكَانَ مِنْهَا قَرِيبا فَانْصَرَفْتُ إِلَيْهِ وَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجَتْ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ: وَتَدْرِي مَا ذَاكَ؟» قَالَ لَا قَالَ: «تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس اثناء میں کہ وہ رات میں سورۃ بقرۃ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا تھا کہ گھوڑا کودنے لگا جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا وہ پھر چپ ہو گئے تو گھوڑا پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر کودا آپ نے قرأت بند کر دی ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے سے قریب تھا آپ ڈرے کہ گھوڑا اس تک پہنچ جائے جب انہوں نے یحییٰ کو ہٹایا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا دیکھا کہ شامیانہ کی طرح ہے جس میں چراغ جیسے ہیں جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا فرمایا: اے ابن حضیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرو۔ اے ابن حضیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ڈرا کہ یحییٰ کو گھوڑا روند دے یحییٰ اس سے قریب ہی تھے تو میں ان کے پاس چلا گیا اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو شامیانہ سا تھا جس میں چراغ جیسی چیزیں تھیں میں باہر آ گیا حالانکہ وہ نظر نہ آئیں فرمایا کیا جانتے

---

[1] (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب المناقب، باب مناقب عثمان، ج، ۸، ص، ۴۰۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

ہو یہ کیا تھا عرض کیا نہیں فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر جھک پڑے تھے اگر تم پڑھتے رہتے فرشتے اس طرح سویرا کر دیتے لوگ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے نہ چھپتے۔[1]

شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(فَجَالَتِ الْفَرَسُ) فَعَلِمَ أَنَّ ذٰلِکَ لِأَمْرٍ أَزْعَجَهَا عَنْ قَرَارِهَا، قِيلَ: تَحَرُّکُ الْفَرَسِ كَانَ لِنُزُولِ الْمَلَائِكَةِ لِاسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ خَوْفًا مِنْهُمْ وَسُكُونُهَا لِعُرُوجِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لِعَدَمِ ظُهُورِهِمْ، أَوْ تَحَرُّکِ الْفَرَسِ لِوِجْدَانِ الذَّوْقِ بِالْقِرَاءَةِ وَسُكُونِهَا لِذَهَابِ ذٰلِکَ الذَّوْقِ مِنْهَا بِتَرْکِ الْقِرَاءَةِ۔

ترجمہ: (فَجَالَتِ الْفَرَسُ) "گھوڑا اچھل کود کرنے لگا" یعنی گھوڑا پھرنا شروع ہوا مضطرب اور حیران و پریشان کی طرح جو کسی خوف سے ہو حرکت کرنے لگا۔ (فسکت) "چنانچہ انہوں پڑھنا بند کر دیا "یعنی حضرت اسید رضی اللہ عنہ قراءت سے رک گئے، تا کہ اس کے اچھلنے کودنے (وجد کرنے) کا سبب جان سکیں۔ (فسکنت) "گھوڑنے نے بھی اچھل کود بند کر دی "یعنی گھوڑا اس حرکت سے رک گیا۔ انہوں نے سمجھا شاید اچھلنے کودنے (وجد کرنے) کا سبب اتفاقی ہے (فقرأ فجالت فسکت) " پھر پڑھنا شروع کر دیا تو گھوڑنے اچھل کود شروع کر دی وہ پھر رک گئے" یعنی اسی طرح۔ (فسکنت) " تو گھوڑا بھی رک گیا" انہوں نے سمجھا کہ کوئی معاملہ ہے۔ (ثم قرأ)" پھر جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا" پھر حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا، کہ وہ معاملے کی حقیقت کو دیکھیں، کچھ دیر رکنے کے بعد پھر پڑھنا شروع کیا۔ (فجالت الفرس) " تو گھوڑنے نے اچھل کود شروع کی " انہوں نے سمجھ لیا، کہ کوئی معاملہ ہے جس نے گھوڑے کو اس کی جگہ سے پریشان کر دیا ہے ۔ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے نے اس وجہ سے حرکت کی کہ فرشتے قرآن مجید سننے کے لئے نازل ہو رہے تھے وہ ان سے خوف کی وجہ سے ڈر رہا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف چڑھنا شروع کر دیتے تو وہ ساکن ہو جاتا، یا ان کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ یا گھوڑا قرآن مجید کی قراءت کے ذوق پانے کی وجہ سے حرکت (وجد) کرتا، جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ قراءت چھوڑ دیتے تو وہ بھی یہ ذوق ختم ہونے کی وجہ سے اچھلنا کودنا (وجد کرنا) چھوڑ دیتا۔[2]

عن یحیی بن أبي کثیر قال: بلغنا أنه إذا کان یوم نوح داود علیه السلام یأتي الوحش من البراري و تأتي السباع من الغیاض و تأتي الهوام من الجبال و تأتي الطیور من الأوکار و تجتمع الناس لذلک الیوم و یأتي داود علیه السلام حتی یرقی علی المنبر فیأخذ في الثناء علی ربه فیضجون بالبکاء و الصراخ ثم یأخذ في ذکر الجنة و النار فیموت طائفة من الناس و طائفة من السباع و طائفة من الهوام و طائفة من الوحوش و طائفة من الرهبان و العذاری المتعبدان ثم یأخذ في

---

[1] (صحیح البخاری، رقم: ۵۰۱۸، صحیح مسلم، ۷۹۶، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۲۱۱۶)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، ج، ۵، ص، ۱۲، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ذكر الموت و أهوال القيامة و يأخذ في النياحة على نفسه فيموت طائفة من هؤلاء و طائفة من هؤلاء و من كل صنف طائفة.

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کے غم کا دن ہوتا تو وحشی جانور میدانوں سے، درندے جنگلات سے، شیر پہاڑوں سے، پرندے گھونسلوں سے جمع ہو جاتے اور انسان بھی اس دن اکٹھے ہو جاتے حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لا کر منبر پر چڑھ جاتے اور سب سے پہلے اپنے رب کی تعریف بیان فرماتے تو یہ سب رو رو کر چیخ چیخ کر چیخ و پکار کرتے پھر حضرت داؤد علیہ السلام جنت اور جہنم کا ذکر شروع فرماتے تو ایک گروہ انسانوں سے ایک گروہ درندوں سے، ایک گروہ شیروں سے، ایک گروہ وحشی جانوروں سے، ایک گروہ عبادت گزار مردوں اور ایک گروہ عبادت گزار عورتوں سے مر جاتا، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام موت اور قیامت کے ہولناک مناظر کا ذکر فرماتے اور خود رونا شروع کر دیتے پس ایک گروہ اس سے، ایک گروہ اس سے اسی طرح ہر گروہ سے ایک ایک گروہ فوت ہو جاتا۔[1]

وفی الحديث: فی مدح داود علیه السلام انه كان حسن الصوت بالنیاحة علی نفسه وتلاوة الزبور حتی كان يجمع الانس والجن والطير لسماع صوته، وكان يحمل من مجلسه آلاف من الجنائز۔

ترجمہ: حدیث شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام کی عمدہ آواز کی تعریف میں وارد ہے کہ وہ اپنے نفس پر جب غم کا ظہار کرتے اور زبور کی تلاوت فرماتے تو ان کی اچھی آواز سننے کے لئے انسان' جنات اور پرندے تک جمع ہو جاتے اور اس کا یہ اثر ہو تا تھا کہ ان کی ایسی مجلس سے ہزاروں جنازے اٹھائے جاتے تھے۔[2]

وقال ابن عباس: إنه كان يقرأ الزبور بسبعين لحنًا، يلون فيهن، ويقرأ قراءة يطرب منها المحموم، فإذا أراد أن يبكى نفسه لم تبق دابة فی بر أو بحر إلا أنصتن يسمعن ويبكين.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی قراءت ستر لہجہ، سر میں کرتے تھے، ان کی قراءت میں نرمی کو اختیار کرتے تھے، اور خوب قراءت کرتے کہ اس سے آپ بخار والے کی طرح کپکپاتے تھے، تو جب خود رونا چاہتے تو زمینی اور سمندری کوئی جاندار باقی نہ رہتا مگر وہ خاموش ہو کر سنتے تھے اور روتے تھے۔[3]

---

[1] (ابن أبي الدنيا، التخويف من النار، الباب الثالث، ص، ۴۸، ۴۷، مكتبة الصفا، القاهره)

[2] (عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۷، دار الكتب العلميه، بيروت)

[3] (شرح ابن بطال، لم يتغن بالقرآن، ج، ۱۰، ص، ۲۵۹، اتحاف السادة المتقين بشرح احياء العلوم، ج، ۷، ص، ۵۸۷، دار الكتب العلميه، بيروت)

بَابٌ فِی السماع

علامہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی قدس سرہ لکھتے ہیں :

ثم یقول اللہ تعالیٰ للحور العین (اطربوا عبادی کما نزھوا اسماعھم عن المطربات فی الدنیا لاجلی وتلذذوا بذکری وسماع کلامی فاسمعوھم باصواتکم حمدی وثنائی) فتغنی لھم الحور العین وتجاوبھم تلک المزامیر فیطرب القوم فرحا بذٰلک السماع فی حضرۃ الوصال فاذا افاقوا من الوجد وشبعوا من الطرب یقولون یاربنا کنا فی دار الدنیا نحب ذکرک وسماع کلامک من کتاب (اللہ) العزیز فیقول اللہ عزوجل (نعم ان لکم عندی ما تشتھی انفسکم فی الجنۃ وانتم فیھا خالدون ثم یقول اللہ عزوجل یاداود) فیقول یارب العالمین فیقول قد امرتک یاداود ان تقوم علی المنبر وتسمع عبادی واحبائی عشر سور من الزبور فیرتقی داود علیہ السلام علی المنبر ویقرأ العشر من الزبور فیطرب القوم من صوت داود علیہ السلام اعظم من طربھم علی مغانی الجنۃ ویسکرون من الطرب وصوت داود علیہ السلام یعدل تسعین مزمارا فاذا افاقوا یقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ (یا عبادی ھل سمعتم صوتا اطیب من ھذا؟) قط فیقولون لا واللہ ما طرق اسماعنا مثل صوت نبیک داود علیہ السلام ولا اطیب منہ فیقول اللہ عزوجل وعزتی وجلالی (لاسمعنکم صوتا اطیب من ھذا یا حبیبی یا محمد ﷺ ارق المنبر واقرأ سورۃ طٰہٰ ویٰس) فیقرأ النبی ﷺ فیزید فی الحسن علیٰ صوت داود علیہ السلام سبعین ضعفاً فیطرب القوم وتطرب الکراسی تحتھم وقنادیل العرش والملائکۃ تموج من الطرب والحور العین وغلمان والولدان ولا یبقی ذو روح الا طرب لحسن صوت النبی ﷺ فاذا فرغ النبی ﷺ من قرأۃ طٰہٰ ویٰس یقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا عبادی ھل سمعتم اطیب من ھذا فیقولون یا ربنا وعزتک وجلالک ما سمعنا منذ خلقتنا صوتا احسن ولا اطیب ولا احلی من صوت حبیبنا محمد ﷺ فیقول اللہ تعالیٰ سبحانہ (وعزتی وجلالی لاسمعنکم اطیب من ھذا فیقرأ الحق سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الانعام) فاذا سمعوا کلام الحق سبحانہ وتعالیٰ غابوا عن الطرب والوجد واضطربت الاملاک والحجب والستور والقصور والاشجار والنور وبحار النور وماجت الجنان واھتزت الاشجار والانھار طربا لکلام العزیز الغفار وتواجدت الجنۃ ودارت ارکانھا من الطرب واھتز العرش والکرسی والملائکۃ والروحانیون واھتزت الجنۃ بجمیع ما فیھا حبا واشتیاقا۔

ترجمہ: پھر اللہ عزوجل حورِ عین سے فرمائے گا: میرے بندوں کو خوشی کے نغمے سناؤ کیونکہ یہ میری رضا کے لئے دنیا میں گانوں کی آواز سے اپنے کانوں کو بچاتے تھے، میرے ذکر اور میرے کلام (یعنی قرآنِ مجید) کو سن کر لطف اندوز ہوا کرتے تھے، تو تُم ان کو اپنی آواز میں میری حمد و ثناء سناؤ۔ تو حورِ عین گائیں گی اور ساز بھی ان کے ہم آواز ہو کر بجتے ہوں گے سب لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اسے سن کر خوشی سے مست و بے خود ہو جائیں گے جب وجد و سرور سے افاقہ ہو گا اور سیر ہو جائیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم دنیا میں تیرا ذکر اور تیرا پیارا کلام پسند کیا کرتے تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے

گا:ہاں !بے شک میرے پاس تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں جنت میں خواہش ہے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا:اے داؤد(علیہ السلام)!تو وہ عرض کریں گے : لَبَّیۡکَ یَارَبَّ الۡعَالَمِیۡن (یعنی اے تمام جہانوں کے مالک میں حاضر ہوں)۔اللہ عزوجل فرمائے گا:اے داؤد(علیہ السلام)!میں تمہیں حکم دیتاہوں کہ تم منبر پر کھڑے ہو کر میرے محبوب بندوں کوزبور شریف کی دس سورتیں سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر تشریف فرماہو کر زبور شریف کی دس سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز جو کہ گانے والی جنتی حوروں کی آواز سے بھی بڑھ کر ہو گی اس سے اہل جنت خوشی ومسرت سے وجد وسرور میں آجائیں گے جیسے نشے میں ہوں اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز(خوش الحانی میں)نوے(۹۰) مزامیر کی آواز کے برابر ہو گی جب اہل جنت کو(وجد سے)سیر ہو کر افاقہ ہو گا تو اللہ عزوجل فرمائے گا:اے میرے بندو!کیاتم نے اس سے اچھی آواز کبھی سنی تھی ؟تووہ عرض کریں گے نہیں،اللہ عزوجل کی قسم !آج تک ہمارے کانوں نے نہ تیرے نبی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز کی مثل آواز سنی تھی اور نہ اس سے بہتر اور پیاری آواز سنی تھی۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا:میری عزت وجلال کی قسم !میں تمہیں اس سے بھی زیادہ اچھی آواز سناؤں گا،اے میرے محبوب! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرماہو کر سورۂ یٰس اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کیجئے توسلطانِ دوجہاں،صاحبِ قرآں،صاحبِ حسنِ صوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سے ستر(۷۰)گنازیادہ خوش کن ہو گی،سارے جنتی،ان کے نیچے کرسیاں،عرش کی قندیلیں،ملائکہ،حوروغلماں اور بچے سب خوشی سے وجد وسرور میں آجائیں گے اور جنت کی کوئی چیز ایسی نہ ہو گی جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سورۂ یٰس اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت پر آپ کی آواز کی نغمگی اور حسن سے نہ جھومتی ہو گی۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا:اے میرے محبوب بندو!کیاتم نے اس سے بھی زیادہ اچھی آواز کبھی سنی تھی؟تووہ عرض کریں گے:تیری عزت اور جلال کی قسم!جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ میٹھی آواز کسی کی نہیں سنی۔اللہ عزوجل فرمائے گا،میری عزت وجلال کی قسم!میں تمہیں اس سے بھی زیادہ میٹھی اور زیادہ سریلی آواز سناؤں گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خود سورۂ اَنعام سنائے گا،جب جنتی حق تبارک وتعالیٰ کاکلام سنیں گے تووجد ومستی میں ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے تمام مال واسباب،پردے،حجابات،محلات،درخت،حوریں اور نور کے سمندر بے قرار ہو جائیں گے،باغات جھوم اٹھیں گے،تمام درخت اور نہریں کلامِ عزیز الغفّار عزوجل کی مٹھاس سے

وجد کرنے لگیں گی جنت بھی وجد میں آجائے گی اس کے ستون خوشی سے لہرائیں گے، عرش، کرسی، ملائکہ سب جھومنے لگیں گے اور جنت اپنے تمام سازوسامان سمیت محبت وشوق سے وارفتہ ہو جائے گی۔[1]

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

جاء في الآثار أن الله ما خلق في خلق السماوات والأرض ألذ من صوت إسرافيل عليه السلام فإذا قرأ في السماء قطع على أهل السماوات السبع ذكرهم وتسبيحهم لما أهبط الله آدم إلى الأرض بكى ثلثمائة عام فأوحى الله تعالى إليه يا آدم وما بكاؤك وفيم جزعك فقال يا رب لست أبكي شوقا إلى جنتك ولا خوفا من نارك وإنما بكائي شوقا إلى الملائكة المتواجدين حول العرش سبعين ألف صف جرد مرد يرقصون ويتواجدون ويدورون حول العرش ويد كل واحد منهم بيد صاحبه وهم يقولون جل الملك ملكنا لولا ملكنا هلكنا من مثلنا وأنت إلهنا ومن مثلنا وأنت حبيبنا ومستغاثنا وذلك دأبهم إلى يوم القيامة فأوحى الله تعالى إليه يا آدم ارفع رأسك وانظر إليهم فرفع رأسه إلى السماء فنظر إلى الملائكة وهم يرقصون حول العرش جبرائيل رأسهم وميكائيل قوالهم فلما رآهم سكن روعه وأنينه وقيل في تفسير قوله تعالى فهم في روضة يحبرون أي يسمعون هذا أساس مقاصد العارفين في السماع والتواجد۔

ترجمہ: آثار میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی مخلوقات میں اسرافیل علیہ اسلام کی آواز سے زیادہ لذیذ ،اور خوشگوار کسی کی آواز نہیں بنائی جب وہ آسمان میں پڑھنا شروع کرتے ہیں تو ساتوں آسمان کے فرشتے اپنا ذکر و تسبیح ترک کر دیتے ہیں اور ان کی آواز سننے لگتے ہیں جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ تین سو برس تک روتے رہے، اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ اے آدم علیہ السلام یہ رونا کس لیے اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا اے پروردگار نہ میں آپ کی جنت کے شوق میں بے روتا ہوں نہ جہنم کے خوف سے، میرا رونا صرف ان فرشتوں کے شوق میں ہے جو عرش کے گرد وجد کرتے رہتے ہیں جن کی ستر ہزار صفیں ہیں اور سب کے سب نوجوان خوبصورت ہیں ناچتے ہیں، وجد کرتے ہیں اور عرش کے گرد ایک دوسر کا ہاتھ پکڑے ہوئے چکر لگاتے اور یوں کہتے رہتے ہیں بہت بڑا بادشاہ ہے ہمارا بادشاہ، اگر ہمارا بادشاہ (ہم پر مہربان) نہ ہوتا تو ہم سب ہلاک (معدوم) ہو جاتے ہم جیسا کون ہے؟ جب آپ ہمارے معبود ہیں ہم جیسا کون ہے، جب آپ ہمارے محبوب وفریادرس ہیں۔ قیامت تک وہ فرشتے اسی حال میں رہیں گے، (آدم علیہ السلام کو ان فرشتوں کے ذکر میں خاص لطف آتا تھا، دنیا میں آکر اس ذکر محبت میں نہ آئیں تو غلبہ شوق سے مدت تک روتے رہے) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آدم علیہ السلام ذرا اپنا سر تو اٹھاؤ اور دیکھو! آدم علیہ السلام نے جو سر اٹھایا تو ان فرشتوں پر نظر پڑ گئی وہ عرش کے گرد رقص کر رہے تھے ،جبرائیل علیہ السلام صدر (مجلس) تھے اور میکائیل علیہ السلام قوال (بنے ہوئے) تھے ان کو دیکھ کر (اور ذکر سن کر) ان کے

---

[1] (قرةالعيون ومفرح القلب المحزون، الباب العاشر، ص، ۴۵۷، ۴۵۶، مكتبة الحقيقة، استانبول، تركيا) (قرةالعيون ومفرح القلب الحزون، صفة الجنة وما فيها ،ص، ۱۳۴،) (نیکیوں کی جزائیں، ص، ۱۲۰، ۱۱۸)

دل کو سکون ہوا اور رونا موقوف ہو گیا۔ بعض علماء نے آیت: فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (الروم: ۱۵) کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں گانا سنایا جائے گا۔ سماع و وجد سے عارفین کا جو کچھ مقصود ہے اس کی بنیاد یہی ہے۔[1]

ابو الحسین المبارک بن عبد الجبار الصیرفی الطیوری لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ خَمِيسٍ الْبَغْدَادِيَّ يَقُولُ: ((أَوْحَى اللهُ إِلَى دَاوُدَ فِي صِفَةِ أَوْلِيَائِهِ: يَا دَاوُدُ بِطِيبِي صَحُوا، وَبِطِيبِي فَاحُوا، وَبِوَجْدِي بَاحُوا، وَعَلَى قُرْبِي نَاحُوا، وَمِنْ أَجْلِي صَاحُوا، وَإِلَيَّ غَدَوا وَرَاحُوا))

ترجمہ: حضرت ابو بکر بن خمیس بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی صفت کے بارے میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! وہ میری پاکیزگی سے چیخیں مارتے ہیں اور میری خوشبو سے آوازیں نکالتے ہیں اور وہ میرے وجد سے (خوشی کا) اظہار کرتے ہیں، اور میرے قرب (کے نہ ہونے) پر غم کا اظہار کرتے ہیں اور میری وجہ سے چیخیں مارتے ہیں اور صبح، شام میری طرف (متوجہ ہوتے ہیں)۔[2]

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ خير النساج: قص مُوسَى بْن عمران صلوات اللهَ عَلَيْهِ عَلَى قوم قصة فزعق واحد مِنْهُم فانتهره مُوسَى فأوحى اللهَ تَعَالَى إِلَيْهِ: يامُوسَى بطيبي فاحوا وبحبي باحوا وبوجدي صاحوا افلم تنكر عَلَى عبادي؟۔

ترجمہ: حضرت شیخ المشائخ شیخ خیر النساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے لوگوں کو قصہ سنایا، ایک نے چیخ ماری، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے موسیٰ! علیہ السلام یہ لوگ میری خوشبو سے مہکتے ہیں میری محبت کا اظہار کرتے ہیں اور وجد سے چیخ مارتے ہیں لہٰذا تو میرے بندوں کی بات کو برا کیوں مانتا ہے؟[3]

مذکورہ بالا روایت کی شرح میں شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فانی خلقت لهم من الوجد ما لا قدرة لهم على حمله فناحوا و باحوا و صاحوا۔

ترجمہ: پس میں نے ہی ان کے لیے وہ وجد پیدا کیا ہے جس کو برداشت کرنے کی ان کو طاقت نہیں ہے، پھر وہ غم کا اظہار کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور چیخیں مارتے ہیں۔[4]

---

[1] (البرهان المؤيد، القلب وماحوی، ص ۴۶، مكتبة المعارف، بيروت) ص ۱۲۲، ۱۲۳)

[2] (الطيوريات، رقم: ۹۸۱، ج ۳، ص ۱۰۴۹، مكتبة اضواء السلف، الرياض)

[3] (الرسالة القشيرية، باب في السماع، ص ۱۸۸، دار السلام، القاهره، مكتوبات صدى، ص ۵۷۰)

[4] (شرح الرسالة القشيرية، ج ۴، ص ۲۴۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

بَاب فِی السماع

علامہ مصطفیٰ العروسی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حاشیہ میں لکھتے ہیں :

(قولہ: فناحوا) ای ناحوا علی انفسھم بسبب رویۃ تقصیرھم، (وقولہ: باحوا) ای اظھروا ما کانوا یکتمونہ من لاعج اشواقھم، (وقولہ: صاحوا) ای وکان صیاحھم بواسطۃ غلبۃ اشواقھم، وقوۃ ماورد علی قلوبھم من واردات الحق واشارات الصدق۔

(قولہ: فناحوا) یعنی اپنی کوتاہیوں کو دیکھنے کے سبب اپنے نفسوں پر غم کا اظہار کرتے ہیں،(وقولہ: باحوا) یعنی شوق کی جن چیخوں کو چھپاتے تھے ان کا اظہار کرتے ہیں،(وقولہ: صاحوا)یعنی ان کا چیخیں مارنا شوق کے غلبہ کے واسطہ سے ہے، اور اس قوت کی وجہ سے جو صدق کے اشارات اور حق کے واردات کی وجہ سے ان کے دلوں پر وارد ہوئی ہے۔[1]

عن أم کلثوم بنت العبّاس عن أبیھا قال: سمعت النبي صلّی اللہ علیہ وسلم یقول: إذا اقشعر جلد العبد من خشیۃ اللہ تعالی حرّمہ اللہ تعالی علی النار۔

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عباس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب بندے کے جسم پر اللہ کے خوف سے رونگٹے (بال) کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دوزخ حرام کر دیتا ہے۔[2]

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ تَحَاتَّتْ عَنْہُ ذُنُوبُہُ کَمَا یَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَۃِ الْیَابِسَۃِ وَرَقُھَا۔

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس وقت اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح سوکھے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔[3]

شیخ المشائخ امام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سہروردی بغدادی شافعی قدس سرہ، متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں :

وھذہ جملۃ لاتنکر ولا اختلاف فیھا۔

ترجمہ: اور یہ وہ تمام امور ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔[4]

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

گفت اے مستی چہ خوردستی بگو　　　　گفت ازاں خوردم کہ ہست اندر سبو

---

[1] (نتائج الافکار القدسیۃ فی بیان شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج، ۴، ص، ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[2] (مجمع الزوائد، کنز العمال، تفسیر الثعلبی، الزمر: ۲۰،، ج، ۸، ص، ۲۳۲، نوادر الاصول، درالمنثور)

[3] (شعب الایمان، ۲۳۷، ج، ۲، ص، ۲۳۶، مجمع الزوائد، ۱۸۲۱۷، مسند البزار، رقم: ۱۳۲۲، ج، ۴، ص، ۱۴۳)

[4] (عوارف المعارف، الباب الثانی والعشرون، ص، ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)، عوارف المعارف ص ۳۳۹)

ترجمہ: کہا ارے! تو تو بدمست ہے (سچ) بتا تونے کیا چیز پی ہے۔ اس نے جواب دیا وہی چیز پی ہے جو مٹکے میں ہے۔

گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست گفت ازاں کہ خوردہ ام گفت آں خفی ست

ترجمہ: (کوتوال) بولا آخر یہ تو بتاؤ کہ مٹکے میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا وہی چیز ہے جو میں نے پی ہے کہ یہ تو گول مول بات ہے۔ (صاف صاف کہو)

گفت آنچہ خوردۂ آں چیست آں گفت آں کاندر سبو مخفی ست آں

ترجمہ: کہا جو کچھ تونے پیا ہے وہ ہے کیا؟ کہ وہ وہی ہے جو مٹکے کے اندر پوشیدہ ہے۔

دورمے شد ایں سوال وایں جواب ماند چوں خر محتسب اندر خلاب

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے تفسیر عزیزی کی آخری جلد میں سورۃ اقرأ صفحہ ۳۳۸ میں حضرت خواجہ باقی باللہ حنفی مرشد امام ربانی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک نانبائی یانان فروش نے حضرت باقی باللہ کے مہمانوں کیلئے کھانا پکایا حضرت باقی باللہ اس طرزِ عمل سے نہایت خوش ہوئے اور نان فروش سے فرمایا کہ جو مانگنا چاہتے ہو مانگو۔ اس نان فروش نے کہا کہ آپ کی طرح بنا چاہتا ہوں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کو اندر لے گئے اور اس پر توجہ اتحادی فرمائی۔

تو حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ناچار اورا در حجرہ بردند تاثیر اتحادی بروی کردند۔ چون از حجرہ برآمدند درمیان خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ودرمیان نانبائی در صورت و شکل ہیچ فرق نماندہ بود مردم راامتیاز مشکل افتاد این قدر بود کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوشیار بود وآن نانبائی مدہوش وبے خود۔آخر بعد از سہ روز درہمین حالت سکری وبیہوشی قضاء کرد۔"[1]

ترجمہ: مجبوراً حضرت باقی باللہ اسے خانقاہ کے اندر لے گئے اور توجہ اتحادی فرمائی۔ باہر آنے پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور نان بائی کی ظاہری صورت ایک جیسی نظر آرہی تھی۔ لوگوں کے لئے ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ اتنا فرق اندازہ سے ہوتا کہ حضرت خواجہ ہوش میں تھے اور نانبائی بے ہوش اور مجذوب آخر تین دن بعد اسی بے ہوشی میں دارالفناء سے دارالبقاء کی جانب رحلت فرماگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔[2]

---

[1] (تفسیر عزیزی جلد آخر ص ۳۳۸ سورۃ علق)

[2] (تفسیر عزیزی جلد آخر ص ۳۳۸ سورۃ علق)

اسی طرح مشہور اور مقبول فقیہہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد اور تواجد اور رقص حقیقی عارفوں کے حق میں اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع یستدعی تفصیلا ذکرہ فی عوارف المعارف واحیاء العلوم وخلاصتہ ما اجاب بہ العلامۃ النحریر ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بقولہ: (ما فی التواجد ان حققت من حرج ولا التمایل ان اخلصت من باس فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعا مولاہ ان یسعی علی الراس الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین) الخ"۔

ترجمہ: جو تحقیق قاطع (قطعی تحقیق) رقص اور سماع کے مسئلہ میں وہ تفصیل طلب ہے جیسا کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن کمال پاشا نے اپنے قول میں یہ ذکر کیا ہے کہ حقیقی تواجد میں کوئی گناہ نہیں اور خالص حرکتوں میں بھی کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ تم ایک پاؤں پر بھاگتے ہو حالانکہ جس کو اس کا آقا اپنی طرف بلائے اس پر حق ہے کہ سر کے بل بھاگے۔ مذکورہ اعضاء میں حقیقی سماع کے وقت وجد اور تواجد دونوں کی اجازت ہے۔[1]

تو اس عبارت سے وجد کی مختلف اقسام اور ان کے اثبات کیلئے اشارہ ملتا ہے۔ امام عقیلی اور ابو نعیم اصفہانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"قال: لما قدم جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ من ارض الحبشۃ، تلقاہ رسول اللہ ﷺ فلما نظر جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ الی رسول اللہ ﷺ حجل، قال سفیان بن عیینۃ من احد رواتہ یعنی مشی علی رجل واحدۃ فقبل رسول اللہ ﷺ بین عینیہ۔ الحدیث"۔

سنن ابو داؤد کی روایت امام شعبی سے مروی ہے جس میں "فالتزمہ" (آپ نے انہیں سینے سے لگایا) زائد ہے۔

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ سے تشریف لائے تو (حضور علیہ السلام) نے ان سے ملاقات کی، جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر چہرہ انور پر پڑی تو انہوں نے حجل کیا۔ امام سفیان ابن عینہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں: احتراماً اپنے ایک پاؤں پر چلنے لگے تو حضور ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔[2]

---

[1] (فتاوی ردالمحتار ج۳ ص۳۳۷ قبیل باب البغاۃ)

[2] (سنن ابی داؤد: ج:۴: ص:۳۵۶: رقم حدیث: ۵۲۲۰:)

سنن ابی داؤد:ج:ص:۳۵۶: کی روایت: امام شعبی سے مروی ہے فالتزمہ، ﷺ آپ علیہ السلام نے انہیں سینے سے لگایا

"مسند احمد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی روایت ہے جو حسن سے کم درجہ کی نہیں۔

"حجل زید بن حارثه وجعفر وعلی بین یدیه ﷺ لما قال: للاول انت مولای وللثانی انت اشبهت خلقی وخلقی، وللثالث انت منی وان منک"۔

حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسول للہ ﷺ کے سامنے رقص کیا، جبکہ آپ ﷺ نے پہلے کو فرمایا، تومیرا پیارا غلام ہے دوسرے کو فرمایا، توسیرت وصورت میں میرے مشابہ ہے اور تیسرے کو فرمایا، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔[1]

اور طبقات ابن سعد میں ایک مرسل روایت یوں ہے جس کی سند امام ابن سعد کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے:

فقام جعفر رضی اللہ تعالٰی عنه فحجل حول النبی ﷺ دار علیه۔

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور حضور ﷺ کے ارد گرد حلقے کی صورت میں رقص کیا۔

"والحجل: قال فی النهایة: ان یرفع رجلا ویقفز علی الاخری من الفرح النهایة"۔

(لغت الحدیث) میں ہے حجل کے معنی ہیں۔ فرط مسرت سے ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پاؤں پر اچھلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **هو رقص بهیئة مخصوصة** ۔(حجل: خاص حالت میں رقص کرنے کو کہتے ہیں۔)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حبشہ سے واپس آنے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا رقص حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم اور آپ کے دیدار کی خوشی اور احترام میں تھا۔ اور ان کے ساتھ دیگر دو اصحاب کا رقص اپنی تعریف سننے اور حضور ﷺ کے شرف مخاطبت کی لذت کے باعث تھا۔ اور اس بات کے شکرانے میں تھا کہ حضور ﷺ نے کمال عزت ومحبت اور قرب سے نوازتے ہوئے انہیں اپنی طرف نسبت عطا کی۔ اور یہ وہ عظیم کرم نوازی ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس فعل پر توقف فرمایا اور قول وفعل سے ان کی تردید نہیں کی۔

---

[1](صحیح بخاری ج۲ ص۶۱۰ ایضًاج ا ص ۳۷۲ مسند احمد ج۵ ص ۲۰۴)

اور اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ وجد اور تواجد اور تمایل اور کپڑے پھاڑنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ولا کلام لنا مع الصدق من ساداتنا الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم المبرئین عن کل خصلۃ ردیۃ، فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اقواما یتواجدون ویتمایلون: فقال دعوھم مع اللہ تعالٰی یفرحون فانھم قوم قطعت الطریق اکبادھم، ومزق النصب فوادھم، وضاقوا ذرعا فلا حرج علیھم اذا تنفسوا مداواۃ لحالھم، ولو دقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم۔ وبمثل ما ذکرہ الامام الجنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ اجاب العلامۃ النحریر ابن کمال باشار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لما استفتی عن ذالک حیث قال:"

مافی التواجد ان حققت من حرج ولا التمایل ان اخلصت من باس

فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

الرخصۃ فی ما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم الصارفین اوقاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الامن الالہ، ولا یشتاقون الا لہ ان ذکروہ ناحوا، وان شکروہ باحوا، وان وجدوہ صاحوا، وان شھدوہ استراحوا، وان سرحوا فی حضرات قربہ ساحوا، اذا غلب علیھم الوجد بغلباتہ، وشربوا من موارد اراداتہ: فمنھم من طرقتہ طوارق الھیبۃ فخر وذاب ومنھم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرک وطاب، ومنھم من طلع علیھم الحب من مطالع القرب فسکر وغاب، ھٰذا ما عن لی فی الجواب واللہ اعلم بالصواب۔ ومن یک وجدہ وجدا صحیحًا فلم یحتج الی قول المغنی لہ من ذاتہ طرب قدیم وسکر دائم من غیر دنی۔

ترجمہ: علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہم صادق سادات صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زبان درازی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ تمام اخلاق رزیلہ سے مبرا ہیں۔ یہ پاک باطن لوگ ہیں۔ امام طائفتین سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض صوفی ایسے ہیں جو تواجد کرتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے عشق میں انہیں چھوڑ دو کہ خوشحالی کریں اس لئے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ طریقت نے ان کے دل پھاڑ دئے ہیں اور مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں اب ان کے حوصلے تنگ ہوگئے ہیں۔ آہ کے ساتھ سانس لیتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں۔ اس حالت کی دائمیت کے لئے اگر تمہیں ان کی حالت حاصل ہو جائے اور انوار و تجلیات کا مزہ حاصل ہو جائے تو ان کی چیخوں اور نعروں میں تم بھی شامل ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالو۔ تم ان کو ان کے چیخیں مارنے اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھو۔[1]

[1] (مجموعۃ الرسائل: ج: ۱: ص: ۱۷۳)

اسی طرح حضرت ابن کمال پاشا صاحب سے اسی مسئلے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ نے اپنے شعر میں یہ فرمایا:

مافی التواجدان حققت من حرج　　　　والتمایل ان اخلصت من باس

اس شعر میں یہ فرمایا کہ اس تواجد کے کرنے میں کوئی حرج اور نہ ہی جسم کے ملنے میں کوئی حرج ہے جبکہ باطنی علتوں سے پاک لوگوں میں یہ آجائے۔

وجد کی وجہ سے اٹھ کر بھاگنا بھی جائز ہے اسلئے کہ اپنا مالک و مولیٰ جب بلائے تو انہیں اپنے سر کے بل بھاگنا چاہیئے۔ محفل ذکر و محفل سماع میں کامل عارفوں کے لئے وجد اور رقص کی رخصت ہے کیونکہ یہ لوگ اپنا قیمتی وقت بہترین اعمال میں صرف کرتے ہیں۔ طریقت کے سالکین ہوتے ہیں جو اپنے نفسوں کو قبیح اعمال کرنے سے منع کرتے ہیں۔ وہ ان صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ جب صوفیہ کرام سنتے ہیں تو اپنے پروردگار کی جانب سے سنتے ہیں۔ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو روتے ہیں اور جب کبھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب محبوب حقیقی کی جانب سے تجلیات و انوارات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو چیخیں مارتے ہیں۔ جب شوق سے اللہ ذکر کرتے ہیں تو روتے ہیں اور جب محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو آرام پاتے ہیں۔ اور جب قرب کے مراتب میں انہیں حصہ نصیب ہوتا ہے تو اس میں سیر کرتے ہیں اور بلند مقامات طے کرتے ہیں۔ جب ان پر وجد غلبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ارادت اور واردات سے بعض سالکوں پر ہیبت اور تجلیات کا عروج ہوتا ہے تو گر پڑتے ہیں۔ یا بے دم ہو جاتے ہیں۔ بعض سالکوں پر لطف خداوندی کی انوار نازل ہوتے ہیں تو خوشی کا اظہار کرتے ہیں بعض سالکوں پر قرب خداوندی اور مطلع جب ظاہر ہوتا ہے تو سُکر (مستی) کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اپنے جسم اور جان سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام سُکر مقام غیبت اسے کہا جاتا ہے۔ یہ تمام مذکورہ حالات جائز اور ثابت ہیں۔ جس کو صحیح وجد نصیب ہو جائے تو اس کے لئے گانے والے اور گانے کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے ملی مستی نصیب ہوتی ہے جو بغیر شراب کے دائمی مستی اور سُکر حاصل ہوتی ہے۔[1]

اس عبارت سے نہ صرف وجد بلکہ وجد کے مختلف اسباب اور اقسام کا بھی ذکر ہوا۔

---

[1] (مجموعہ رسائل: ج: ۱: ص: ۱۷۳)

اسی طرح جلیل القدر فقیہہ علامہ مفتی سید احمد طحطاوی حنفی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار: ج:۴: ص:۱۷۶ تا ۱۷۷ میں وجد، رقص اور سماع ذکر کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا:

"ومن الفقھآء رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم من لم یمنع الرقص حیث وجد لذۃ الشھود فغلب علیہ الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر ذی الجناحین رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ النبی ﷺ اشبھت خلقی وخلقی فحجل ای مشی علی رجل واحدۃ وفی روایۃ رقص من لذۃ ھٰذا الخطاب ولم ینکر علیہ النبی ﷺ رقصہ وجعل ذلک اصلا لجواز رقص الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم عندما یجدونہ من لذۃ الوجد فی مجلس الذکر والسماع وفی التتارخانیۃ ما یدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش۔ وبھٰذا افتی البلقینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وبرھان الدین الانباسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔"[1]

ترجمہ: بعض فقہائے کرام رقص سے نہیں روکتے جب شہود کا مزہ پاتے ہیں، جب سالک پر وجد کا غلبہ آجائے تو فقہا کرام اس حدیث تقریری سے استدلال کرتے ہیں۔ جعفر ذوالجناحین کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اخلاق اور شکل وصورت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ اس خطاب کے سننے کے ساتھ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں پر بھاگنے لگے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس خطاب کی لذت سے رقص کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ان پر انکار نہیں کیا۔ یہ حدیث اہل تصوف کے رقص کے لئے دلیل بن گئی۔ جب اسطرح حال صوفی کو مل جائے اور محافل ذکر وسماع میں وجد کی لذت کیوجہ سے اسطرح کا حال صوفی پالیتا ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں مغلوب الحال سالک کیلئے نماز کی حالت میں یا نماز سے خارج میں یہ حال اور چیخیں مارنا جائز لکھا ہے جب یہ حرکات مرتعش کی طرح غیر اختیاری ہوں اور مشابہت مجذوبین کیوجہ سے اختیاری حرکات کثیرہ کرتے ہیں تو اس کو تواجد کہتے ہیں۔ تو اس طرح نماز میں کرنا جائز نہیں ہے اور نماز کے باہر جائز ہے کہ ریاکاری سے خارج ہو اور دوسروں کو تکلیف دینے سے خارج ہو۔ اسی طرح فتویٰ علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین انباسی نے بھی دیا ہے۔ (یہاں پر طحطاوی کا کلام مکمل ہوا) علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مراقی الفلاح میں وجد کے اسباب کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے (مجمع الانھر) میں وجد کی بہت سی قسمیں ہیں جہاں اختیار سلب ہوجاتا ہے۔ مطلق انکار کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں مغلوب الحال سالک کا وجد ثابت کیا ہے جو حرکت وہ مرتعش کی طرح کرتا ہے وہ غیر اختیاری ہوتی ہیں اور تواجد بھی اچھا ہے اس کے اثبات کے دلائل بعد میں آجائیں گے۔ اللہ نے چاہا تو۔[2]

---

[1] (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج:۴: ص:۱۷۶ تا ۱۷۷)

[2] (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:۱۷۴: قبیل باب ما یفسد الصلوٰۃ)

(۹) اسی طرح علامہ خیر الدین رملی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ خیریہ (نفع البریہ) میں فتاویٰ تنقیح الحامدیہ: ج:۲: ص:۲۸۳: میں اسی طرح وجد کے بارے میں لکھا ہے:

''اما الرقص ففیه للفقهآء کلام منهم من منعه ومنهم من لم یمنع حیث وجد لذة الشهود وغلب علیه الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه لما قال له علیه الصلوٰة والسلام ''اشبهت خلقی وخلقی'' ای مشی علی رجل واحد، وفی لفظ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنه ''اشبه الناس بی خلقا وخلقا فحجل'' وفی روایة ''رقص من لذة هٰذا الخطاب ولم ینکر علیه النبی ﷺ رقصه'' وجعل ذلک اصلا لرقص الصوفیة رحمة اللہ تعالیٰ علیهم عندما یجدونه من لذة المواجید فی مجالس الذکر والسماع وفی التتارخانیة مایدل علی جوازه وبهٰذا افتی البلقینی رحمة اللہ تعالیٰ علیه وبرهان الدین الابناسی رحمة اللہ تعالیٰ علیه وبمثله اجاب بعض الحنفیة والمالکیة''۔[1]

ایک نکتہ: اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جب بعض علمائے احناف اور بعض علمائے مالکیہ سے وجد اور رقص کے بارے میں پوچھا گیا تو سب نے جواز پر فتویٰ دیا۔ اسی طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ شافعی المسلک ہیں ۔ انہوں نے بھی جواز بلکہ استحباب کا حکم دیا ہے۔[2]

میں اس کی پوری وضاحت موجود ہے بعد میں ان کی عبارت پوری نقل کریں گے ۔ ان شاءاللہ۔

اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، وجد اور حال کا اثبات کیا ہے۔ فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ صوفی کیلئے آٹھ (۸) خصلتیں ہونی چاہئیں۔ ایک ان میں سے وجد بھی ہے۔ بعد میں ان کی عبارت جو کہ فتوح الغیب میں آجائے گی خلاصہ یہ ہوا۔ چاروں مذہبوں کے علماء وجد اور حال کے اثبات کے قائل ہیں عارفوں کیلئے۔ لہٰذا منکرین کس طرح وجد اور حال کو چاروں مذہبوں میں حرام کہتے ہیں؟ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ فاسق اور خلافِ شرع متصوفہ کا رقص اور تماشہ اور لہو ولعب چاروں مذہبوں میں حرام ہے اور قرطبی کی بھی یہی مراد ہے اور جو حقیقی عارفوں اور متشرع اہلِ تصوف کا وجد اور حال ہے وہ بالکل ثابت اور جائز ہے بلکہ نور عنایت الٰہی ہے اور یہ حال اولیائے کرام کا ہے جیسا کہ حدیقۃ الندیہ لنابلسی کے حوالہ سے بھی عبارت بعد میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس طرح تطبیق عبارتوں کے درمیان کرنا علمائے راسخین اور غیر متعصب اہلِ بصیرت کا کام ہے۔ منکرین کی طرح نیم ملا خطرہ ایمان کی طرح نہیں۔ روایتوں کے درمیان تطبیق نہیں کر سکتے بلکہ اسے سمجھ بھی نہیں سکتے بلکہ روایات اور عبارات سے نجدیوں کا مسلک تلاش کرتے ہیں اور انہیں سے جوڑتے ہیں اور اس

---

[1] (فتاوی خیریه علی هامش تنقیح الحامدیة: ج:۲: ص:۲۸۳)
[2] (الحاوی للفتاوی: ج:۲: ص:۲۲۴)

بات کی عبارتوں کو ہضم کر جاتے ہیں لیکن یہ ارمان ان کا کبھی پورا نہ ہو گا۔ افسوس در افسوس یہ منکرین اپنے آپ کو مفتی اور شیخ الحدیث کہلاتے ہیں اور دوسری طرف جانتے کچھ نہیں۔ یہ ایک عجیب سا معاملہ ہے۔

آن کس کہ نداند وندا ند کہ نداند   در جہل مرکب ابدالدہر بماند

ترجمہ: جو نہیں سمجھتا اور اپنی نا سمجھی اور ہیچ مدانی پر بھی خبر دار نہیں وہ ہمیشہ کیلئے جہل مرکب ہی میں رہ جاتا ہے۔

(۱۰) اسی طرح علامہ حامد بن علی بن عبد الرحمن آفندی عمادی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفتی دمشق وشام نے اپنی کتاب میں علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (شرح ھیاکل نور) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"الانسان یستعد بالحرکات العبادیة الوضعیة الشرعیة للشوارق القدسیة بل المحققون رحمة اللہ تعالٰی علیهم من اهل التجرید رحمة اللہ تعالٰی علیهم قد یشاهدون فی انفسهم طربا قدسیا مزعجا فیتحرکون بالرقص والتصفیق والدوران ویستعدون بتلک الحرکة لشروق انوار أخر الی ان ینقضی ذلک الحال عنهم بسبب من الاسباب کما علیه تجارب السالکین رحمة اللہ تعالٰی علیهم"۔

ترجمہ: انسان کبھی شرعی عبادات ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ انوار کے لئے مستعد ہوتے ہیں بلکہ اہل تجرید محققین اولیاء اپنے اندر پاکیزہ انوار و مستی کا مشاہدہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے وہ حرکات کا باعث بنتا ہے تو وہ حرکت میں لگ جاتے ہیں۔ رقص اور تالیاں بجانا، یوں بھاگنا دوڑنا، اس طرح کی حرکتیں ان سے سرزد ہوتی ہیں کیونکہ ان پر انوار کا نزول ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کا حال ختم ہو جاتا ہے کسی سبب کے ساتھ اور عام سالکوں کا تجربہ اس پر گواہ ہے۔ اس عبارت سے کہ یہ حرکات انوار کے نزول کے سبب کرتے ہیں جو برداشت نہیں کر پاتے۔[1]

(۱۱) اسی طرح محدث مفسر فقیہ اور ادیب وصوفی حضرت امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ چاروں مذاہب میں مقبول ہیں، خود شافعی ہیں اپنی کتاب (الحاوی للفتاوی المتعلقۃ بالتصوف) تصوف کے متعلق باب میں وجد، رقص، سماع اور مجالسِ ذکر، قیامِ ذکر کے اثبات میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

مسئلة: فی جماعة الصوفیة رحمة اللہ تعالٰی علیهم اجتمعوا فی مجلس ذکر ثم ان شخصا من الجماعة قام من المجلس ذاکرا واستمر علی ذالک لوارد حصل له فهل له فعل ذلک سوآء کان باختیاره ام لا؟ وهل لاحد منعه وزجره عن ذلک؟

الجواب: لاانکار علیه فی ذلک وقد سئل عن هٰذا السؤال بعینه شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی رحمة اللہ تعالٰی علیه فاجاب بانه لا انکار علیه فی ذلک ولیس لمانع التعدی بمنعه ویلزم المتعدی بذلک التعذیر۔ وسئل عنه العلامة برهان الدین الانباسی رحمة اللہ تعالٰی علیه فاجاب بمثل ذلک وزاد ان صاحب الحال مغلوب والمنکر

[1] (تنقیح فتاوی حامدیه ج ۲ ص ۳۵۵)

محروم ما ذاق لذة التواجد ولا صفا له المشروب (الی ان قال فی آخر جوابه) وبالجملة فالسلامة فی تسلیم حال القوم واجاب ایضًا بمثل ذلک بعض ائمة الحنفیة رحمة اللہ تعالٰی علیهم والمالکیة رحمة اللہ تعالٰی علیهم کلهم کتبوا علی هٰذا السوال بالموافقة من غیر مخالفة (اقول) وکیف ینکر الذکر قائما والقیام ذاکرًا وقد قال اللہ تعالٰی (الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلی جنوبهم۔ الآیة) وقالت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها کان النبی ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانه وان انضم الی هٰذا القیام رقص او نحوه فلا انکار علیهم فذالک من لذات الشهود او المواجید وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر بن ابی طالب ص بین یدی النبی ﷺ لما قال له 'اشبهت خلقی وخلقی' وذلک من لذة هٰذا الخطاب ولم ینکر ذلک علیه النبی ﷺ فکان هٰذا اصلا فی رقص الصوفیة رحمة اللہ تعالٰی علیهم لما یدرکونه من لذات المواجید۔ وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعة من کبار الائمة رحمة اللہ تعالٰی علیهم منهم شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمة اللہ تعالٰی علیه۔

ترجمہ: (مسئلہ) صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت جو کہ ذکر کیلئے جمع ہوئے ہوں اور پھر ایک شخص اس جماعت سے اٹھے جو کہ ذکر کرنے والا ہو اور یہ حال اس سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حصول کیوجہ سے ایک وارد سے مستمر ہو جائے، پس یہ کام اس سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مغلوب الحال اگر اختیار کے ساتھ ہو یا کہ بغیر اختیار ہو، تو جواز رکھتا ہے کہ نہیں؟ اور آیا کونسے شخص کو اختیار ہے کہ اسے منع کرے یا روکے؟

الجواب: اس سالک کے معاملے کا کسی قسم کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ بعینہٖ یہی سوال شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی سے ہوا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس کام میں اس سالک سے کسی قسم کا انکار نہیں اور منع کرنے والے کو منع نہیں کرنا چاہئے اور منع کرنے والے کو سختی سے روکنا چاہئے اور تعزیر کرنا چاہئے اور اسی مسئلہ کا علامہ برہان الدین انباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پوچھا گیا تو ان کا جواب بھی یہی تھا کہ اس مغلوب الحال کا جو منکر ہے وہ محروم اور بے نصیب ہوا۔ یہاں تک کہ جواب کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے حال کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔

اسی طرح کا جواب احناف نے دیا ہے اور مالکیہ کا جواب بھی یہی ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو ان سب نے اسی طرح جواب دیا اور اس پر اکتفا کیا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے تو کس طرح کھڑا ہو کر ذکر کا انکار کیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلوؤں پر لیٹ کر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم ﷺ اللہ کا ذکر ہر حالت اور ہر ہیئت سے کرتے تھے تو اس میں کھڑا ہونے کی بھی ہیئت آتی ہے اگر مغلوب الحال سالک کھڑا ہو کر ناچنا شروع کر دے یا دوسری حرکات اور چیخیں اس کے ساتھ مل جاتیں ہوں تو اس میں بھی انکار نہیں ہے کیونکہ یہ حال شہود اور لذت سے پیدا ہوا ہے حضرت جعفر بن ابی طالب ص کے

بارے میں حدیث شریف میں ان کا رقص ثابت ہے جب حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ تیری صورت اور اخلاق مجھ سے مشابہت رکھتے ہیں تو آپ نے رقص شروع کیا اور حضورِ اکرم ﷺ نے اس پر منع نہیں فرمایا تو یہ صوفیوں کے رقص پر بھی دلیل ہے۔ جب وہ وجد پاتے ہیں ذکر اور نعت خوانی کی مجلس میں رقص اور قیام کے متعلق آئمہ سب کے سب اس کے قائل ہیں جس میں سے شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔[1]

اس عبارت شریف سے مسئلہ وجد اور تواجد کے اثبات اور کچھ اور نکتے بھی نکلتے ہیں:

نمبر ۱: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ذکر کرنے والوں کو قیام اور تواجد سے منع کرے اور اگر کسی نے منع کیا تو اس کو تعزیر (سزا) دینا چاہیئے یا اسے مارنا چاہیئے۔ تو منکرین اپنے بارے میں سوچیں۔

نمبر ۲: وجد اور حال والا سالک عارف مغلوب الحال ہے منکرین فیض الٰہی سے محروم ہیں خود انہوں نے اس حال کا مزہ اور باطنی لذت نہیں پائی۔ اس لئے دوسرے اہل اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ تو اب منکرین اپنی محرومیت کے بارے میں سوچیں۔

نمبر ۳: چاروں مذاہب کے علمائے حقیقی اہلِ تصوف اور عارفین کے وجد اور حال کے اثبات پر متفق ہیں اور تردیدی عبارتیں فساق اور خلافِ شرع متصوفہ اور ریاکار کے حق میں ہیں تو کس طرح منکرین حقیقی اہلِ تصوف عارفین کے وجد اور حال چار مذہبوں کے مطابق حرام سمجھتے ہیں۔

اسی طرح مشائخ صادقین کے وجد اور غشی طاری ہونے سماع میں اچھے اشعار سنتے وقت فاسق کا گانا اور رقص ناجائز کے حق میں اس طرح لکھا ہے:

فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرا فیه معنی یوافق احوالهم فیوافقه من کان له قلب رقیق اذا سمع کلمة توافقه علی امر هو فیه وربما یغشی علی عقله فیقوم من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من اختیار وذلک مما لا یستبعد ان یکون جائزا مما لا یؤاخذ به ولا یظن فی المشائخ رحمة اللہ تعالٰی علیهم انهم فعلوا مثل ما یفعل اهل زماننا من اهل الفسق والذین لا علم لهم باحکام الشرع وانما یتمسک بافعال اهل الدین۔

ترجمہ: بے شک ان کے زمانے میں بہت مرتبہ کوئی شعر بناتا اور اس کا ایسا معنی ہوتا کہ جو ان کے باطنی حال کے موافق ہوتا تو ان کا دل نرم ہو جاتا اس موافقت سے ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ان کے باطنی حال کے موافقت کی وجہ سے کہ شعر ان کے باطن کے موافق ہوتا تو بے اختیار کھڑے ہو جاتے اور ان سے وہ حرکات صادر ہو جاتیں تو یہ کام جائز اور ان پر مواخذہ نہیں اور حقیقی مشائخ طریقت پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے زمانے میں فاسق اور جاہلوں اور فاسقوں کی طرح

---

[1] (الحاوی للفتاوی: ج:۲: ص:۲۶۴)

خلاف شرع امور کریں حالانکہ یہ فاسق لوگ اہلِ دین اور مشائخ حقیقی کے احوال پر دلیل پکڑتے ہیں جبکہ خلافِ شرع کام کرتے ہیں بلکہ صوفیۂ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تو ان کی طرح نہیں تھے۔[1]

اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں بھی لکھا ہے:

تو اس عبارت سے فتاویٰ ہندیہ کی دوسری عبارت کا محمل بھی معین ہوا۔ جس میں سماع ورقص اور وجد پر رد کیا ہے۔ وہ اس طریقے پر صادق مشائخ اور متشرع سالک کیلئے یہ جائز ہے اور فاسق اور خلافِ شرع کیلئے اس کا جواز نہیں بلکہ اس عبارت کے ساتھ فقہاء کی تمام عبارتوں کی تطبیق ہوئی کہ ایک طرف ثبوت اور دوسری طرف منع متعصب منکرینِ اولیاء صرف نفی کی عبارات لیتے ہیں جیسے یہودی احبار حق کو چھپاتے ہیں۔ پوری تحقیق انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔

اسی طرح سیدنا وسید کل امام ربانی محبوبِ صمدانی واقف تشابہات قرآنی سیدنا مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نقشبندی احراری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ای فرزند! ولولۂ عشق وطنطنۂ محبت ونعرہائے شوق انگیز وصیحاھائی درد آمیز ووجد وتواجد ورقص ورقاصی ہمہ در مقامات ظلال است ودر آوان ظہورات وتجلیات ظلیہ"۔

ترجمہ: اے بیٹے! عشق کے شور اور ولولہ اور محبت اور شوق سے بھرے ہوئے نعرے اور درد کی چیخیں اور وجد تواجد اور رقص یہ تمام حالات ظلال کے مقام میں آتے ہیں۔ ظلی تجلیات کے ظہور کے وقت یہ وارد ہوتے ہیں۔[2]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وجد اور حال کے مختلف انوار اکثر تجلیاتِ ظلیہ کے مقام پر وارد ہوتے ہیں جن کا تعلق ولایت سے ہے اور تجلیات اصلیہ کے وارد ہونے کا وقت اور اس کا تعلق کمالات اور حقائق سے ہوتا ہے۔ زیادہ تر جسم میں کپکی کا آجانا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنا اور کبھی کبھی اس مقام پر رقص اور غشی وغیرہ کے احوال بھی وارد ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے بہت ساری آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت کیا جاچکا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ "از دک وفک چارہ نیست" یا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی کے طاری ہونے کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔ نیز اور بہت ساری روایات اللہ کے مقبول بندے عارفوں کے وجد اور حال کے اثبات کیلئے دلیل ہیں۔

---

[1] (کذافی جواھر الفتاوی)(فتاوی ھندیہ:ج:۵:ص:۳۵۲:باب:۱۷)

[2](مکتوبات شریف:مکتوب:۳۰۲:ج:۱)

بَاب فِي السماع

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ، وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ خَوْخَةٍ لِي، فَدَنَا مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَجَعَلْتُ أَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُنَّ بَنَاتُ أَرْفِدَةَ فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ وَيَزْفِنُونَ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّذِي انْتَهَيْتُ۔ [1]

عن عَلِيٍّ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا وَجَعْفَرٌ، وَزَيْدٌ، فَقَالَ لِزَيْدٍ: أَخُونَا مَوْلانَا، فَحَجَلَ زَيْدٌ، وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: أَنْتَ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، قَالَ: فَحَجَلَ وَرَاءَ حَجْلِ زَيْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِي: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، فَحَجَلْتُ وَرَاءَ حَجْلِ جَعْفَرٍ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں میں اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے، تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھلنے لگے (وجد کرنے لگے)، اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہے، تو وہ بھی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگے، مجھے ارشاد فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، تو میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھلنے کے پیچھے اچھلنے لگا۔ [2]

مفتی مکہ مکرمہ علامہ احمد زینی دحلان و محمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۳۶۹ھ وغیرہ لکھتے ہیں:

وبعد فتح خيبر قدم من الحبشة جعفر بن ابى طالب رضى الله عنه ومن معه من المسلمين وهم ستة عشر رجلاً فتلقى النبى ﷺ جعفر وقبل جبهة وعانقه وقام له، وقد قام لصفوان بن امية لما قدم عليه ولعدى بن حاتم رضى الله عنهما ثم قال ﷺ ما أدرى بأيهما أفرح بفتح خيبر أم بقدوم جعفر؟ وقال ﷺ لجعفر أشبهت خلقى وخلقى ،فرقص جعفر رضي الله عنه عنه من لذة هذا الخطاب (ولفرط ما أصابه من الفرح) فلم ينكر عليه ﷺ رقصه وجعل ذلك أصلا لرقص الصوفية عند ما يجدون من لذة المواجيد في مجالس الذكر والسماع.

ترجمہ: اور فتح خیبر کے بعد حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ دوسرے سولہ مسلمان حبشہ سے ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے قیام فرمایا، اور جب آپ ﷺ ان سے ملے تو ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور معانقہ فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہوئی ہے فتح خیبر کی یا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: تو شکل و صورت میں اور اخلاق میں میرے مشابہہ ہے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ

---

[1] (المعجم الاوسط، رقم: ۹۳۰۳، ج، ۹، ص، ۱۲۱،)

[2] (مسند البزار، رقم: ۷۴۴، مسند احمد، رقم: ۸۵۷، ابن أبی شیبة، وأبو یعلی، والبیهقی، کنز العمال، رقم: ۳۶۷۵۶،، ج، ۱۳، دار الکتب العلمیه، بیروت، جامع الاحادیث ،رقم: ۳۲۱۱۴، اتحاف الخیرة المهرة، رقم: ۶۷۱۹، سنن الکبری، للبیهقی، رقم: ۲۱۵۵۷، ۱۶۱۸۸)

عنہ نے یہ ارشاد سنا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اس خطاب کی لذت کی وجہ سے اور جو اس سے خوشی حاصل ہوئی رقص کرنے لگے، اور حضور اکرم ﷺ نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا، اور اس کو صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رقص کے لیے اصل بنایا ہے، وہ بھی سماع اور ذکر کی مجلس میں مواجید کی لذت پاتے ہیں۔[1]

علامہ محمد عبد الحی کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وتمايل واهتزاز وهو منقول عن الصحابة، فقد خرّج أبو نعيم في الحلية عن الفضيل بن عياض: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذكروا الله تمايلوا يمينا وشمالا كما تتمايل الشجرة بالريح العاصف إلى أمام ثم تراجع الى وراء۔

ترجمہ: دائیں بائیں مائل ہونا اور جھومنا، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے: ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تخریج کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ جب ذکر کرتے تو دائیں، بائیں کو مائل ہوتے تھے جیسا کہ تیز ہوا سے درخت کبھی آگے کو اور کبھی پیچھے کو جھومتا ہے۔[2]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وفي حديث علي عند أحمد وكذا في مرسل الباقر فقام جعفر فحجل حول النبي صلى الله عليه وسلم دار عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذا؟ قال شيء رأيت الحبشة يصنعونه بملوكهم۔ وفي حديث بن عباس ان النجاشي كان إذا رضي أحدا من أصحابه قام فحجل حوله وحجل بفتح المهملة وكسر الجيم أي وقف على رجل واحدة وهو الرقص بهيئة مخصوصة۔

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "مسند احمد" میں اور اسی طرح حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خوشی سے) کھڑے ہوئے پھر نبی کریم ﷺ کے ارد گرد اچھل کر ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے پاؤں پر چکر کاٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے جعفر! یہ کیا ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں نے حبشیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہوں سامنے ایسا کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی جب کسی سے خوش ہوتا تھا تو وہ شخص اٹھ کر اس کے گرد چکر کاٹتا تھا۔ اور "حجل"

---

[1] (السيرة النبوية وآثار المحمدية لزينى دحلان على هامش السيرة الحلبية، ج، ۲، ص، ۲۵۲، ومحمد ﷺ، غزوة خيبر، ج، ۱، ص، ۴۴۴، والموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، الحركت بالذكر، ص، ۱۸۲، حقائق عن التصوف، الحركة فى الذكر، ص، ۹۹)

[2] (التراتيب الادارية، ج، ۲، ص، ۹۳، نظام الحكومية، الموسوعة اليوسفية فى بيان ادلة الصوفية، الجزء الاول، ص، ۱۷۸)

حا کے فتح کے ساتھ ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی ایک پاؤں پر کھڑا ہونا اور یہ ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ رقص کرنا ہے۔[1]

قَالَ ابْنُ أَبِي الدُّنيا: حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ الجعد، أنا عمرو شِمْرٍ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ السُّدِّيُّ، سَمِعْتُ أَبَا أَرَاكَةَ يَقُولُ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا انْفَتَلَ عَنْ يَمِينِهِ مَكَثَ كَأَنَّ عَلَيْهِ كَآبَةً حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلَى حَائِطِ الْمَسْجِدِ قَيْدَ رُمْحٍ صلّى رَكْعَتَيْنِ ثمّ قَلَّبَ يَدَهُ فقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحابَ محمّد صلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى الْيَوْمَ شَيْئًا يُشْبِهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ صُفْرًا شُعْثًا غُبْرًا بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ كَأَمْثَالِ رُكَبِ الْمِعْزَى، قَدْ بَاتُوا لله سجداً وقياماً يتلون كتاب الله يتراوحون بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَأَقْدَامِهِمْ، فَإِذَا أَصْبَحُوا فَذَكَرُوا اللهَ مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ فِي يَوْمِ الرِّيحِ، وهملت أعينهم حتى تبل ثِيَابَهُمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو اراکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازِ فجر پڑھی، تو جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو تھوڑی دیر گئے گویا کہ افسردہ ہوں یہاں تک کہ سورج مسجد کی دیوار پر نیزے کے برابر آگیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر اپنے ہاتھ پھیرے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے، اور میں آج کے دن کسی بھی چیز کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ لوگ صبح اس حال میں کرتے کہ چہرے زرد، اور بال پراگندہ اور غبار آلود منہ، گویا کہ تعزیت دینے والا شہسوار ہو، وہ راتیں سجدہ، قیام میں گزارتے تھے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے وہ اپنے قدموں اور پیشانیوں کے بل رات بسر کرتے تھے اور جب صبح کرتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے آندھی والے دن درخت حرکت کرتے ہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے"۔[2]

مذکورہ بالا حدیث کے تحت شیخ طریقت شیخ عبد القادر عیسیٰ شازلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ويهمنا من عبارة الامام علی رضی الله عنه قوله (مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ يَوْمِ الرِّيحِ) فانك تجده صريحاً فی الاهتزاز، ويبطل قول من يدعی ﷺ انه بدعة محرمة، ويثبت اباحة الحركة فی الذكر مطلقاً وقد استدل الشيخ عبدالغنی رحمه الله بهذا الحديث رساله علی ندب الاهتزاز بالذكر، وقال هذا صريح بان الصحابة رضی الله عنهم كانوا يتحركون حركة شديدة فی الذكر۔ علی أن الرجل غير مؤاخذ حين يتحرك ويقوم ويقعد علی أي نوع كان

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ج،۸، ص، ۴۳۲، دار الکتب العلمیه، بیروت)

[2] (البداية والنهاية، ج،۸، ص،۷، دار الكتب العلميه، بيروت، وحلية الاولياء، علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ج، ۱، ص، ۱۲۴، ۱۲۳، دار الحديث، القاهرة، كنز العمال، رقم: ۴۴۲۱۵، ج، ۱۶، ص، ۸۴، دار الكتب العلميه، بيروت، حياة الصحابة، ج، ۵۴، اسمی المطالب فی سيرت امير المومنين علی بن ابی طالب رضی الله عنه، ج، ۱، ص، ۳۴۷، ج، ۲، ص، ۹۶۸، المجالسة وجواهر العلم، رقم: ۱۴۶۶، ج، ۴، ص، ۳۱۰، الرقة والبكاء، لابن قدامة، ج، ۱، ص، ۵۱، مقتل علی، لابن ابی الدنيا، رقم: ۶، ج، ۱، ص، ۲۵، جامع الاحاديث، رقم: ۳۳۶۴۱، ج، ۳۱، ص، ۴، سلسلة الاحاديث الصحيحة وشیء من فقهها وفوائدها، ج، ۳، ص، ۳۰۷، جامع العلوم والحكم، ج، ۲، ص، ۵۱۹، ج، ۳، ص، ۱۲۹۱،)

حيث إنه لم يأت بمعصية ولم يقصدها كما ذكرنا. إلاّأن هناك جماعة من الدخلاء على الصوفية - نسبوا أنفسهم إليهم وهم منهم براء - شوهوا اجمال حلقات الأذكار بما أدخلوا عليها من بدع ضالة، وأفعال منكرة، تحرمها الشريعة الغراء ؛ كاستعمال آلات الطرب المحظورة، والاجتماع المقصود بالأحداث، والغناء الفاحش، فلم يعد وسيلةً عملية لتطهير القلب من أدرانه، وصلته بالله تعالى، بل صار لتسلية النفوس الغافلة، وتحقيق الأغراض الدنيئة. ومما يؤسف له أن بعض أدعياء العلم قد جموا على حِلَقِ الذكر ولم يميزوا بين هؤلاء الدخلاء المنحرفين وبين الذاكرين السالكين المخلصين الذي يزيدهم ذكر الله رسوخاً في الإيمان، واستقامة في المعاملة، وسموا في الخلق واطمئناناً في القلب. وهناك علماء منصفون قد ميزوا بين الصوفية الصادقين السائرين على قدم الرسول الأعظم صلى الله عليه وسلم، وبين الدخلاء المارقين، وأوضحوا حكم الله في الذكر، وعلى رأسهم العلاَّمة ابن عابدين في رسالته "شفاء العليل"، فقد ندد بالدخلاء على الصوفية، واستعرض بدعهم ومنكراتهم في الذكر وحذر منهم، ومن الاجتماع بهم،

اس ساری عبارت میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کے اس کلام کا یہ جملہ (مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح) قابلِ توجہ ہے کیونکہ یہ دوران ذکر جذب و حرکت پر صراحۃً (واضح طور پر) دلالت کرتا ہے۔اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعتِ حرام ہے، ان کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دوران ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔کیونکہ نہ تو اس نے معصیت (گناہ، نافرمانی) کا ارتکاب کیا ہے اور نہ اس کا قصد (ارادہ) کیا لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صوفی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا صوفیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، انہوں نے ذکر کے حلقوں کے جمال کو مسخ کر دیا، کیونکہ انہوں نے بہت سی بدعاتِ ضالہ اور ایسے ناپسندیدہ افعال اس میں داخل کر دیئے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کے نزدیک حرام ہیں۔ان کی محافل گانے بجانے کے آلات، نوخیز لڑکوں، فحش گانوں اور آلات موسیقی سے مزین ہوتی ہیں۔اس لیے ان کی محافل تصفیہ قلب اور وصول الی اللہ کا ذریعہ نہیں ہوتیں بلکہ غافلین کے لیے فرحت و سرور اور گھٹیا مقاصد کی تکمیل کے بھرپور مواقع ہوتے ہیں۔(جو در حقیقت قلب کی صفائی کے بجائے غفلت و شہوت میں اضافے کا موجب ہے اور پھر یہ اپنے آپ کو اہل طریقت میں شمار کرتے ہیں) لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض مدعیانِ علم مطلقاً ذکر کے حلقوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جعلی و بناوٹی صوفیوں اور ان ذاکرین، سالکین، مخلصین جن کے ذکر اللہ ایمان میں رسوخ زیادہ کرتا ہے، اور معاملہ میں استقامت کو زیادہ کرتا ہے اور مخلوق میں بزرگی کو زیادہ کرتا ہے اور دل میں اطمینان کو

زیادہ کرتا ہے۔یعنی حقیقی مشائخ میں تمیز وفرق نہیں کرتے۔ مگر اللہ کی مہربانی سے چند انصاف پسند علمائے حق ایسے بھی ہیں جو رسول اعظم ﷺ کی پیروی کرنے والے سچے صوفیا اور جعلی مدعیان تصوف کے درمیان تمیز و تفریق کرتے ہیں۔ان علماء میں سر فہرست علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے "شفا العلیل" میں اس فرق کو بیان فرمایا، بناوٹی صوفیاء کی مذمت کی، ان کی بدعتوں اور ناجائز کاموں کی نشاندہی کی اور ان کے ساتھ صحبت اختیار کرنے سے منع کیا۔[1]

حَدَّثَنِي مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الرُّعَيْنِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ تَلَقَّاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا نَظَرَ جَعْفَرٌ إِلَيْهِ حَجَلَ - قَالَ مَكِّيٌّ: يَعْنِي مَشَى عَلَى رِجْلٍ وَاحِدَةٍ - إِعْظَامًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقبَّل رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔

ترجمہ: سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ کی زمین سے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی، تو سیدنا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر، آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی خاطر ایک پاؤں پر کود اور اچھل کر چلنے لگے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشانی کو چوما۔[2]

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اہلِ وجد ورقص کے متعلق نظریہ

اِنَّ الْاِمَامَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ مُحِبًّا لِلصُّوْفِيَّةِ مُحْتَرِمًا لِمَكَانَتِهِمْ وَ لَرُبَّمَا يُوْجَدُ لَهُ مِنَ التَّسَاهُلِ مَعَهُمْ مَالَمْ يُوْجَدْ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ قَالَ الْمُخْبِرُ اَنَّهُ كَانَ فِيْ بَلَدِ نَا طَائِفَة" يَرْ قُصُوْنَ لِلذِّكْرِ حَتّٰى يَسْقُطُوْا عَلَى الْاَرْضِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِمُ الْاِ مَامُ وَ يَزُوْرُوْنَهٗ وَيُكْرِ مُهُمْ وَيَسْئَالُوْنَهٗ وَيُجِيْبُهُمْ۔

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے محبت رکھتے اور ان کا احترام کیا کرتے تھے اور بسا اوقات دوسرے آئمہ سے بڑھ کر ان سے تساہل ورعایت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔راوی نے بتایا کہ ہمارے قصبہ میں صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذکر کے وقت وجد میں آجاتے تھے اور رقص کرتے تھے۔یہاں تک کہ زمین پر گرتے تھے۔اس پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کبھی اعتراض نہ کیا۔اور جب وہ حضرات آپ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔وہ ان سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ ان کو جوابات مرحمت فرماتے تھے۔[3]

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وجد آنا:

رُوِيَ أَنَّهُ سَمِعَ قَارِئًا يَقْرَأُ: هَذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ - وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (المرسلات، ٣٦،٣٥) فَتَغَيَّرَ الشَّافِعِيُّ، وَارْتَعَدَ، وَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ۔

---

[1] (حقائق عن التصوف، الحرکۃ فی الذکر، ص، ۹۷)

[2] (البدایۃ والنہایۃ، ج، ۴، ص، ۲۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[3] (النصرۃ النبوۃ، اہل الفتوحات والاذواق، رسالہ التصوف بعد رسالہ نور الیقین، ص، ۵، مطبوعہ اشیق استنبول ترکی)

بَاب فی السماع

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایک قاری کو پڑھتے ہوئے سنا:

هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ (٣٥) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (٣٦ مرسلات)

ترجمہ: یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

امام شافعی کا رنگ متغیر ہو گیا، اور جسم کانپنے لگا اور غش کھا کر گر گئے۔[1]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجد کے متعلق نظریہ

وَذَكَرَ الْحَافِظُ بْنُ الْأَخْضَرِ فِيمَنْ رَوَى عَنْ أَحْمَدَ فِي تَرْجَمَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْقَلَانِسِيِّ قَالَ: قِيلَ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: إِنَّ الصُّوفِيَّةَ يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ بِلَا عِلْمٍ عَلَى سَبِيلِ التَّوَكُّلِ قَالَ: الْعِلْمُ أَجْلَسَهُمْ فَقَالَ: لَيْسَ مُرَادُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كِسْرَةُ خُبْزٍ وَخِرْقَةٌ فَقَالَ: لَا أَعْلَمُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَقْوَامًا أَفْضَلَ مِنْهُمْ قِيلَ إِنَّهُمْ يَسْتَمِعُونَ وَيَتَوَاجَدُونَ قَالَ: دَعُوهُمْ يَفْرَحُونَ مَعَ اللهِ تَعَالَى سَاعَةً قِيلَ: فَمِنْهُمْ مَنْ يُغْشَى عَلَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُوتُ فَقَالَ: { وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ} (الزمر، ٤٧)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے (شکوہ کے طور پر) عرض کیا: یہ صوفی لوگ بغیر علم سیکھے توکل کے طور پر مسجد میں بیٹھتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے (جواباً) فرمایا: علم ہی نے تو ان کو مسجد میں بٹھایا ہے، پھر فرمایا: ان کا دنیا سے صرف ایک روٹی کے ایک معمولی سے ٹکڑے اور کپڑے کے ٹکڑے پر گزارہ کرنا ہوتا ہے، اور فرمایا: میں روئے زمین پر ان سے افضل لوگوں کو نہیں جانتا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ لوگ سماع سنتے ہیں اور وجد و تواجد بھی کرتے ہیں، فرمایا: انکو چھوڑ دو کہ ایک گھڑی اپنے خالق ومالک سے شاداں رہیں، عرض کی گئی: ان میں سے بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض مر بھی جاتے ہیں، تو (جواباً قرآن مجید کی اس آیت کو) پڑھا:

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (الزمر: ٤٧)

ترجمہ: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

یعنی یہ حالتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے اختیار میں نہیں ہوتیں ان کو تو گمان تک نہیں ہوتا کہ ہم پر یہ حالت وارد ہوگی۔

پھر بتایئے ان سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو دنیا کے معمولی سے ذرہ پر بھی راضی رہے (یعنی اگر جاہل ہوتے تو اس قدر غربت سے ناشکری کرتے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو کر رہ کر اطاعت کرنا ہی تو علم ہے) پھر اس نے (اعتراض کے طور پر)

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ج، ۱، ص، ۲۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عرض کیا: یہ لوگ رقص اور وجد کرتے ہیں ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:(اس میں کوئی مضائقہ نہیں)وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہونے کی بناء پر ہی تو یہ (وجد ورقص) کرتے ہیں۔[1]

اے فرزند! ولولۂ عشق وطنطنۂ محبت ونعرہائے شوق انگیز وصیحہ ہائے درد آمیز ووجد وتواجد ورقص ورقاصی ہمہ ظلال است ودراوان ظہوراتِ تجلیات ظلیہ۔

ترجمہ: اے فرزند! عشق کا ولولہ، محبت کا زور ودبدبہ اور شوق انگیز نعرے، اور درد آمیز چیخ وپکار اور وجد وتواجد، اور قص ورقاصی سب مقامات ظلال میں اور ظہورات وتجلیات ظلیہ کے وقت میں یہ سب ہوتے ہیں۔[2]

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی قدس سرہ لکھتے ہیں:

أي سادة أنتم تذكرون الله في هذا الرواق وتتواجدون وتهتزون فيقول الفقهاء المحجوبون رقص الفقراء و يقول العارفون رقص الفقراء فمن كان منكم وجده كاذبا وقصده فاسدا وذكره من اللسان مع طمح الطرف إلى الأغيار فهو رقاص كما قال الفقهاء وصدق عليه ما قالوا ومن كان منكم وجده صادقا وقصده صالحا عملا بقوله تعالى الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه۔ وكان من الذين إذا سمعوا القول قصدوا المراد من القول۔

ترجمہ: بزرگو! تم اس خانقاہ میں ذکر اللہ کرتے، اور وجد کرتے، اور نشاط میں حرکت کرتے ہو تو جو علماء (دولت سے) محجوب ہیں یوں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں ،اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (اللہ) کو یاد کر رہے ہیں ، پس جس کا وجد جھوٹا اور نیت فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو، اور (دل کی) نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو، وہ تو واقعی ناچنے ہی والا ہے جیسا کہ علماء (ظاہر) کہتے ہیں، ایسے لوگوں کی نسبت علماء کی بات سچی ہے اور جس کا وجد سچا ہو، اور نیت اچھی ہو، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہو، اَلَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ۔ ترجمہ: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔(سورۃ الزمر،۱۸)'یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر لفظوں پر نہیں رہتے، بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں۔[3]

یہاں تک کہ حضور عظیم البرکت امام اہل سنت قاطع بدعت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی ثم بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد اور تواجد کے بارے میں فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:۔ تواجد یعنی اہلِ وجد کی صورت بنانا اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کیلئے تو نماز بھی حرام ہے اور اگر نیت صالح ہے تو ہر گز کوئی وجہ ممانعت

---

[1] (الآداب الشرعية ،ج،۲،ص،۴۳۵،غذاء الالباب شرح منظومة الآداب ،ج،۱،ص،۳۱۳،الفروع،ج،۹،ص،۳۵۳،الفروع وتصحيح الفروع ،ج،۸،ص،۳۷۸،كشاف القناع عن متن الاقناع،ج،۱۷،ص،۳۸۷،مطالب اولى النهى ،ج،۱۵،ص،۳۶۳،الترتيب الادارية ،ج،۲،ص،۱۳۷،نزهة المجالس ،ج،۱،ص،۵۸،مكتبةالقدس،كوئٹه)

[2] (مكتوبات امام ربانى،دفتر اول،حصه پنجم،مكتوب:۳۰۲،ص،۱۴۴،يونيورسٹى بک ايجنسى خيبر بازار،پشاور)

[3] (البرهان المؤيد،القلب وماحوى،ص،۴۵،مكتبةالمعارف،بيروت)

نہیں۔ یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں ایک عام یعنی تشبہ بصلحائِ کرام "ان لم تکونوا امثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح" اگر نیک لوگوں کی طرح نہیں ہو تو نیکوں کی مشابہت اختیار کر لو۔ تحقیق کے ساتھ نیک لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ ان میں سے ہی ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے: "ان لم تبکوا فتباکوا" رونانہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

دوسری نیت طالبانِ راہ کیلئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصولِ حقیقت کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنه مذموم یقصد به الریاء ومنه محمود وھو التوصل الی استدعاء الاحوال الشریفة واکتسابھا واجتلابھا بالحیلة فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفة ولذلک امر رسول اللہ ﷺ من لم یحضرہ البکاء فی قراءة القرآن ان یتباکی ویتحازن۔

ترجمہ: تکلف سے اپنے اوپر وجد لانے والے کا ارادہ اگر ریاکاری ہو تو یہ شرعاً مذموم عمل ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ وجدانی حالت بناتے بناتے اچھے احوال مجھ پر وارد ہوں گے تو پھر ایسا کرنا اچھا ہے کیونکہ احوال شریفہ کے حصول کیلئے کچھ محنت کرنی ہوتی ہے اسی لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو تلاوت قرآن کے وقت رونانہ آئے تو وہ تکلف سے روئے اور غم ظاہر کرے۔

سیدی عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

"لا شک ان التواجد وھو تکلف الوجد واظھارہ من غیر ان یکون له وجد حقیقة فیه تشبه باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فھو منھم۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں ہے کہ تواجد تکلف سے وجد کو لانا ہے اور وجد حقیقی کے بغیر، تکلف سے اپنے اوپر وجد طاری کرنا ہے اس میں وجد حقیقی والوں کے ساتھ تشبہ ہے جو کہ صرف جائز نہیں بلکہ مطوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

فتاوی علامہ خیر رملی استاذ صاحب در مختار علیہما رحمۃ الغفار میں ہے:

اما الرقص ففیه للفقھاء کلام منھم من منعه ومنھم من لم یمنع حیث وجد لذة الشھود وغلب علیه الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنه لما قال له علیه الصلٰوة والسلام اشبھت خلقی وخلقی وفی لفظ جعفر رضی اللہ تعالٰی عنه اشبه الناس بی خلقا وخلقا فحجل ای مشی علی رجل واحدة وفی روایة رقص من لذة

هٰذا الخطاب ولم ینکر علیه الصلٰوة والسلام رقصه وجعل ذلک اصلا لجواز رقص الصوفية عند ما یجدونه من لذة المواجید فی مجالس الذکر والسماع وفی التتارخانية ما یدل علی جوازه للمغلوب الذی حرکاته کحرکات المرتعش وبهٰذا افتی البلقینی وبرهان الدین الانباسی وبمثله اجاب بعض ائمة الحنفية والمالکية وکل ذلک اذا خلصت النية وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکة عند شدة الهیام والشیٔ یتصف بالحلال تارة وبالحرام اخریٰ لاختلاف المقاصد۔

ترجمہ: رقص میں فقہائے کرام کا کلام ہے بعض منع کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔ جب شہود کی لذت موجود ہو اور سالک پر وجد کی کیفیات طاری ہوں اور وہ دلیل کے طور پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جواز کی دلیل بناتے ہیں ۔جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا۔ تم شکل و شباہت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں میں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اخلاق میں بھی اور شکل وصورت میں بھی۔ یہ خطاب سن کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پاؤں پر بھاگنا شروع کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جعفر نے رقص شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رقص کو منع نہیں کیا۔ یہ واقعہ اہلِ تصوف کے نزدیک ایک دلیل ہے جب ذکر وسماع میں لذت محسوس کرے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں جواز کے دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح امام بلقینی اور علامہ برہان الدین نے جواز کا فتوی دیا۔ اس کے علاوہ جواز کا فتوی حنفیوں اور مالکیوں نے بھی دیا ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے علامہ ابن کمال وزیر کا فتوی نقل فرماتے ہیں:

”مافی التواجد ان حققت من حرج۔ ولا التمایل ان اخلصت من بأس۔ فقمت تسعی علی رجل وحق لمن۔ دعاه مولاه ان یسعی علی الرأس۔ الرخصة فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتهم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسهم عن قبائح الاحوال فهم لا یستمعون الامن الاله ولا یشتاقون الاله ان ذکروه وناحوا وان وجدوه صاحوا اذا وجد علیهم الوجد فمنهم من طرقته طوارق الهیئة فخر وذاب ومنهم من برقت له بوارق اللطف فتحرک وطاب“۔

ترجمہ: اگر تواجد حقیقی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھر ادھر تمایل اور گرنا خالص ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تم تو پاؤں پر کھڑے ہو کر چلتے ہو حالانکہ حق یہ ہے کہ جس کو مولا بلائے تو وہ سر کے بل جائے ذکر واذکار کے وقت جو کیفیات طاری ہوتی ہیں ان بزرگوں پر جنھوں نے اپنے اوقات کو اچھے اعمال میں صرف کیا ہے اور اپنے آپ کو برے کاموں سے روکا ہے اور صرف کلام الٰہی ہی سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مشتاق ہیں جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں روتے ہیں تو چیختے ہیں اور ان پر انوار طاری ہوتے ہیں تو گرتے ہیں حرکت کرتے ہیں یہ سب جائز ہے۔

---

[1] (فتاوی خیریہ علی ھامش تنقیح الحامدیہ: ج:۲: ص:۲۸۳)

یعنی وجد اور تواجد اور رقص بالکل جائز ہے اور احوال صحیحہ ہے اس سے انکار کرنا صراحۃً گمراہی ہے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوب نمبر:۲۶: میں وجد اور حال کے اثبات میں فرماتے ہیں:

والعروج الی حضرۃ الذات تعالیٰ لا یتصور الا بالسیر الاجمالی فی الصفات والاعتبارات۔ ومن وقع سیرہ فی الاسمآء بالتفصیل حبس فی الصفات والاعتبارات ولم یزل منہ الشوق والطلب ولم یفارق عنہ الوجد والتواجد فاصحاب الشوق والتواجد لیسوا الا اصحاب التجلیات الصفاتیۃ ولیس من التجلیات الذاتیۃ لھم نصیب ما داموا فی الشوق والوجد۔

ترجمہ: حضرت ذات کی طرف عروجِ روحی کرنا ممکن نہیں مگر صفات اور اعتبارات کے ساتھ وہ بھی اجمالی عروج کرنا جس کی سیر اسماء وصفات میں تفصیلی واقع ہو تو وہ صفات اور اعتبارات میں بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو شوق اور طلب کی تڑپ رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ وجد اور تواجد میں رہتا ہے اور تجلیاتِ صفات والی عام حالت میں ہوتے ہیں اور تجلیاتِ ذاتیہ میں ان کا نصیب نہیں ہوتا۔[1]

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ وجد اور تواجد اولیائے کرام کے احوال ہیں اور تجلیات صفاتیہ ظلیہ کے وقت میں بہت زیادہ حرکات اور اس کے علاوہ دیگر اشکال میں ظاہر ہوتا ہے جب تجلیاتِ ذاتیہ اور اصلیہ اولیائے راسخین کا نصیب ہو جائے تو اس کے بعد زیادہ وجد، رونا اور بدن کے لرزنے کی صورت میں اور کبھی دوسری امثال یا صورتیں بھی ظاہر ہو جاتی ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرے مکتوب میں تحریر کیا ہے: (از دک وفک چارہ نیست) یعنی کبھی کبھی اور احوال بھی اصل اور خالص تجلی کے وقت میں سالک پر آتے ہیں۔ جس کا ذکر ہم نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

اس طرح امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو چاروں مذہبوں میں مقبول شخصیت ہیں اپنی کتاب وجد اور مختلف نعروں کے اثبات کے حق میں اس طرح لکھا:

"وقال سیدی یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وما ذکروہ من آداب الذکر محلہ فی الذاکر الواعی المختار اما المسلوب الاختیار فھو مع مایرد علیہ من الاسرار، فقد یجری علی لسانہ اللہ اللہ اللہ او ھو ھو ھو او لا لا لا او آہ آہ آہ او عا عا عا او آآآ او ھا ھا ھا او صوت بغیر حرف او تخبیط وادبہ عند ذلک التسلیم للوارد فاذا انقضی الوارد فادبہ السکون من غیر تقول"۔

ترجمہ: اور میرے سردار یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مشائخِ طریقت نے سالک کیلئے جو آداب ذکر کئے ہیں وہ صاحب اختیار سالک کے حق میں ہیں اور جو مسلوب الاختیار ہوتے ہیں ان کو اسرار واردہ کی وجہ سے چھوڑیئے کبھی ان کی

---

[1] (مکتوبات شریف مکتوب: ج: ۱: ص: ۲۶)

زبان سے بے اختیار اللہ، اللہ، اللہ یاھو، ھو، ھو یالا، لا، لا، لا یا آہ، آہ، آہ، آہ یا عا، عا، عا، عا یا آ، آ، آ، آ یا ھا، ھا، ھا یا بغیر حروف کے آواز نکالتے ہیں اور کبھی بعض کلمات کو بعض الفاظ کے ساتھ ملا لیتے ہیں جیسے کہ اللہ ھو، ھو اللہ یا ھو عا، یا عا ھو وغیرہا اور اس کیلئے ادب یہ ہے کہ یہ اسرار واردہ کو تسلیم کرے پس جب یہ اسرار واردہ ختم ہو جائے اس کیلئے ادب یہ ہے کہ سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھ جائے۔[1]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں :

وکلام ایشان رضی اللہ عنہم بجز بندگی خود و معبودیت حق سبحانہ ہر گز دریافت نمیشود وآنچہ از جناب امیر المؤمنین خلیفہ رسول اللہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ در اتحاد وتوحید نقل کنند ثابت نمیشود وکمالے کہ در قرن اول از حضرت پیغمبر ﷺ باہل آن، رسیدہ مقتضی نسبت بندگی است با حق تبارک وتعالیٰ در قرون متأخرہ صوفیہ علیہ پدید آمدند وکمالے دیگر ازان حضرت حق سبحانہ۔ براین اکابر ظاہر شد وآن نسبت قلبی است مقتضائے آن ذوق وشوق ونعرہ وآہ است گرمی وحرارت محبت کہ از صوفیہ صافیہ مرویست۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام میں اپنی بندگی (بندہ ہونے) اور حق سبحانہ کی عبودیت (معبود ہونے) کے سوا ہر گز کچھ نہیں ملتا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ نسبت بندگی کا تقاضا کرتا ہے۔ بعد کی صدیوں میں کبار صوفیہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان اکابر کا ذات حق سبحانہ سے ایک اور کمال ظاہر ہوا اور وہ نسبت قلبی ہے۔ جس کا تقاضا ذوق وشوق اور نعرہ وآہ ہے۔ محبت کی گرمی وحرارت جو سچے صوفیہ سے مروی ہے۔[2]

مسلک دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

(۴۳) ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادری حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا حضرت شاہ صاحب نے تشریف لاکر فرمایا جب تک آہ نہ کروگے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی

---

[1] (انوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم: ج: ۱: ص: ۳۹)

[2] (مکاتیب شریفہ، مکتوب، شصت ونہم، ص، ۲۴۷، ۵۳ المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل وعبدیت محبوب(خدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضاو تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے(حاشیہ) قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے قول الوہیت سے مراد عروج وعبودیت سے مراد نزول عارفین پہچانتے ہیں کہ اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔اس مقصود کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا ۱۲منہ۔

(۴۴) فرمایا کہ مولود تمامی اہلِ حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ہاں ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

(حاشیہ) قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی ان کے مقابلے میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جن کا منع کرنا منکرات کے ہے اس کی تائید توخود اس ملفوظ میں ہے باقی منکرات کیا کیا ہیں اس میں اجتہادی اختلاف ہوسکتا ہے ۱۲منہ قولہ مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے اقول جو دوسروں پر حجت نہیں۔[1]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں کہ علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز میں آہ کرتا ہے۔یا کبھی روتا کبھی ہنستا ہے،اور کبھی اسکا ایک پیر،اور کبھی دونوں پیر اٹھ جاتے ہیں۔اگر اس شخص سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کیوں ایسا کرتے ہو تو وہ شخص جواب دیتا ہے مجھے بے اختیاری سے ہوتا ہے،کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ہنسی اگر آواز سے ہے تو مفسد نماز ہے۔اگر قہقہہ کی حد تک ہو تو ناقص وضو بھی،اور اگر آواز پیدا نہ ہو صرف تبسم ہو تو نہ مبطل نماز نہ ناقص وضو،اور پہلی صورت میں اس کی کوئی بھی نماز نہ ہوگی۔امامت کیا کرسکے اور آہ کرنا یا رونا نماز کو فاسد کرتا ہے۔مگر جب اضطراب ہو تو نماز مفسد نہیں۔

والانین والتاوہ والتافیف و البکاء بصوت لو جع اومصیبة الا المریض لایملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذٍ کعطاس وسعال وجثاء وتثاوب وان حصل حروف للضرورة طحطاوی علی المراقی میں ھے ۔ومحل فسادہ عند حصول الحروف اذا امکنہ الا متناع عنہ اما اذا لم یمکنہ الا متناع عنہ فلا تفسد بہ عندالکل الا متناع کمافی الظھیریہ کالمریض اذالم یمکنہ منع نفسہ عن الانین والتاوہ لانہ حینئذٍ کالعطاس والجثاء اذا حصل بھما حروف۔

اور جب بلا اختیار ہے تو امامت بھی کرسکتا ہے اور پاؤں کا اٹھانا مکروہ ہے جب اختیار سے نہیں،مجبوری ہے،**واللہ تعالیٰ اعلم۔**[2]

---

[1] (امدادالمشتاق الیٰ اشرف الاخلاق،ص،۴۲)

[2] (فتاویٰ امجدیہ،ج،۱،ص،۱۲۸،)

باب فی السماع

مسئلہ: مسئولہ محمد اسد اللہ طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف ۱۰ جمادی الآخر ۱۴۱ھ اگر نماز میں جنت کی یاد سے یانار(دوزخ) کی یاد سے بلند آواز سے اوہ آہ کرے تو فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس صورت میں نماز کی جگہ سے ہٹ جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ذکر جنت یا دوزخ پر اگر گریہ طاری ہوا اور آہ اف وغیرہ ہما الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دو قدم ایسی حالت میں آگے یا پیچھے ہٹ گیا۔ جب بھی حرج نہیں (در مختار) میں ہے۔

لالذکر جنۃ او نار۔ لان الانین و نحوہ اذا کان بذکرھما صار کانہ قال انھم انی اسئلک الجنۃ و اعوذبک من النار ولو صرح بہ لا تفسد صلاتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

ظفر احمد عثمانی دیوبندی و عبد الکریم دیوبندی لکھتے ہیں:

سوال: ضلع بریسال میں بعض چشتیہ طریقہ کے درویش گاہے بگاہے چیخیں مارتے ہیں۔ اور یہ حال نماز میں زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی، ہا، ہو، کر کے چیخ مارتے ہیں ان کی عجیب آواز سن کر اجنبی آدمی خوفزدہ ہو جاتے ہیں نماز میں بھی کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے کی طرف ہٹتے ہیں کبھی کود کر اوپر کی جانب اٹھ جاتے ہیں جس سے دونوں پاؤں زمین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی قرأت یا التحیات کے چند الفاظ بلند آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ یہ افعال ہم سے بلا اختیار سرزد ہوتے ہیں لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت کی رو سے افعال مذکورہ درست ہیں یا نہیں؟ اور ان درویشوں سے بیعت ہونا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر واقعی بے اختیار بحالت اضطرار ان سے یہ حرکات صادر ہوتی ہیں جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں غلبہ حال کہتے ہیں تو چیختے چلاتے اور قہقہہ مارنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ قرأت یا التحیات سے کسی قدر بلند آواز سے پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ خواہ جان بوجھ کر ہو (جبکہ یہ درویش تو مجذوب و بے خبر ہیں) امام کی قرأت سے متاثر کروانے سے بھی نماز میں فرق نہیں آئیگا۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ نماز اس وقت ٹوٹے گی، جب کسی سے حروف صادر ہوں اور کنٹرول کر سکنے کے باوجود نہیں روک رہا۔ البتہ اگر روکنے پر قادر ہی نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔ جیسے کھانسنے والے مریض کی نماز ہو جاتی ہے، یہ جواب اس وقت ہے۔ جب یہ حرکات بالاضطرار صادر ہوتے ہوں۔ اور ان کو ہوش باقی نہ رہا ہو۔ اگر ہوش بھی سلامت نہیں اور اس درجہ بے خبری ہو۔ کہ اگر ریح بھی خارج ہو جائے تب بھی ان کو خبر نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی اور جس کی ان حرکات سے نمازی ڈریں اسکو غلبہ حال کے وقت جماعت میں شامل نہ ہونا چاہیے۔

---

[1] (فتاوی امجدیہ، ج، ۱، ص، ۱۸۱)

رہا مرید ہونا تو اگر یہ لوگ متبع شریعت ہوں اور کسی شیخ محقق سے مجاز یا خلیفہ ہوں تو اس سے بیعت ہونا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔[1]

اسی طرح امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو چاروں مذاہبِ حق میں مقبول شخصیت ہیں اپنی کتاب مستطاب[2] پر بیان کرتے ہیں کہ وجد کی حالت میں کپڑے پھاڑنے کے بارے میں لکھا ہے:

"ولا یبعد ان یغلب الوجد بحیث یمزق ثوبه وهو لا یدری لغلبة سکر الوجد علیه او یدری ولکن یکون کالمضطر الذی لا یقدر علی ضبط نفسه۔"[3]

ترجمہ: یہ بات بعید نہیں ہے کہ وجد اس قدر غالب ہو جائے کہ اپنے کپڑے پھاڑے سکر اور وجد کے غلبے کیوجہ سے اور اپنی حالت کو سمجھے بھی نہیں یا سمجھتا ہے مگر مجبور شخص کی طرح بن جائے۔ اپنے نفس پر کنٹرول اور قدرت نہ ہو۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے رقص کے اثبات میں یہ لکھا ہے:

"وذلک یکون لفرح او شوق فحکمه حکم مهیجه ان کان فرحه محمودا والرقص یزیده ویؤکده فهو محمود وان کان مباحا فهو مباح وان کان مذموما فهو مذموم"۔[4]

ترجمہ: رقص اور خوشی شوق کیوجہ سے صادر ہوتا ہے اس کا حکم سبب کے ساتھ متعلق ہے اگر خوشی جائز اور نیک ہو تو رقص بھی اسے بڑھا دیتا ہے تو اس طرح کا رقص بھی محمود اور اچھا ہے اگر خوشی مباح ہو تو رقص بھی مباح اگر خوشی ناجائز ہو تو رقص بھی مذموم ہو گا۔

پھر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم[5] میں بخاری شریف کتاب النکاح قبیل کتاب الطلاق جلد ۲ صفحہ ۷۸۸ پر حبشیوں کے مسجد میں رقص کی روایت نقل کی ہے اور دوسری صحیح احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سبب مباح کی وجہ سے حبشیوں کیلئے مسجد میں رقص کرنا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا اور ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دیکھنا اور اس کیلئے ان کا کھڑے ہو کر دیکھنا اہلِ تصوف کیلئے سبب محمود کی وجہ سے جو کہ انوارِ الٰہیہ کا ورود ہے۔ بطریقِ اولیٰ مسجد میں رقص و وجد ہونا جائز ہوتا ہے حالانکہ اہلِ تصوف سے اختیار بھی سلب ہو جاتا ہے اگرچہ عقل و شعور باقی ہوتا ہے۔ جیسے تفسیر روح المعانی میں غشی اور بے ہوشی کی حالت میں عقل واختیار، دونوں سلب ہو جاتے ہیں۔ غشی کے احوال میں ہوش باقی رہتا ہے۔

---

[1](امدادالاحکام، ج، ۲، ص، ۱۶۶، تا، ۱۶۸، ملخصاً، زکریا بکڈپو دیوبند، ضلع سہارنپور)

[2](احیاء علوم الدین: ج: ۲: ص: ۳۰۴: مقام ثالث من السماع)

[3](احیاء علوم الدین: ج: ۲: ص: ۳۰۴: مقام ثالث من السماع)

[4](احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۳۰۴)

[5](ج: ۲: ص: ۲۷۳: باب کتاب السماع والوجد)

اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ کھانسی اور چھینک کی طرح۔ اس پر بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ مسجد اور غیر مسجد میں اس طرح جائز اور ثابت ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت موسیٰ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

انہ قال اقدم علینا صالح المری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مسلم الاسواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فنزلوا علی الساحل قال فھیأت لھم ذات لیلۃ طعاما فدعوتھم الیہ فجاءوا فلما وضعت الطعام بین ایدیھم اذا بقائل یقول رافعا صوتہ ھٰذا البیت۔ وتلھیک عن دار الخلود مطاعم۔ ولذۃ نفس غیھا غیر نافع۔ قال فصاح عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیحۃ وخر مغشیا علیہ وبکی القوم فرفعت الطعام وما ذاقوا واللہ منہ لقمۃ۔

ترجمہ: مسلم عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صالح المری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مسلم الاسواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے یہاں پہنچے اور دریا کے کنارے پر ہمارے مہمان بن گئے۔ تو حضرت عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کیلئے رات کو کھانا تیار کیا اور میں نے انہیں کھانے کی دعوت دی اور ان کو کھانا کھانے کیلئے بلایا اور وہ آ گئے۔ جب میں نے ان کے سامنے کھانا رکھا تو ایک شخص بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ کہ تمہیں جنت کے کھانوں سے غافل کر دیا نفس کی ان لذتوں نے جن کی تم تابعداری کرتے ہو اور ان میں کچھ بھی فائدہ نہیں۔ تو عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تو سب نے رونا شروع کر دیا تو کھانا میں نے دوبارہ اٹھالیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔[1]

حضرت عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پرانے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اور صاحبِ کرامت شخصیت ہیں اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں۔ اس کی پوری تفصیل تذکرہ اولیاء میں مذکور ہے۔ جو کہ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے۔

اسی طرح حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ:

فقد کان الشبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی مسجدہ لیلۃ من رمضان وھو یصلی خلف امام لہ فقرأ الامام ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک فزعق الشبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زعقۃ ظن الناس انہ قد طارت روحہ واحمر وجھہ وارتعد فرائصہ"۔

---

[1] (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

ترجمہ: حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسجد میں رمضان کے مہینے کی ایک رات امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب امام نے یہ آیت پڑھی:

"ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک"۔

تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسی چیخ ماری کہ لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ ان کے لطائف نے تیزی کے ساتھ حرکت شروع کر دی۔[1]

اس واقعہ سے نماز کی حالت میں وجد ثابت ہوا اور وجد کے وقت میں چہرہ کا سرخ ہو جانا بھی ثابت ہوا۔ حالانکہ منکرین نے استہزائیہ انداز میں لکھا ہے کہ جن کے مریدوں کے چہرے مریضوں کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ آیا کیا منکرین یہ نسبت حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب کرتا ہے۔ (معاذ اللہ) کہ ایک ولی اللہ کا انکار کفر اور بے دینی ہے لہٰذا منکرین اپنے افکار اور استہزاء کو غور سے دیکھیں۔ استہزاء کی عاقبت اور انجام کی فکر کرے۔

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ نے حضرت سہل ابن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اضطراب اور وجد کا واقعہ ان کے مرید اور خلیفہ حضرت شیخ ابو الحسن محمد بن احمد کی روایت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

صحبت سھل بن عبداللہ ستین سنۃ فما رأیتہ تغیر عنہ شئ کان یسمعہ من الذکر او القرآن فلما کان فی آخر عمرہ سمع مرۃ قولہ تعالیٰ "الملک یومئذن الحق للرحمٰن" فاضطرب۔

ترجمہ: میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں ساٹھ سال گزارے۔ میں نے ان کو ذکر یا تلاوت قرآن یا سماع کے وقت متغیر حال میں نہیں دیکھا۔ آخری عمر میں ایک مرتبہ جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی جا رہی تھی: لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (غافر ۱۶) تو انہوں نے لرزنا شروع کیا، ان پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو گئی۔[2]

چونکہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منتہی اور اصحاب تمکین میں سے تھے لہٰذا عام حالتوں میں ان پر تغیر احوال وارد نہ ہوتا۔ البتہ کبھی کبھی ان پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی۔ یہ واقعہ منتہیوں پر وجد کے آنے کی دلیل ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلطان اولیاء حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وجد کے حق میں تحریر کیا ہے: حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب کسی سے یہ آیت مبارکہ سنی:

"انہ اذا سمع احدا یقرأ "اذا السماء انشقت" اضطربت اوصالہ حتی کان یرتعد۔"

---

[1] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۲۹۷)

[2] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۳۰۳: مقام ثالث من السماع)

باب فی السماع

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ادھم نے کسی سے یہ آیت مبارکہ {اذا السماء انشقت} سنی تو ہڈیوں اور جوڑں میں اضطراب آگیا اور کپکپی طاری ہوگئی۔[1]

اس کے علاوہ دیگر بہت ساری احادیث اور اقوال و واقعات حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "احیاء العلوم" میں نقل کئے ہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد کے بیان میں فرمایا ہے کہ وجد میں انسان پر رونے کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔

"واعلم ان للباکین عند السماع مواجید مختلفة فمنهم من یبکی خوفا ومنهم من یبکی شوقا ومنهم من یبکی فرحا"۔

ترجمہ: جان لو کہ سماع اور نعت خوانی میں رونے کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں بعض خوف سے روتے ہیں بعض خوشی سے اور بعض شوق سے روتے ہیں۔[2]

اسی طرح شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سماع کے وقت میں وجد کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں جیسے رونا، کپڑے پھاڑنا، چیخیں مارنا وغیرہ۔

آپ نے لکھا ہے:

"سئل رویم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن وجد الصوفیة رحمۃ اللہ تعالیٰ علیهم عند السماع فقال یتنبهون للمعانی التی تغرب عن غیرهم فیشیر الیهم الی (ای هلموا الی) فیتنعمون بذلک من الفرح ویقع الحجاب للوقت فیعود ذلک الفرح بکاء فمنهم من یمزق ثیابه ومنهم من یبکی ومنهم من یصیح"۔

ترجمہ: حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وجد کے بارے میں پوچھا گیا کہ سماع کے وقت میں وجد کی کیا حالت ہوتی ہے؟ تو حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ تصوف ایسی معنویت کو بیدار کرتے ہیں جو دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف متوجہ ہو جاؤ تو وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں اور کبھی حجابِ معنوی رونما ہوتا ہے تو کچھ وہ ہیں جو کپڑے پھاڑتے ہیں کچھ وہ ہیں جو روتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چیخیں مارتے ہیں۔[3]

---

[1] (احیاء العلوم ج:۲:ص:۲۹۸)

[2] (عوارف المعارف باب ۲۴ ص ۱۱۷)

[3] (عوارف المعارف باب:۲۲)

اسی طرح فقیہ نبیل متکلم شہیر صوفی جلیل حضرت عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سچے عارفوں کا وجد اور تواجد کا مضبوط اثبات تحریر کیا ہے۔ سب سے پہلے مخالفوں کے دلائل لکھتے ہیں: جو کہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے مخالفین نے دلیل پکڑی ہے اور علامہ برکلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے اور مختلف لوگوں کے اقوال سے دلیل پکڑی ہے۔ اس کے بعد سب کے تردیدی اقوال نقل کئے ہیں کہ یہ خلافِ شرع صوفی اور فاسقین پر محمول کئے ہیں۔[1]

اس کے بعد منکرین کے اعتراضات کے جوابات تحریر کئے اور فرمایا:

"واعلم ان ھٰذا الذی سبق ذکرہ فی المتن من عبارات الفقھاء جمیعہ فی تردید الوجد فی حق من ذکرناھم من طائفۃ متصوفۃ اللہ تعالیٰ اعلم باعیانھم فلاتنزلہ انت فی حق کل من وجدتھم علی شبہ منھم وقیاس منک لھم علیھم فان الشیطان للانسان عدو مبین والا فان طریق الوجد والتواجد الذی تعلمہ الفقرآء الصادقون فی ھٰذا الزمان وبعدہ کما کانوا یعلمونہ من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایۃ واثر توفیق من اللہ تعالیٰ وعنایۃ۔ قال المناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی طبقات الاولیاء فی ترجمۃ الشیخ ابراھیم الدسوقی قدس سرہ انہ قیل للجنید قدس سرہ علیہ ان قوما یتواجدون ویتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالیٰ یفرحون فانھم قوم قطعت الطریق اکبادھم ومزق النصب فؤادھم وضاقوا ذرعا فلاحرج علیھم اذا تنفسوا مداواۃ لحالھم ولو ذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم (الی ان قال) وربما غلب الولہ علی اھل اللہ والوجد حتی یغیبوا عن وجودھم فتبدوا منھم احوال وافعال لو صدرت عن احد وھو مشاھد الفعل والاحساس بین یدیھم لحکموا علیہ انہ خرج عن حد العقل والحقوا تلک الافعال باحوال المجانین کالرقص والدوران وتخریق الثواب وھی حالۃ شریفۃ علامۃ صحتھا ان تحفظ علی صاحبھا اوقات الصلوٰات وسائر الفرائض فیرد علیھم فیھا عقولھم وھٰذا حال جماعۃ من اولیاء اللہ تعالیٰ منھم ابو بکر الشبلی وابو الحسن النوری وسمنون المحب وسعدون المجنون وامثالھم۔ ذکر الیافعی عن بعضھم قال رأیت الشبلی قائما یتواجد وقد خرق ثوبہ وھو یقول: شققت ثوبی علیک حقا وما لثوبی اردت خرقا اردت قلبی فصادفتہ یدای بالجیب اذ برقا لو کان قلبی مکان جیبی لکان للشق مستحقا[2] وانشد الشیخ الامام شھاب الدین احمد الزھری الشافعی متعذرا عن کشف راس الفقراء فی الذکر بقولہ:"[3]

یلومونني فی کشف راسی واننی	لمعترف انی علی ذلک اوجر
لقصدی بہ اظہار ذلتی التی	ھی المقصد الاسنی لمن یتبصر

ترجمہ: جان لو کہ جو طریقہ محمدیہ کے متن میں وجد کی تردید کے حوالے سے جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ سب خلاف شرع ناقص پیروں کے حق میں ہیں۔ یہ تنقیدی عبارتیں اس شخص کے حق میں مت چسپاں کرنا جو کہ ظاہری حالت میں ان

[1] (حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ: ج: ۲: ص: ۵۲۳)

[2] (الی ان قال فی: ج: ۲: ص: ۵۲۵)

[3] (حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ عبد الغنی النابلسی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ج: ۲: ص: ۵۲۳ تا ۵۲۵)

متوصفہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے تا کہ صادق اولیائے کرام سے بدگمان نہ کرسکے اس لئے صادق اولیائے کرام کا وجد اور تواجد زمانۂ حال یا آنے والے زمانے میں یا گزرے ہوئے زمانے میں دوسروں کیلئے ہدایت ہے۔ اللہ کی توفیق کا اثر ہے۔ اللہ کی خاص عنایت اور مہربانی ہے۔

علامہ امام مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقاتِ اولیاء میں شیخ ابراہیم الدسوقی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا بعض صوفیوں کے بارے میں کہ وہ تواجد اختیار کرتے ہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ تو حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنے حال میں اپنے اللہ کے ساتھ خوش ہوں اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کو پھاڑ دیا گیا ہے اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نے اپنے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حوصلے تنگ ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان کے تواجد پر گناہ یا اعتراض نہیں۔ جب وہ آہ کے ساتھ سانس لیتے ہیں تا کہ ان کا یہ حال دائمی ہو جائے یا اس کا مزہ تم نے چکھا ہو تو تم ان کو چیخیں مارنے میں معذور جانو۔

بہت مرتبہ اولیائے کرام پر دیوانگی کا غلبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے وجود میں فانی ہو جاتے ہیں اور ان سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں کہ اگر ایک عام باہوش انسان سے ایسے احوال صادر ہو جائیں تو لوگ ان پر حکم جاری کر دیں کہ یہ شخص عقل و دانش کے دائرے سے باہر ہے۔ تو ان کی معنویت کے یہ احوال اور افعال پاگلوں کے احوال کے ساتھ ملحق کر لیں کہ یہ وجد کی حالت میں ناچتے اور اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں مگر در حقیقت یہ احوال اچھے ہیں اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نماز کیلئے پوری طرح ہوش و حواس میں ہوتے ہیں اور اگر بے ہوشی طاری ہو جائے یا چیخیں نکلیں تو یہ بھی معاف ہے جیسا کہ روح المعانی کے حوالہ جات میں بیان کیا جا چکا۔ اور اگر دورانِ نماز ان پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو ان پر نماز کا اعادہ لازم ہے۔

حضرت ابو بکر شبلی، حضرت ابو الحسن ثوری، حضرت سمعون المحب، حضرت سعدون المجنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور انکی طرح اور دیگر اولیاء اللہ، حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض عالموں کے قول نقل کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ حالتِ تواجد میں تھے اور اپنے کپڑے پھاڑ رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے: ''میں نے اپنے کپڑوں کو تیری محبت میں حق پر پھاڑ دیا۔ میرا ارادہ کپڑوں کو پھاڑنے کا نہ تھا۔ میرا ارادہ اپنے دل کو چیرنے کا تھا مگر میرے ہاتھ میرے گریبان سے ٹکرا گئے۔ اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو وہی پھاڑے جانے کے لائق ہوتا کہ میں اس کو پھاڑتا''۔ [1]

---

[1] (الی ان قال فی: ج:۲:ص:۵۲۵، حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ عبد الغنی النابلسی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ج:۲:ص:۵۲۳تا۵۲۵)

پھر لکھتے ہیں:

کہ حضرت شیخ شہاب الدین احمد زہری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقرائے طریقت کے ذکر کے وقت میں سر برہنہ رہنے کے عذر میں اشعار تحریر کئے ہیں: لوگ مجھے سر ننگا رہنے پر ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس بات کا معترف ہوں کہ مجھے اس پر اجر ملتا ہے اس لئے کہ سر ننگا رہنے سے میرا مقصد عاجزی کا اظہار کرنا ہے جو کہ اہلِ نظر کی نظر میں بیش قیمت مقصد ہے۔[1]

اس عبارت سے کچھ نکتے نکلتے ہیں: جن فقہاء اور علماء نے وجد اور تواجد کی تردید کی ہے وہ خلافِ شرع متصوفہ ریاکار اور فاسق مدعی تصوف پر محمول ہیں تو حنفی عارف اور فقراء کو ان فاسقوں اور خلافِ شرع متصوفہ پر قیاس کرنا شیطانی وسوسہ اور گمراہی ہے۔

حقیقی فقیروں کیلئے وجد اور تواجد بالکل جائز ہے بلکہ نور اور ہدایت اور عنایت اور اثرِ توفیق حالت ہے۔ وجد اور تواجد کوئی نیا کام نہیں ہے بلکہ حقیقی عارفوں کیلئے بہت پُرانا اور ثابت ہے اور کسی خاص زمانے کیلئے مختص نہیں ہے۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی عارفوں کے وجد، تواجد، تمائل اور چیخیں مارنا اور کپڑے پھاڑنا ثابت کیا ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر کبھی ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جو معاذ اللہ مجنونوں کے افعال واعمال دکھائی دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال النبی ﷺ لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون۔

تم میں ایک بھی اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتا جب تک لوگ اسے مجنون نہ کہیں۔

”عن ابی سعید الخدری ص ان رسول اللہ ﷺ قال: اکثروا ذکر اللہ تعالیٰ حتی یقولوا مجنون“۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔[2]

”عن ابن عباس ص قال: قال رسول اللہ ﷺ اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون: انکم تراؤون“۔

---

[1] (حدیقۃ الندیہ للعلامۃ عبد الغنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ج:۲: ص:۵۲۳ تا ۵۲۵)

[2] (الکنز الثمین فی فضیلۃ الذکر: ص:۹۳: احمد بن حنبل: المسند: ج:۳: ص:۶۸: ج:۳: ص:۷۱: ابن حبان الصحیح: ج:۳: ص:۹۹: ابو یعلیٰ: المسند: ج:۲: ص:۵۲۱: عبد ابن حمید: المسند: ج:۱: ص:۲۸۹: دیلمی الفردوس الخطاب: ج:۱: ص:۷۲: ابن رجب: جامع العلوم والحکم: ج:۱: ص:۴۴۴: حاکم المستدرک: ج:۱: ص:۶۷۷: بیہقی شعب الایمان: ج:۱: ص:۳۹۷: منذری الترغیب والترھیب: ج:۲: ص:۲۵۶: مزی تہذیب الکمال: ج:۸ ص:۴۷۹: ابن معین التاریخ: ج:۴: ص:۴۱۳: ہیشمی مجمع الزوائد: ج:۱۰: ص:۷۵: عجلونی کشف الخفاء: ج:۱: ص:۱۸۷: قرطبی الجامع لاحکام القرآن: ج:۲: ص:۱۹۷: تبلیغی نصاب باب فضائل ذکر حدیث: نمبر:۱۵: لمولوی زکریا: ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم: ج:۳: ص:۴۹۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔[1]

"عن ابی جوزاص قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراؤون۔"

حضرت ابوجوزا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔[2]

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذکروا اللہ ذکرا حتی یقول المنافقون انکم تراؤون"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار خیال کریں۔[3]

"عن ابن عباس مرفوعا اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤون"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔[4]

"ما رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا و مرفوعا اکثروا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراؤون۔"[5]

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعب الایمان میں ایک روایت مرسل اور دوسری بار مرفوع ذکر کیا ہے: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو حتی کہ منافقین تمہیں ریاکار کہیں۔

اور علامہ رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد　　　اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد

ترجمہ: وہ شخص پاگل ہے جو اللہ کے عشق میں پاگل نہ ہو جائے۔ وہ شخص ہوشیار ہے جو دنیاداری کا ہوشیار نہ ہو۔

---

[1] (الکنز الثمین فی فضیلۃ الذکر والذاکرین ص ۹۴ طبرانی المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۶۹ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۳ ص ۸۱ ابن رجب جامع العلوم والحکم ج ۱ ص ۴۴۸، ۴۴۴ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۶ مناوی فیض القدیر ج ۱ ص ۴۵۶)

[2] (الکنز الثمین فی فضیلۃ الذکر والذاکرین: ص: ۹۴: بیہقی شعب الایمان: ج: ۱: ص: ۳۹۷: مناوی فیض القدیر: ج: ۲: ص: ۸۵: عجلونی کشف الخفاء: ج: ۱: ص: ۱۸۷)

[3] (ہیتمی المجمع الزوائد: ج ۱۰: ص: ۷۶: منذری الترغیب والترہیب: ج: ۲: ص: ۲۵۶: الکنز الثمین فی فضیلۃ الذکر والذاکرین: ص: ۹۴)

[4] (رواہ الطبرانی کذافی الجامع)

[5] (سیاحۃ الفکر ص ۲۴ اقسام الذکر واحکامہ ص ۲۴۲)

کبھی کبھی عارفوں پر رقص اور جنون اور کپڑے پھاڑنا اور سر ننگا کرنے جیسے احوال آجاتے ہیں۔ صحیح وجد اور حال کی علامتیں یہ ہیں کہ جس پر یہ احوال وارد ہوتے ہیں وہ نماز اور عبادات کا پابند ہوتا ہے۔ فاسق اور فاجر پر یہ احوال وارد نہیں ہوتے اگرچہ کبھی کبھی سالک نماز ادا کرنے سے بھی عاجز ہوتا ہے بعد میں نماز کی قضاء ادا کرتا ہے۔ جیسے ربیع بن خیثم تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پانچ وقت نمازوں میں بالکل بے ہوش رہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرتے ہیں کہ: هذا والله هو الخوف (یہ سب کچھ اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے)۔

جیسے پہلے احیاء العلوم کے حوالے سے احادیث اور آثار کے باب میں بیان کیا جاچکا ہے عام وجد اور احوال کے ساتھ عقل ضائع نہیں ہوتی۔ عین وجد کی حالت میں بھی نماز ہوتی ہے اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

اسی طرح حضرت عارف باللہ حضرت علامہ فقیر اللہ صاحب حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"واذا واظب علی تکرارها بالوجه المذکور یحصل له فی بعض الاوقات کیفیة عجیبة وهو مقدمة الجذبة۔الخ"

ترجمہ: جب سالک ذکر کا تکرار کرتا ہے مذکورہ طریقے سے ہیشگی کے ساتھ تو بعض اوقات اس پر عجیب حالات طاری ہوتے ہیں۔ یہ حالت مقدمہ ہے جذب کا۔[1]

اللہ کی طرف پہنچنے کے تین راستے ہیں۔

تیسرے راستے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وثالثها طریق السائرین الی اللہ تعالٰی والطائرین باللہ تعالٰی وهو طریق الشطار من اهل المحبة والسالکین بالجذبة۔الخ"۔

تیسرا راستہ اللہ تعالیٰ کے وصول کا سیر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پرواز کرنے کا یہ ہے شطاریوں کا راستہ جو محبت اور جذب کے راستے سے سلوک کا راستہ طے کرنے والے ہیں۔[2]

اس طرح سیف المقلدین: ص:۵۳۷: میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ لکھتے ہیں:

"در وقتے کہ آن حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بکرسی بر می آید بانواع علوم تکلم میکرد وحاضران ہمہ از مشاہدہ ہیبت وعظمت ساکت وصامت میبودند ناگاہ درمیان کلام میفرمودند (مضی القال وعطفنا بالحال) این گفتن ودر مردم اضطراب ووجد وحال درآمدن۔ یکی در گریہ وفریاد می درآمد ودیگرے جامہ پارہ

---

[1] (قطب الارشاد:ص:۵۴۰)

[2] (قطب الارشاد ص ۵۲۴)

می کرد وراہ صحرا می گرفت ودیگری بی ہوش می افتاد وجان میداد و وقتہا بودی کہ از مجلس وعظ آن حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنازہا بیرون می آمد از جہت غلبۂ شوق وہیبت وتصرف وقہرمان عظمت وجلال او۔"

ترجمہ: اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ وعظ کے لئے کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور ہر علوم پر خطاب فرمایا۔ حاضرین سب کے سب ہیبت وعظمت اور مشاہدہ کی وجہ سے ساکت اور خاموش رہے اچانک خطاب کے دوران غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قال ختم ہوا اور حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ لوگوں پر وجد اور حال آیا اور لوگوں نے رونا اور کچھ نے فریاد شروع کی۔ اور کچھ نے اپنے کپڑے پھاڑنے شروع کئے اور کچھ بے ہوش ہوگئے اور کچھ کی روح پرواز کر گئی۔ اور ایسے مواقع بھی آئے کہ لوگوں کے جنازے بھی اٹھتے۔ وعظ کی مجلس سے شوق کے غلبے اور ہیبت کی وجہ سے تصرف اور قہرمانی عظمت وجلال آپ کی شخصیت کی وجہ سے وجد طاری ہو جاتا تھا۔[1]

حیرت کی بات یہ ہے کہ وجد اور تواجد چاروں مذہبوں میں جائز اور رائج ہے اور مذاہب اربعہ میں چاروں طریقے ثابت ہیں۔ جیسے نقشبندیوں کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تفسیر روح المعانی کی عبارت سے ثابت ہوا اور بعد میں بھی شاہ نقشبند کا وجد اور حال اور بعض واقعات، مقامات، خواجہ اور مکاتب شاہ غلام دہلوی کے حوالے سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اور قادریوں کیلئے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا۔ اور چشتیوں کیلئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مبارکہ ہے۔ جیسے: (شعر)

آنجا کہ زاہدان بہزار اربعین رسند مست شرابِ عشق بہ یک آہ میرسند

ترجمہ: جہاں زاہد ہزار چلوں سے پہنچتے ہیں، شرابِ عشق کے مست اک آہ میں پہنچتے ہیں۔

سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگوں کیلئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت ساری عبارتوں اور عوارف المعارف سے ثابت ہوا۔

اسی طرح وجد اور تواجد اور رقص اور تصفیق (تالیاں بجانے) کے حق میں لکھا ہے:

التواجد والاھتزاز والرقص والتصفیق وامثال ذلک ان صدرت من الذاکر فی حالۃ الطرب والخروج عن حیز الاختیار وغلبۃ الشوق اخرجتہ عن حیز الخبرۃ فھو فی ذلک معذور وغیر ملام۔

---

[1] (بحوالہ سیف المقلدین علی اعناق المنکرین: ص: ۵۳۷)

ترجمہ: تواجد مستی اور رقص اور تصفیق (تالیاں بجانا) اور اس جیسے دیگر امور اگر ذکر کرنے والے کو روحانی حالت میں اور مستی میں اختیار سے باہر اور شوق کے غلبے ذاکر کو اختیار سے صادر ہو جائے تو ذاکر اس میں معذور ہے۔ اسے ملامت نہیں کرنا چاہیئے۔[1]

اسی طرح حضرت سیدنا شاہ غلام علی دہلوی مجددی قدس سرہ نے بار بار وجد اور تواجد اور اثبات کا ذکر کیا ہے:

مولانا خالد نقشبندی کے سارے مریدوں نے وجد اور حال اور جذبات میں بہت تائید کی ہے۔ منکرین کے بارے میں کفر کا خطرہ سمجھا۔ نقشبندیوں، چشتیوں، قادریوں، سہروردیوں اور مجددیوں کی معرفت کی نشانی یہی بیان کی ہے کہ ان میں جذب ہوتا ہے۔

یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند عبارتیں تحریر کرتے ہیں:

"مجمع فضائل ظاہر و باطن مولنا خالد سلمہم اللہ تعالیٰ بہ اشارت غیبی در ہند در شاہ جہان آباد نزد احقر لا شیٔ رسیدہ در طریقہ نقشبندیہ مجددیہ مصافحۂ بیعت نمودہ بافکار واشغال و مراقبات در خلوتی پرداختند بعنایت الٰہی سبحانہ بواسطہ مشائخ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایشان را حضور وجمعیت وبیخودی وجذبات وارادات وکیفیات وحالات وانوار حاصل شد ومناسبتی بہ نسبت قلبی نقشبندیہ دست داد باز توجہات بر لطائف عالم امر ولطائف عالم خلق ایشان کردہ شد و باین توجہات نمی از دریاہائے نسبت ہائے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہرہ یافتہ و باین حالات ومقامات اجازت وخلافت در تلقین وارشاد طالبان ایشان رادادہ شد در وطن رسیدہ بریاضات وپرداخت نسبت باطن مشغول شدند وایشان راقبولی پیدا شد وبغایت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اشاعت طریقۂ نقشبندیہ دراں دیار نمودند فالحمد للہ دست ایشان دست من ودیدن ایشان دیدن من ودوستی ایشان دوستی من وانکار وعداوت ایشان بمن میرسد ومقبول ایشان مقبول پیران کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم من۔۔۔الخ۔

وفیض از آن حضرت ﷺ بردلہائی اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وارد شد بیتابیہا واضطراب وولولہ ونعرہ راباعث گشت نعرہ ھائے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از

[1] (مجموعۃالفتاوی:ص:۳۵۵)

عجائب احوال صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفتہ اند در صحبت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مرزا مراد بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورحم اشرف این ہر دو ازین فقیر استفادہ داشتند نعرہ وآہ وبیتابیھا بسیار حاصل می شد۔ در خاندان حضرت میر ابوالعلی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آہ ونالہ بسیار است اگر در اصحاب مولانا خالد این امور ظاہر شد ہنر وخوبی مولانا خالد است نہ جائے طعن ناواقفان۔ الخ۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ چشتیہ و قادریہ وسہروردیہ از والد خود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وکبرویہ از مولانا یعقوب صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گرفتہ۔ استفادہ نقشبندیہ از حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمودند ودر اندک زمانہ باسرار وانوار وحالات وکیفیات وجذبات وواردات کثیرہ رسیدند۔

ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفتہ کہ ایشان مجدد این الف اند امام المحدثین شاہ ولی اللہ در مکہ شریفہ رسالہ کہ در رد روافض حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نوشتہ اند آنرا ضیین عربی از فارسی ترجمہ کردہ اند در آنجا نوشتہ اند۔ [1]

اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں لکھتے ہیں کہ:

"اصحاب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در چند روز از غلبۂ حالات در نمکین وشیرین امتیاز نمی کردند یک بار بر کنیز کی توجہ نمودند سرشار وبے خود گردید بخانہ رفت مالکہ اش بدیدن او بیہوش افتاد، زن ہمسایہ آمد بدیدن مالکہ اش مغلوب غلبات بیخودی وسکر گردید"۔ [2]

سکہ کہ بہ یثرب وبطحا زدند | نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خط آن سکۂ نشد بہرہ مند | جز دل بے نقش شہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
این گوہر پاک نہ ہر جا بود | معدن او خاک بخارا بود

[1] (بلغ امرہ الی ان لا یحبہ الا مؤمن تقی ولا یبغضہ الا منافق شقی: مکاتیب شریفہ: مکتوب: ۱۰۹: ص: ۲۲۵ تا ۲۲۷)
[2] (مکاتیب شریفہ: مکتوب: ۷۸: ص: ۱۲۰: رسالہ سوم)

ترجمہ: ظاہری وباطنی فضائل کے جامع مولانا خالد غیبی اشارہ کے ساتھ ہندوستان میں شاہ جہان آباد میں فقیر کے پاس پہنچا۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصافحہ کے ساتھ بیعت کی اور خلوت میں مشغول ہوئے اللہ کی مہربانی اور مشائخ کرام کے واسطہ سے اس مبارک کو حضور کی جمعیت جذبات واردات کیفیات حالات انوار حاصل ہوئے۔ نسبت قلبی نقشبندی کے ساتھ مناسبت پیدا ہوئی اس مبارک کو عالم امر اور عالم خلق کے لطائف پر میں نے توجہ کی تو ان ہی توجہات کی وجہ سے نمی یاتری اس دریا سے جو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہر ور تھے وہ حضرت خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں آئی۔ تو ان حالات میں ان مقامات کی وجہ سے خلافت اور اجازت دے دی اور مریدوں کو تلقین دینے لگے۔

اس کے بعد شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اس کا ہاتھ، میرا ہاتھ۔ اس کا دیکھنا، میرا دیکھنا۔ اس کی دوستی، میری دوستی۔ اس کی دشمنی، میری دشمنی ہے۔ خالد بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو مقبول ہے وہ میرے بڑے پیروں کا مقبول ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ فیض رسول اکرم ﷺ سے بزرگوں کے دلوں پر وارد ہوتا ہے۔ بے تابیاں اور اضطراب، ولولہ اور نعرہ کا سبب بنتا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعرے اور عجیب اقوال اولیاء کرام نے شمار کئے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت میں میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرزا مرادبیگ اور رحم اشرف کو یہ نعرہ اور آہ کرنا اور بہت ساری بے تابی حاصل تھی اور بعد میں دونوں نے فقیر سے استفادہ کیا۔ اور میر ابو علی نقشبندی کے خاندان میں آہ فریاد اور چیخیں مارنا بہت زیادہ تھا۔ اگر مولانا خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں اس طرح کے امور ظاہر ہوتے ہیں تو یہ مولانا خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمال وہنر ہے یہ طعن و تشنیع کی جگہ نہیں بیوقوفوں کے لئے۔

اس کے بعد اسی مکتوب میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ چشتیہ قادریہ اور سہر وردیہ اپنے والد بزرگوار سے اور طریقہ کبرویہ مولانا یعقوب صوفی سے لیا اور طریقہ نقشبندیہ میں استفادہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا تو انہوں نے بہت کم وقت میں اسرار، انوار حالات، کیفیات، جذبات اور بہت سارے واردات پر مشرف ہوا۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ یہ مبارک ایک ہزار سال تک مجدد ہیں۔ امام المحدثین شاہ ولی اللہ نے مکہ مکرمہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ اہل سنت کی تائید اور شیعہ کے تردید میں فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا اور اس میں یہ بات لکھی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان ولایت مقبولیت اس حد تک پہنچی ہے کہ ان سے محبت نہیں کرتے مگر تقویٰ دار مومن اور ان سے بغض نہیں رکھتے مگر منافق بدبخت۔

اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں کئی کئی دن حالات کے غلبہ کی وجہ سے ایسا ہوتا کہ میٹھے اور نمکین کے ذائقہ میں بھی فرق نہیں کر سکتے تھے۔ایک دن ایک کنیز کو توجہ کی تو وہ وجد میں آگئی اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔پھر وہ کنیز اپنے گھر چلی گئی۔مالکن نے اسے دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر گئی۔اتنے میں ایک پڑوسی عورت آگئی اور مالکن کو دیکھ کر مغلوب الحال، سکر اور جذب کی کیفیت میں مبتلا ہو کر گر پڑی۔[1]

سکہ کہ بہ یثرب وبطحا زدند — نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خط ان سکہ نشد بہرہ مند — جز دل بے نقش شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
این گوہر پاک نہ ہر جا بود — معدن او خاک بخارا بود

ترجمہ: جو سکہ مدینہ منورہ میں لگتا وہی سکہ آخر میں بخارا میں لگایا جانے لگا۔اس سکے سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا سوائے اس کے کہ جو حضرت شاہ نقشبند مبارک کے بے نقش دل کے۔یہ پاک موتی ہر جگہ نہیں ہے۔اسکا خزانہ بخارا کی مٹی ہے۔

اسی طرح آگے اسی کتاب میں مکتوب نمبر ۱۰۰ سے ۱۱۰ تک اور پھر ۱۳۹ تک رقمطراز ہیں فرماتے ہیں:

"واین مراقبہ ولایت صغری میکند کہ دائرۂ ثانی است وایںجا سیر تجلیات افعالیہ الٰہیہ وظلال اسماء وصفات است۔ در اینجا توحید وجودی وذوق وشوق وآہ ونالہ واستغراق وبیخودی ودوامِ حضور وتواجد وغیرہ حاصل می شود"۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں ہوتا ہے جو دائرہ ثانی ہے۔اس مقام میں افعال الٰہیہ اور ظلال اور اسماء و صفات کے تجلیات کی سیر ہے۔اس مقام پر توحید وجودی، ذوق و شوق اور استغراق اور بے ہوشی اور ہمیشہ حضوری اور وجد وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی کتاب کے مکتوب ۱۰۲ میں فرماتے ہیں:

"الحمد للہ سعی نمایند کہ جمعیت وتوجہ وحضور وجذبات وواردات در دلہا پیدا آید"۔

ترجمہ: الحمد للہ کوشش کرو کہ جمعیت، توجہ، حضورئ قلب، جذبات اور واردات دل میں پیدا ہو جائیں۔

---

[1] (مکاتیب شریف:مکتوب:ص:۲۸:۷۸:رسالہ سوم)

اسی طرح مکتوب ۱۰۴ میں فرماتے ہیں:

در ترقی طالبان سعی نمایند، ہر گاہ حضور و جمعیت و توجہ و جذبات و واردات لطائف عالمِ امر رادریابد توجہ بر لطیفۂ نفس نمایند۔ پس بلطائف عالم خلق و دیگر درجات باید نمود۔[1]

ترجمہ: مریدوں کی ترقی میں کوشش کرو۔ جب عالم امر کے لطائف میں حضوری، جمعیت، توجہ، واردات اور جذبات پالو تو لطیفہ نفس پر توجہ کرو اور باقی لطائف عالم خلق (عناصر اربعہ) پر توجہ کرو۔[2]

اسی طرح مکاتیب شریفہ میں مکتوب: نمبر:۵۸:ص:۷۵: میں فرماتے ہیں: "اگر چشتی است از صحبت او ذوق و شوق و گرمی و بی تابی دل و ترک و تجرید حاصل گردد و اگر قادری است صفائی قلب و مناسبت بہ عالمِ ارواح و ملائکہ و از گزشتہ و آئندہ علمی نقد او شود و اگر نقشبندی است حضور و جمعیت و نسبت یاد داشت و بے خودی و جذبات و واردات دست دہد و اگر مجددی است آنچہ در لطائف فوقانیہ کیفیات و صفاء و لطائف نسبت باطن و انوار و اسرار کہ در طریقہ مجددیہ مقرر است پیدا شود و اگر در صحبت او این احوال ظہور نکند تو ان گفت۔ شعر:[3]

صحبت نیکان زجہان دور شد　　　　خانۂ عسل خانہ زنبور شد

ترجمہ: اگر کوئی شخص چشتی ہے تو اس کے لئے ذوق شوق ترک دنیا، گرمی باطن بے تابی دل، اور تجرید حاصل ہوتی ہے اور اگر ایک آدمی قادری سلسلے میں ہے تو اس کی صحبت سے دل کی صفائی اور عالم ارواح سے مناسبت اور فرشتوں سے مناسبت اور ماضی اور مستقبل کے حالات کا علمی کشفی طریقے اور الہام کی عطاء سے نقد حاصل ہوتا ہے اگر ایک آدمی نقشبندی سلسلے میں ہے تو اس کی صحبت سے حضوری جمعیت، نسبت، یاداشت اور بے خودی اور جذبات اور واردات حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک آدمی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے تو اس کے صحبت سے کیفیات، صفائی باطن اور باریکیاں اور نسبت باطنی، انوار اور اسرار جو طریقہ مجددی میں مقرر ہیں۔ وہ لطائف عالم امر اور عالم خلق کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے اور اس کی صحبت میں اس قسم کے احوال پیدا ہوتے ہیں۔

شعر:

نیکوں کی صحبت دنیا سے چلی گئی　　　　شہد کا چھتا بھڑوں کا چھتا بن گیا[4]

---

[1] (مکتوب شریف: مکتوب: ۱۰۴)

[2] (مکتوب شریف: مکتوب: ۱۰۴)

[3] (مکاتیب شریفہ: مکتوب: ۵۸: ص: ۷۵)

[4] (مکاتب شریف مکتوب: ۵۸: ص: ۱۰۹)

اسی طرح (بھجۃالنفوس) میں ہے، ایک بار حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر وجد اور حال کا ایسا غلبہ ہوا کہ سات دن تک اپنے گھر سے نہیں نکلے اس دوران نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے تھے اور نہ ہی سوتے تھے اور ان کی پیر صاحب کو خبر ہوئی تو پیر صاحب مبارک نے فرمایا کہ اس کی نماز محفوظ ہے یا نہیں؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

الحمدللہ الذی لم یجعل للشیطان علیہ سبیلا۔

یعنی تمام تعریفیں صرف اسی اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اس پر شیطان کا راستہ نہ بننے دیا۔

تو اس واقعہ سے بھی وجد اور حال پر استدلال ہوتا ہے۔

اسی طرح امام زنادقہ ملحد کبیر ابن تیمیہ خارجی بھی وجد اور حال کے مسئلے سے انکار نہ کر سکا اس لئے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور تسلیم شدہ اور متواتر ہے اس لئے اس ملحد نے بھی مجبورًا اس مسئلے کا اثبات کیا ہے۔ علماء اہل سنت کے اتنے اقوال کے باوجود اس کے اقوال لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ اس ملحد کے تابعدار لوگوں کے لئے حجت بن جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وجد اور حال کا مسئلہ ایسا اجماعی اور اظہر من الشمس ہے کہ ابن تیمیہ جیسے ملحد کبیر کو بھی اس سے کوئی انکار کا موقع ہاتھ نہ آیا۔ اگرچہ بہت سارے ضروریات دینیہ اور متواترئہ اجماعیہ سے اس ملحد کبیر نے علی الاعلان انکار کیا ہے۔ اس کے فتویٰ اور رسائل اس سے بھرے ہوئے ہیں۔

علامہ مجتہد افخم تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ کوثری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بہت سارے علماء دین اہل سنت وجماعت نے اس کے عقائد کفریہ کا تفصیل کے ساتھ آپریشن کیا ہے۔ اس کی خارجیت اور رافضیت اکٹھے ثابت کئے ہیں۔ تفصیل کے لیے علماء اھلسنت کی کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

تاہم اس نے وجد وحال کو مضبوط طریقے سے ثابت کیا ہے، اپنے فتویٰ میں طرح لکھا ہے:

وما یحصل عند السماع والذکر المشروع من وجل القلب ودمع العین واقشعرار الجسد فھذا افضل الاحوال التی نطق بھا الکتاب والسنۃ۔ واما الاضطراب الشدید والغشی والموت والصیحات فھذا ان کان صاحبہ مغلوبا علیہ لم یلم علیہ کما قد کان یکون فی التابعین ومن بعدھم فان منشاہ قوۃ الوارد علی القلب مع ضعف القلب والقوۃ والتمکن افضل کما ھو النبی ﷺ والصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

ترجمہ: ”وہ کچھ جو حاصل ہوتا ہے سماع اور ذکر مشروع کے وقت دل کا خوف اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اور بدن کا لرزنا۔ یہ سب کے سب اچھے احوال ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اس پر ناطق ہے۔ جو کچھ شدید اضطراب اور بے ہوشی اور وفات پا جانا اور چیخیں مارنا مغلوب الحال ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں جیسے تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس کے بعد

اولیاء اللہ کے احوال تھے۔ اس لئے اس کا منشاء وہ قوت واردہ ہے جو ان کے دل پر وارد ہوتی ہے۔ حالانکہ ان کا دل ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔ تمکین جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے یہ افضل ہے جو اکثر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمکین کا حال تھا۔"[1]

تنبیہ: اس اضطراب اور غشی کا ثبوت اولاً صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے احوال میں احادیث سے بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ بہت سی عبارات وجد اور تواجد کے اثبات کے لئے حقیقی پابند شریعت اہل تصوف کے لئے ہیں لیکن اس ذکر شدہ عبارات سے مسئلہ مکمل طور پر واضح اور ثابت ہوا۔ اب خصوصیت کے ساتھ تواجد کے اثبات کیلئے چند عبارات کو ملاحظہ کیجئے۔ اس لئے کہ بعض لوگ وجد مانتے ہیں مگر تواجد سے انکار کرتے ہیں۔ تواجد علیٰ الاطلاق نہیں مانتے تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تواجد بنیت حسنہ جائز بلکہ مطلوب شرعی ہے۔ (فاقول و باللہ التوفیق)

[1] (مجموعۃالفتاویٰ ابن تیمیہ: ج: ۱: ص: ۱۸۶)

تواجد محمودہ کے اثبات میں علماء حق کے اقوال

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ تواجد کے ثبوت کی کچھ وضاحت پہلے کی جاچکی ہے۔ یہاں مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ تواجد باب تفاعل سے ہے۔ اس کی معنٰی ہے تکلفاً وجد کو ظاہر کرنا۔ امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

"التواجد استدعآء الوجد بضرب الاختیار و لیس لصاحبه کمال الوجد"۔

ترجمہ: تواجد وجد کے دعویٰ کا نام ہے اپنے اختیار کے ساتھ حالانکہ تواجد کرنے والے کو کمال وجد حاصل نہ ہو۔ (تواجد اس نیت سے ہو کہ اہل وجد کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ تو یہ جائز بلکہ مطلوب شرعی بھی ہے۔)

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃ الندیہ: ج:۲ : ص:۵۲۵ : پر تحریر فرماتے ہیں:

ولاشک ان التواجد وهی تکلف الوجد واظهاره من غیر ان یکون له وجد حقیقة فیه تشبه باهل الوجد الحقیقی وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم۔[1]

ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تواجد تکلفاً وجد ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔ حالانکہ اسے حقیقی وجد حاصل نہ ہو تو اس میں حقیقی اہل وجد کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ جائز بلکہ مطلوب شرعی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ ان میں سے ہوگا۔

اسی طرح شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (عوارف المعارف: ص:۱۱۳: باب:۲۳) میں فرماتے ہیں:

"سئل بعضهم عن التکلف فی السماع فقال هو علی ضربین تکلف فی المستمع لطلب جاه او منفعة دنیویة وذلک تلبیس وخیانة وتکلف فیه لطلب الحقیقة کمن یطلب الوجد بالتواجد وهو بمنزلة التباکی المندوب الیه"۔

ترجمہ: بعض عارفین سے سوال کیا گیا سماع میں تکلف کے معاملے میں تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی دو قسمیں ہیں: سماع پڑھنے والا اور سماع سننے والا جو عزت اور نفع دنیوی تلاش کرنے کیلئے ہو تو یہ دھوکہ اور خیانت ہے اور دوسری قسم وہ تکلف ہے کہ اس شخص میں ہو جو حقیقت کی طلب میں ہو جیسے ایک شخص تواجد کے ذریعے وجد طلب کرتا ہے جیسا تکلفاً ہوتا ہے یہ اچھا اور مطلوب شرعی ہے۔

اسی طرح تحریر ہے:

"والتواجد مذموم للریاء لا لقصد الوصول الی الحقیقة"۔

ترجمہ: تواجد برا ہے اگر دکھاوے یا ریاکاری کے لئے ہو جبکہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے تواجد برا نہیں ہے۔[1]

---

[1] (رواه الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة بن الیمان رضی الله تعالیٰ عنه)

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم:ج:۲:ص:۲۹۶: پر لکھتے ہیں:

"وھذا التواجد المتکلف فمنہ مذموم وھو الذی یقصد بہ الریاء و اظھار الاحوال الشریفۃ مع الافلاس منھا و منہ ما ھو محمود وھو التوصل الی استدعاء الاحوال الشریفۃ و اکتسابھا و اجتلابھا بالحیلۃ فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفۃ و لذلک امر رسول اللہ ﷺ من لم یحضرہ البکاء فی قرآءۃ القرآن ان یتباکی و یتحازن فان ھٰذہ الاحوال قد تتکلف مبادیھا ثم تحقق اواخرھا"۔

ترجمہ: تکلفاً وجد ظاہر کرنا، بعض اوقات مذموم ہے مثلاً اس کا مقصود ریاکاری ہو اور اس کا مقصد احوال شریفہ کا ظاہر کرنا ہو حالانکہ وہ شخص احوال شریفہ سے عاری ہو اور بعض تکلف اچھے ہیں، نیک ہیں جو کہ تکلفاً کرتا ہے۔ احوال شریفہ حاصل کرنے کیلئے حیلہ اور تدبیر کے ذریعے اسکو ذریعہ بناتا ہے اور اچھی کوشش کرتا ہے تو یہ کسب ہے کہ احوال شریفہ اسے حاصل ہو جائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پاک پڑھتے وقت جس کو رونا نہ آئے اسے چاہیئے کہ تکلفاً اپنے آپ کو غمزدہ ظاہر کرے۔ اس لئے یہ احوال شریفہ ابتداء میں تکلفاً کئے جاتے ہیں اور بعد میں حقیقتاً حاصل ہو جاتے ہیں۔[1]

اسی طرح امام ابو القاسم عبد الکریم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالۂ قشیرہ میں فرماتے ہیں:

"فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبہ لما یتضمن من التکلف و یبعد عن التحقیق۔ و قوم قالوا انہ مسلم للفقراء المجردین الذین ترصدو الوجدان ھٰذہ المعانی۔ و اصلہ خبر رسول اللہ ﷺ ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔"

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ تواجد مسلّم نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تکلف ہے اور اس میں تحقیق نہیں ہے، تحقیق سے دور ہے اور بعض دوسرے علماء نے فرمایا کہ تواجد حقیقی فقیروں کے لئے مسلّم ہے جو کہ باطنی معنیٰ حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور اس کی اصل اور دلیل حضور اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت اختیار کرو۔[2]

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ان التواجد بتکلف الوجد فی نفسہ من غیر حقیقۃ الوجد لا باس بہ من قبیل التشبہ بالصٰلحین محبۃ فیھم و رغبۃ فی التزی بزیھم و تکلف التخلق باخلاقھم"۔

---

[1] (عین العلم:ص:۴۰۵)

[2] (رواہ ابن ماجہ)

تواجد محمودہ کے اثبات میں علماء حق کے اقوال

ترجمہ: یقینا تواجد تکلف کے ساتھ وجد جبکہ وجد حقیقی نہ ہو، اس میں گناہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ نیک لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نیک لوگوں کی محبت کیوجہ سے ان کے اطوار اختیار کرتے ہیں اور تکلفاً ان کے اخلاق اختیار کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ مطلوب ہے۔[1]

اسی طرح سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوب نمبر: ۲۶: ج: اول میں فرماتے ہیں:

"ومن وقع سیرہ فی الاسماء بالتفصیل حبس فی الصفات والاعتبارات ولم یزل منہ الشوق والطلب ولم یفارق عنہ الوجد والتواجد۔"

جس شخص کے سیر اسماء وصفات میں تفصیل کے ساتھ واقع ہو تو وہ صفات اور اعتبارات میں محبوس ہو جاتا ہے اور شوق اور طلب اس سے زائل نہیں ہوتا تو اس سے وجد اور تواجد دور نہیں ہوتا۔

اور مکتوب نمبر: ۳۰۲: ج: اول میں فرماتے ہیں:

"وجد و تواجد ورقص ورقاصی ہمہ در مقامِ ظلال است"۔

وجد و تواجد و رقص یہ سب مقام ظلال میں آتا ہے۔

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"واما الوجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون۔۔۔ نور وهداية واثر توفيق من الله تعالىٰ وعناية (ملخصًا)"۔

ترجمہ: جو وجد اور تواجد صادق فقیر حاصل کرتے ہیں تو وہ نور اور ہدایت اور مہربانی ہے اور اثر ہے توفیق الٰہی سے یہ اولیاء اللہ کی حالت ہے۔[2]

اسی طرح سید الطائفہ سید جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

ان قوما یتواجدون ویتمایلون۔

بے شک بعض لوگ ایسے ہیں جو تواجد کرتے ہیں اور ہلتے جلتے ہیں۔

تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"دعوھم مع اللہ تعالیٰ یفرحون"۔

انہیں چھوڑ دو وہ اللہ کے ساتھ فرحت محسوس کرتے ہیں۔

---

[1] (حدیقة الندیه: ج: ۲: ص: ۲۰۸)

[2] (حدیقة الندیه جلد ۲ صفحه ۵۲۳)

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ ردالمحتار: ج: نمبر:۳: ص:۳۳۷: پر (قبیل باب البغات) میں فرماتے ہیں،

شعر:

مافی التواجدان حققت من حرج　　　　ولا التمایل ان اخلصت من باس

تواجد محمودہ میں کوئی گناہ نہیں ہلنا جلنا بھی جرم نہیں جس میں ریاکاری نہ ہو۔

(پوری عبارت پہلے بیان کی جاچکی ہے)

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجالس ذکر میں قیام اختیاری اور غیر اختیاری دونوں کے بارے میں لکھاہے کہ:

"لاانکار علیہ فی ذلک وقال ناقلاعن البرھان الانباسی انہ قال اصحاب الحال مغلوب والمنکر محروم ما ذاق لذۃ التواجد"۔

ترجمہ: قیام پر کوئی انکار نہیں ہے۔ نیز علامہ انباسی سے نقل کیا ہے کہ صاحب حال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے اور تواجد کا مزہ اس نے نہیں چکھا۔[1]

پوری عبارت پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

الغرض اچھی نیت کے ساتھ تواجد باتفاق جائز ہے۔

علامہ پیر علی بیر کلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں تحریر کیا ہے:

"من الافتراء علی اللہ التواجد"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر افتراء کے جملے سے تواجد بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تواجد کرنے والے کی کوئی ذاتی غرض، ریا کاری، طلب دنیوی، طلب عزت اور منفعت ہو تو یہ تواجد ممنوع ہے۔

اسی طرح تمام عبارات جو تواجد کے بارے میں تحریر کی گئیں ہیں ان سب کا مقصد ریاکاری کے ساتھ تواجد کی مذمت ہے اور اگر تواجد ریاکاری سے پاک ہو تو عین مطلوب شرعی ہے۔

اسی طرح شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سوال نمبر۱: وجد اور تواجد کی حقیقت کیاہے، کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

---

[1] (الحاوی للفتاوی: ج:نمبر:۲: ص:۲۳۴)

تواجد محمودکے اثبات میں علماء حق کے اقوال

جواب: وجد عموماً بعض ذی روح چیزوں خصوصًا اہلِ ایمان میں سے ایسے حضرات کو ہوتا ہے جو تلاوتِ قرآن یا نعتِ رسول ﷺ یا ذکر باری تعالیٰ یا بزرگانِ دین کی تعریف وتوصیف سنتے ہیں تو ان پر کسی خاص کیفیت کا ورود ہوتا ہے۔ یا انوار وتجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنے اوپر قابو اور کنٹرول نہیں کر پاتے جس وجہ سے ان کے جسم پر اضطراب وحرکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے جھکتے ہیں اور گر پڑتے ہیں۔ اور کبھی کبھار بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے اور اس کا محمود و محسن ہونا قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴿زمر ۲۳﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں۔ بار بار دھرائی جاتی ہیں۔ جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کانپنے لگتے ہیں۔ (یعنی حرکت کرتے ہیں)

پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی ان کے جسم وابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں اس نص قطعی الثبوت کی دلالت بھی اقشعرار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے گویا وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہے۔ اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو کفر خالص ہے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں صاحب مدارک اور صاحب جلالین اور صاحب تفسیر مظہری وغیرہ نے لکھا ہے۔

(۲): فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا﴿الاعراف ۱۴۳﴾

ترجمہ: جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔

یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے تو پھر ذاتی انوار و تجلیات کا کیا عالم ہو گا۔

(۳): وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴿الاعراف ۱۵۵﴾

ترجمہ: اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہماری ملاقات کے لئے پھر جب ان کو پکڑ لیا زلزلے نے۔

یہاں پر صاحب روح المعانی کا استدلال قابلِ غور ہے۔

(۴): فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ﴿یوسف ۳۱﴾

ترجمہ: جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ یہاں صرف جمالِ یوسفی کے مشاہدہ سے زنانِ مصر ایسی بے ہوش ہوئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں یہ وجد ہی کی کیفیت ہے جو جمالِ خدا وندی یا جمالِ مصطفوی کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ مطالعہ کیلئے روح البیان زیادہ مفید ہے۔

(۵) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: بے شک ایمان والوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ الغرض درج بالا آیاتِ قرآنیہ سے اہلِ ایمان خصوصًا اہلِ سلوک، اہلِ ذوق وعشّاق کے وجد حقیقی کا ثبوت بالکل واضح ہے اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔[1]

حدیث اول:

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے جیسا کہ یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف: ص:۱۸۴: پر موجود ہے اگر قرآن سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہو سکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیات کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا۔

رہا معاملہ تواجد کا۔ تو تواجد کے معنی ہیں از خود وجد والی صورت اختیار کرنا۔ یعنی یہ وہ صورت ہے کہ جس میں حقیقی وجد نہیں ہوتا بلکہ حقیقی وجد والوں کی نقل اتارنا مراد ہے۔ جس طرح حقیقی وجد والا آدمی حرکات وسکنات کرتا ہے گرتا ہے، اچھلتا ہے تڑپتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اسی طرح وہ آدمی جو تواجد کرتا ہے یعنی نقل اتارتا ہے وہ بھی ویسے ہی حرکات وسکنات کرتا ہے تو اس کو تواجد کہتے ہیں جو کہ منع نہیں بلکہ جائز ہے اور احسن عمل ہے۔

حدیث پاک میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو شخص کسی قوم سے اپنی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔ اور یاد رہے کہ تواجد کے جواز پر صرف ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ تواجد پر یوں ہے۔ کہ ذاکر خواہ ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور یہ کھڑا ہونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو ہر حال میں جائز ہے بلکہ جواب میں فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر نہ انکار جائز ہے اور نہ ہی ان کو منع کرنا جائز ہے اور یہی جواب دیا ہے۔

علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین انباسی فرماتے ہیں کہ صاحب حال مغلوب ہے اور اس کا منکر محروم ہے اس لئے کہ اس نے تواجد کی لذت نہیں دیکھی اور عشق حقیقی کا جو مشروب ہے وہ منکر کو نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام

[1] (فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین، ص ۲۱)

سے بھی یہی کچھ منقول ہے بلکہ مجلس ذکر میں کھڑے ہونے اور رقص کرنے والوں میں یہ شیخ الاسلام بھی شامل ہیں اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا اور گھومنے وغیرہ کا ثبوت بھی الحاوی الفتاویٰ:ص:۲۲۴: ج:۲: میں موجود ہے۔ اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا: مجموعۃ الرسائل:ج:۱:ص:۱۷۳: اور فتاویٰ شامی:ج:۳:ص:۳۰۷: پر وجد مع تواجد اور رقص وغیرہ کا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث دوم:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وان انضم الی ھٰذا القیام رقص او نحوہ فلا انکار علیھم فذالک من لذات الشھود والمواجید وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر بن ابی طالب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما قال لہ أشبھت خلقی وخلقی وذلک من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر ذلک علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ۔الخ"۔

ترجمہ: اور اگر اس قیام وغیرہ کے ساتھ رقص وغیرہ کو ملایا جائے تو بھی صوفیاء پر انکار جائز نہیں کیونکہ یہ شہود اور مواجید (وجد کی جمع) کی لذت کی وجہ سے ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جناب جعفر بن ابی طالب کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم اپنے اخلاق اور خلقت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ تو یہ سن کر انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے رقص کیا یعنی ناچنے لگے۔ تو آپ نے منع نہ فرمایا۔ اور نہ انکار فرمایا۔ جو جواز کی دلیل ہے نوٹ یاد رہے کہ اسی حدیث کو صوفیاء کرام کے وجد تواجد اور رقص کی اصل دلیل قرار دیا گیا ہے۔[1]

اسی طرح حضرت سید احمد طحطاوی نے اپنی کتاب حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار جلد چہارم میں صفحات ۱۷۶ تا ۱۷۷ پر اور حضرت علامہ عبد الغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے الحدیقۃ الندیہ شرح طریقۃ المحمدیہ جلد دوم میں صفحہ ۵۲۲ پر اور اسی طرح امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ جلد اول میں صفحہ ۳۹ پر تحریر فرمایا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اختصار کی خاطر صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے اور بعض عبارات کے مختصر جملے نقل کر دیئے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وجد و تواجد اور رقص جلیل القدر اولیاء کرام پر طاری ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ابو بکر شبلی، ابو الحسن نوری، سمنون المحب، معدون المجنون وغیرہ۔

---

[1] (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳۴)

مزید بر آں حضرت شاہ غلام علی دہلوی مکاتب شریفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند کی تو جہات سے مریدین پر عجیب وغریب کیفیات طاری ہوتی تھیں۔[1]

سوال نمبر ۲: حضرت جعفر بن ابی طالب کی حضور ﷺ کے سامنے وجد ور قص کرنے والی روایت کس کتاب میں ہے؟

جواب: الحاوی للفتاویٰ جلد دوم :ص:۲۳۴:سیرت حلبیہ جلد دوم :ص:۲۵۲:کے حاشیہ میں ہے(**السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ**) اور حدیقۃ الندیۃ جلد دوم :ص: ۵۲۴: تفسیر احمدی:ص:۶۰۳:۶۰۲:میں بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر روح البیان :ص:۲۱۱: **وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (الاسراء ۱۰۹)** کے تحت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وجد وجذب ہوا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف:باب الزہد: نیز سورۃ محمد کی تفسیر میں تفسیر روح البیان:ج:۸:ص:۱۴۷: وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ خوف طوالت سے عبارات نہیں لکھیں۔ البتہ کسی کو شبہ ہو تو دکھائی جاسکتی ہیں۔

سوال نمبر ۳: ابن عابدین علیہ الرحمۃ نے تور قص یعنی ناچنے کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔

جواب : انہوں نے اگرچہ منع کیا ہے لیکن یادرہے کہ جس رقص کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے وہ جھوٹے اور جعلی صوفیاء کا رقص ہے۔ ایسا رقص جو کہ شہوات نفسانی میں ہیجان پیدا کرے، اس کو حرام و منع فرمایا ہے۔ سچے صوفیا کرام جو معرفت خداوندی سے مراد اور واصلین ہیں ان کے وجد ورقص کو انہوں نے حرام و منع نہیں فرمایا۔ ابن عابدین کے مجموعہ رسائل کا ص:۱۷۲: ۴۳:،اور شفاء العلیل کا مطالعہ فرمانے سے وہم دور ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۴: کیا نماز کی حالت میں اپنے جسم کا ہلنا اور حرکت کرنا جائز ہے اور کیا صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے؟

جواب : کسی کیفیت کے وارد ہونے کی صورت میں جسم کا ہلنا اور جسم کا حرکت کرنا بے شک صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ :ج:۸:ص:۶: امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو اراکہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو رک گئے جب سورج نیزے کے برابر آیا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ۔ پھر اپنا دست اقدس الٹا کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ آج میں ان سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا۔ وہ خالی ہاتھ بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ صبح کرتے تھے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے قدموں اور پیشانیوں کے درمیانی حصے کو حرکت دیتے جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے ہوا والے دن درخت حرکت کرتا ہے ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، خدا کی قسم انکے کپڑے بھاری ہو جاتے۔

[1] (حوالہ مکاتب شریفہ ص ۷۸-۸۲)

تواجد محمودہ کے اثبات میں علماء حق کے اقوال

اسی طرح حلیۃ الاولیاء میں بھی مذکور ہے:

ذکر میں سرشار ہو کر جسم کا حرکت کرنا ایک اچھا عمل ہے اور شرعاً جائز ہے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں صحیح حدیث نقل کی ہے۔[1]

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حبشی حضور ﷺ کے سامنے رقص کرتے تھے اور اپنی زبان سے یہ کہتے تھے کہ محمد عبد صالح ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر منع نہیں فرمایا جو اپنی کیفیت کے پیدا ہونے کی صورت میں رقص و وجد کے جواز کی دلیل ہے۔

سوال نمبر ۵: نماز کے اندر وجد حقیقی کے بعد جسم کا حرکت کرنا اور منہ سے آوازیں نکالنا دونوں ہاتھوں سے تالی بجانا، چیخنا، چلانا اور ہاہو وغیرہ کی صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے لہٰذا ایسا کرنا منع و ناجائز ہے بلکہ آداب مسجد کے منافی ہے اور عمل کثیر ہے جو کہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

جواب: قارئین سے گزارش ہے کہ اگر نماز کے اندر مذکورہ بالا امور کا پایا جانا انوار و تجلیات اور دیگر ایسی ہی کیفیایت کی وجہ سے ہو۔ جو انسان کو ایسی حرکات پر مجبور کر دیتی ہیں تو اس صورت میں وہ شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے اور مغلوب الحال کی نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور ٹوٹتی ہے نہ ہی وضو۔ اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصل نماز ہی یہی ہے۔ رسمی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں۔ یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں۔ جن لوگوں پر خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

نیز سوال نمبر ۴ میں صحابہ کرام کے متعلق جواب ثابت ہو چکا ہے۔

نوٹ: نماز کے اندر وجد کی کیفیت کے جواز اور نماز نہ ٹوٹنے کے متعلق ایک اہم عبارت فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہدایہ شریف سے نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو اور اس کے علاوہ بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱): صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ:

"فان ان فیھا او تاوہ او بکی فارتفع بکاؤہ فان کان من ذکر الجنۃ و النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع و ان کان من وجع او مصیبۃ قطعھا لان فیہ اظھار الجزع و التاسف فکان من کلام الناس"۔

---

[1] (حلیۃ الاولیاء: ص: ۳/۷۳)

ترجمہ: اگر نمازی نے نماز میں آہ یا اوہ کہا یا ایسا رویا کہ آواز بلند ہو گئی تو اگر یہ رونا وغیرہ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو نماز کو نہیں توڑے گا کیونکہ یہ خشوع وعاجزی کی زیادتی کی وجہ سے ہے اور اگر جسمانی درد یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے رویا یا آہ اوہ کی تو نماز کو توڑ دے گا۔ کیونکہ اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کے کلام سے ہو گا۔[1]

(۲) اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر ترین اور مشہور زمانہ کتاب البحر الرائق میں ہے یعنی جو کچھ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس سے بھی زیادہ مفصل طور پر علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے اختصار کے پیش نظر عبارت نقل کرنے سے گریز کیا ہے اور حوالہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔

نیز ایک بات جو البحر الرائق نے زائد لکھی ہے وہ یہ ہے کہ:

"ولو صرح بهما فقال اللهم انی اسئلک الجنة واعوذ بک من النار لم تفسد صلٰوته"۔

ترجمہ: اگر نمازی نماز کی حالت میں صراحۃ مذکورہ بالا جملے کہہ دیتا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ یہ خشوع وعاجزی کی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ:

"ولو ان فی الصلٰوة او تاؤه او بکی فارتفع وفی الخانية فحصل له حروف فان کان من ذکر الجنة او النار فصلٰوته تامة وان کان من وجع او مصيبة فسدت صلٰوته عند ابی حنيفة ومحمد رحمة الله تعالٰی عليه"۔

یعنی اگر آہ، اوہ کہنا یا بلند آواز سے نماز میں رونا جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو خواہ حروف بھی حاصل ہو جائیں تو بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نماز تام وکامل ہے۔ اور اگر درد یا مصیبت کی وجہ سے آواز نکلے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔[2]

(۴) اس طرح فتاویٰ عالمگیری: ج:۱: ص:۱۰۰: میں بھی لکھا ہوا ہے۔

(۵) اور اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علیٰ ہامش عالمگیری: ج:۱: ص:۱۳۶: پر بھی موجود ہے۔

(۶) "الانين والتاوه والتافيف والبکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعة فانها تبطل الصلٰوة الا اذا کانت ناشئة من خشية الله او من مرض بحيث لا يستطيع وهٰذا الحکم متفق عليه بين الحنفية والحنابلة۔

[1] (ہدایہ: ج:۱: ص:۱۳۵)

[2] (فتاویٰ تاتار خانیہ، ۵۷۹)

یعنی نماز کی حالت میں نمازی کا آہ اوہ اور اف کہنا اور اس طرح رونا کہ حروف سنے جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ہاں، اگر یہ رونا آہ، اوہ، یا اف کہنا اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کی وجہ سے ہو یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے ہو جس پر یہ کنٹرول، قابو نہیں رکھ سکتا۔ تو پھر نماز فاسد نہ ہو گی اور اس حکم پر احناف، حنابلہ و مالکیہ کا اتفاق ہے۔[1]

(۷) اسی طرح علامہ شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"الوجد له مراتب و بعضه يسلب الاختيار فلا وجه لمطلق الانكار و فى التاتار خانية مايدل على جوازه للمغلوب الذى حركاته كحركات المرتعش۔آه"

یعنی وجد کی کئی اقسام ہیں اور بعض اقسام ایسی ہیں جو اختیار کو سلب کر دیتی ہیں۔ لہٰذا مطلقاً انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں لکھا ہے کہ مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرتعش کی حرکات جیسی ہوتی ہیں۔ اور غیر اختیاری ہوتی ہیں اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے (اور یہ حالت مفسد صلوٰۃ یعنی نماز کو توڑنے والی نہیں)۔[2]

(۸) صاحب روح المعانی تفسیر روح المعانی میں تقریباً اسی طرح فرماتے ہیں کہ اس وجد سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور نماز بھی باطل نہیں ہوتی۔

(۹) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:۱۷۸: میں بھی ایسی ہی عبارت موجود ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر خشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے آہ یا اوہ یا اف یا تف کہا اور حروف بھی حاصل ہو گئے تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

(۱۰) ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں بھی یہی کچھ فرمایا گیا ہے۔ الغرض ان دس عدد حوالہ کتب فقہ اور روح المعانی کے حوالے سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ نمازی کو اگر نماز کی حالت میں وجد ہو جائے اور وہ وجد کی کیفیات میں سرشار ہو جائے اور مغلوب الحال ہو جائے اور منہ سے ھا، ھو، کی آوازیں نکل جائیں یا چیخے چلائے یا مرتعش کی طرح حرکتیں کرے۔ جسم کو ہلائے، ہاتھ کھل جائیں اور تالی کی شکل بن جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ فقہاء احناف علیہم الرحمۃ والرضوان نے بلند آواز سے رونا اور آہ یا اوہ یا اف وغیرہ نماز کے اندر کہنے سے نماز فاسد نہ ہونے کی جو علت خشیۃ الٰہی خوف خداوندی، خشوع و خضوع میں زیادتی بتائی ہے وہ علت جب بھی پائی جائے گی اور جہاں بھی پائی جائے گی تو وہاں معلول یعنی حکم بھی پایا جائیگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت تو پائی جائے مگر معلول نہ پایا جائے۔ معلول کا تخلف علت سے جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف جہاں دیکھتے ہیں کہ فلاں فعل نمازی سے خشیت الٰہی اور خشوع کی وجہ سے پایا گیا ہے تو وہاں یہی حکم لگا دیتے ہیں کہ نماز

---

[1] (فقه على مذاهب الاربعة، ج ۱ ص ۳۰۰)

[2] (طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیه علی مراقی الفلاح: ص: ۱۷۴)

فاسد نہیں ہوتی لہٰذا ہمارے سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے مریدوں میں نماز کی حالت میں جو مذکورہ بالا حرکات و افعال پائے جاتے ہیں۔ ان کی علت بھی خشیت الٰہی خوف خدا اور خشوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم یہاں بھی لگے گا کہ نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ اگرچہ بے شمار حوالہ جات مزید پیش کئے جاسکتے ہیں بوقت ضرورت لیکن فی الحال خوف طوالت سے یہاں دس حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اب اسی مسئلہ کے متعلق ذرا تفسیر روح المعانی ملاحظہ کریں۔

یہ عبارت ملاحظہ کریں جو ایمان کو تازہ کر دیتی ہے جس کا ایک ایک لفظ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے موجودہ طریقہ کی تائید کرتا ہے اور جس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کو جو لوگ نئی اختراع یا نئی ایجاد قرار دیتے ہیں وہ دراصل بے خبر ہیں یا غفلت کا شکار ہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام چلاتے ہیں اور یا پھر تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ ان کو چاہیئے کہ یہ پٹی آنکھوں سے اتار کر مذکورہ حوالہ جات دیکھیں اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور مسئلے کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ محض لکیر کے فقیر نہ بنیں۔ علماء دین کے شایان شان لکیر کا فقیر بننا نہیں ہے۔

مزید برآں حوالہ نمبر (۱۱) علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان موسی ں اختار سبعين رجلا من اشراف قومه ونجباء هم اهل الاستعداد والصفاء والارادة والطلب والسلوک فلما اخذتهم الرجفة ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طريان بوارق الانوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هٰذه الحركة للسالكين عند الذكر او سماع القرآن او ما يتاثرون به حتی تتفرق اعضاء هم وقد شاهدنا ذلک فی الخالدين من اهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم فی صلاتهم صياح معه (الی ان قال) وقد كثر الانكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون ان كانت هٰذه الحالة مع الشعور والعقل فهی سوء ادب ومبطلة للصلٰوة قطعا وان كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهی ناقضة للوضوء ونراهم لا يتوضؤون واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهی كالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلٰوة (الی ان قال) فلا يبعد ان يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الاختيارية بما ذكر ولا يلزم من كونه غير اختياری كونه صادرا من غير شعور فان حركة المرتعش غير اختيارية مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنی للانكار۔الخ"

ترجمہ: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء کو چنا جو اسقدر صفاء ارادت اور طلب و سلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن کو رجفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقۃً فناء کے مبادیات سے ہے جب انوار و تجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا وارد ہونا۔ اور بہت دفعہ یہ حرکت سالکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن پاک کے سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھر جاتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور

ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے حضرت خالد علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں کیا ہے یا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالکین میں۔ اور بسا اوقات ان پر نماز کے اندر چیخ وپکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے (یہاں تک کہ) ان پر انکار بھی بکثرت کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے ہوتے ہوئے ہوئی تو پھر یہ سوء ادب بھی ہے اور نماز کو باطل بھی کر دیتی ہے اور اگر یہ حالت عقل و شعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر وضو کو توڑنے والی ہے۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل و شعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔ عقل و شعور کے موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور بعض شوافع نے نصًا فرمایا ہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسنا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہو گی اور اس نمازی کو معذور قرار دیا جائیگا لہٰذا بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری اثرات کو (حکمی طور پر) چھینک اور جمائی سے ملحق قرار دیا جائے اور ان کے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ عقل و شعور کے بغیر ہو۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہٰذا انکار کا کوئی معنیٰ نہیں۔[1]

سوال: صاحبِ روح المعانی نے اس مذکورہ: ص:۸۶: پر یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدوں کو ایسی صورت میں وضو کرنے اور نماز نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی کیفیت کے وارد کے بعد وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت خالد وضو کرنے اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرماتے۔ لہٰذا یہ عبارت تمہارے خلاف ہے۔

جواب: اس عبارت میں یہ جملہ موجود ہے کہ سد الباب الانکار حضرت خالد اس وجہ سے وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیتے تھے کہ وضو اور نماز فاسد ہو گئی ہے یا ٹوٹ گئی ہے بلکہ منکرین کے انکار کا دروازہ بند کرنے کیلئے ایسا حکم دیتے تھے یہ اعادہ کا حکم احتیاطی تدبیر کے طور پر تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا۔ لہٰذا وضو اور نماز کے ٹوٹنے کا نتیجہ نکالنا باطل و مردود ہے۔

سوال: روح المعانی کے مذکورہ: ص:۸۶: میں یہ عبارت بھی موجود ہے جو تمہارے خلاف ہے کہ:

"والحق ان ما یعتری ھٰذہ الطائفة غیر ناقض الوضوء لعدم زوال العقل معه ولکنه مبطل للصلٰوة لما فیه من الصیاح الذی یظهر به حرفان مع امور تأباها الصلٰوة"۔

---

[1] (روح المعانی: ج۳ ص ۸۶)

یعنی حق یہ ہے کہ صوفیاء وسالکین کے اس گروہ پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ناقض وضو نہیں ہے یعنی وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ اس حالت میں عقل زائل نہیں ہوتی لیکن یہ کیفیت نماز کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس میں وہ چیخ وپکار ہوتی ہے جس میں دو حرف ظاہر ہوتے ہیں باوجود مزید چند ایسے امور کے جو نماز کے لائق نہیں۔

جواب: اس عبارت میں جس صیاح وچیخ وپکار کا ذکر ہے وہ محمول ہے اس صورت پر جب یہ صیاح وچیخ وپکار خشوع وخضوع اور خشیتِ الٰہی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی دنیاوی مصیبت وتکلیف کی وجہ سے ہو جیسا کہ سابقہ صفحات میں کتب فقہ حنفی کے معتبر حوالہ جات سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اگر یہ چیخ وپکار محض خشیت اور خشوع وخضوع کی وجہ سے ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہوتی جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر ودیگر معتبر کتب سے نقل کر دیا گیا ہے گزشتہ صفحات میں۔

ثبوتِ وجد اور تواجد حرکت غیر اختیاری جو صوفیائے کرام پر انوار وتجلیات کے غلبے کے باعث آتا ہے وجد کہلاتا ہے اور اگر تکلف کے ساتھ یہ حال اپنے اوپر کوئی لائے تو تواجد کہلاتا ہے۔ وجد اور تواجد کے ثبوت میں بے شمار آیتیں، احادیث اقوالِ فقہاء وصوفیاء وارد ہیں کہ جنھیں بیان کرنے سے ایک ضخیم کتاب بن جائے گی اور اتنی موٹی اور ضخیم کتاب کا کوئی مطالعہ نہیں کرتا لہٰذا عوام وخواص کو ہلاکت سے بچانے کیلئے یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔

حالِ وجد غیر اختیاری

جیسا کہ بادِ صرصر کے چلنے سے درخت جنبش و حرکت میں آجاتے ہیں اس طرح طریقت کا سالک بھی جب اس پر انوار و تجلیات وفیوضات اور برکات غیبی توجہ شیخ کامل مکمل کے ذریعے غالب ہو جاتی ہیں تو یہ بے اختیار ہو جاتا ہے اور حالات غریبہ محمودہ ان پر غالب ہو جاتے ہیں عقل و شعور ان میں بطریقہ کمال موجود ہوتا ہے لیکن یہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے ہیں اس کی مثال عطس اور کھانسی کی طرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتی ہے۔

تواجد: روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ صورت و سیرت میں مجھ سے مشابہ ہیں۔ **"اشبهت خلقی و خلقی"** تو اس خطاب کی لذت سے اٹھ کر رقص کرنے لگے اور رسولِ خدا ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اس طرح حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **"انت اخونا و مولینا"** آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں اس پر وہ رقص کرنے لگے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر کوئی اعتراض وانکار نہ فرمایا۔[1]

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک صحابی سورۃ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر گھوڑا بندھا ہوا تھا، جو کانپنے لگا اور بادلوں نے آکر صحابی کو ڈھانپ لیا تو جب کبھی قرآن کی تلاوت کرتے تو گھوڑا چھلانگیں لگانے لگتا۔ صحابی نے آکر حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تیرے دل کی تسلی کیلئے ہے جو قرآن شریف کی برکت سے نازل ہوئی۔[2]

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔ (رواہ احمد)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کے وقت رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی سی صورت اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ)

کیونکہ رونا وجد کی ایک صورت ہے اور قصداً رونا عین تواجد ہے جو شرعاً جائز مامور و مطلوب ہے۔

تواجد کا حال احادیث شریف میں موجود ہے جو تکلف اور اپنے اختیار سے لایا جاتا ہے جبکہ حال وجذب بے اختیار آتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کا واقعہ: کہ زلیخا نے اپنے آپ کو تہمت سے بچانے کے لئے زنان مصر کو اکٹھا کیا اور ہر ایک کے ہاتھ میں میوہ (پھل) اور چھری تھمادی اور ان سے کہا کہ جب یوسف علیہ السلام تشریف لائیں تو آپ ان میووں

---

[1] (مشکوۃ ص ۲۹۲ باب بلوغ الصغیر حاشیہ ۲۰ تفسیر احمدی ۲۰۲ بوادر النوادر ۴۰۶)

[2] (مشکوٰۃ: ص: ۱۸۴)

کو کاٹ دینا۔ جب یوسف علیہ السلام تشریف لائے تو زنان مصر نے مدہوشی میں میووں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں کیونکہ ان کے دل حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں مشغول تھے۔

حاشیہ پر لکھتے ہیں زلیخا بھی وہیں موجود تھی مگر شب وروز مشاہدہ جمال نے اس کو متحمل بنادیا تھالہٰذا نہ تو وہ بے ہوش ہوئی نہ انگلیاں کاٹیں اس لئے کہ وہ محبت کے انتہا میں تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت نے ان کے دل میں قرار پکڑلیا تھا جبکہ دوسری عورتیں محبت کی ابتداء میں تھیں۔[1]

یہی حال سالک مبتدی کا ہوتا ہے کہ ابتداء سلوک میں اس پر وجد و حال کا غلبہ رہتا ہے۔ جس طرح کہ زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو کوئی بعید بات نہیں کہ عاشق الٰہی دوران وجد فوت ہو جائے۔ جیسا کہ بہت سے عشاق وجد وحال کے دوران وفات پا چکے ہیں۔[2]

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھ پر ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہو گیا اور پسینے سے شرابور ہو گیا اور حال میرا یہ تھا کہ جیسے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں تین دفعہ چیخ ماری اور بے اختیار ہو گئے۔ جب تیسری مرتبہ چیخ ماری تو زمین پر گر گئے۔

حضرت شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافی دیر تک میں نے اپنے اوپر تکیہ کر رکھا تھا۔ کچھ وقت کے بعد جب اختیار میں آئے تو مجھے حدیث بیان فرمائی۔[4]

حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن کسی سے یہ آیت " إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (۷) مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ﴿طور ۸﴾ سن کر بڑی چیخ ماری اور بے اختیار ہو کر گر پڑے۔ اٹھا کر گھر لائے گئے۔ مسلسل ایک مہینہ تک بیمار رہے۔[5]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورت تکویر کی تلاوت کی جب آیت مبارکہ: "واذاالصحف نشرت" پر پہنچے تو بے اختیار ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر (ہاتھ پاؤں) مارتے رہے۔[1]

---

[1](حاشیہ جلالین ص ۱۹۲ ج ۱ بحوالہ روح البیان)

[2](وفات مولانا شاہ محمد حسین صاحب تکشف: ص ۱۹۰ وفات زرارہ بن اوفی تابعی ص ترمذی ص ۸۴ ج ۱)

[3](مشکوۃ ص ۱۹۲ تکشف ص ۲۶۶)

[4](ترمذی: باب الریاء: ص: ۳۴۲: ص: ۷۳: ج: ۲: تکشف: ص: ۴۸۱)

[5](احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۲۹۷)

حال وجد غیر اختیاری

”جان لو کہ جذب اور وجد تین قسم کا ہے“۔

پہلی قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: زور سے چلانا، دوڑنا، زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنا، اعضاء کا ہلنا اور حرکت کرنا، آہ، اوہ، اف اور فریاد کرنا، خوشحالی و خوف یا شوق سے۔

یہ حال طریقے کے مبتدی کا ہے جس پر حال اور وجد کا غلبہ ہوتا ہے اور مجذوب اپنے کپڑے پھاڑ دیتا ہے حتی کہ اس پر وجد اور جذب کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء ٹوٹ جائیں گے۔[2]

دوسری قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: چیخ مارنا، اور محبت و عشقِ الٰہی میں بے اختیار ہونا، دھاڑیں مارنا، زمین پر گرنا، اعضاء کا لرزنا اور مرتعش ہونا۔

یہ حال اور وجد متوسطین کا ہے جیسا کہ پہلی حدیث شریف بیان ہو چکی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی محبت میں تین دفعہ چیخ ماری اور گر پڑے پھر کافی دیر تک اسی طرح بے اختیار پڑے رہے۔

تیسری قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: چیخ مارنا، بالوں کا کھڑا ہونا، بدن کا کانپنا، شوق اور محبت کے غلبہ کیوجہ سے آنسو بہانا رونا۔

اور یہ حالت وجد منتہی کا ہے جس کا ثبوت احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

اگر نماز کے اندر خشیت الٰہی کیوجہ سے کسی پر وجد وصیاح طاری ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ اس وقت بھی باشعور اور ذی عقل ہوتا ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر نمازی نے نماز میں آہ اور اوہ اف کیا اور اتنا رویا کہ اس کا رونا حروف مسموعہ پر مشتمل ہو جائے پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ خشوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر دنیاوی درد و مصیبت کیوجہ سے یہ حالت پیش آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ پھر اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔[3]

---

[1](حدیقۃالندیہ:۱۰۹)

[2](تفسیر احمدی ۲۰۲، روح المعانی ج۳ص۶۰ تکشف ۲۶۶ حاشیہ ۲ ص ۳۰۲ ردالمحتار ج۳ص۳۰۷فتاوئ الشامی ج ۱ ص ۱۷۲)

[3](ہدایۃ ج ۱ ص ۱۲۵، فقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۰۰جزء ۱ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۷۲)

اور اگر مجذوب سے دوران وجد کفریہ الفاظ صادر ہو جائیں تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اس لئے کہ اس پر انوار الٰہی غالب آگئے ہیں اور یہ مغلوب اور مسلوب الاختیار ہے۔[1]

اور اگر مجذوب کو کسی نے جذب سے روکا یا منع کیا تو یہ منع کرنے والا گناہ گار ہے بلکہ واجب تعزیر ہے۔[2]

اور اگر حالت مذکورہ مسجد کے اندر کسی پر غالب آجائے تو شریعت میں کوئی حکم و دلیل نہیں کہ مغلوب و مجذوب الحال کو روکا جائے یا منع کیا جائے کیونکہ وہ تو معذور ہے۔[3]

جبکہ ثبوت کے بارے میں دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ چند حبشی مسجد کے اندر نیزوں سے کھیل رہے تھے حضور علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ یہ کھیل در اصل جہاد کی تربیت دینا تھا اور اس کا حکم بھی عبادات میں شامل ہے لہٰذا ذکرِ الٰہی عام اوقات میں جہاد سے افضل و بہتر ہے تو یہ بطریقہ اولی کے ساتھ مسجد میں جائز اور مامور ہے اگر حرکت غیر اختیاری ساتھ میں ہو۔[4]

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن گبول طاہری اپنی کتاب راہِ حقیقت:ص:۱۰۸: میں وجد اور جذب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض صالحین عشق و محبت خداوندی اور ذکر اللہ میں محویت و فنائیت کے عالم میں دنیا ومافیہا سے بے خبر و لاتعلق ہو جاتے ہیں اور بے خودی کے عالم میں بلند آواز سے ذکر، تلاوت کرتے، حمد و نعت پڑھتے، گریہ وزاری کرتے، بلا اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے، بدن پر لرزہ و کپکپی طاری ہو جاتی، کبھی دوڑتے زمین پر گرتے، لیٹتے جسم و جان کی پرواہ کئے بغیر درختوں اور دیواروں سے ٹکراتے، آگ میں کود پڑتے، انگارے تک اپنی جھولیوں میں اٹھالیتے، سردی گرمی کی تفریق کئے بغیر کئی کئی گھنٹے پانی میں اچھلتے رہتے اور عموماً صحت پر بھی کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ یہ کوئی کہاوت، مبالغہ آمیز حقیقت یا محض مولف کا اپنے مشائخ کے یہاں مشاہدہ نہیں بلکہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ایسے بیسیوں واقعات سینکڑوں افراد نے مشاہدہ کئے ہیں۔ مشہور محدثین اور فقہائے کرام نے ایسے واقعات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ بقول محدث ابن قیم ذاکر کے جسم میں ذکر اللہ کی بدولت اس قدر قوت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات وہ ایسے کام کر لیتا ہے کہ بغیر ذکر کے اس شخص سے ایسے افعال کا صدور نہیں ہو سکتا۔

---

[1] (کمال ایثم: مترجم خلیل احمد سہارنپوری۔ شارح بخاری ص:۲۰۶: تربیت سالکین: ج:۱ :ص:۱ ۵۴: تکشف لمولوی اشرف علی تھانوی: ص:۷۰)

[2] (حاوی للفتاویٰ ص ۲۳۴ ج ۲ للسیوطی صاحب جلالین)

[3] (حاوی ص ۲۳۴ ج ۲)

[4] (مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۲۸۰ معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳۵)

حال وجد غیر اختیاری

الغرض قرآن وحدیث اور کتب فقہ وفتاویٰ وتصوف میں غیر اختیاری طور پر کسی کیفیت ہونے کیلئے وجل، وجد، جذبہ، رقص اور اقشعرار کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ ایک طرح کی عمدہ وصف ہے، تاہم بزرگی یاولایت کی نہ تو دلیل ہے نہ ضروری۔

اسی طرح مشہور ومعروف ماہر علم نحو ومنطق حضرت سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں تشریف فرماتھے کہ آپ کے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اس عالم میں آپ کے سر سے دستار بھی گر پڑی۔ کافی دیر بعد جب سنبھلے اور آپ سے دریافت کیا گیاتو فرمایابڑے عرصہ سے یہ میرے دل کی خواہش تھی کہ کاش مجھے ایک ساعت ہی ایسی میسر آجائے جس میں میری لوح مدرکہ (عقل وخرد) سے علمی نقوش (مختلف علوم عقلیہ کے خیالات) مٹ جائیں تو بہتر ہے۔ الحمدللہ آج مجھے وہ مطلوب ساعت میسر آگئی اور مجھے غیر معمولی سرور ولذت حاصل ہوا۔[1]

ولی کی زیارت سے وجد:

حضرت سلطان الاولیاء سید شاہ مردان شاہ اول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (چھٹے پیر صاحب پاگارہ جو کہ حضرت کوٹ دھنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لقب سے مشہور تھے) کے حالات زندگی میں مرقوم ہے کہ آپ دستور کے مطابق ۲۷ رجب کو مریدین کو زیارت سے مستفیض فرماتے اور نصیحت فرماتے تھے تو بہت سے فقراء پر وجد وحال طاری ہوجاتا تھا کئی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے جبکہ گریہ وزاری توجماعت میں عام ہوتی تھی۔[2]

ولی کے غائبانہ کلام سے وجد:

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ کو مطلق آواز یہاں تک کہ چکی کے پیسنے کی آواز پر بھی وجد ہوجاتا تھا۔ (کسانیکہ این پرستی کنند بآواز دولاب مستی کنند)

یہ حضرت ایک بار تھانیسر تشریف لے گئے جہاں ان کے ایک جولاہا مرید بھی رہتے تھے اور فقہی مسائل کے سلسلہ میں حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع کرتے تھے ایک مرتبہ مولانا موصوف نے فقیر صاحب مذکور کو فرمایا: تمہارے ناچنے والے پیر صاحب بھی تو آئے ہیں (اس سے ان کا مقصود شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کثرت وجد پر تنقید کرنا تھا) گو مولانا صاحب کے یہ کلمات ان کو شاق گزرے لیکن صبر کیا اور چلے آئے موقع مناسبت سے یہ بات حضرت شاہ

---

[1] (رشحات: ص: ۸۲: مؤلفہ مفسر قرآن حضرت شیخ فخر الدین علی بن حسین المشهور واعظ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
[2] (تاریخ پاگاران: ص: ۱۰)

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی سنادی شاہ صاحب قدس سرہ نے سن کر فرمایا اگر آئندہ میرے متعلق یہ کلمات (ناچنے والے پیر) دھرائے تو ان کو کہنا وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔

چنانچہ دوسری بار جب فقیر صاحب کے سامنے مولانا صاحب نے مذکورہ کلمات دہرائے تو انہوں نے فورًا کہہ دیا کہ جی وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔ فقیر صاحب کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی مولانا جلال الدین قدس سرہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ حالت وجد کا غلبہ ہو گیا اور کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔

بالآخر یہی مولانا جلال الدین حضرت شاہ صاحب عبد القدوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید بلکہ خلیفہ بنے۔ یہ کیا تھا۔ ایک اللہ والے کے غائبانہ کلام کا اثر و کمال۔ [1]

سندھ کے مشہور ولی حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات میں ہے کہ جب آپ حضرت شاہ عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بلڑی والے) کے عرس کے موقع پر تشریف لے گئے سماع کے وقت آپ پر وجد کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اپنے کچھ کپڑے (قمیص یا عمامہ وغیرہ) اتار کر دوہے پڑھنے والے فقراء کی طرف پھینک دئے۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی کپڑے ان کی طرف پھینکے۔ یہاں تک کہ اس قدر کپڑوں کا وزن ہو گیا کہ اونٹ ہی اٹھا سکتا تھا۔ [2]

حافظ محمد ضامن صاحب نے کچھ قمریاں پال رکھی تھیں اور ان کے حق سرہ کی آواز پر بعض وقت بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ [3]

دار العلوم دیوبند میں وجد:

دیوبند مسلک کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی اشرف السوانح (ص ۶۴) کے حوالہ سے صاحب رہنمائے سالکین نے لکھا ہے کہ دورانِ وعظ ان کے سامعین پر اکثر گریہ اور بعض پر وجد اس حد تک طاری ہوتا تھا کہ لوٹنے تڑپنے لگ جاتے تھے چنانچہ مدرسہ دار العلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں حضرت مولانا موصوف کے وعظ میں ایک صاحب پر اس قدر شدید کیفیت وجد طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو نہ ہوئی یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی بالکل درہم برہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔

---

[1] (رسالہ الظاہر: ص: ۲۴: مطبوعہ مکتبہ تھانوی الابقاء کراچی)

[2] (بھٹ دھنی: ص: ۵۶)

[3] (حاشیہ انوار قاسمی: ص: ۱۳۴)

حال وجد غیر اختیاری

نیز اس کتاب کے ۱۳۱، ۱۳۰ پر مولانا خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے دار العلوم کانپور کے ایک طالب علم کا واقعہ لکھا ہے کہ بوستان کے درس میں

بہ مجنون کسے گفت کہ ایک نیک پے — چہ بودت کہ دیگر نیائی بے

اشعار سن کر وجد میں آکر لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے زور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے جو ملتا اس سے یہی کہتے یہاں تک کہ ہندوؤں سے بھی لا الہ الا اللہ کہلوایا۔ نماز عصر کا وقت ہونے پر کہنے پر وضو تو کر لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی کہ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت کے عشقیہ اشعار پڑھتے تھے۔ حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا۔ اس نماز میں انہوں نے سجدے بھی بے تعداد کئے۔ رات بھر یہی کیفیت رہی دوسرے روز جب کانپور کے درویش میاں خاکی شاہ سے کیفیت سلب کرائی گئی تو رات کو خواب میں اس طالب علم کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کم بختی آئی ہے کہ ایسی نعمت کو سلب کرتا ہے؟[1]

ولی کامل حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے لئے اٹھے کہ بانسری کی آواز سنی بے تاب ہو کر گر پڑے، جس سے دست مبارک پر چوٹ آگئی۔ تو فرمایا: کہ لوگ ہمیں بے درد کہتے ہیں، بے درد تو وہ خود ہیں جو سماع کی تاثیر پر صبر کرتے ہیں۔[2]

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرشد کامل سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کو اعلیٰ درجہ کا استغراق حاصل تھا۔ چنانچہ پندرہ سال تک افاقہ نہ ہوا۔ مگر نماز کے وقت نماز ادا کرتے پھر مغلوب الحال ہو جایا کرتے تھے۔[3]

نیز اوائل حال میں (حضرت مرزا شہید قدس سرہ) کی توجہ شریف کی تاثیر سے لوگ بے تاب ہو جاتے اور کمال استغراق کی وجہ سے بیخود ہو کر گر پڑتے اور شوق کی حرارت دلوں کو راہ سلوک پر امادہ کرتی اور محبت کی جاذبہ سے مقامات طے کرتے۔[4]

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جذبہ کی شورش اور بے تابی کی وجہ سے ارباب حلقہ و ذکر کی معیت اور طمانیت میں تشویش پیدا کرتے آپ نے انہیں اعلیٰ مقام میں جہاں پر باطن کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بطور طفرہ پہنچادیا۔ فوراوہ گھبراہٹ اور شورش جاتی رہی اور ان کی باطنی نسبت پر اور طرح سے حالات وارد ہونے لگے۔[5]

---

[1] (تلخیص رہنمائے سالکین)
[2] (مقامات مظہری مترجم: ص: ۳۴۹)
[3] (ص ۲۴۱ مقامات مظہری)
[4] (ص ۳۱۰ حوالہ مذکورہ)
[5] (ص ۳۱۲: حوالہ مذکور)

حال وجد غیر اختیاری

فائدہ: حضرت مرزا جان جاناں مظہری شہید قدس سرہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ شورش وجذبہ کمال کی علامت نہیں ،کمال کا مقام اس کے بعد ہے

توجہ سے وجد:

نیز مقامات مظہری: ص ۵۹۵ میں ہے کہ ایک بار نماز فجر کے بعد ذکر و مراقبہ سے پہلے آپ نے یہ فرماتے ہوئے مولوی کرامت اللہ صاحب پر توجہ فرمائی۔ کہ بحق بہاء الدین میں تجھے بے محنت دونگا۔ بقول مولوی صاحب مذکور میں بے ہوش ہوگیا۔ گویا میرا دل سینہ سے باہر نکل گیا ہے۔ مدت بعد ہوش میں آیا تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور میں دھوپ میں تھا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتانی صاحب انوار شریعت المعروف "جامع الفتاویٰ جلد دوم: ص ۱۸۸" پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں رقص اور وجد ایک بے اختیاری حالت ہے جو طالب علم پر آتی ہے جس کو شارع علیہ السلام نے جائز رکھا ہے۔

چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے فتاویٰ میں بچند وجوہ جائز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:

مقصود از فرمائش محبت حضرت منعم واطاعت اوست وایں محبت را بسیار اقسام است و حکم بچند سبب مختلف میشود یکے اسباب محرک ایں محبت دوم مقتضائے دورہ سوم فیض مرشد آں چہارم امزجہ محباں بایں سبب گونہ گوں طریقہ برائے اظہار محبت پیدا میشود و حق تعالیٰ چندیں درجات جنت کہ پیدا کردہ است برائے اختلاف امزجہ واحوال اہلِ جنت است۔ جماعت رای الحقیقت شورشے در دل پیدا مے شود کہ بمثل خفقان از محافظت ادب معقول ومشروع عاجزی آئیند۔ صحابہ کرام وتابعین عظام را بسبب غلبہ انوار نبوت وانوار قرآن مجید ایں احوال طاری نمیشد۔ چوں نظر خلق بر احوال قلب افتاد بذکر وشغل کہ لطیفہ قلب بہوش مے آرد مشغول شدند۔ گوں ناگوں احوال از انواع دیگر پیدا شد بعضے او در مزاج غلبہ لذت حسن سماع بود۔ ہمراہ آں غلبہ نسبت باطن میشود۔ بعضے را بالعکس زیرا کہ نسبت ایشان سکون واطمینان واستغراق بودہ است وبعضے را نسبت ابتہاج وانبساط بدریافت وصل محبوب حقیقی شد وبعضے را بملاحظہ غایت تنزیہہ حسن ابدی لازم حال گشت بالجملہ مردن بعضے ازیں حادثہ شوق دلیل صریح است بر شدت ہیجان محبت الٰہی واستیلائے آں بر قلب ایشان میں اعتراض بر ہیچ یکے ہر گز نباید کرد۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان کند

حال وجد غیر اختیاری

ظاہر است کہ اوقات لیل ونہار چہ قدر تفاوت دارد، الخ۔

اور علاوہ اس کتاب علامہ ابن جیون بایں طور اس کے جواز پر دلیل تحریر فرماتے ہیں:

"والرقص ومما یوکد جواز الرقص ما ذکر فی مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی ﷺ انا وجعفر وزید فقال علیہ السلام لزید انت مولای فحجل وقال لجعفر انت اشبہت خلقی وخلقی فحجل ثم قال لی انت منی فحجلت والحجل رقص خاص والعام جزء الخاص فاذا جاز نوع من الرقص جاز مطلقہ۔الخ"۔

ترجمہ: اور رقص کی بابت جس سے اس کی تائید ملتی ہے یہ کہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ میں اور زید اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا "انت مولائی" پس وہ رقص میں آیا پھر آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: "انت اشبہت خلقی وخلقی" تو اس پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقص میں آئے اور پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ: "انت منی" تو آپ ﷺ کے فرمانے سے میں بھی رقص میں آیا۔ اور رقص خاص ہے اور عام خاص کی جز ہوا کرتی ہے جب نوع رقص کا جواز ملتا ہے تو مطلق بھی جائز ہوا۔ اور قرآن مجید سورۃ بنی اسرائیل کے اخیر میں مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ جب مومن قرآن مجید سنتے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر گر پڑتے ہیں: وھو ھٰذا "وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (الاسراء ۱۰۹)" یعنی گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اور زیادہ کرتا ہے ان کو بلحاظ خشوع کے۔[1]

پس ان دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ اہل دل کا رونا اور رقص بے اختیار کرنا جائز ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں جو باختیار خود ناچتے کودتے ہاتھ پاؤں مارتے اور ہاہو کرتے ہیں اور مزامیر سے رقص و سرور کرتے ہیں اور کنجروں اور ڈوموں سے غنا سنتے ہیں اور نمازوں کی کچھ پروا نہیں کرتے، یہ سب امور بے شک باتفاق علمائے دین حرام و ناجائز ہیں چنانچہ فتاویٰ نورالھدیٰ ص:۴۲۷: پر بایں طور ہے:

"الرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیہ۔"

ترجمہ: ہمارے زمانے کے جعلی وبناوٹی صوفی جو رقص کرتے ہیں حرام وناجائز ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنا بھی حرام ہے۔[2]

جذب اور وجد اور تواجد دو قسم کے لوگوں پر آتا ہے ایک صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہوتے ہیں شریعت کے پابند ہوتے ہیں ۔ ان سے جذب وجد اور تواجد ظاہر ہونا محمود ہے باعث ثواب ہے۔ ایک ہے متصوفہ جو بناوٹی پیر

---

[1] (وجیز الصراط: ص: ۱۴۰: سطر اول)

[2] (انوارِ شریعت ج ۹ ص ۱۸۸)

ہوتے ہیں۔ شریعت کے مخالف ہوتے ہیں ۔پانچ وقت کی نمازیں ادا نہیں کرتے چرس وغیرہ بھی پیتے ہیں۔ داڑھی وغیرہ بھی بالکل صاف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صوفیہ کہتے ہیں فقہاء کرام نے جو حرام کہا ہے وہ اشارہ ان متصوفہ کی طرف ہے جو کہ خلاف شرع ہیں۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کی کیفت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ یہ وہ غم ہے جو محبت میں ملتا ہے اس لئے بیان سے باہر ہے نیز وجد طالب اور مطلوب کے درمیان ایک راز ہے جسے بیان کرنا مطلوب کی غیبت کے برابر ہے وجد عارفوں کی صفت ہے۔

تواجد: عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ذکر اور فکر سے وجد کو حاصل کرنا تواجد کہلاتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ تواجد وجد لانے میں ایک تکلف ہوتا ہے اور یہ انعامات وشواہد حق کو دل کے حضور پیش کرتا ہے اور محبوب کے وصال کا خیال اور انسانی آرزوؤں کا جوش میں آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا :"جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرتا ہے وہ اسی سے ہوتا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا :"جب تم قرآن پڑھو تو رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو تکلف سے رویا کرو۔" اور یہ حدیث تواجد کے مباح ہونے پر گواہ ہے۔[1]

---

[1] (کشف المحجوب)

وجد فقہاء ومشائخ کی نظر میں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ دورانِ وجد بے قابو ہو جاتے ہیں اور وجد میں گھومتے ہیں اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں چھوڑ دو کیونکہ طریقت نے ان کے دل کاٹ دیئے ہیں اگر تم ان کی لذت سے آشنا ہو جاؤ تو چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے میں ان کو معذور سمجھو گے۔

ترجمہ اشعار: وجد میں کوئی گناہ نہیں اگر حقیقی ہو یا ظاہری بشرطیکہ خالص اللہ کیلئے ہو۔ حقیقی وجد سماع یا دوسرے لوازمات کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ ایسے شخص کو دائمی لذت اور خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بھاگتے رہیں ایک پاؤں پر چلیں یا سر کے بل چلیں اس میں کوئی گناہ نہیں۔[1]

تحقیق اور دلائل کے لحاظ سے اس مسئلے کا قطعی جواب صاحبِ عوارف المعارف مصنف احیاء العلوم اور علامہ ابن کمال پاشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے وہ فرماتے ہیں: کہ وجد اور تواجد میں کوئی گناہ نہیں اگر یہ خالص رضائِ الٰہی کیلئے ہو، اور جو عارفین باللہ ہیں اور ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں اور ایسے سالکین جو اپنے آپ کو اعمال قبیحہ سے بچاتے ہیں۔ اور جب عشقِ الٰہی ان پر غالب آجاتا ہے تو یہ لوگ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں اور محبتِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔[2]

خیر النساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے ایک حکایت بیان فرما رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص پر وجد طاری ہوا اور چیخ ماری حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ڈانٹا اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ: اے موسیٰ علیہ السلام اس شخص نے میری محبت میں چیخ ماری آپ کو کیونکر انکار ہے۔[3]

بعض صوفیائے عظام پر جب خوفِ الٰہی غالب آجاتا ہے تو وہ رونے لگتے ہیں۔ اور ان کے اعضاء حرکت کرتے ہیں جیسا کہ حضور پاک ﷺ جب رات کو نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کے سینے مبارک سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز آتی۔[4]

جناب ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: اشعار اور سماع ہر وقت نفع بخش ہے خاص کر ضعیفوں کیلئے مفید ہے اس لئے کہ سماع سے ہر عضو پر خاص اثر ہوتا ہے آنکھیں اس کے اثر سے روتی ہیں زبان پر اثر ہو تو وہ چیخ مارتی ہے۔ ہاتھ متاثر ہو تو کپڑے پھاڑے جاتے ہیں اور چہرے پر تھپڑ مارا جاتا ہے اور جب پاؤں پر اثر ہو تو رقص کرنے لگتے ہیں۔[1]

---

[1] (رسائل ابن عابدین: ج:۱: ص:۱۷۲، ۱۷۳)
[2] (فتاوی شامی: ج:۱: ص:۳۳۷)
[3] (علامہ عبدالوہاب شعرانی: انوار القدسیہ: ج:۱: ص:۱۸۵)
[4] (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۹۹)

منقول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ص جب وعظ کیلئے کرسی پر تشریف فرما ہوئے تقریر انواع علوم پر ہوتی تھی۔ حاضرین حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہتے۔ اچانک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے (مضی القال وعطفنا بالحال) اس جملے کے ساتھ ہی حاضرین پر وجد طاری ہو جاتا کچھ رونے لگتے بعض کپڑے پھاڑنے شروع کر دیتے اور بعض بے ہوش ہو کر جان دے دیتے۔[2]

یعنی جو شخص سماع اور وجد کے اثرات سے انکار کرتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی کوتاہ علمی ہے۔ اس شخص کے پاس وہ علم نہیں جس کے ذریعے وہ صوفیائے کرام کے احوال جان سکے ایسے شخص کی مثال اس ہیجڑے (نامرد) کی طرح ہے جو اپنی نامردی اور قوتِ شہوت کی عدم موجودگی کے باعث لذتِ جماع سے انکار کرے۔[3]

صوفیائے کرام ایک مجلس میں ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اس مجلس میں ایک شخص پر وجد طاری ہو جاتا ہے اور وہ اٹھتا ہے خواہ یہ جذب اختیاری ہو یا بے اختیار کیا یہ جذب جائز ہے یا نہیں اور کیا لوگوں کو منع کرنا چاہئے یا نہیں؟

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بعینہ یہ سوال شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی سے پوچھا گیا:

انہوں نے جواب دیا کہ اس سے انکار نہیں ہے اور جو لوگ ان کو منع کرتے ہیں ان کو تعذیر شرعی دینی چاہئے۔ علامہ انباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ سے یہی سوال پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔

مزید فرمایا: صاحب الحال مغلوب ہوتا ہے اس سے منکر محروم ہے۔ یہ لوگ وجد کی لذت سے ناآشنا ہیں۔ یہی جواب حنفیہ اور مالکیہ کے علماء نے بھی دیا ہے اور مذکورہ جوابات کی تائید کی ہے مخالفت نہیں۔[4]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب برکات اور تجلیات کی بارش بکثرت ہوتی ہے اور صوفی کا حوصلہ تنگ اور استعداد کمزور ہوتی ہے تو (صوفی برداشت نہیں کر سکتا اس لئے) بیہوشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ظرف وسیع تھے اور صحبت رسول اللہ ﷺ کی برکت سے استعداد قوی تھی۔ اس کے باوجود برکات کی کثیر بارش کے ان پر بے ہوشی طاری نہیں ہوتی تھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے علاوہ دوسروں کو یہ چیز میسر نہیں اس لئے دو

---

[1] (انوار القدسیہ ج ۱ ص ۱۸۶)
[2] (شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: اخبار الاخیار)
[3] (علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انوار القدسیہ ج ۱ ص ۱۸۵)
[4] (حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی لحاوی للفتاویٰ ج: ۲: ص: ۲۳۴)

وجوہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یا نزولِ برکات ہی کم ہوتا ہے یا ان کا ظرف تنگ ہوتا ہے اور حوصلہ میں سمائی نہیں ہوتی۔

ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں امام کے پیچھے ماہِ رمضان میں عشاء پڑھ رہے تھے امام نے سورہ بنی اسرآئیل کی یہ آیت (۸۶) تلاوت فرمائی: "وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا (الاسراء ۸۶)" (اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے) تو حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد کی وجہ سے ایک چیخ ماری۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور باقی اعضاء حرکت میں آ گئے۔[1]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لا يمنع من الجهز بالذكر في المساجد احترازا عن الدخول تحت قوله تعالى: {وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ} [البقرة:114]

کہ مسجدوں میں لوگوں کو ذکر بالجہر سے منع نہیں کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس آیت کریمہ کی مخالفت واقع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔ (ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو لوگوں کو مسجد میں ذکر الٰہی سے منع کرتا ہے) یعنی کوئی نہیں۔[2]

حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: رقص مباح ہے کیونکہ حبشی لوگ مسجد النبی ﷺ میں رقص کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے دیکھتیں اور جب حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو وجد میں آ گئے تو جو لوگ وجد کو حرام جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس کی انتہا مستی ہے جبکہ مستی بھی حرام نہیں۔[3]

جامع الشریعت والطریقت عالم باعمل مرشد اکمل شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی پیر سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ اپنی تصنیفِ لطیف "مجموعہ رسائل" میں حصہ:۲:ص:۸۰۴: پر لکھتے ہیں: ابو داؤد شریف میں کتاب الکسوف فی باب من قال یرکع رکعتین ج۱ ص۱۶۹ اور شمائل ترمذی ص۲۷ فی باب بکاء النبی ﷺ) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ صلوٰۃ کسوف ادا فرما رہے تھے۔ حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ سجدہ میں حضور ﷺ اُف اُف

---

[1] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۲۹۷)
[2] (طحطاوی: ص:۱۷۴)
[3] (امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کیمیائے سعادت ج ۲ ص ۲۰۵)

فرماتے تھے اور شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ میں بہت دیر تک توقف فرمایا اور سجدہ میں اُف اُف کرتے اور روتے رہے۔

شرح شمائل میں علامہ عبد الجواد الرومی فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ اس اُف اُف کے ساتھ اپنے رب العلمین کیلئے بکاء بھی کرتے: ص:۳۴۷ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قریب یہ آیت تلاوت کی جارہی تھی۔ "ان لدینا انکالا و جحیما۔الخ" تو نبی ﷺ بیہوش ہوگئے۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ" (سورہ مائدہ: آیت: ۸۳)

ترجمہ: یعنی اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں اسی سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا نرم ہوجانا۔یہی جذب اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔ دیگر فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳) یعنی پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ علیہ السلام بے اختیار ہو کر گر پڑے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے اختیار ہو کر گر جانا کمالِ جذب و وجد کی دلیل ہے۔سالک بھی خدا تعالیٰ کی تجلیات کے پرتو کو برداشت نہیں کرسکتا اور اس پر وجد و جذب چھا جاتا ہے اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہو جاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں۔اور بھی بہت سی آیتیں وجد و حال پر دلالت کرتی ہیں۔

مثلاً: إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا (الاسراء ۱۰۷)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں کو قرآن پاک سے پہلے علم دیا گیا تھا، جب یہ قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا اور پوچھا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرونگا میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کرونگا جس کو میں نے سمجھا اور پوچھا ہے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بے تابی یا تو شدت خوف سے ہوئی

---

[1] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۲۹۷ وفی عمدۃ السلوک: ص: ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷)

ہے کہ حدیث کا بلا کم و کاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا)

الحدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا، بے اختیار ہو کر گرنا اور پسینہ آجانا وجد اور حال کی کھلی دلیل ہے۔ دوسری حدیثیں بھی بہت ہیں جو وجد و حال کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً عن مطرّف عن ابیہ رایت رسول اللہ ﷺ یصلی و فی صدرہ عزیز کعزیز الرحی من البکاء۔

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کیوجہ سے آپ ﷺ کے سینے مبارک سے چکی کی آواز کی مانند آواز آ رہی تھی۔[1]

مختلف سلاسل کے اولیاء کے یہاں بھی وجد کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت ابو علی وقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہات سے بعض لوگوں کا وجد میں وصال پانا بھی مروی ہے۔ خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی برکاتِ احمدیہ میں ایسے واقعات درج کئے ہیں مثلاً حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ہے کہ ان کی خدمت میں ایک صاحب خواجہ برہان حاضر ہوئے جو پہلے کسی دوسرے سلسلے میں نسبت اور اجازت حاصل کر چکے تھے وہ تصور شیخ کی نگہداشت سے اس قدر جذب سے مغلوب ہوئے کہ بڑھاپے کے باوجود وہ قریب دو ہاتھ اوپر اُچھلتے تھے اور خود کو دیوار و درخت پر مارتے تھے اور کسی طرح قابو میں نہ آتے تھے۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ وجد آنا ایک نا آشنا اور بہتر حال ہے جو سالک پر آتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا حال غالب ہوا تھا کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ ابھی وفات پا جائیں گے۔ لہٰذا یہ حال و وجد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے سے بہت واضح ثابت ہو گیا۔[2]

اگر کوئی زیادہ معلومات چاہے تو ہمارے والد محترم کے مجموعہ رسائل حصہ دوم کا مطالعہ کرے۔

اگر تو یار نداری چرا طلب نکنی   اگر بیار رسیدی چرا طرب نکنی

سیر عروجی میں عموماً سکر استغراق فنا اور بے خودی سے سالک کو واسطہ پڑتا ہے۔

ساکنان سر کوہائے تو بنا شند بیہوش   آں زمینے است کہ آنجا ہمہ مجنوں خیزد

---

[1] (رواہ ابو داؤد: جمع الفوائد و مشکوۃ)

[2] (تکشف: ص: ۵۴۵)

وجد فقہاء و مشائخ کی نظر میں

جذب و وجد کی بعض کیفیات عجیبہ اور حالات غریبہ جو ہمارے سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے سالکین کو حاصل ہوتی ہیں۔

"والتاوہ اعنی الوجد التواجد والصیاح والانین والتاوہ والبکاء وغیرھا من شدۃ الفرح او شدۃ الجنون لاجل الوارد الذی نزل من اللہ تعالٰی علی السالک عند استماع القرآن او الذکر او بتوجہ الشیخ وغیر ذلک ممایتاثر بہ"۔

یعنی میری مراد اس سے وجد ہے جس میں بے اختیار سالک گرتا ہے کھڑا ہوتا ہے مرتعش کی طرح حرکت کرتا ہے یا تواجد یعنی اہل حال کی محبت میں اور وجد کی تمنا میں قصداً وجد کی کیفیت طاری کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (ابکو فان لم تبکو فتباکو)۔

یعنی روؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کی صورت اختیار کرو کیونکہ بے اختیار رونا وجد کی ایک صورت ہے اور قصداً رونا عین تواجد ہے جو شرعاً مامور و مطلوب ہے۔

انین یعنی بلک بلک کر رونا اور تاؤ یعنی آہ آہ کرنا یا ادا بنا کر رونا یہ حالت فیض الٰہی کے اصول کی خوشی میں طاری ہوتی ہے یا محبوب حقیقی کی یاد یا خوف خداوندی یا جنت و دوزخ کے ذکر سے طاری ہوتی ہے۔ ان واردات کا من جانب اللہ ورود ہوتا ہے جب سچی طلب ہو اور سالک فیضان کا منتظر ہو اور اولیاء کرام سے محبت کرتا ہو تو یہ مبارک حالت اس کو نصیب ہوتی ہے اور جو مغرور اور متکبر ہو یا غافل غیر طالب اور گستاخ ہو تو اس کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور اس کی بنجر زمین میں پھول نہیں کھلتے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جذب استغراق کی نعمت عظمیٰ شیخ کامل کی توجہ اور دیدار سے کبھی حمد و نعت مصطفی ﷺ اور کلام عارفانہ کے سننے سے اور کبھی ذکر سے حاصل ہوتی ہے بعض علماء نے بناوٹی صوفیوں یعنی متوصفہ کا رد کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ بعض بھنگی، چرسی اور شراب خور نام نہاد نشے میں دھت ہو کر دھمال مچاتے ہیں ناچتے ہیں اور ان کا شریعت و طریقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا لوگوں کو بے قوف بناتے ہیں اور شریعت سے استہزاء کرتے ہیں۔

کار شیطان می کند نامش ولی — گر ولی ایں است لعنت بر ولی

مگر منصف مزاج عقل مند لوگ جانتے ہیں کہ اہل اللہ جو شریعت مطہرہ کے پابند ہیں ان کے جذب اور پاکیزہ وجد میں اور گمراہ پیروں کے دھمال اور شیطانی رقص میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جب سالک پر مرشد کی توجہ سے فیوضات ربانی اور قوی واردات کا ورود ہوتا ہے تو سالک چیختا ہے مرغ بسمل کی طرح تڑپتا ہے اور ھو کے نعرے لگاتا ہے: آہیں بھرتا ہے اور اس طرح منازل و مقامات سلوک طے کرتا ہے۔ آتش عشق بھڑک اٹھتی ہے اور اس طرح منزل قریب آجاتی ہے و للہ در القائل ۔

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند مست شراب عشق بہ یک آہ می رسند

یعنی جس مقام تک زاہد ہزار چلّوں کے بعد پہنچتا ہے وہاں تک مست شراب عشق ایک ہی آہ میں جا پہنچتا ہے۔

"اللّٰھم اعطنا حبک و حب حبیبک و اولیائک حضرت علامہ عبد الغنی النابلسی (حدیقة الندیة)" میں بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اگر نام نہاد فاسق وفاجر متصوفہ نہ ہوں بلکہ سچے صوفیائے کرام کا طریق وجد وتواجد ہو تو "نور و هداية و از توفيق من الله وعنايته"۔

یعنی نور ہے ہدایت ہے اور اللہ کی توفیق کا اثر ہے اور اس کی عنایت ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تواجد اور تمایل (دائیں بائیں جھکنا) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا :دعوهم مع الله يفرحون۔ ان کو اپنے حال پے چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہونے دو کیونکہ یہ لوگ کبیدہ خاطر اور عشق خداوندی میں خستہ جگر ہیں لہٰذا ان کے لئے کوئی حرج کی بات نہیں۔

اسی طرح "امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افغانی قندھاری ثم بریلوی" اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ "میں جذب اور وجد پر بہت سے دلائل تحریر فرمائے ہیں۔ منجملہ ان میں سے چند یہ ہیں:

فتاویٰ رضویہ میں بحوالہ حدیقۃ ندیۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فان طريق الوجد والتواجد الذى تعلمه الفقراء الصادقون فى هٰذا الزمان وبعده كما كانوا يعلمونه من قبل فى الزمان الماضى نور وهداية واثر توفيق من الله تعالٰى وعنايته"۔

یعنی اس لئے کہ وجد اور تواجد کا طریقہ جسے اس زمانے کے سچے فقراء ہی جانتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے زمانے کے لوگ جانتے تھے۔ ایک نور ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی عنایت کا اثر ہوتا ہے۔[1]

اور اسی طرح: ص:۹۸: میں احیاء العلوم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال الغزالى فى الاحياء ان ابا الحسن النورى رحمه الله تعالٰى كان مع جماعة فى دعوة فجرت بينهم مسألة فى العلم وابو الحسن ساكت ثم رفع راسه وانشدهم يقول

رب ورقاء هتوف فى الضحٰى ذات شجو هتفت فى فنن
ذكرت الفاو حزنا صالحا فبكيت حزنا فهاجت حزنى
فبكائى ربما ارقها وبكاها ربما ارقنى

[1] (فتاویٰ رضویہ: ج:۲۴: ص:۱۵۴: اور: ۹۸)

ولقدتشکو فماافھمھا | ولقداشکو فمایفھمنی
غیر انی بالجوی اعرفھا | وھی ایضا بالجوی تعرفنی

قال فما بقی احد من القوم الا قام وتواجد ولم یحصل لھم ھذا الوجد من العلم الذی خاضوا فیه وان کان العلم حق۔ انتھیٰ۔

ترجمہ: چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرماتھے کہ اچانک ان کے درمیان میں ایک علمی بحث چھڑ گئی اور حالت یہ تھی کہ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ پھر اچانک سر اُٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔ بہت سی کبوتریاں چاشت کے وقت لمبی لمبی آوازیں نکال کر درختوں کے شاخوں پر بولنے لگیں۔ میں نے محبت اور قابل قدر تخم کو یاد کیا۔ پھر میں غم کی وجہ سے رو پڑا۔ اور میرے غم میں اُبال اور جوش آگیا۔ بسا اوقات میری گریہ وزاری نے انہیں نرم کر دیا اور بسا اوقات ان کے آہ وبکاء نے مجھے نرم کر ڈالا۔ بے شک وہ شکوہ و شکایت کرتے ہیں مگر میں تو انہیں نہیں سمجھتا اور میں شکایت کرتا ہوں تو وہ مجھے نہیں سمجھاتے۔ مگر میں اپنی اندرونی سوز عشق کی وجہ سے ان کو پہچانتا ہوں اور وہ اپنی اندرونی سوزش کی وجہ سے مجھے پہچانتے ہیں۔ پھر بقول راوی سب کے سب وجد کرنے لگے۔ اور یہ وجد اس علم کیوجہ سے نہ تھا جس میں وہ اُلجھے ہوئے تھے۔ اگرچہ علم حق ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

ولا شک ان تواجد فیه تشبه باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعًا قال رسول اللہ ﷺ من تشبه بقوم فھو منھم۔[1]

ترجمہ: بلاشبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنے والوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعًا مطلوب ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔[2]

اسی طرح مفتی محمد فرید فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ میں جلد ا صفحہ ۳۹۷ میں وجد اور جذب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وجد ایک غیر اختیاری امر ہے سلف صالحین پر بھی طاری ہوا ہے لہٰذا اس پر انکار کرنا منکر ہے۔

---

[1] (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة بن الیمان ص)
[2] (فتاویٰ رضویہ: ص: ۹۸، ۱۵۴: ج: ۲۴:)

اور اسی طرح فتاویٰ بلخی المسمیٰ عیون النکات شرح شروط الصلوٰۃ میں جذب اور وجد کے بہت سے دلائل دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولا ینکرھا الا احمق او مجنون۔ (ص: ۱۳۱)

یعنی اس حالت شریفہ سے احمق اور مجنون کے علاوہ اور کوئی انکار نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجد اور جذب تواجد رقص غشی اور بکا۔ یہ تمام حالت شریفہ اگر ایسے لوگوں سے صادر ہو جائیں جو فاسق و فاجر متصوفہ نہ ہوں بلکہ سچے صوفیاء کرام ہوں تو یہ تمام کے تمام حالات شریفہ نور و ہدایت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کا اثر ہے اور اس کی عنایت ہے جیسے کہ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا۔

فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے جو رد کیا ہے وہ ان لوگوں پر ہے جو کہ فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ دین سے دور ہوتے ہیں۔ چرسی، افیونی، دیگر نشے وغیرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں نہیں ہوتا جو کہ متصوفہ ہے یعنی بناوٹی پیر۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رد کیا ہے وہ ان لوگوں پر کیا ہے۔

نماز کے دوران وجد و اثبات کا حال

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے عارفوں کا وجد اور حال بہت سارے دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور ان کی بہت ساری اقسام میں سے اللہ کا ذکر تلاوت قرآن اور قرآن کریم کی ساعت کے وقت وجد اور حال کی کیفیات وارد ہوتی ہے چونکہ نماز اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن کریم پر مشتمل ہے تو نماز کی حالت میں یقیناً وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

تو بہر کیف کہ وجد اور حال جسم کے ہلنے کی صورت میں ہو یا رونے کی صورت میں یا چیخ مارنے کی صورت میں ہو یا زبان سے آہ اُوہ اُف یا دیگر الفاظ خارج ہوئے یا انسان کے گرنے یا بے ہوش ہونے کی صورت میں ہو یا لطائف کی حرارت تیزی سے حرکت کرنے کی صورت میں ہو جیسا کہ اقسام وجد میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا وجد و حال خاشعین پر نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر دونوں صورتوں میں جائز بلکہ ثابت ہے۔ بلکہ اللہ کی جانب سے توفیق سے اور نور اور ہدایت ہے۔ یہاں پر خصوصیت کے ساتھ وجد اور حال نماز کی حالت میں وارد ہو تو اس کے لئے دلائل ملاحظہ کریں:

(۱): نماز کی حالت میں وجد اور حال پر ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (۱) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿مؤمنون ۲﴾

ترجمہ: "یقیناً وہ مؤمن کامیاب ہیں جو نماز کی حالت میں خشوع رکھنے والے ہیں"۔

اس لئے کہ جو لوگ نماز کی حالت میں خشوع خضوع رکھتے ہیں ان پر ایک قسم کا وجد اور حال اور کیفیت طاری ہوتی ہے کیونکہ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومن کی معراج ہے۔

(۲): دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: قرآن مجید کی آیتیں سننے کے ساتھ ان لوگوں کی کھال لرزنے لگتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ بدن کا لرزنا وجد کی ایک نوع ہے اور پہلے ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ قرآن کریم سننا اور اس وقت بدن کا لرزنا اللہ کا خوف رکھنے والوں کی صفت ہے چونکہ نماز بھی قرآن کریم کی تلاوت پر مشتمل ہے تو لہٰذا نماز میں لرزنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ جیسے پہلے گذر چکا ہے مفصلاً۔

(۳): فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اکمل تجلی ذاتی دنیا میں حالت نماز میں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اکمل تجلی ذاتی حالت نزع میں ہوتی ہے اور اس سے اکمل تجلی ذاتی قبر میں ہوتی ہے۔ اور اس سے اکمل تجلی ذاتی میدان حشر میں ہوتی ہے۔ اور اس سے اکمل تجلی ذاتی جنت میں اللہ کے دیدار کے وقت۔ (رزقنا اللہ سبحانہ بفضلہ و کرمہ و رحمۃ و بطفیل حبیبہ المکرم ﷺ و بطفیل مرشدنا الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آمین)

اور جب نماز میں اکمل تجلیات سالکوں پر وارد ہوتی ہیں تو کبھی کبھی گر جانا اور بے ہوش ہو جانا یہ بھی آتا ہے جیسے کہ احادیث کے باب میں تفصیل سے گزر چکا ہے اور بہت ساری مثالیں گزر چکی ہیں۔ جب مختلف احوال وجد کے انہی تجلیات سے آتی ہیں تو آیت کریمہ نماز میں وجد کی دلیل بن گئی، کیونکہ تجلیات ربانیہ اللہ کی تجلیات نماز میں اتم اور اکمل ہیں۔

اور اسی طرح قرآن مجید کی بہت سی آیتیں پہلے گزر چکی ہیں جو کہ نماز میں وجد اور حال کی دلیل ہیں۔ مجملہ ان میں سے جو تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے تفسیر روح المعانی کی آیت نمبر ۱۵۵: ج:۳: سورہ الاعراف۔

اسی طرح فقہائے کرام اور علمائے دین بھی نماز کی حالت میں وجد و حال ثابت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہم چند معتبر کتابوں کی عبارات ذکر کریں گے۔

جیسا کہ ہدایہ، عالم گیری ،بزازیہ، در مختار، رد محتار، عنایہ، فتح القدیر، احیاء العلوم ،رشحات، عد السالکین، مقامات خواجہ نقشبند، مکاتیب شریفہ اور کفایہ، اور فقہ علی المذاہب الاربعہ، تاتار خانیہ بحر االرائق، وغیرہ معتبر اور معتمد کتابوں کی عبارات ملاحظہ کریں۔

(۴)علامہ شیخ السلام برہان الدین مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور اور معتمد درسی کتاب ہدایہ شریف میں **"باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیھا"** میں اس طرح لکھاہے کہ:

فان ان فیہ اوتاوہ او بکی فارتفع بکائہ فان کان من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع و ان کان من وجع او مصیبۃ قطعھا لان فیھا اظہار الجذع و التاسف فکان من کلام الناس۔

ترجمہ: یعنی اگر نمازی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کیا یا اتنا رویا کہ اس کارونا حروف پر مشتمل ہو جائے تو پس اگر یہ حالت جنت یادوزخ کی یاد کیوجہ سے طاری ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ خشوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کیوجہ سے یہ حالت ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور افسوس کا اظہار ہے (اسے عام لوگوں کی باتوں میں سے شمار کیا جاتاہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے)۔[1]

(۵): اسی طرح کفایہ شرح ہدایہ علیٰ ہامش فتح القدیر:ج:۱:ص:۳۴۶: پر اس طرح لکھاہے کہ:

"سئلت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا عن الانین فی الصلوٰۃ فقالت ان کان من خشیۃ اللہ لا تفسد صلوٰتہ و ان کان من الالم تفسد"۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نماز کے دوران رونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ اگر اللہ کے خوف سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کیوجہ سے ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۶)اسی طرح سنن نسائی شریف کی حدیث کے حوالے سے لکھاہے:

(وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل)"وَقَالَ الشَّافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: الْأَنِينُ وَالْبُكَاءُ وَالتَّأَوُّهُ يُقْطَعُ مُطْلَقًا إذَا حَصَلَ مِنْهُ حَرْفَانِ. وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَلِصَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ وَبِأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَحْصُلُ الْحُرُوفُ لِمَنْ يَصْغَى"۔

ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دوران نماز آہ اوہ کی آواز نماز کو توڑ دیتی ہے جبکہ اس سے دو حرف حاصل ہو جائیں اور ہمارے لئے وہ روایت ہے تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ رات کو نماز ادا فرماتے تھے آپ ﷺ

---

[1](ہدایۃ۔ج:۱:ص۱۳۵)

کے سینہ مبارک سے ابلتی ہوئی ھانڈی کی طرح آواز نکلتی تھی اس لئے کہ ہانڈی کے اُبلنے سے حروف حاصل ہوتے ہیں اگر کان لگا کر سنا جائے۔[1]

(۷)اسی طرح تحریر فرماتے ہیں:

فان ان فیھا او تاوہ۔الخ۔الانین صوت المتوجع وقیل ھو ان یقول آہ والتاوہ ان یقول اوہ۔وارتفاع البکاء ھو ان یحصل بہ حروف وکل ذلک اما ان یکون من ذکر الجنۃ او النار او من وجع او مصیبۃ فان کان الاول لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان الثانی قطعھا لان فیہ اظھار الجزع والمصیبۃ فکان کل منھما دلیلا علی امر (علیحدۃ) والدلالۃ تعمل عمل الصریح اذا لم یکن ھناک صریح یخالفھا ولو صرح بذکر الجنۃ او النار فقال اللّٰھم انی اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار لم یفسد صلوٰتہ ولو صرح باظھار الوجع فقال اللّٰھم انی مصاب فسدت صلوتہ فکذلک بالدلالۃ اذ لیس ثم صریح یخالفھا۔

ترجمہ:اگر ایک شخص دوران نماز آہ یا اوہ کرتا ہے۔(الانین) درد مند کی آواز کو کہا جاتا ہے۔کسی نے کہا آہ اوہ کرنے کو الانین کہتے ہیں اور ارتفاع البکاء اس کو کہتے ہیں کہ رونے کے ساتھ حروف حاصل ہو جائیں۔ان میں سے ہر ایک امور مثلاً جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہوگی یا دنیاوی مصیبت کی وجہ سے ہوگی۔اگر جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ اللہ کے خوف کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔اس لئے کہ اس طرح کی فریاد اور مصیبت کا اظہار دونوں جدا جدا صورتیں ہیں۔[2]

یہ دلیل صریح ہے اگر دوسری صریح اس کے خلاف نہ ہوں۔اور اگر جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہو تو تصریح کرلے کہ یااللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر دنیاوی مصیبت کے اظہار کی تصریح کی کہ میں درد میں ہوں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دلالت کی صورت میں بھی حکم ہے کہ اس کے آہ یا اوہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسے کوئی تکلیف ہے اور اس طرح کے الفاظ ادا کرتا ہے کہ اے اللہ: مجھے مصیبت پہنچی ہے،میں مصیبت زدہ ہوں تو نماز فاسد ہوتی ہے۔اور اسی طرح دلالت کی صورت میں بھی حکم ہے اس لئے کہ صریح اس کے خلاف موجود نہیں۔

(۸): اسی طرح بحر العلوم واقف مذاہب اربعہ حضرت علامہ عبد الرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

الانین والتاوہ والتافیف والبکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعۃ فانھا تبطل الصلوٰۃ الا اذا کانت ناشئۃ من خشیۃ اللّٰہ تعالیٰ او من مرض بحیث لا یستطیع منعھا وھٰذا الحکم متفق علیہ بین الحنفیۃ والحنابلۃ"۔

---

[1] (فتح القدیر شرح ھدایہ: ج:۱:ص:۳۴۶)

[2] (عنایہ شرح ھدایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۵)

یعنی نماز میں آہ اوہ اف کرنا اور اسی طرح رونا کہ حروف مسموعۃ پر مشتمل ہوں تو یہ چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں مگر جب یہ حالت اللہ کے خوف کیوجہ سے صادر ہو یا ایسے مرض کیوجہ سے ہو جس میں حالت مذکورہ کے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ حکم حنفیہ و حنابلہ کے مابین متفقہ ہے۔(یعنی نماز فاسد نہیں ہوتی)[1]

شوافع کہتے ہیں کہ اگر اس طرح رونا ہو کہ دو حروف حاصل ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن حدیث ترمذی اور ابو داوٗد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حجت ہے۔ حروف کے علاوہ اور قسم کے بھی وجد ہیں جو دوران نماز حنفی و حنبلی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم مانتے ہیں۔ نماز کے علاوہ وجد اور حال کی تمام اقسام پر مذاہب اربعہ متفق ہیں۔

(۹): اسی طرح (الشیخ العلامہ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں:

”وَالْأَنِينُ وَالتَّأَوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ) أَيْ يُفْسِدُهَا أَمَّا الْأَنِينُ فَهُوَ أَنْ يَقُولَ آهٍ كَمَا فِي الْكَافِي وَالتَّأَوُّهُ هُوَ أَنْ يَقُولَ أَوَّهْ وَيُقَالُ أَوَّهَ۔۔۔۔و اما ارفاع البکاء فھو ان یحصل بہ حروف وقولہ لا من ذکر جنۃ او نار عائد الی الکل فالحاصل انہا ان کانت من ذکر الجنۃ او النار فھو دال علی زیادۃ الخشوع ولو صرح بہما فقال اللہم انی اسئلک الجنۃ و اعوذ بک من النار لم تفسد صلٰوۃ و ان کان من وجع او مصیبۃ فھو دال علی اظہارھما فکانہ قال انی مصاب (فتفسد صلٰوۃ)“۔

ترجمہ: یعنی نماز میں آہ اوہ اور حروف پر مشتمل رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جب دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے صادر ہو اور اگر جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے یہ حالات پیش آجائیں تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انین یہ ہے کہ ” آہ “ کریں اور تاوہ کا مطلب یہ ہے کہ ”اوہ“ کریں اوبکاء مرتفع کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ حروف بھی صادر ہو جائیں اور ”لا من ذکر جنۃ او نار“ کا قول ”آہ“ ”اوہ“ اور ”بکاء“ مرتفع تینوں کی طرف راجع ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کیوجہ سے ہو جائے تو زیادت خشوع کی دلیل ہے۔ اور نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر جنت اور دوزخ پر تصریح کر دی پس اس طرح کہا کہ اے اللہ: میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو تب بھی زیادت خشوع کی دلیل ہے اور اگر یہ حالت دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر اس درد اور مصیبت کی دلیل ہے پس گویا اس نے کہا کہ میں مصیبت زدہ ہوں (تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائیگی)[2]

---

[1] (الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۱، ص، ۳۰۰)

[2] (بحر الرائق: ج:۲: ص:۳،۴)

(۱۰):اسی طرح علامہ علاؤ الانصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”ولو ان فی صلٰوۃ او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ وفی الخانیۃ فحصل لہ حروف فان کان من ذکر الجنۃ او النار فصلٰوتہ تامۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فسدت صلٰوتہ عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہا اللہ تعالیٰ۔“

یعنی اگر کسی نے نماز میں آہ۔ اوہ کی یا رویا اور اس کا رونا مرتفع (اونچا) ہو گیا اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ مرتفع رونا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے حروف حاصل ہو جائیں پس اگر یہ حالت جنت اور دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہو جائے تو نماز تام اور کامل ہے اور اگر دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے طاری ہو تو اس کی نماز فاسد ہو گی۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں کا قول ہے۔[1]

(۱۱)اسی طرح علامہ شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”الوجد مراتب و بعضہ یسلب الاختیار فلا وجہ لمطلق الانکار وفی التاتارخانیۃ ما یدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش۔ آہ“۔

یعنی وجد کی کئی اقسام ہیں ایک وجد ایسا ہوتا ہے جو اختیار کو سلب کر لیتا ہے۔ پس مطلقاً انکار کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرتعش کی طرح بغیر اختیاری ہوتی ہیں (اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے)۔[2]

(۱۲): اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے کہ:

”ولو ان فی صلٰوۃ او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ فحصل لہ حروف فان کان من ذکر الجنۃ او النار فصلٰوتہ تامۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فسدت صلٰوتہ ولو تاوہ لکثرۃ ذنوب لا یقطع الصلٰوۃ وتفسیر الانین ان یقول آہ، آہ، وتفسیر التاوہ ان یقول اوہ۔ کذا فی التاتارخانیۃ“۔

یعنی اگر کسی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کہا یا بکاء مرتفع سے رویا جس کی وجہ سے حروف حاصل ہوں پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز صحیح اور کامل ہے اور اگر یہ حالت دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر نماز فاسد ہے اگر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ”اوہ“ کیا تو بھی نماز فاسد نہیں ہے۔ انین کی تفسیر یہ ہے کہ ”آہ آہ“ کریں اور تاوہ کی تفسیر یہ ہے کہ ” اوہ“ کریں۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے)۔[3]

---

[1] (فتاویٰ تاتارخانیہ:ج:۱:ص:۵۷۹)

[2] (طحطاوی علی مراقی الفلاح:ص:۱۷۴)

[3] (فتاویٰ عالمگیری:ج:۱:ص:۱۰۰)

(۱۳): اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علی ھامش عالمگیری کی عبارت اس طرح ہے کہ:

"وان ارتفع صوته فحصل به حروف ان کان من ذکر الجنة او النار لم تفسد صلٰوته وان کان من وجع او مصیبة تفسد صلٰوته"۔

یعنی اگر نماز میں آواز بلند ہوگئی اور اس سے حروف حاصل ہوں تو اگر جنت یا دوزخ کی یاد کیوجہ سے ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو پھر نماز فاسد ہو جائے گی۔[1]

(۱۴): اسی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بغداد کے مشہور قاضی و مفتی ہیں نماز میں وجد کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"واجیب بانها غیر اختیارية مع وجود العقل والشعور وهی کالعطاس والسعال ومن هنا لا ینتقض الوضوء بل لا تبطل الصلٰوة"۔

یعنی میں منکرین وجد کو جواب دیتا ہوں کہ نماز میں وجد یا آہ اوہ اف اف کرنا یہ حالات غیر اختیاریہ ہیں عقل و شعور کے ساتھ اس کی مثال کھانسی اور چھینک کی سی ہے جو ایک غیر اختیاری فعل ہے اس وجہ سے اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[2]

(۱۵): اسی طرح علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لا لذکر جنة او نار الخ۔ لان الانین ونحوه اذا کان بذکرهما کانه قال اللهم انی اسئلک الجنة واعوذبک من النار ولو صرح به لا تفسد صلٰوته۔

یعنی جنت اور جہنم کے یاد کی وجہ سے اگر یہ امور صادر ہو جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ الانین وغیرہ کبھی جنت یا جہنم کی یاد پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ ایک شخص کہتا ہے یا اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس طرح تصریح کرتا ہے تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔[3]

نیز تاوہ یا تافیف کی تفسیر میں لکھا ہے:

التاوه قال فی شرح المنیة بان قال اوه بفتح الهمزة وتشدید الواو مفتوحة او بضم الهمزة واسکان الواو او قال آه بمد الهمزة، وذکر فی الحلیة فیه ثلاث عشرة لغة ساقها فی البحر والتافیف قال فی الحلیة اُف اسم فعل لا تضجر وفیه لغات انتهت الی اربعین منها ضم الهمزة مع تثلیث الفاء مخففة اُف ومشدودة اُف منونة او غیر منونة اف الخ

---

[1] (فتاویٰ بزازیہ علی ھامش عالمگیری: ج: ۱: ص: ۱۳۶)

[2] (تفسیر روح المعانی ص ۸۶ ج ۹)

[3] (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۶)

ترجمہ: اوہ کے بارے میں شرح مُنیہ میں لکھا ہے یا تو الف پر فتح ہو واؤ پر تشدید مفتوحہ یعنی اَوّہ اور یا اوہ کے الف پر ضمہ اور واو ساکن یعنی اُوْہ اور یا آہ ہمزہ پر مد کے ساتھ۔ اور حلیہ میں اس کے (۱۳) عدد لغات ذکر کئے ہیں جو کہ بحر الرائق میں موجود ہیں۔ اور تافیف کے بارے میں حلیہ میں ہے کہ یہ اسم فعل ہ۔ یعنی دل چھوٹا نہ کریں۔ اور اس میں تقریباً چالیس عدد لغات ہیں۔ بعض اس میں سے یہ ہیں۔ ہمزہ ضمہ کے ساتھ اور فا پر تینوں حرکات ہیں یعنی زبر زیر اور پیش۔ یاف غیر مشددہ ہو یا مشددہ ہو یا تنوین کے ساتھ ہو یا بغیر تنوین کے ہو۔

(۱۶): اسی طرح علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فلو اعجبته قرآءة الامام فجعل یبکی و یقول بلی او نعم او اری لا تفسد لدلا لته علی الخشوع"۔

یعنی اگر کسی کو امام کی قرائت اچھی لگی اور وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ جی ہاں بالکل تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس کی دلالت عاجزی پر ہے۔ یعنی یہ خشوع اور خضوع پر دلالت کرتی ہے۔[1]

(۱۷): اسی طرح فتاویٰ امجدیہ میں مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں کہ:

"ذکرِ جنت و نار پر اگر گریہ طاری ہو اور آہ اُف وغیرھا الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک دو قدم ایسی حالت میں آگے یا پیچھے ہٹ گیا جب بھی حرج نہیں"۔

(در مختار میں ہے) "لا لذکر جنة او نار" (رد المختار میں ہے) "لان الانین و نحوه اذا کان بذکر هما صار کانه قال اللّٰهم انی اسئلک الجنة و اعوذ بک من النار و لو صرح به لا تفسد صلٰوته"۔[2]

(۱۸): مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ: "جنت و دوزخ کی یاد سے اگر آہ یا اُف وغیرہ بھی منہ سے نکل جاوے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی"۔[3]

رشحات نمبر ۴ پر لکھتے ہیں کہ:

وھم وی می گفت کہ یکی از علماء رسوم نزد شیخ ما آمدہ بود می گفت حال اہلِ رقص و سماع از دو حال بیرون نیست یا دران وقت شعور دارند یا ندارند اگر شعور دارند باوجود شعور حرکت و رقص و اظہار بیخودی بغایت قبیح است و اگر شعور ندارند بعد از شعور طہارت نکردہ نماز میگزارند قبیح تر است۔

---

[1] (درمختار: ج:۱: ص:۶۱۲)

[2] (فتاویٰ امجدیہ: ج:۱: ص:۱۸۱)

[3] (امدادالفتاویٰ: ج:۱: ص:۲۷۸)

شیخ در جواب آن دانشمند گفتند کہ اسباب نقض یکے آن است کہ عقل مسلوب می شود چنانچہ مجانین را واقع است و دیگری آن کہ عقل مستور میگردد چنانچہ در حال اغماء میباشد اما بی شعوریٔ این طائفہ در حال رقص و سماع نہ مسلوب شدن عقل است و نہ مستور شدن عقل است بلکہ این بی شعوری را جہت آنست کہ دران محل عقل کلی از عالم الٰہی برین عقل جزوی قابض گردد و در مملکت وجود سالک حاکم و غالب میشود و این عقل کلی را قوت و قدرت آن ہست کہ تدبیر و ضبط عالمی کند چہ جائے تدبیر و ضبط بدن و بدن دران حال در ظل حمایت و تدبیر اوست و آن عقل کلی مدبر در مقام حفظ و نگہداشت او بلکہ نواقض وضوء در آن محل نمی ماند چہ طالب صادق دران محل از طبیعت و احکام او بہ تمام بیرون می آید و از لوازم بشریت خلاص میشود پس در ان وقت بہ تجدید وضوء اصلاً احتیاج نیفتد" ۔[1]

ترجمہ: اور یہ مبارک فرماتے ہیں کہ ایک شخص علمائے ظواہر میں سے میرے پیر صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ اہلِ وجد اور جذب اور اہلِ رقص اور سماع والوں کا حال دو حالتوں سے باہر ممکن نہیں۔ یا تو اس وقت ان کو شعور ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اگر شعور ہے اور باوجود شعور کے یہ حرکات کرتے ہیں تو برا ہے اور اگر شعور نہیں ہے اور وضو کے بغیر نماز پڑھتا ہے تو یہ اس سے بھی برا ہے۔

اس سلسلے میں شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ وضو ٹوٹنے کا ایک سبب عقل کا سلب ہونا ہے جیسا کہ پاگلوں کے ساتھ واقع ہوتا ہے اور دوسری وجہ عقل کا مستور ہونا ہے۔ جیسا کہ بے ہوشی کے عالم میں عقل مستور ہو جاتی ہے جبکہ اہلِ تصوف کی بے شعوری در حالِ رقص و سماع اور در حالِ جذب و وجد اس میں نہ عقل مسلوب ہوتی ہے اور نہ عقل مستور ہوتی ہے۔ لیکن اس بے شعوری کی توجیہ اس مقام پر یہ ہے کہ عقل کلی عالمِ الٰہی سے عقل جزوی پر حاوی اور قابض ہو جاتی ہے اور سالک کے وجود کی مملکت پر حاکم و غالب ہو جاتی ہے اور عقلِ کلی کو یہ قدرت اور قوت حاصل ہے کہ سارے عالم کی تدبیر ضبط کرے۔ رہ گیا صرف ایک بدن کی تدبیر و ضبط تو بدن اس حالت میں ظل حمایت اور تدبیر میں ہوتا ہے اور اس وقت عقلِ کلی مقامِ حفاظت و نگہداشت میں بدن کا مدبر ہوتا ہے تو نواقضِ وضو نہیں رہتا اس محل میں کیونکہ مرید صادق اس حالت میں طبیعت اور احکامِ طبیعت سے بالکل باہر ہوتا ہے اور لوازماتِ بشریت ختم ہو جاتے ہیں تو اس حالت میں تجدیدِ وضو کی بالکل احتیاج نہیں رہتی۔ اس لئے کہ نہ عقل زائل ہوئی نہ مستور ہوئی ہے بلکہ مغلوب ہوئی ہے یہ عقل و شعور باقی ہے مگر اختیار سلب ہو گیا ہے۔

---

[1] (رشحات: ص: ۱۷۲)

لہٰذا اس عبارت شریفہ سے بھی علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر کی تائید ہوئی اور وہ یہ ہے کہ وجد وحال کی حالت میں عقل وشعور باقی رہتا ہے جبکہ اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر نماز کی حالت میں یہ وجد وحال آ جائے تو بھی نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ نماز فاسد ہو گی جیسے کہ روح المعانی کی عبارت میں گزرا۔

(۲۰): اسی طرح شیخ ابو الحسن محمد باقر بن محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف مقامات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: مقصد سوئم: ص:۱۵۵: باب بیانِ کراماتِ حضرت شاہِ نقشبند: میں اور شیخ صلاح بن مبارک بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف: عدۃ السالکین قسم چہارم: باب کراماتِ خواجہ بزرگ: ص:۱۸۲: پر حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت سے حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امامت کا واقعہ جو انہوں نے علاقہ سفید مون بخارا میں حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے باغ میں ادا کی تھی اور وہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"بباغ درآمدند وقت نماز پیشین شدہ بود بنماز مشغول شدند مولینا ابو بکر افسنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ را امامت فرمودند بعد از تکبیر تحریمہ غایتی گذشتہ از مولانا ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیچ حرکت صادر نشد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ او را از محراب بیرون آوردند خود بہ امامت مشغول شدند ہیبتی در آن قوم پیدا شدہ بود بر ہر یکی کیفیتی تصرف کرد کہ نتوانستند نماز گزاردن۔ آن جماعت کہ دران باغ بودند ہفتاد تن بودند ہر یکی راحالتی بود بعضی می گریستند و بعض در خاک میغلطیدند و بعضی بطرف صحرا رو آوردہ بود و مولانا ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمامہ و دراعہ را انداختہ بودند بہر طرف می رویدند و میگفتند دلیل من رنجیدہ مست و خاک بر سر میکرد"۔

ترجمہ: جب باغ میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا نماز میں مشغول ہو گئے اور حضرت مولانا ابو بکر افسنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امامت کیلئے آگے کیا۔ جب مولانا صاحب نے تکبیر تحریمہ کہی تو کافی دیر تک ان سے کوئی حرکت صادر نہ ہو سکی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں محراب سے پیچھے کیا اور خود مصلۂ امامت پر امامت کرنے میں مشغول ہوئے تو اس دوران آپ کی اقتداء میں جتنے لوگ تھے سب پر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو گئی اور ہر مقتدی پر ایسی کیفیت نے غلبہ کیا کہ اس میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ یہ جماعت جو باغ میں نماز ادا کر رہے تھے (۷۰) افراد پر مشتمل تھی اور ہر شخص کو الگ الگ حال در پیش ہوا۔ کوئی رو رہا تھا تو کوئی خاک میں لوٹ رہا تھا اور کوئی صحرا کی طرف دوڑ رہا تھا جبکہ مولانا ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عمامہ کوٹ اور جبہ پھینکا ہوا تھا اور چاروں طرف گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میری دلیل خفا ہو گئی اور مٹی اپنے سر پر ڈال رہے تھے۔

اسی طرح کی حالت ہمارے مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز اور صحبت میں بعض دوستوں پر طاری ہوتی ہے اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حقیقی نقشبندی ولی ہیں اور صاحبِ انوار وفیوضات ہیں اور صداقت کے ساتھ اپنے متقدمین بزرگانِ طریقت کے نقشِ قدم پر گامزن ولی اللہ اور صاحبِ وقت ہیں۔

"الحمدللہ تعالیٰ افاض اللہ علینا من فیوضاتہٖ دائما آمین"۔

اس واقعہ سے اگر ایک طرف نماز میں وجد وحال کا اثبات ہوتا ہے تو دوسری طرف یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلۂ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں کتنا جذب ووجد اور حال موجود ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت میں یہ گزرا کہ:

"وقد شاھدنا ذلک فی الخالدین من اھل طریقۃ نقشبندیۃ"۔ اور حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مکاتب شریف کی بعض عبارات بھی پہلے نقل کی جاچکی ہیں کہ حضرت شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین پر کس قسم کا وجد وحال آیا کرتا تھا۔ اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوب نمبر ۳۰۲:ج:۱: کی عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے جس میں کثرتِ وجد وحال کو مقامِ ظلال میں ثابت کیا تھا۔ اور احیانًا تجلی ذاتی کے مقام میں بھی تغیرِ احوال غشی دک وفک ثابت کیا تھا۔ تو ابھی آپ خود فکر کریں کہ بعض منکرین تو اپنے آپ کو نقشبندیوں میں شامل کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنے اسلاف کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔ اگر یہ منکرین جو اپنے آپ کو نقشبندیوں میں شامل کرتے ہیں اگر انہیں اپنے اسلاف کے بارے میں علم ہوتا تو کبھی بھی یہ وجد وحال سے منکر نہ ہوتے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو نقشبندی کہتے ہیں حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

کارِ شیطان می کند نامش ولی | گر ولی اینست لعنت بر ولی
از برون چون گور کافر پُر حلل | وز درون قہر خدائی عزوجل

ترجمہ: شیطان کے کام کرنے والا اپنے آپ کو ولی کہے تو اگر ولی ایسا ہو جو شیطانی کام کرتا ہو تو ایسے ولی پر لعنت ہے۔ باہر سے کافر کی قبر کی طرح خوبصورت نظر آئے اور اندر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو رہا ہوگا۔

الغرض: میرے عزیز بھائیو! وجد وحال خارج از نماز اور عین نماز کی حالت میں اولیائے کرام خاشعین اور حقیقی اہلِ تصوف کیلئے کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت کے ساتھ ثابت ہے اور اس امرِ حق سے انکار کرنا کفر، زندیقیت اور الحاد ہے۔

منکرینِ وجد و تواجد کے شبہات اور ان کے جوابات

منکرینِ وجد وحال یک طرفہ روایتوں اور مطلق عبارتوں سے کام لے کر سادہ لوح اور کم فہم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جیسا کہ منکرین نے یہی طرز اپنایا ہے۔ اس باب میں ایسی یک طرفہ عبارات اور روایتوں کا صحیح محمل بیان کیا جائے گا اور ان کے جوابات قویہ کا ذکر کیا جائے گا کہ کہیں دوسرے منکرین وزندیق کسی سادہ وکم فہم کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ (فاقول وباللہ التوفیق)

اعتراض اول:

منکرین اعتراضاً کہتے ہیں کہ سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا حال قرآن پاک سنتے وقت کیسا ہوتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، بدن لرز رہا ہوتا، تو کسی نے کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعوذ باللہ پڑھی۔ اور اسے شیطانی کام قرار دیا تو معلوم ہوا وجد وحال اور جذب ایک شیطانی عمل ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک عراقی آدمی پر گزرے جو بیہوش تھا تو آپ نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ حاضرین نے کہا کہ جب اس کے سامنے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے یا ذکر کیا جاتا ہے تو اس پر یہ حالت آتی ہے تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ کبھی ہم نہیں گرتے اور پھر فرمایا کہ اس کے پیٹ میں شیطان گھس گیا ہے اور صحابہ کا طرزِ عمل ایسا نہ تھا۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ وجد وحال اور بے ہوشی شیطانی عمل ہے۔ دوسرا یہ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ بعض لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قرآن پاک اس سے زیادہ پاک اور معزز اور عظیم ہے کہ لوگوں کی عقل زائل کرے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

دوسرا یہ کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ قرآن سنتے وقت بے ہوش ہو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اسے کوٹھے کی چھت پر بٹھاؤ۔ اور اول تا آخر ان کو قرآن پاک سناؤ اگر بے ہوش ہو کر گر جائیں تو صادق ہیں ورنہ کاذب اور ریاکار ہیں تو ان سب روایات سے وجد وحال کی نفی ثابت ہوئی۔ "الجواب بعون الملک الوھاب"

اولاً: تو ان تمام عبارات سے صرف اور صرف غشی (بے ہوشی) کی نفی معلوم ہوتی ہے اور بے ہوشی کے علاوہ باقی اقسام کے وجد وحال کی نفی بالکل ثابت نہیں ہوتی۔ تو منکرین جو ان روایات کیوجہ سے مطلق وجد وحال کی نفی کرتے ہیں یہ ان کی اعلیٰ درجہ کی حماقت، جہالت اور بلادت (کند ذہنی) ہے اور علی الاعلان عناد مع الحق ہے۔

ثانیاً: کہ اگر بے ہوشی یا غشی علی الاطلاق شیطانی حال ہے تو العیاذ باللہ پھر حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور سید المرسلین ﷺ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عمر فاروق، حضرت ابن عمر، حضرت جعفر صادق، حضرت ثعلبہ انصاری، حضرت ابو ہریرہ، امام شافعی، زرارہ تابعی، ربیع بن خیثم تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور دوسرے بہت سارے اصحاب اور تابعین اور ائمہ دین پر غشی وبے ہوشی آتی تھی۔ جیسا کہ پہلے باب میں احادیث وآثار میں مفصلاً گزر چکا ہے۔

ثالثاً: ان عبارات کی نفی کیلئے ایک خاص محمل ہے اور وہ یہ ہے کہ ان اکابر نے ان لوگوں کی غشی اور بے ہوشی تکلفاً اور مکراً مانا تھا۔ تو اس سے صادقین اور حقیقی غشی کی نفی کبھی نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ عام حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قوت استعداد کی وجہ سے غشی نہ آتی تھی۔ اس لئے عام حالات میں غشی کی نفی کرتے ہیں۔ تسلی کیلئے تفسیر مظہری اور روح البیان کی عبارات ملاحظہ کریں جو پہلے گزر چکی ہیں لیکن تھوڑے تھوڑے ضروری حصے ادھر بھی ملاحظہ کریں کہ اعتراض کا تسلی بخش جواب ہو جائے۔

(۱): علامہ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری:ج:۸:ص:۲۰۹: سورۃ زمر: آیت:۲۳: کی تفسیر میں مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

"وجہ طریان ھٰذہ الحالۃ کثرۃ نزول البرکات والتجلیات مع ضیق حوصلۃ الصوفی وضعف استعدادہ وانما لم توجد ھٰذہ الحالۃ فی الصحابۃ مع وفور برکاتھم لاجل سعۃ حواصلھم وقوۃ استعدادھم ببرکۃ صحبۃ النبی ﷺ واما غیر الصحابۃ من الصوفیۃ فعدم طریان تلک الحالۃ علیھم اما لقلۃ نزول البرکات واما لسعۃ الحوصلۃ (الی ان قال) وقول ابن عمر ان الشیطان یدخل فی جوف احدھم وکذا استعاذۃ اسماءفمحمول علی انھما زعما غشی ذلک الرجل تکلفًا ومکرًا ولذا نسباہ الی الشیطان وانما کان انکار تلک الحالۃ منھما لعدم طریان تلک الحالۃ علیھما وعلی امثالھما بناء علی وسعۃ الحوصلۃ وقوۃ الاستعداد ویدل علی ما قلت انہ ذکر عند ابن سیرین الذین یصرعون اذا قرئ علیھم القرآن فقال بیننا وبینھم ان یقعد احدھم علی ظھر بنیۃ باسطا رجلیہ ثم یقرء علیھم القرآن من اولہ الی آخرہ فان رمی بنفسہ فھو صادق حیث علق صدقہ علی رمی نفسہ من ظھر بنیۃ مرتفعۃ فعلم منہ انہ حمل صرعہ علی الکذب والتکلف۔ الخ" (مظھری)

ترجمہ: غشی اور بے ہوش ہونے کی حالت آنے کی وجہ یہ ہے۔ برکات وتجلیات کا کثرت سے نزول ہوتا ہے اور صوفی اور سالک کا حوصلہ پست ہوتا ہے اور استعداد ضعیف ہوتی ہے اور اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عام حالات میں یہ حالت نہیں آئی (اگرچہ احیاناً آئی ہے) حالانکہ ان پر تو زیادہ برکات وتجلیات کا نزول ہوتا تھا لیکن ان کے حوصلے پختہ اور استعداد قوی

تھے جس کی وجہ حضورِ اقدس ﷺ کی صحبت کی برکت تھی اور جو صحابہ کرام کے علاوہ عام صوفیہ کرام ہیں جن پر یہ حالت نہیں آتی تو اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یا تو ان پر نزول برکات کم ہو گی۔ دوم یہ کہ ان کی استعداد زیادہ اور قوی ہو گی۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول کہ بے شک شیطان اس شخص کے پیٹ میں گھس گیا اور اس طرح حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعوذ باللہ پڑھنا محمول ہے ان اشخاص کے تکلف اور مکر پر (اس سے حقیقی غشی کی تردید مراد نہ تھی) اسی وجہ سے اس کی نسبت انہوں نے شیطان کی طرف کی۔ (اگر کہیں تکلفاً غشی پر تردید محمول نہ ہو تو پھر صحیح تاویل یہ ہو گی کہ) اس حالت سے ان دونوں مبارکوں نے اس وجہ سے انکار کیا کہ عام حالت میں ان اشخاص کی مثل قوت استعداد زیادہ ہونے کیوجہ سے آپ دونوں پر غشی نہ آئی ہو اور میری اس مذکورہ دلیل پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ ہوا جو قرآن سن کر بے ہوش ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے مابین صداقت کا حال معلوم کرنے کی یہ شرط ہے کہ ان میں سے ایک شخص کو ایک کوٹھے کی چھت پر اس طرح بٹھایا جائے کہ اس کے پاؤں لٹک رہے ہوں اور اس پر اول سے آخر تک پورا قرآن پڑھا جائے تو اگر اس نے اپنے آپ کو چھت سے نیچے گرایا اور بے ہوش ہو گیا تو پھر صادق ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو اونچی جگہ سے گرا کر بے ہوش ہونے سے انہوں نے اپنی صداقت ثابت کر دی۔ لہٰذا ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ آپ نے بھی اس شخص کا بے ہوش ہونا جھوٹ اور تکلف پر محمول کیا۔ نہ یہ کہ صادقین کیلئے حقیقی غشی کے منکر تھے کلا و حاشا ثم کلا و حاشا۔

(۲): اسی طرح علامہ عارف باللہ اسماعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر روح البیان شریف: ج:۸: ص:۱۰۰: سورۃ زمر: آیت:۲۳: کی تفسیر میں مذکورہ بالا اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

”یقول الفقیر لا شک ان القدح و الجرح انما هو فی حق اهل الریاء و الدعوی و فی حق من یقدر علی ضبط نفسه کما اشار علیه السلام بقوله (من عشق و عف و کتم ثم مات مات شهیدا) فان من غلب علی حاله کان الادب له ان لا یتحرک بشئ لم یؤذن فیه و اما من غلب علیه الحال و کان فی امره محقا لا مبطلا فیکون کالمجنون حتی یسقط عنه القلم فبای حرکة تحرک کان معذورا فیها فلیس حال اهل البدایة و التوسط کحال اهل النهایة لا یقدر علیه من دونهم و کان الاصحاب و من فی حکمهم ممن جاء بعدهم راعوا الادب فی کل حال و مقام بقوة تمکینهم بل لشدة تلوینهم فی تمکینهم فلا یقاس علیهم من لیس له هٰذا التمکین فرب اهل تلوین یفعل ما لا یفعله اهل التمکین و هو معذور فی ذلک لکونه مغلوب الحال و مسلوب الاختیار۔“

ترجمہ: فقیر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ غشی کی قباحت و جرح صرف ریاکار اور اہلِ دعویٰ لوگوں کے حق میں ہے اور ان لوگوں کے حق میں ہے جو اپنے نفس کو کنٹرول کرنے پر قادر ہوں (اور ویسے ہی مکراً و تکلفاً غشی کا اظہار کریں) جیسا کہ اشارہ

کیا ہے ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں (جو شخص اللہ تعالیٰ پر عاشق ہو جائے اور اپنے عشق کو مخفی رکھے حتی کہ وفات پا جائے تو وہ شہید مرا) تو اگر سالک پر حال غالب ہوا تو اس کیلئے اب یہ ہے کہ کوئی غیر شرعی حرکت نہ کرے اور اگر کسی سالک پر حال غالب ہو اور اپنے کام میں حق بجانب ہو باطل نہ ہو تو اس کی مثال پاگل کی طرح ہے کہ مرفوع القلم ہے اور جس طرح کی بھی حرکت کرے اس میں یہ معذور ہے اور مبتدی کا حال متوسط اور منتہی کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ منتہی جس چیز پر قادر ہوتا ہے اس کے ماتحت اس پر قادر نہیں ہوتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور وہ جو ان کے حکم میں تھے اور جو بعد میں آئے تھے انہوں نے ہر حال اور ہر مقام میں ادب کی رعایت کی تھی جس کی وجہ سے قوت تمکین بلکہ شدت تلوین فی التمکین تھی لہٰذا ان پر وہ لوگ قیاس نہیں کئے جائیں گے جن کو ان کے برابر تمکین حاصل نہ ہوں تو بہت سے اہلِ تلوین ایسے کام کر جاتے ہیں جو اہلِ تمکین یعنی اہلِ صحو نہیں کرتے کیونکہ یہ اہلِ تلوین اس میں معذور ہوتے ہیں کیونکہ مغلوب الحال اور سلوب الاختیار ہوتے ہیں۔(فاندفع الاشکال فھٰذا غیرہ)۔[1]

اعتراض ثانی:

منکرین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه"۔

تو اس سے اہل تصوف کے سماع اور رقص کی حرمت ثابت ہو رہی ہے۔"الجواب بعون الملک الوھاب"

یاد رکھیں یہ بات کہ ایک صوفیۂ کرام ہوتے ہیں اور ایک متصوفہ۔

صوفیۂ کرام وہ ہوتے ہیں جن کا ظاہر شریعت محمدی ﷺ کے ظاہر کے ساتھ اور ان کا باطن سے آراستہ ہو اور وہ انوار و تجلیات ربانیہ سے بہرور ہوں تو ان کا وجد و حال اور رقص و سماع حق وثابت ہے جس کے بارے میں کافی دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

متصوفہ وہ ہوتے ہیں جو تصوف کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ یہ شریعت کے ظاہر پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور نہ ہی باطن کے حال سے واقف ہوتے ہیں بلکہ دھوکے کے شیخ ریاکار اور فاسق ہوتے ہیں اور تصوف کو اپنے عیب چھپانے کیلئے بطورِ پردہ استعمال کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا رقص و سماع اور تواجد بالکل ممنوع ہے اور حرام ہے لہٰذا جن مقامات میں فقہائے کرام نے رقص و سماع یا وجد و تواجد کی تردید کی ہے تو وہ سب ان متصوفہ پر محمول ہے تو ان دونوں کے درمیان فرق کرنا لازمی ہے لہٰذا

---

[1] (تفسیر روح البیان:ج:۸:ص:۱۰۰)

فتاویٰ ہندیہ میں جس رقص وسماع کی تردید کی ہے تو "وہاں" (المتصوفه فی زماننا) کی قید موجود ہے اور متصوفہ کی تردید میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

دوسری طرف اس فتاویٰ ہندیہ میں حقیقی صوفیۂ کرام کے وجد وحال غشی وسماع کا اثبات بھرپور طریقے سے کیا ہے جیسا کہ صاحبِ فتاویٰ ہندیہ لکھتے ہیں:

"فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرا فیه معنی یوافق احوالهم فیوافقه ومن کان له قلب رقیق اذا سمع کلمة توافقه علی امر هو فیه ربما یغشی علی عقله فیقوم من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من غیر اختیار وذلک مما لا یستبعد ان یکون جائزاً امما لا یوخذ به"۔

ترجمہ: حقیقی عارفوں کے زمانے میں کئی دفعہ ایک شخص شعر بناتا اور ان کے سامنے پڑھتا جس کا معنی ان کے احوال کے موافق ہوتا تو جس کا دل نرم ہوتا تو وہ اس شعر کے ساتھ موافقت کرتا تو کئی دفعہ اس کے عقل پر مدہوشی آجاتی، اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا اور اس سے بے اختیار حرکات صادر ہوتیں اور یہ بعید نہیں کہ یہ جائز کام ہے اور اس پر مواخذہ نہیں۔[1]

پوری عبارت پہلے گزر چکی ہے ادھر ملاحظہ کریں تو معلوم ہوا کہ تردید متصوفہ پر محمول ہے اور اثبات حقیقی اہلِ تصوف کیلئے ہے۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مجموعۃ الرسائل:ج:۱: ص:۱۷۳: میں پہلے تو حقیقی صوفیائے کرام کے لئے وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے اور بعد میں فاسق متصوفہ کے احوال پر تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ:

"بل کلامنا مع هولاء العوام الفسقة اللئام الذین اتخذوا مجالس الذکر شبکة لصید الدنیا الدنیة وقضآء لشهواتهم الشنیعة الردیة من کلامهم واجتماعهم من المردان والتلذذ وتنزیله علی اوصافهم الحسان وغیر ذلک الی۔"

ترجمہ: بلکہ ہماری بات تو ان فاسق اور رزیل عوام کے ساتھ ہے جنہوں نے اس رزیل دنیا کا شکار کرنے کیلئے اور اپنی ناکارہ خواہشات کو پورا کرنے کیلئے مجالس ذکر کا حال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور امرد (قریب البلوغ بچوں) کو اپنے ارد گرد جمع کر کے ان کے ساتھ شہوت کی باتیں کرتے ہیں اور گانوں سے تلذذ لیتے ہیں اور ان گانوں میں ان کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔[2]

[1] (فتاویٰ عالمگیری ج:۵:ص:۳۵۲)
[2] (مجموعۃ الرسائل:ج:۱:ص:۱۸۴)

اس کے علاوہ دیگر خلافِ شرع کام کرتے ہیں (تو ہم ان لوگوں کے وجد و تواجد کی تردید کرتے ہیں کہ یہ شیطانی وجد و تواجد ہے نہ کہ رحمانی)۔

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف الحدیقۃ الندیۃ میں حقیقی اہلِ تصوف کیلئے وجد وتواجد اور رقص وسماع ثابت کیا ہے اور فاسق وجاہل متصوفہ کے رقص وتواجد وسماع کی تردید کی ہے۔[1]

آپ فرماتے ہیں:

بحیث یلتھون بہ عن حضور الجمع و الجماعات و ردمایفعلونہ وھم سکاری باکل الحشیش و بالخمر و انواع المسکرات وتحضر فی مجالسھم المردان الحسان ما بین الفسقۃ اللوطیین فیحصل منھم المس بشھوۃ و التقبیل و غیر ذلک من انواع الاثام۔"

ترجمہ: متصوفہ کے وہ افعال واحوال قابلِ مذمت ہیں جب وہ چرس وشراب اور دوسری نشہ آور چیزیں کھا کر نشہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور ان کی مجالس میں خوبصورت مرد فاسق ولواطت کرنے والوں کے درمیان حاضر ہوتے ہیں اور وہ انہیں شہوت کے ساتھ چھوتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر گناہ کے کام اور خلافِ شرع امور ان کے مجالس میں جاری ہوتے ہیں۔[2]

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف (کشف النور عن اصحاب القبور) میں جذبِ رحمانی کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں:

"وبیان ذلک انا نسالہ ما الذی حملک حتی صحت و زعقت و اضطربت فان بین معنی الٰھیاً یحمل ذلک و شرح لنا شیئا من المعانی الواردۃ علی قلبہ عند السماع بحیث نستدل بالثمرۃ علی الاغصان و بالزھرۃ علی البستان سلمناہ ذلک و اعتقدناہ فیہ الصلاح۔"

ترجمہ: اور اس کی وضاحت کہ ہم اس مجذوب سالک سے پوچھیں گے کہ وہ کس وجہ سے چلا رہا تھا اور شور مچا رہا تھا اور اس پر کیوں اضطراب اور حرکات آرہی تھیں؟ تو اگر کہیں اس طرح کا معنی بیان کیا جس کیوجہ سے اس پر یہ حال طاری ہوا تھا اور اس کے دل پر سماع وارد ہوئی ایک چیز کی وضاحت کی اس طرح کہ میوہ سے ہم درخت پر اور پھولوں کی شاخ سے ہم باغ پر دلیل پکڑتے ہیں تو پھر ہم اس کیلئے یہ حالِ وجد وجذب تسلیم کریں گے اور اس پر نیک عقیدہ رکھیں گے۔[3]

---

[1] (الحدیقۃ الندیۃ:ج:٣:ص:٥٣٣)

[2] (حدیقۃ الندیۃ:ج:٢:ص:٥١٨)

[3] (کشف النور ص:٢١)

اسی طرح علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] میں فرماتے ہیں:

”جو لوگ ہمیشہ قسما قسم گناہوں میں مبتلا ہوں اور مسکرات کھاتے ہوں اور اپنے آپ کو تصوف کے ساتھ منسوب کرتے ہوں تو ان کا حال مردود ہے اور اگر عارفین باللہ اور عاملین بالشریعۃ ہوں تو ان کیلئے وجد و تواجد ور قص و سماع ثابت ہے اور ان کے حال شریفہ و محمودہ ہیں جو کہ بعد میں دونوں عبارتیں برکلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے جواب میں آئیں گے“۔

الغرض نفی وجد و تواجد اور رقص و سماع متصوفہ اور خلافِ شرع جاہل اور فاسق لوگوں پر محمول ہے اور اس کا اثبات حقیقی اہلِ تصوف اور باعمل عارف پر محمول ہے تو جو یہ فرق نہ جانے وہ جاہل ہے اور اگر ایک شخص جانتا ہے لیکن اپنے آپ کو بے خبر فرض کرتا ہے تو وہ معاند اور تجاہل ہے۔

اعتراض ثالث:

تیسرا اعتراض منکرین وجد و حال اس طرح کرتے ہیں کہ علامہ پیر علی برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے کہ:

”ویدخل فیھا ما یفعلہ بعض الصوفیۃ“۔

لہٰذا اہلِ تصوف کا رقص بھی ممنوع رقص و اضطراب میں شامل ہے۔

”الجواب بعون الملک الوھاب“

سیکھ لیں یہ بات کہ طریقہ محمدیہ کی اس عبارت میں اہلِ تصوف سے مراد متصوفہ اور فاسق ہیں جیسا کہ مشہور محقق اور شارح طریقہ محمدیہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب (حدیقۃ الندیۃ: شرح طریقہ محمدیہ) میں فرماتے ہیں:

”مایفعلہ بعض الصوفیۃ ای الذین ینسبون انفسھم الی مذھب التصوف وھم مصرون علی انواع الفسوق والفجور ویاکلون الحشیش ویشربون الخمور فی زماننا من غیر تخصیص احد بعینہ ھٰذا وصفہ۔“[2]

ترجمہ: ماتن کا یہ قول کہ یہ جو کرتے ہیں بعض متصوفہ تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مذہبِ تصوف سے منسوب کرتے ہیں اور یہ لوگ قسما قسم فسق و فجور اور گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں چرس اور شراب پیتے ہیں ہمارے زمانے میں کسی خاص معین شخص کو نہیں مخصوص کرتے بلکہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس میں مذکورہ صفاتِ قبیحہ موجود ہوں۔

---

[1] حدیقۃ الندیۃ (ج۲ص ۵۱۸-۵۲۰)

[2] (حدیقۃ الندیہ: ج:۲: ص: ۵۱۸)

اعتراض رابع:

چوتھا اعتراض منکرینِ وجد وحال یہ کرتے ہیں کہ پیر علی برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں:

فاول ما احدثه اصحاب السامری لما اتخذ له عجلاً جسدًا له خوار قاموا یرقصون علیه ویتواجدون فهو دین الکفار۔

تو معلوم ہوا کہ رقص وتواجد سامری کے ساتھیوں اور کفار کا دین ہے۔ "الجواب بعون الملک الوهاب۔"

پہلے اکثر احادیث وآثار رقص ووجد کے بارے میں دلائل کے طور پر پیش کئے جاچکے ہیں اور اقوالِ مفسرین وفقہاء میں بھی کثیر دلائل گزر چکے ہیں تو ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عبارات بالا کا مطلب یہ ہے کہ فساق، مبتدعین اور خلافِ شرع لوگوں کا رقص وتواجد سامری اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مشابہ ہے اور حرام ہے اس لئے کہ رقص ووجد کے سبب کو سامنے رکھنا چاہئے اگر سبب محمود ہے تو رقص ووجد وتواجد بھی محمود ہے اور اگر سبب حرام ہو تو یہ بھی حرام اور اگر سبب مباح ہو تو یہ بھی مباح جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے:

"فحکمه حکم مهیجه ان کان فرحه محمودا والرقص یزیده ویؤکده فهو محمود وان کان مباحا فهو مباح وان کان مذموما فهو مذموم۔"

ترجمہ: رقص کا حکم اس کے سبب پر منحصر ہے تو اگر خوشحالی کے اچھے سبب سے ہو اور رقص سے اس میں زیادتی آتی ہو اور اسے مؤکد کرتی ہو تو یہ رقص بہتر اور محمود ہے اور اگر سبب مباح ہو تو یہ رقص بھی مباح ہے اور سبب بُرا اور مذموم ہو تو یہ رقص بھی مذموم ہے۔[1]

حقیقی اہلِ تصوف کے وجد ورقص کا سبب انوارِ الٰہیہ کا ورود ہے اور یہ سبب محمود ہے لہٰذا ان کا وجد ورقص بھی محمود ہے سامری کے ساتھیوں کے رقص کا سبب امرِ الٰہی کی خلاف ورزی اور خواہشِ نفسانی کی اتباع تھا اور اسی طرح فساق متصوفہ اور ریاءکاروں کے رقص وتواجد کا سبب مذموم ہے تو اس قسم کا رقص بھی مذموم اور حرام ہے۔

حدیث شریف میں حضرت سیدنا جعفر ص کا رقص مروی ہے سبب محمودہ کی وجہ سے جیسا کہ باب احادیث وآثار میں گزر چکا ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"فکان هٰذا اصلاً فی رقص الصوفیة لمایدرکونه من لذات المواجید وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعة من کبار الائمة منهم شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام۔"[2]

---

[1] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۳۰۴)

[2] (الحاوی للفتاوی: ج:۲: ص:۲۲۴)

ترجمہ: یہ حدیث صوفیائے کرام کے رقص کیلئے دلیل ہے جب وہ حضرات وجد کی لذات حاصل کرتے ہیں اور مجالسِ ذکر وسماع میں کھڑے ہونا اور رقص کرنا ائمہ کبار کے بڑے گروہ سے ثابت ہے جس میں سے ایک شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام ہیں۔[1]

تفصیلی عبارات پہلے گزر چکی ہیں لہٰذا حقیقی اہلِ وجد کے رقص کو حرام کہنا یا سامری کے ساتھیوں کے رقص پر قیاس کرنا عناد مع الحق اور ضلالت ہے اور ایک طرف کی عبارت پیش کرنا اور دوسری طرف سے سکوت کرنا جہالت یا تجاہل وعناد مع الحق ہے۔

اعتراض خامس:

منکرینِ وجد وحال پانچواں اعتراض یوں کرتے ہیں کہ علامہ برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

"وسید الطائفة احمد السنوی رحمه الله تعالیٰ صرح بحرمته ورایت فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکیلانی ان مستحل ھٰذا الرقص کافر بالاجماع"۔

تو معلوم ہوا کہ رقص حرام ہے اور اسے حلال کہنا کفر ہے۔

"الجواب بعون الملک الوھاب"

اس عبارت کا جواب یہ ہے کہ ایک رقص فساق، جاہل اور خلافِ شرع متصوفہ کا ہے تو یہ حرام ہے اور اسے حلال کہنا کفر ہے۔ جبکہ با عمل صادقین صوفیۂ کرام کا رقص بالکل جائز اور ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا کفر ہے جیسا کہ بار بار پہلے احادیث وآثار اور اقوالِ علمائے دین کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے اور بالخصوص[2] کی عبارات حقیقی اہلِ تصوف کے اثبات کے بارے میں پہلے گزر چکی ہیں ادھر ملاحظہ کریں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا عبارات کی توجیہہ اس طرح فرماتے ہیں:

"ولعل الشیخ رحمه الله تعالیٰ کان له اطلاع علی صوفیة مخصوصین موصوفین بما تقدم من الاوصاف والافلیس کل الصوفیة سوآء کما انه لیس کل العلماء والفقهاء والمدرسین سوآء کما انه لیس کل القضاة والامرآء

---

[1] (الحاوی للفتاوی: ج:۲: ص: ۲۲۴)

[2] (حدیقة الندیة ج۲ ص ۵۲۳ الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۲۴ فتاوی ردالمحتار للشامی ج۳ ص ۳۳۷ قبیل باب البغاة: مجموعة الرسائل ج ا ص ۱۷۳ احیاء العلوم ج۲ ص ۳۰۴)

والوزراء والسلاطین سوآء بل فیھم الصالح وفیھم الاصلح وفیھم الفاسد وفیھم الافسد وھو امر شایع مشھور لا شبھة فیه عند الجمھور والناقص القاصر من الجاھلین ھو الذی یتتبع الفاسد ویستکشف عن عورات المسلمین واھل الکمال لا یرون الا الکمال ویسترون المقابح والعیوب بالاعراض والتاویل باشرف الخصال"۔[1]

ترجمہ: شاید حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی ایک خاص قسم کے متصوفہ کی اطلاع ملی ہو جو فسق وفجور کے اوصاف سے متصف ہو اور اگر اس طرح نہ ہو تو سارے صوفیہ کرام ایک جیسے نہیں ہوتے جیسے کہ سارے علماء کرام، فقہاء اور مدرسین ایک جیسے نہیں اور جیسے کہ قاضی، حکماء، وزراء اور سلاطین ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض نیک اور بعض بہت زیادہ نیک اور بعض فاسد اور بعض بہت زیادہ فاسد ہوتے ہیں یہ ایک مشہور اور شائع خبر ہے جس میں جمہور کے نزدیک کوئی شک نہیں کہ جاہلین میں سے قاصر اور ناقص شخص وہ ہے جو صرف فاسد کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور مسلمانوں کے عورات (پوشیدہ باتوں کو) لوگوں میں ظاہر کرتے ہیں اور اہلِ کمال لوگ وہ ہیں جو اہلِ تصوف سالکین کو کمال کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے قبائح اور عیوب کو اعراض سے چھپاتے ہیں اور اشرف الخصال سے ان کی تاویل حسنہ کرتے ہیں۔[2]

معلوم ہوا کہ تردید کی عبارتیں مفسدین پر محمول ہیں اور اثبات کی عبارتیں صالحین پر محمول ہیں اور ان کے مابین فرق نہ کرنا جہالت یا عناد مع الحق ہے۔

اعتراض سادس:

منکرین کا چھٹا اعتراض یہ ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلِ منصب کے لئے رقص کو مکروہ جانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"الرقص مکروہ لذوی المناصب لانه لا یلیق بھم"۔

اور شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"ولکن لا یلیق الرقص بالشیوخ ومن یقتدی به لما فیه مشابھة اللھو واللھو لا یلیق بمنصبھم ویباین حال التمکین مثل ذلک"۔

تو معلوم ہوا کہ رقص ایک نامناسب اور مکروہ کام ہے۔

---

[1] (حدیقة الندیة: ج:۲: ص:۵۲۰)

[2] (حدیقة الندیة: ج:۲: ص:۵۲۰)

"الجواب بعون الملک الوھاب"

اس کا جواب یہ ہے کہ رقص کی دو اقسام ہیں ایک مبتدین اور متوسطین کیلئے ہے تو یہ محمود ہے اور دوسری قسم منتہیین اور اہلِ تمکین کیلئے ہے جس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بالکل غیر اختیاری ہو اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت نہ آئے تو یہ بھی محمود اور مناسب ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رقص یا شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اکابر ائمۂ دین کا رقص وغیرہ۔ دوسرا وہ جس میں ایک نوع اختیار موجود ہوتا ہے اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت ہو تو یہ بھی جائز ہے لیکن مشائخِ عظام کے منصب ارشاد اور حالِ تمکین کے ساتھ نا مناسب ہے کیونکہ ان کیلئے بقدر الامکان تحمل ضروری ہے تو اگر اپنے آپ پر قابو کر سکے تو رقص نہ کرنا بہتر ہے اور رقص کے علاوہ دوسری اقسامِ وجد و حال کی ممانعت اور کراہت نہیں جیسا کہ اقشعرار الجسد، جریان الدموع اور حرکات لطائف وغیرہ ہو گیا۔

رقص، وجد و تواجد کی اصل:

حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی میں (کہ کون پرورش کرے) باہم اختلاف کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے (سب کی اس طرح تسلی فرمائی کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (تو یہ فرمایا کہ) تم میرے اور میں تمہارا وہ (ایک خاص ہیئت پر) رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق (کے غلبہ) سے ہوتا ہے اگرچہ (وہ غلبہ) بے اختیاری سے نہ ہو (اس کو تواجد کہتے ہیں) کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی) بشرطیکہ کسی غرض فاسد ریا وغیرہ سے نہ ہو۔[1]

رقص ریا کی مذمت اور غیر اختیاری یا اچھی غرض کے رقص کا عذر:

حدیث: جو بتکلف رقص کرتے ہیں وہ گناہگار ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس کے عموم میں مکار وجد کرنے والے بھی داخل ہو گئے اور ترقص میں اشارہ ہے کہ جس رقص میں انسان بے اختیار ہو اس پر ملامت نہیں پس ایسوں پر انکار و اعتراض کرنے والوں کی بھی اس میں اصلاح ہو گئی اور ریار قص کرنے

[1] (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۶۸)

والوں کی بھی اصلاح ہو گئی اور رقص بتکلف وہی مراد ہے جس سے غرض مال یا جاہ ہو ورنہ اگر تکلف میں غرض محمود ہو وہ مذموم نہیں بلکہ اس میں خود حدیث وارد ہے فان لم تبکوا فتباکوا۔[1]

امام حافظ ابو نعیم اصفہانی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں، اور عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ بَكْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ أَبِي طَلْحَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ الْجُرْجَانِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ كَمَالٍ الْجُرْجَانِيَّ يَقُولُ: سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مُعَاذٍ عَنِ الرَّقْصِ , فَأَنْشَأَ يَقُولُ: [البحر الهزج]

دَقَقْنَا الْأَرْضَ بِالرَّقْصِ　　عَلَى غَيْبِ مَعَانِيكَا
وَلَا عَيْبَ عَلَى الرَّقْصِ　　لِعَبْدٍ هَائِمٍ فِيكَا
وَهَذَا دَقُّنَا الْأَرْضَ　　إِذَا طُفْنَا بِوَادِيكَا

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رقص کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ اشعار سنائے:

ہم نے رقص سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے کیا۔

رقص کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا۔

اور یہ ہمارا زمین کو رقص کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور قصد کرنے والے ہیں۔[2]

[1] (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۳۵۵)
[2] (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۸، دار الحدیث، القاہرہ، الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ، ج، ۵، ص، ۱۳۴، ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

رقص وجدو تواجد کی اصل میں

كتاب السماع:الحديث :اختصم علي وجعفروزيد بن حارثة في ابنة حمزة فقال لعلي انت مني وانامنک فحجل وقال لجعفراشبهت خلقي وخلقي فحجل وقال لزيدانت اخوناومولانافحجل ابوداؤدمن حديث علي باسنادحسن وهوعندالبخاری دون حجل فی الاحياءوالحجل هو الرقص وذلک يكون الفرح اوشوق قلت لم اجده بهذه اللفظ في سنن ابی داؤدولامراسيله نعم اوردالحافظ في الفتح باب عمرة القضاء مانصه وفي حديث علي عنداحمدوكذامرسل الباقر فقام جعفرفحجل حول النبی ﷺ دارعليه فقال النبی ﷺ ماهذاقال هذاشئی رأيت الحبشة يصنعونه بملوكهم وفي حديث ابن عباس ان النجاشي كان اذارضی احدامن اصحابه قام فحجل حوله وحجل يفتح المهملة وكسرهااى وقف على رجل واحدة وهوالرقص بهيئة مخصوصة وفي حديث علي المذكورلمن الثلاثة فعلواذلک اھ۔وفي القاموس حجل رفع رجلاوتريث في مشيه وفيه نزاف فيه اصل رقص اهل الوجدلفرح اوشوق ولومن غيراضطراراذلم يكن من غرض فاسدمن الرياءونحوه۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کی پرورش پر باہم اختلاف کیا تو حضور اقدس ﷺ نے سب کی اس طرح تسلی فرمائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ تم میرے اور میں تمہارا ہوں وہ ایک خاص ہیئت پر رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ اور یہ حدیث بخاری کے پاس بھی ہے اس میں حجل نہیں ہے اور احیاء میں ہے کہ حجل رقص کو کہتے ہیں اور یہ فرح یا شوق سے ہوتا ہے میں کہتا ہوں مجھ کو یہ حدیث اس لفظ سے نہ سنن ابی داؤد میں ملی اور نہ ان کی مراسیل میں البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب عمرۃ قضاء میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اور اسی طرح مرسل امام باقر میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے گرد رقص کرنے لگے اور چکر لگایا جیسے کوئی قربان ہو جاتا ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ ایک شئے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبشہ) جب اپنے تابعین میں کسی سے خوش ہوتا تو وہ شخص اٹھ کر نجاشی کے گرد گھومتا ہوا رقص کرتا اور حجل بفتح وکسر جیم کے معنی ہیں ایک پاؤں پر کھڑا ہوا اور وہ ایک خاص ہیئت پر رقص ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ تینوں نے ایسا ہی کیا اور قاموس میں حجل کے معنی ہیں کہ ایک پاؤں اٹھالیا اور رفتار میں آہستگی کی اور اس

میں یہ بھی ہے کہ اچھلا تو حاصل اس رقص کی ہیئت مخصوصہ کا یہ ہوا کہ ایک پاؤں اٹھالے اور ایک پاؤں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اچھلتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے چلے،اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق کے غلبے سے ہوتا ہے اگرچہ وہ غلبہ بے اختیاری سے نہ ہو اسکو تواجد کہتے ہیں کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی بشرطیکہ کسی غرض فاسد اور ریاو غیرہ سے نہ ہو۔[1]

حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

قَالَ قَدْ وَقَعَ الْمَنْعُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ زَمَانِنَا وَأَفْتَى جَدِّي بِالْجَوَازِ وَصَحَّحَ فَتْوَاهُ أَكَابِرُ الْعُلَمَاءِ مِنْ مُعَاصِرِيهِ بِبِلَادِ فَارِسَ ثُمَّ نَقَلَ فَتْوَى جَدِّهِ بِطُولِهَا وَنَقَلَ قَوْلَ الْعَارِفِينَ وَتَحْرِيمَ النَّوَوِيِّ الشَّبَّابَةَ، وَقَالَ وَلَمْ يُقِمْ النَّوَوِيُّ دَلِيلًا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ نَقَلَ تَصْحِيحَ الْجَلَالِ الدَّوَانِي فَتْوَى جَدِّهِ ثُمَّ كَلَامَ الدَّوَانِي فِي شَرْحِ الْهَيَاكِلِ حَيْثُ قَالَ (الْجَلَالِ الدَّوَانِي) الْإِنْسَانُ يَسْتَعِدُّ بِالْحَرَكَاتِ الْعِبَادِيَّةِ الْوَضِيعَةِ الشَّرْعِيَّةِ لِلشَّوَارِقِ الْقُدْسِيَّةِ بَلْ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَهْلِ التَّجْرِيدِ قَدْ يُشَاهِدُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ طَرَبًا قُدْسِيًّا مُزْعِجًا فَيَتَحَرَّكُونَ بِالرَّقْصِ، وَالتَّصْفِيقِ، وَالدَّوَرَانِ وَيَسْتَعِدُّونَ بِتِلْكَ الْحَرَكَةِ لِشُرُوقِ أَنْوَارٍ أُخَرَ إلَى أَنْ يَنْقَضِيَ ذَلِكَ الْحَالُ عَنْهُمْ بِسَبَبٍ مِنْ الْأَسْبَابِ كَمَا عَلَيْهِ تَجَارِبُ السَّالِكِينَ ۔۔وَقَدْ أَفْتَى أَيْضًا مُصْلِحُ الْمَذْكُورُ بِإِبَاحَةِ الرَّقْصِ أَيْضًا بِشَرْطِ عَدَمِ التَّثَنِّي، وَالتَّكَسُّرِ .اهـ۔

ترجمہ:(جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) فرمایا:انسان کبھی شریعت کی مقرر کردہ عبادات ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ انوار کے لیے استعداد رکھتا ہے بلکہ محققین میں سے اہلِ تجرید اپنے اندر طربِ قدسی (پاکیزہ جھومنے) چیخنے، چلانے کا مشاہدہ کرتے ہیں ،تو رقص کرنا اور تالیاں بجانا اور بھاگنا، دوڑنا،اس طرح کی حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں ،اور دوسرے انوار کے نزول کی وجہ سے اس حرکت کی استعداد رکھتے ہیں ،یہاں تک کہ اسباب میں سے کسی سبب سے ان کا حال ختم ہو جائے،جیسا کہ اس پر سالکین کا تجربہ ہے ۔۔اور تحقیق مصلح الدین مذکور نے اباحتِ (جواز) رقص کا فتویٰ بھی دیا ہے ،بشرطیکہ تثنی اور تکسر (زنانہ فن اور ناچ) نہ ہو۔[2]

ونقل المناوی(۱) علی"الشمائل"فی باب:ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ ,لدی حدیث أنینہ ﷺ وھویصلی ولصدرہ أزیز(۲)کأزیز المِرجَل(۳)من البکاء,مانصہ:"وذلک ناشیئ عن عظیم الإجلال للہ عزوّجل ۔قال الإمام الحرّانی(۴) رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ:ومن ھذاالحدیث ونحوہ استن أھل الطریق الوجدوالتواجدفی أحوالھم وعرفوابہ فی أوقاتھم ,وھذاالحال إنماکان یعرض للمصطفیٰ ﷺ عندتجلی الصفات الجلالیة والجمالیة معاً یعنی :الجلال المزوج بالجمال ۔وأماالغیر المزوج:لایطیقہ أحدمن البشرولامن الخلائق,وکان

[1](بوادرالنوادرص ۴۰۶)

[2](تنقیح الفتاوی الحامدیة,مسائل وفوائدشتی من الحظروالاباحة,ج,۲,ص, ۵۵۹, ۵۵۸,قدیمی کتب خانہ,کراچی)

إذاتجلی بغلبة الجمال المحض :یمتلئ سروراًوملاطفةوإیناساًوبسطاً۔وکل وارث من أمته له نصیب من هذین التجلیین،فتجلی الجلال:یورث الخوف والقلق والوجل المزعج وتجلی الجمال،یورث الأنس والسرور۔

وورد أن سیدناابراهیم الخلیل کان یُسمع لصدره صوت کغلیان القدرمن مسیرة میل۔فکان أثرالسماع یظهرفی کثیرمن الأنبیاءوالأولیاء!"اهمنهبلفظه۔

المناوی نقل کرتے ہیں شمائل کے باب حضوراقدس ﷺ کے گریہ وزاری کے ذکر میں :

حضوراقدس ﷺ کے رونے کی حدیث میں کہ حضوراقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ رونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینۂ مبارک سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیاکاجوش ہوتاہے جس کی عبارت یہ ہے "یہ رونے کی آوازاللہ جل شانہ کی عظمت وجلال کی وجہ سے ہے" امام الحرانی رحمہ اللہ کہتے ہیں "اس حدیث سے اوراس طرح کی اور حدیثوں سے بہت سے اہل طریق نے ذکر کواپنے ہراحوال میں شریک کرلیااوراپنے اوقات میں شامل کرلیا۔یہ حالت حضوراقدس ﷺ کی اس وقت ہوتی تھی جب اللہ جل جلالہ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کاظہوراکٹھاہوتاتھایعنی جلال جمال میں ملاہواجبکہ جلال بغیرجمال کے تواس کے ظہورکی توکوئی چیزطاقت نہیں رکھتی نہ بشراورنہ کوئی مخلوق،اورجب صرف صفات جمالیہ کاظہورہوتاتھاتواس وقت ایک سروراورانبساط کی کیفیت ہوتی تھی اور حضور ﷺ کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دوکیفیتیں پیش آتی تھیں ،سوجوجلال کی تجلی ہوتی ہے وہ توستادینے والاخوف اورپریشانی پیداکرتی ہے اورجوجمال کی تجلی ہوتی ہے وہ انسیت اور سرورپیداکرتی ہے۔

ایک جگہ واردہے کہ سیدناابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب ایک میل کاسفرکرتے توان کے سینۂ مبارک میں سے ایسی آوازآتی تھی جیسے ہنڈیاکاجوش ہوتاہے توسینے کااثر بہت سے انبیاءاوراولیاءپرظاہرہوتاہے۔[1]

مستندجوازالرقص من الإجماع:

وأما الإجماع،فقدذکرالإمام الشعرانی رضی اللہ عنہ فی کتابه:"مدارج السالکین إلی رسوم طریق العارفین"مانصه ،وأجمعواعلی أنه:یجب علی الفقیر أن یذکرالله تعالیٰ بقوة تامة، بحیث لایبقی فیه متسع ،بأن یهتزمن فوق رأسه إلی

---

[1] (١)هوالعلامة الشیخ زین الدین محمدعبدالرؤف بن تاج العارفین ابن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاهری ،ولدسنة (٩٥٢ه)،وتوفیٰ سنة (١٠٣١ه)،انظرترجمتهفی"خلاصةالاثر"(٢/٤١٢)و"فهرس الفهارس"(٢/٥٦٠)و"الأعلام"(٦/٢٠٤)

(٢)أی:صوت وغلیان بالبکاء۔

(٣)المرجل:القدر،فإنهعندغلیان الماءفیهبالناریخرج منهصوت۔

(٤)هوالعلامة المفتنن أبوالحسن علی بن احمدبن الحسن بن احمدبن ابراهیم الحرالی التجیبی أبوالحسن الاندلسی المالکی ،توفی سنة(٦٣٧ه)۔انظرترجمته فی "سیرأعلام النبلاء"(٢٣/٤٧)و"لسان المیزان"(٤٩٧/٥)و"شذرات الذهب"(٣٣٠/٧)

أصابع قدمیه, وهی حالة یستدل بها علی قرب الفتح ـ وأجمعوا -أیضاً- علی أن ذکر السر والهوینا (١) لایفید -أی فی قریب الفتح'' اه منه بلفظه۔

وکذاحکی هذاالإجماع (٢) صاحب کتاب: ''الإرشادإلی تصفیة النفس وتطهیر الفؤاد''، ونصه: ''وأجمعوا علی أنه ینبغی للمریدأن یذکر الله بفکرة تامة'' بحیث لایبقی له شغل بغیر الذکر, ویهتزمن فوق رأسه إلی أصابع قدمیه۔ وهی حالةیُستدل بهاعلی أنه صاحب همة, فیرجی له الفتح عن قریب'' اه بلفظه۔

وقال بعدذلک۔ ایضاً-مانصه: ''وقدأجمع القوم علی أنه: یجب علی المریدأن یجتهدفی الذکر بقوة تامة, وأن ذکر السر والهوینا لایفید'' اه بلفظه۔

وفی ''المنح السنیة علی الوصیة المتبولیة'' للعارف الشعرانی أیضاً مانصه: ''وقد أجمعو علی أنه: یجب علی المرید الجهر بالذکر, وأن ذکر السر والهوینا لایفیدرُقِیاً'' اه بلفظه۔

وقدقالوا: ''إذاذکر المریدُربه بشدة وعزم؛ طویت له مقامات الطریق بسرعة من غیر بطء, فربماقطع فی ساعة مالایقطعه غیره فی شهر أو أکثر۔''

وقالوا: ''یجب علی المریدأن یذکربقوة تامة ،بحیث لایبقی فیه متسع,ویهتزمن فوق رأسه إلی أصابع قدمیه۔''[1]

والدلیل علی ذلک: قوله تعالی: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِکَ فَهِيَ کَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (البقرة ٧٤) فکماأن الحجر لاینکسرِالابقوة تامة, کذلک الذکر لایؤثر فی جمع شتات قلب صاحبه إلابقوة۔

جھومنے کے جواز کا ثبوت اجماع سے:

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مدارج السالکین الی رسوم طریق العارفین ''میں ذکر کیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: ''مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فقیر (سالک) کو چاہیئے کہ وہ اللہ جل شانہ کا ذکر پوری قوت سے کرے یہاں تک کہ اس میں کوئی ہمت نہ رہے اور وہ سر سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک کانپ اٹھے۔ یہ حالت فتح و نصرت کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ سکون اور اطمینان کا ذکر فائدہ مند نہیں یعنی فتح و نصرت کے قریب۔'' مشائخ کے اس اجماع کو کتاب ''الارشادإلی تصفیۃ النفس و تطہیر الفؤاد'' کے مصنف نے ذکر کیا ہے جسکی عبارت یہ ہے۔ ''مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ وہ اللہ جل شانہ کا ذکر فکر تام سے کرے یہاں تک کہ اس کا کوئی شغل نہ رہے ذکر کے علاوہ، اور وہ سر سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک کانپ اٹھے اور یہ حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ

---

[1] (١) أی: التؤدة والرفق والسکینة والوقار۔

(٢) الظاهر أن هذاالاجماع هو اجماع الصوفیة الاخیار, ولیس الاجماع المعروف عندالأصولیین أهل الظاهر لثبوت من انکر المجمع علیه فی اذمنة مختلفة کماسبق أن ذکره الامام المؤلف رحمه الله۔

شخص ہمت وعزم والا شخص ہے اوراس کیلئے قریب فتح ونصرت کی امید ہے۔"اورانہوں نے یہ بھی کہا جسکی عبارت یہ ہے:"قوم کااس بات پر اتفاق ہے کہ مرید پر واجب ہے کہ وہ ذکر پر محنت کرے اپنی پوری قوت سے اوریقیناً سکون اوراطمینان کاذکر فائدہ مند نہیں۔"

اورکتاب "المنح السنية على الوصية المتبولية" میں جو عارف الشعرانی رحمہ اللہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"مشائخ کااس بات پر اتفاق ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ وہ ذکر جہر (آواز) کے ساتھ کیاکرے اوریقیناً سکون اوراطمینان کاذکر ترقی کی راہ میں فائدہ مند نہیں۔"

ان مشائخ نے یہ بھی فرمایااگربندہ مرید اپنے رب کاذکر کرے شدت اورعزم سے تواس کیلئے اس کی منزل کے راستے تیزی سے طے ہو جاتے ہیں۔سوشاید وہ اپناسفر گھنٹے بھر میں طے کرے جو اس کے علاوہ مہینے یااس سے زیادہ میں طے نہیں کر سکتااوریہ بھی فرمایاکہ بندہ مرید کو چاہیئے کہ وہ اللہ جل شانہ کاذکر قوت تام سے کرے یہاں تک اس میں ذرا بھی ہمت نہ رہے اوروہ سر سے لے کرپاؤں کی انگلیوں تک کانپ اٹھے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً۔(البقرة ۷۴)

ترجمہ:ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو(یوں کہنا چاہیئے)ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں(پتھر سے بھی)زیادہ سخت۔"

سوجیسے ایک پتھر بغیر قوت تام کے نہیں ٹوٹتااس طرح ذکر بھی کرنے والے کے دل کی دھڑکنوں پر اثر نہیں ہوتا بغیر قوت تام کے۔

كلام نفيس للإمام أبى الفيض محمدالكتابى الشهيدفى خواص حلقة الذكر:وللعارف الأكبر ولدناأبى الفيض رضي الله عنه(۱)وعن ذريته آمين،رسالةفى "الحض على حلقةالذكر وذكر خواصها"،ونص المقصودمنها:

"وإياك وعدم المبادرة لحلقة الذكر،فإنهامصقلة للقلب،شاغلة عن المحسوسات،دالة للإقبال على الله ،راغمة للشيطان،قاطعة وساويس النفس الأمارة، وبقاياالوامة ،مغناطيسهاجاذب الأوج عالم القدس، وأنسها مبعدعن المعاصى، ولذتهاتنسى لذة عالم الجسمانية ،وأمرهايزيح ظلمة الإشكالات الوهمية،وحالهايذهب الكثافات الغيرية،وسرهايطفئ الأنس بالخلق من حيث هم،وفعلهاوسيلةلعدم الخشيةمن الخلق۔وهومن مهمات الديانات، وبسببه كثرت القواطع عن الله،وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ(الأحزاب ۳۷)وقدذمّ القرآن أقواماىخشون الناس: كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً(النساء۷۷)وهيئتها:وسيلةمحبةالله:إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ (4الصف)وجهادالنفس هو الجهاد الأكبر كمافى الحديث(۲)وصفتهامن صفة مجالس أهل الجنة:لَا

يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا (واقعة 25) إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (26الواقعة) ونغماتهاتذكرعالم الذريوم سمعت الارواح:أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (الاعراف ١٧٢)فهاجت بلابلهاللارتياح على صوت الأزل, واهتزت أشواقهاللطيران فى قضاء ميدان عالم القدس ,وهومن وصف الرجال :رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ(الاحزاب ٢٣)فهذه خمس عشرة خصلة فى العمارة ,لوكانت منهاواحدة فيها؛لانبغى أن يطارإليهابأجنحة الشوق والاشتياق۔فكيف وفى الحديث القدسى:"أناجليس من ذكرنى"(٣) وجاهدوا أنفسكم أن لايخطرعلى قلوبكم غيرالحق جل مجده فى جميع الاحوال ، سيمافى حالة مجالسة الحق,فإنه لايجالس إلابالأدب ,ومجالسته تعالىٰ للذاكرين على حسب الذكروالذاكر:فمن يذكره بكليته ؛فإن الله يجالسه فى جميع عوالمه الظاهرة والباطنة۔ومن يذكره بلسانه ؛فإنمايجالس لسانه۔

واعلموا إإخوانى ؛أن الذكرهو:جلاء القلب,فلاتزال الحجب ترتفع حتىٰ يصل لمقام المشاهدة ؛وهى: المغناطيس الجذاب للتحليات والتجليات,وأهله هم الملحوظون بعيون العناية فى العالم,وهم محل نظره تعالىٰ من خلقه,وهم أمان لنافى الأرض ,وبهم يدفع الله البلاء عن أهل الأرض ,وإذانظرإليهم سكن غضبه۔وفى الحديث:"إنى لأهم بأهل الأرض عذاباً,فإذانظرت إلى عماربيوتى وإلى المستغفرين بالأسحار وإلى المتحابين لجلالى ؛صرفت عذابى عنهم"اه۔

وقال فى رسالة أخرى بعدكلام مانصه :"ولايتخلف أحد عن القيام لحلقة الذكر؛فإن حلقة الذكرمصب الامدادوالتجليات ,ومسقط الرحمات,ومحل نزول البركات ومنزل مطالعة الغيوب,ومفاتحة طوالع أهلة الجيوب,وفتح اقفال القلوب,وجلاء الصدى عن مرآة الروح,وموردتواتر الفتوح۔"

وقدجربت الحلقة من صغرى ؛فوجدتهاإنماتورث جمعية القلب على الله تعالىٰ,لاتنال الجمعية بغيرها,خصوصاًمع اتحادالقلوب وارتباط الأرواح,وعدم وجدان الأجانب فيهاظاهراًوباطنا۔

وجربتهاكذلك ؛فوجدتهاتورث ذبولاًفى النفس,فلاتتحرك لطلب المعصية أصلاً,ثم بتواتر الحضرات الذكرية تتمكن قوة النورمن القلب فيصير: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (2الانفال) أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (4الانفال)اه۔[1]

---

[1] (١)هوالامام العلامة المتبحرترجمان الصوفية لسان المتكلمين الشهيدأبوالفيض محمد بن عبدالكبيرالكتانى ,ولدسنة (١٢٩٠ه),ومات شهيداًسنة (١٣٢٧ه)۔انظرترجمته فى :النبذة اليسيرة النافعة "(ص٢٢٣-٣٣٠),و"معجم الشيوخ"(ص٤٠-٤٤),و"الاعلام "(٦/٢١٤)ولنجله العلامة أبى الهدى محمدالباقرالكتانى المتوفى سنة(١٣٨٤ه)رحمه الله كتاب بعنوان "ترجمة الشهيد"۔طبع بدارابن حزم بتحقيق الدكتورة نورالهدىٰ الكتانى۔

(٢)أخرج البيهقى فى "الزهدالكبير"رقم ٣٧٤,والخطيب فى "تاريخ بغداد"(١٥/٦٨٥)من طريق عيسىٰ بن ابراهيم ,حدثنايحيى بن يعلى,عن ليث ,عن عطاء بن أبى رباح,عن جابرقال:قدم النبى ﷺ من غزاةله,فقال لهم رسول الله ﷺ:"قدمتم خيرمقدم,وقدمتم من الجهادالاصغرإلى الجهادالاكبر"قالواوماالجهادالاكبريارسول الله ﷺ؟قال:مجاهدة العبدهواه"قال الحافظ ابن حجرفى "الكافى الشاف فى تخريج احاديث الكشاف"(ص١١٤)بعدأن عزاه للبيهقى فى "الزهد"وذكرعنه أنه قال:"فيه ضعف""قلت:هومن رواية عيسى بن ابراهيم عن يحيىٰ بن يعلى عن ليث بن أبى سليم۔وثلاثة ضعفاء"واورده النسائى فى "الكنى"من قول ابراهيم بن ابى عبلة,أحدالتابعين من اهل الشام۔وقدذكرالحافظ المزى فى "تهذيب الكمال"(٢/١٤٤)فى ترجمة(ابراهيم بن ابى عبلة)مانصه:وقال النسائى:أخبرنى صفوان بن عمرو,قال:حدثنامحمدبن

خوبصورت کلام امام ابوالفیض محمد الکتّانی الشّھید کا ذکر کے حلقہ کی خصوصیت میں :

العارف الاکبر ابوالفیض رضی اللہ عنہ و عن ذریتہ (اللہ ان سے راضی ہو اوران کی نسل سے بھی) آمین۔ کا ایک رسالہ ہے جو "ذکر کے حلقے پر ابھارنے اور ذکر کی خصوصیت پر لکھا گیا ہے" اسکی جو عبارت مقصود ہے وہ یہ ہے: "اے مخاطب! خبر دار کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ذکر کے حلقہ کی طرف نہ دوڑ، کیونکہ ذکر کا حلقہ دل کو چمکانے والا ہے، مشغول کرنے والا ہے، اللہ کی طرف بڑھنے کی راہ دکھاتا ہے۔ شیطان کی کمر توڑتا ہے، بری باتوں کا حکم کرنے والے نفس کے وساوس کو ہٹاتا ہے، ملامت کا باقی رکھنے والا ہے، اسکا مقناطیس عالم القدس جلا جلالہ کی طرف مائل کرتا ہے، اسکی انسیت معاصی و گناہ سے دور رکھنے والی ہے، اسکی لذت اس عالم جسمانیہ کی لذت کو بھلا دیتی ہے اور اسکا امر وھم واشکالات کی ظلمت کو دور کرتا ہے، اس کا حال غیروں کی کثرت کو دور کرتا ہے، اس کا پوشیدہ طور پر کرنا مخلوق سے انسیت کو بجھاتا ہے جیسی وہ ہے [مخلوق] اور اسکا سر انجام دینا وسیلہ ہے مخلوق کے ڈر کو دور اور ختم کرنے کا مخلوق کی خشیت کو دور کرنا مذہب کی مھمات میں سے ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ جل شانہ سے لاتعلقی بڑھ گئی ہے [وَاللّٰہُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاہُ] "الاحزاب: ۳۷" ترجمہ: "اور ڈرنا تو آپ کا اللہ ہی سے زیادہ سزاوار ہے"۔

قرآن پاک نے ایسی قوموں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں سے ڈرتی ہیں :

[کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ أَوْ أَشَدَّ خَشْیَۃً] "النساء ۷۷:"

ترجمہ: "جیسے کوئی اللہ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا"۔

اس کی ہیئت اللہ جل شانہ کی محبت کا ذریعہ ہے:

إِنَّ اللّٰہَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ (الصف ۴:)

ترجمہ: "اللہ تعالی تو ان لوگوں کو 'خاص طور پر' پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہیں کہ جس میں سیسہ ملایا گیا ہے "۔

اور نفس کا جہاد سب سے بڑا جہاد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد الاکبر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "بندے کا جہاد اپنے نفس سے" اور اس کی صفت جنت والوں کی مجلس کی صفت میں سے ہے۔

[لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا] "الواقعۃ ۲۵، ۲۶"

زیاد أبو مسعود من اھل بیت المقدس، قال: سمعت ابراھیم بن ابی عبلۃ وھو یقول لمن جاء من الغزو: قد جئتم من الجھاد الاصغر فما فعلتم فی الجھاد الاکبر؟ قالوا یا أبا اسماعیل: وما الجھاد الاکبر؟ قال جھاد القلب"

(۳) ذکرہ السخاوی فی "المقاصد الحسنۃ" ص ۹۵-۹۶ وقال: رواہ الدیلمی بلا سند عن عائشۃ رضی اللہ عنھا مرفوعاً)

(۴) (أخرجہ البیھقی فی "شعب الایمان" رقم ۲۶۸۵ و ۸۶۳۳ وابن عدی فی "الکامل" (۴/۱۳۷۹) من طریق صالح المری، عن ثابت و أبان، عن انس بن مالک، بہ۔ قال المناوی فی "فیض القدیر" "۴ ۱ ۳-۳ ۱ ۳/۲) وفیہ صالح المری أوردہ الذھبی فی "الضعفاء والمتروکین" وقال: قال النسائی وغیرہ متروک"۔

ترجمہ:'اور' وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات بس 'ہر طرف سے 'سلام ہی سلام کی آواز آئیگی" اوراس کے نغمے اس عالم الذر کی یاد دلاتے ہیں جس روز روحوں نے یہ سنا: [أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ] الاعراف ۱۷۲:] ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟" سو اس کی بلبلیں ہستی ازل کی آواز پر خوشی اور مسرت سے جوش میں آگئیں، اوراپنے پر ہلانے لگیں عالم القدس کے میدان کی فضا میں اڑنے کے لئے، یہ ایسے لوگوں کے وصف میں سے ہے [رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ] الاحزاب ۲۳:] "کچھ لوگ ایسے ہی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عھد کیا تھا اس میں سچے اترے"۔

سو یہ پندرہ صفتیں ہیں ذکر کے حلقہ کی عمارت کی، اگر ان صفتوں میں سے ایک بھی صفت ہوگی اس حلقہ میں تو ہم اس امر کا انکار نہیں کرتے کہ اس کی طرف شوق اور رغبت سے دوڑا جائے۔ اور انکار بھی کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے "جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ساتھی ہوں"۔ سو تم لوگ اپنے نفس سے جہاد کرو کہ تمہارے دل میں حق کے علاوہ کچھ نہ آئے۔ اور حق کی عظمت ہر حال میں ظاہر ہو خاص طور پر حق کی مجلس میں، اوران مجلسوں میں شرکت نہیں کی جاتی مگر ادب سے۔ اللہ جل شانہ کا ساتھ ذاکرین کے ساتھ ذکر اوراس کے کرنے والے کی مناسبت سے ہوتا ہے: سو کچھ تو اپنے دل وجان سے ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان کے سارے احوال ظاہرہ اور باطنہ میں ان کا ساتھی ہوتا ہے اور جو اس کا ذکر صرف زبان سے کرتا ہے تو اللہ جل شانہ بھی صرف اس کے زبان کے ساتھ ہوتا ہے۔

جان رکھو میرے بھائیو! یقیناً ذکر دلوں کو پالش کرنے والا ہے جس کے ذریعہ سے دل کے سارے پردے اٹھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بندہ مشاھدہ کے مقام پر آپہنچے۔ یہ حلقے ایک ایسا مقناطیس ہے جو اللہ جل شانہ کی تجلیات وتحلیات کی طرف مائل کرتا ہے، اوراس میں بیٹھنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے اپنے لطف وعنایت سے ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان تجلیات کا مشاھدہ کرتے ہیں، یہی لوگ ساری مخلوق میں سے اللہ جل شانہ کی نظر رحمت کے اھل ہیں، یہ لوگ زمین پر ہمارے لئے امان کا ذریعہ ہیں، ان ہی لوگوں کی بدولت اللہ جل شانہ اہل ارض پر سے مصیبت وبلا کو دور فرماتا ہے اور جب اللہ جل شانہ ان کی طرف نظر فرماتا ہے تو اس کا غصہ تھم جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے: میں زمین والوں پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر جب میں ان لوگوں کی طرف نظر فرماتا ہوں جو میرے گھر کو آباد کرنے والے ہیں اور جو رات کے اخیر حصے میں اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنے والے ہیں اور جو میرے جلال سے محبت کرنے والے ہیں تو میں ان لوگوں پر سے عذاب کو ہٹا دیتا ہوں۔

مصنف رحمہ اللہ نے اپنے دوسرے رسالے میں تھوڑے کلام کے بعد فرمایا جس کی عبارت یہ ہے: بندوں میں سے کوئی بھی ذکر کے حلقے قائم کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ کیونکہ ذکر کے حلقے اللہ جل شانہ کی امداد اور تجلیات کے انڈیلنے والے ہیں، اللہ

جل شانہ کی رحمت کے برسانے والے ہیں، برکت کے نازل ہونے کی جگہ ہیں، کچھ غیب کی چیزیں نازل کرنے والے ہیں، دل والوں کی خوش قسمتی کا آغاز کرنے والے ہیں، دل کے تالے کھولنے والے ہیں، سینے کوروح کے آئینے سے روشن کرنے والے ہیں، اور متواتر کامیابی وفتوحات کا ذریعہ ہیں۔

میں نے اپنے بچپن سے اس حلقے کا تجربہ کیاتومیں نے ان حلقوں کو دلوں کو اللہ جل شانہ سے ملانے والا پایا، کہ اللہ جل شانہ کی ایسی معیت کہیں اور نہیں پائی جاسکتی خاص طور پر دلوں کے اتحاداورروحوں کے ارتباط کے ساتھ، اوراجنبی لوگوں کی عدم جان پہچان کے ظاہری اعتبار سے بھی اور باطنی اعتبار سے بھی، اور میں نے ان حلقوں کااور بھی تجربہ کیاتوان کو نفس کے اندرافسردگی اور ندامت پیدا کرنے والاپایاجس سے نفس گناہ اور معصیت کی طلب میں حرکت بھی نہیں کرتا۔پھر ذکر کی مجلسوں میں متواتر اور مسلسل حاضر ہونے سے نور کی قوت دل میں پیدا ہوتی ہے توبندہ ایساہو جاتا ہے :

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (الانفال ۲)

ترجمہ:(کیونکہ)بس ایمان والے توایسے ہوتے ہیں کہ (جب ان کے سامنے)اللہ تعالیٰ کاذکر آتاہےتوان کے قلوب ڈرجاتے ہیں اورجب اللہ کی آیتیں ان کوپڑھ کرسنائی جاتی ہیں تووہ آیتیں ان کے ایمان کواورزیادہ (مضبوط)کردیتی ہیں اوروہ لوگ اپنےرب پرتوکل کرتے ہیں۔

أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَرَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (الانفال ۴)

ترجمہ:(بس)سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور(ان کیلئے)مغفرت ہے اورعزت کی روزی۔

معنى الإجماع على جواز الرقص الذى حكاه العارف الشعرانى:

وأقول :إن ماحكاه العارف الشعرانى من الإجماع يحتمل أن يكون مراده به:أئمة المذاهب ،وهذاقديتنازع فيه۔

ويحتمل أ ن يكون :أرادإجماع مشائخ الطريق،وهذاقديعكّرعليه عدم وجودالرقص فى طرق بعض الأكابر (۱)۔ولكن عدم الوجدان لايدل على عدم الجوازعندهم۔

فعلى هذا،المتعين فى الإجماع الذى حكاه الشعرانى ،حيث إنه من أكابر الثقات وعدول الأئمة الصادقين المحتج بنقلهم وعلمهم :أن يكون الذكر مع الاهتزازمجمعاعليه بين مشايخ الطريق كلهم ،وإنماالخلاف فى رفع الأرجل من الأرض ۔أوأن الإجماع عنده على حقيقة ،بمايشمل رفع الأرجل من الأرض ،ولكن من وجدت عنده كراهيةمن الفقهاءأوغيرهم أرادالرقص بحضرة النساءأومن يفتتن به،أو القاصدبه الرياءو السمعة لا التعبدو الذكر

الحقيقى. ولاشك أن الرقص مع ذكر على الحالة المذكورة، لايقول احدبجوازه، كماأن السلامة مماذكر لاينبغى أن يختلف فى القول بجوازه، وأعرض عن الاكتراث بمن أنكره لعدم اعتداده به:

وليس كل خلاف جاء معتبرا　　　　إلا خلاف له حظ من النظر

على أن هذاالمنكر لايخلو إماأن ينكر الذكر من قيام؛ وهو جحد للضروريات، لأن الله تبارك وتعالىٰ وصف أهل الألباب النورانية وذوى العقول المصفّات من الظلمانية بذلك، حيث قال: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (١٩٠) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا (آل عمران ١٩١) فلاأقلّ أن يؤخذ من الآية: إباحة ذكر الله من قيام۔ وماأباحه الحق تعالىٰ لايقدر أحدأن ينهىٰ عنه، سيماوقدجاء عنه ﷺ أنه: "كان يذكر الله على كل احيانه" (٢)[1]

وإماأن ينكر الاهتزاز والتمايل، وقدسبق ويأتى من دلائله مافيه أعظم حجة وبرهان۔

ويشهدله-أيضاً-ماأخرجه أحمدوابن عدى والبيهقى عن ابى سعيدالخدرى رضی اللہ عنہ، قال: قال مولانارسول الله ﷺ: أكثروا ذكر الله حتى يقول المنافقون (٣): مجنون۔[2]

قال العزيزى (٤): أى: حتى يقولوا، المكثر للذكر مجنون، فلاتلتفوا القولهم الناشئى عن مرض قلوبهم۔ قال المناوى، (٥) وصححه الحاكم، واقتصر ابن حجر على حسنه، اه۔

ولاشك أن من وفق وذكر الله قائماًأوجلس وذكر الله جالساً؛ لاينسب إلى الجنون۔ نعم من رفع رجليه من الأرض يسمى حينئذمجنونا؛ ففيه الحث على ذلك!

وفى "مفتاح الجنة المتوقف على الكتاب والسنة" للإمام الشطيبى مانصه: "وأجيز الذكر والرقص واستجلاب الأحوال والموارد فى المساجد والزوايا؛ لان رسول الله ﷺ رأى الحبشية فى المسجد فى يوم عيديزفنون، فماانكر عليهم وقدغيا (٢) رسول الله ﷺ فى الاستيصاء على استجلاب الوارد بقوله: أذكروا الله حتى يقول المنافقون مجنون" وفى حديث آخرحتى تسمى مجنونا۔ فأشارب "حتىٰ" للوصف المشبه بالمجنون، كالتخبط او الصياح، او تبديل الاوصاف المعتادة عندواردات الذكر فكانه مدح من صدر منه ذلك، وأمره به أوتشبه به، والمتشبه ذاكر" اه۔ والله اعلم۔[3]

---

[1] (أخرجه مسلم رقم ٣٧٣ وابو داؤد رقم ١٩ والترمذى رقم ٣٣٨٤ وابن ماجه رقم ٢ وبخارى ١/٤٠٧)

[2] (بخارى ١/٤٠٧)

[3] (١) منها: الطريقة التجانية، والنقشبندية۔

(٢) أخرجه مسلم رقم (٣٧٣) وابو داؤد رقم (١٩) والترمذى رقم (٣٣٨٤)

(٣) عن ام المؤمنين عائشة رضى الله عنها۔ وقدعلقه البخارى بصيغة الجزم (١/٤٠٧) فى باب: تقضى الحائض المناسك كلهاإلاالطواف بالبيت فقال: وكان النبى ﷺ يذكر الله فى كل احيانه۔ لم أقف على لفظة "المنافقون" عندأحدممن أخرج هذاالحديث والله اعلم۔ وقدتقدم تخريج الحديث۔

(٤) هو العالم العلامة الشيخ على بن أحمدبن نورالدين محمدبن ابراهيم الشهير بالعزيزى، توفى سنة (١٠٧٠ ه)۔ انظر ترجمته فى "خلاصة الأثر" (٣/٢٠١)، و"الأعلام" (٤/٢٥٨)، والعزيزى: نسبة للعزيزية من الشرقية بمصر۔

(٥) فى "فيض القدير" (٢/٨٤)

اجماع کے معانی رقص کے جواز پر جو العارف الشعرانی نے بیان فرمائے:

میں کہتا ہوں کہ جو العارف الشعرانی نے اجماع میں سے فرمایا تو ممکن ہے اس سے انکی مراد مذاہب کے امام ہوں لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ انکی مراد اجماع سے "مشائخ الطریق" ہوں لیکن رقص کا وجود بہت سے اکابر کے طریقوں میں نہیں ہے تو یہ معانی اسکو مکدر کر دیتے ہیں لیکن کسی چیز کا نہ ہونا اسکے جائز نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا انکے نزدیک۔ سو اس اعتبار سے، اجماع میں جو متعین ہے جسکو الشعرانی نے بیان کیا ہے کہ وہ بڑے ثقات اور عدول والے امام الصادقین ہیں جنکی نقل اور علم سے یہ بات محتج کی جاتی ہے: کہ جو ذکر وجد کے ساتھ ہوتا ہے اس پر سب مشائخ الطریق کا اتفاق ہے جبکہ اختلاف پاؤں زمین سے اٹھانے میں ہے یا پھر اجماع ان کے نزدیک اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہے جسمیں پاؤں کو زمین سے اٹھانا بھی شامل ہے لیکن بہت سے فقہاء اوران کے علاوہ دوسرں کے نزدیک اس چیز کی کراہیت ہے مراد اس سے وہ رقص ہے جو عورتوں کے سامنے ہو یا پھر ایسوں کے سامنے جن سے فتنے کا اندیشہ ہو، یا پھر وہ شخص کرے جس کا مقصد ریا اور دکھاوا ہو عبادت اور ذکر حقیقی نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رقص ان لوگوں کے ساتھ اسی حالت مذکورہ پر کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ سلامتی جسکا ذکر کیا گیا ضروری نہیں کہ اسکے جواز کے قول میں اختلاف ہو اور ایسے شخص کی پروانہ کرو جو اس رقص کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے اسکا انکار کرتا ہے:

ولیس کل خلاف جاء معتبراً — الا خلاله حظ من النظر

ترجمہ: ضروری نہیں ہے کہ ہر خلاف جو بھی آیا وہ معتبر ہو سوائے اس خلاف کہ جسکے نصیب میں تحقیق اور نظر ہو۔

تو اس حساب سے یہ منکر یا تو کھڑے ہو کر ذکر کرنے کا انکار کرتا ہے اور یہ انکار کچھ ضروریات کی وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روشن قلوب والوں کا اور ظلمت و معاصی سے پاک عقول والوں کا وصف بیان کیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ف الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا ف (آل عمران: ١٩٠-١٩١)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کیلئے جنکی یہ حالت ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی۔"

یہ بات کم نہیں کہ ہم اس آیت میں سے کھڑے ہو کر ذکر کرنے کی اباحت کو اخذ کریں اور جس چیز کو اللہ جل شانہ نے مباح کر دیا تو کسی کی قدرت اور طاقت نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے، خاص طور پر جبکہ آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ

---

(٦) قال فی "لسان العرب" (٥/٣٣٣١) غیا، الغایة مد الشیٔ و الغایة اقص الشیٔ۔ اللیث: الغایة مدی کل شی و ألفه یاء، و هو من تالیف غین و یائین و تصغیرها غییة۔ تقول: غییت غایة۔ وفی الحدیث أنه سابق بین الخیل، فجعل غایة المضمرة کذا، هو من: غایة کل شیی مداه و منتهاه، و غایة کل شیٔ منتهاه و جمعها غایات۔ اھ

آپ ﷺ ہر وقت اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے تھے یا پھر وہ منکر ذکر میں ملنے اور وجد آنے کا انکار کرتا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور کچھ دلائل آگے آئیں گے جو حجت اور برھان کے لئے کافی ہیں۔

اور اس کی گواہی تو وہ حدیث بھی دیتی ہے جو امام احمد اور ابن عدی اور بیہقی نے نقل کی ہے کہ ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں مجنون کہنے لگیں۔

العزیزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی: یہاں تک کہ وہ لوگ یہ کہنے لگیں ذکر کی کثرت کرنے والا مجنوں ہے سو تم لوگ ان کی اس بات پر التفات نہ کرو کیونکہ ان کا یہ قول ان کے مرض قلب کی وجہ سے ہے۔

المناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"اس قول کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور ابن حجر نے اسکے حسن ہونے پر اکتفا کیا ہے"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کو ذکر کی توفیق ہو گئی اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کھڑے بھی کرتا ہے اور بیٹھتا ہے تو بیٹھے بھی ذکر کرتا ہے تو وہ مجنوں کی طرف منسوب نہ کیا جائے گا ہاں مگر جو اپنی ٹانگوں کو بھی زمین سے اٹھا دے اس وقت اس پر مجنوں کا اطلاق ہو گا، سو اس میں اسکی ترغیب ہے۔

کتاب (مفتاح الجنۃ المتوقف علی الکتاب والسنۃ) جو امام شطیبی رحمہ اللہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"ذکر کو اور رقص کو اور حال آنے کی کیفیت کو اور اسکے ذرائع کو جائز قرار دیا گیا ہے مساجد میں بھی اور خانقاہوں میں بھی ، کیونکہ آپ ﷺ نے عید کے دن حبشہ کو مسجد میں رقص کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو منع نہیں فرمایا، اور رسول اللہ ﷺ نے ذکر کو اور حال کے ذرائع اختیار کرنے کی وصیت میں مقررہ حد بیان فرما دی اپنے اس قول سے"۔

"اللہ کا ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں مجنوں کہنے لگیں۔" ایک دوسری روایت میں ہے "یہاں تک کہ تم مجنوں کہہ دیے جاؤ" اور (حتیٰ) کا لفظ مجنوں سے تشبیہ دینے کیلئے استعمال کیا، جیسے بے بصیرت افعال کا صادر ہونا، چیخنا چلانا یا پھر جو اوصاف عادتاً ہوتے ہیں ذکر کرتے وقت انکا بدل جانا۔ سو جیسا کہ انھوں نے اس شخص کی تعریف بیان کی ہے جس سے یہ افعال ذکر کرتے وقت صادر ہوں اور اسکا حکم دیا ہے یا پھر اس سے تشبیہ دی ہے اور جس کو تشبیہ دی گئی ہے وہ ذکر کرنے والا ہے۔" واللہ اعلم۔

مستندجوازالرقص من القیاس:

واماالقیاس،فقال الشیخ ابو المواھب الشاذلی فی کتابہ،فرح الاسماءبرخص السماع فی الفصل الذی عقدہ للرقص:احتج من ذھب بإباحۃالرقص بالسنۃوالقیاس

وبعدذکرحدیث الحبشۃ قال مانصہ:واماالقیاس،فھو،مساواۃ فرع لأصل فی علۃ حکمہ ،فقیاس علی الأصل:فعل الحبشۃوفعل علی حین حجل ھوومن شارکہ فی فعلہ من الصحابۃ رضی اللہ عنھم،فافھم،اھ،سیاقہ۔

رقص کے جواز کا ثبوت قیاس سے:

جہاں تک قیاس کا تعلق ہے تو شیخ ابوالمواہب الشاذلی نے اپنی کتاب (فرح الأسماع برخص السماع) کی فصل جو انہوں نے رقص پر لکھی ہے یہ فرمایا ہے کہ جس کے نزدیک رقص مباح ہے وہ سنت اور قیاس سے اس کی دلیل دیتا ہے۔[1]

نصوص الآئمۃ علی جواز الذکر جماعۃ مع الاھتزاز والرقص:

وامانصوص آئمۃ الاسلامی وعلماء الدین الاعلام علی جوازالذکرجماعۃ من قیام مع الاھتزازوالرقص فلایخفی أنہ یوجدمن انکرعلی القوم ھذہ المواجیدوالاجتماعات۔کأبی الحسن الصغیر (۱) وغیرہ من الفقھاء ولکن لم یرتض الناس زعموہ فی ذلک۔

قال الامام الحافظ الحجۃ المتقن ابوالعباس سیدی احمدابن القطب الواضح سیدی یوسف الفاسی رضی اللہ عنھم فی نصرتہ للطریقۃ الصوفیۃ المشتملۃ علی استحباب الجھری بالذکروالمناوبۃ بہ،والجمع لہ والرقص ....وغیرہ ذلک،التی الفھاباإذن والدہ وجعلھافی ثمان ورقات،وھی من انفس التالیف،وساق فیھاجواب الشیخ السنوسی رضی اللہ عنہ (۲) صاحب "العقیدۃ"۔

قال مانصہ:"فإذاثبت ھذالدیکم؛فلاتجعلوا ماأودع الشیخ أبوالحسن الصغیر -رحمہ اللہ- فی تلک الکراسۃ التی ألفھافی الردعلی الفقراء،من فرائض معارفکم،ولامن وظائف عقائدکم،فإنہ -علی جلالتہ- بنی کلامہ فیھاعلی أصل مرجوح۔وجمھورالأئمۃوفحول الأئمۃمن عمربن الخطاب إلی الیوم علی خلافہ،وھوأنہ:سلک طریقۃ بعض من تقدمہ،وھوقصرالنظرفی النوازل علی الرجوع لجزئیات الشریعۃ ،فإن وجدجزئیۃ توافق نازلتہ فبھاونعمت،وإلاحکم بردھامن غیرتعریج علی ماتقتضیہ أصول الشریعۃوقواعدھا"

والحق الذی علیہ الجم الغفیر؛ھو:النظرلقواعدالشریعۃ ومقاصدھامع ملاحظۃ الجزئیات،ولکن ھذالایحسنہ إلامن کان لہ فقہ قلبی قدامتزجت الشریعۃ بلحمہ ودمہ،وصارت لہ طبیعۃ ـعلی أناإن جاریناہ وأخذنامعہ علی أصلہ ؛وجدناہ نزل أحادیث مجملۃ کثیرۃ ،منھاغیرصحیح ،فی غیرمحلھا،وسردھافی غیرمستحقھا،ونقم علیھم أشیاءالسنۃمعھم فیھا؛کالرقص الذی أشرتم إلیہ فی سؤالکم۔

---

[1] (فرح الاسماءبرخص السماع ص ۶۹-۷۱)(۱)فرح الاسماع برخص السماع(ص ۶۹-۷۱)

فقدقال شيخ الاسلام الجلال السيوطي-يعنى فى "الحاوى"(٣)-:مسألة فى جماعة صوفية اجتمعوا فى مجلس ذكر،ثم إن شخصاًمن الجماعة قام من المجلس ذاكراً،واستمرعلى ذلك لواردحصل له ،فهل له فعل ذلك،سواء كان باختياره أم لا؟وهل لأحدمنعه وزجره؟

الجواب:لاإنكارعليه فى ذلك،وقدسئل عن هذاالسؤال بعينه شيخ الاسلام سراج الدين البلقينى،(٤)فأجاب (بأنه:لاإنكارعليه فى ذلك،وليس لمانع التعدى بمنعه ،ويلزم المتعدى بذلك التعذير-وسئل عنه العلامة برهان الدين الأبناسى(٥) فأجاب)(٦)بمثل ذلك،وزادأن صاحب الحال مغلوب، والمنكر محروم، ماذاق لذة التواجدولاصفاله المشروب ....إلى أن قال فى آخرجوابه :وبالجملة ؛فالسلامة فى تسليم حال القوم- وأجاب بمثل ذلك بعض أئمة الحنفية والمالكية،كلهم كتبواعلى هذاالسؤال بالموافقةمن غيرمخالفة-

أقول(٧) :وكيف ينكرالذكرمن قيام ،والقائم الذاكر،وقدقال تعالىٰ: يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا(آل عمران ١٩١)وقالت عائشة رضى الله عنها"كان رسول الله ﷺ يذكرالله على كل احيانه"(٨)-وإن انضم إلى هذاالقيام رقص ونحوه،فلاإنكارعليهم،فذلك من لذةالشهودوالمواجيد-

وقدوردفى الحديث الذى أخرجه أحمدبن حنبل (٩):رقص جعفربن أبى طالب بين يدى النبى ﷺ لماقال له:أشبهت خلقى وخلقى-فذلك من لذة هذاالخطاب ،ولم ينكرذلك عليه النبى ﷺ لماقال له:أشبهت خلقى وخلقى-فذلك من لذة هذاالخطاب،ولم ينكرذلك عليه النبى ﷺ -فكان هذاأصلاًفى رقص الصوفية لمايدركونه من لذة المواجيد-وقدصح القيام والرقص فى مجالس الذكروالسماع عن جماعة من أكابرالأئمة ؛منهم:شيخ الإسلام عزالدين بن عبدالسلام"اه-

وقال عياض فى الحبشة (١٠):"الزفن الرقص:خاف عمرأن يكون ممالاينبغى ،فحصب الحبشة من أجله ،فزجره النبى ﷺ وقال:دونكم بنى أرفدة-قال:ففيه أقوى دليل على إباحته،إذزادالنبى ﷺ على إقرارهم!"اه-

ثم قال المؤلف المذكور (١١)مانصه:"وهذاآخرماأردناإيراده فى هذه الكراسة،وبالله التوفيق، وهو المسؤول أن يهدينالأقوم طريق-وكتب عن إذن شيخناالإمام العلامة ،نخبة الأصفيا ،اسوة الاولياء،علم المهتدين، شمس العارفين،زمزم أسرارالواصلين،يوسف بن محمدبن يوسف الفاسى رضى الله عنه وعنا"اه-

يقول كاتبه(١٢):وقدسألت عن هذه النازلة شيخناالإمام العلامة ،المحقق المتبحرفى المعقول والمنقول، الصدر النظار،عالم المغرب فى هذاالوقت بلامدافع،العالم الناصح أباعبدالله سيدى محمدبن قاسم القيسى، المعروف به:"القصار"رضی اللہ عنہ،فأجاب بالموافقةوالحمدلله-"اه-

قلت:وقدعرّف العلامة أبوعبدالله محمدبن أحمدبن محمدبن عبدالقادرالفاسى(١٣) فى"الموردالهنى بأخبارالإمام عبدالسلام الشريف القادرى الحسنى"(١٤)،بصاحب "النصرة"المتقدمة،قائلا:"كان إمام المحدثين فى وقته،حافظاًضابطاًثقةًحجةً،وكان يصحح نسخ البخارى ومسلم من حفظه رضى الله عنه-اه منه بلفظه-

قلت:وراجع ترجمته فی "مرآة المحاسن"،و"ابتهاج القلوب"و"نشرالمثانی"و"صفوة من انتشر" وغیر ذلک من کتب عظماء الرجال۔

وفی آخر "المعیار"فی السفر الحادی عشر فی أوله(١٥)مانصه:"وسئل الشیخ الرحال؛أبوعبدالله محمدبن ابراهیم المعروف بأبی البرکات ابن الحاج البلّفیقی(١٦)عن زاویة للغرباء یجتمعون،لهم فیها ما یقوتهم، ویؤنسونهم بالمجالسة،ویجتمعون علی الذکروالأکل وإنشادالشعر،ثم یبکون ویشطحون فی فصول کثیرة۔فأجاب:

الحمدلله،والله المستعان علی مافیه رضاه؛إذاکان علی ماذکرأعلاه،فقدجری العمل بالعدوتین(١٧)علی المسامحةفیه۔

وإن فرض أن یتخلل ذلک مایتردد المجتهدفی إجارته،ورده بمایقترن به من الخشوع والصدقات وإرفادابن سبیل؛مکفرله إن شاءالله تعالی،قاله وکتبه أبوالبرکات محمدبن ابراهیم ابن الحاج وفقه الله۔

وتقیدعقبه بخط الأستاذشیخ الجماعة أبی سعیدفرج ابن لب مانصه:وقفت علی السؤال والجواب،ووافقت علی صحة الجواب المقید،وقلت بمثله ۔والله الموفق بفضله ۔قاله فرج ابن لب حامداًالله ومصلیاًعلی رسوله سیدنامحمدﷺ۔

فلماوصل هذاالجواب أهل؛قلانس(١٨) أنکروه،وقالوا:فتحتم علینابابالانقدرعلی سده أبداً،ونحن نحاکمکم إلی الحکم العدل بماأوهمتم علی العامة بذلک...والسلام۔

فأجابهم الأستاذه المذکوربمانصه:وقفت علی مکتوبکم ،فألفیت کلاماًغیرمعتدل،فتعجبت من تحاملکم فی غیرمحل"اهمنه بلفظه۔

قلت:ونقله أبوزیدسیدی عبدالرحمٰن ابن شیخ شیوخ سیدی عبدالقادرالفاسی مسلماًله، معتقداًتسلیمه، معرضاًعمایعارضه من کلام المعترضین۔

ولیس کل خلاف جاءمعتبرا	الاخلاف له حظ من النظر

وفی "الاحیاء"(١٩)فی کتاب التواجدمانصه:"ولوکان الرقص حراما؛لمانظرت عائشة رضی الله عنها فی بعض الروایات۔کماتقدم فی الباب الذی قبله ۔وقدروی عن جماعة من الصحابة رضی الله عنهم انه حجلوا۔أی: رقصوا۔لماوردعلیهم سرورأوجب ذلک"اه۔منه بلفظه۔

وقال العالم الأکبر،والعارف الأشهر؛أبوعثمان سعیدابن الشیخ أبی جعفرأحمدبن ابراهیم بن لیون التجیبی رضی الله عنه فی نصرته للقوم،المسماةب:"الإنالةالعلمیة،فی طریقةالفقراءالمتجردین الصوفیة":

"وأماالرقص فی المسجد؛ففی "صحیح مسلم"،عن عائشة رضی الله عنهاقالت:جاءقوم من الحبشة یزفنون یوم عیدفی المسجد،فدعانی رسول الله ﷺ،فوضعت کفی علی منکبه ،وجعلت أنظرإلی لعبهم ۔قال ابن عیینة الزفن:الرقص۔

قال:فثبت أن الرقص فی أصله مباح،ولو کان حراماًمافعل بین یدیه ﷺ“اھ۔

وفی”شرح النصیحة“للعلامة ابن زکری رضی اللہ عنہ(۲۰) مانصه:وفی”شرح الحصن“عن شیخ الاسلام السیوطی:أقول :وکیف ینکر الذکر من قیام ؟والقائم ذاکر،وقدقال تعالیٰ: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا (آل عمران ۱۹۱)الآیة،وقالت عائشة رضی اللہ عنها۔”کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ علی کل أحیانه“۔

وإن انضم إلی هذاالقیام رقص أونحوه،لاإنکارعلیهم لأن ذلک من لذة الشهودوالمواجید۔وقدوردفی الحدیث رقص جعفربن أبی طالب بین یدیه ﷺ لماقال له:أشبهت خلقی وخلقی۔وذلک من لذة هذا الخطاب ،ولم ینکرذلک علیه النبی ﷺ،فکان هذاأصلاًفی رقص الصوفیةلمایذکرونه من لذة المواجید۔وقدصح القیام والرقص فی مجلس الذکروالسماع عن جماعةمن أکابر الأئمة؛منهم:شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام“اھ۔

وهذاالنقل وإن تقدم ؛أردناأن نؤیده بنقل العلامة سیدی محمدبن عبدالقادرلکونه مالکی المذهب،مطلع محقق۔

وفی حواشی شیخ بعض شیوخناعلامة المشرق أبی عبداللہ الأمیرالکبیرالمالکی(۲۱) علی الزرقانی علی”المختصر“،نقلاًعن أبی المواهب الشاذلی المالکی أنه:”سمع من غیرواحد،عن الشیخ قاضی القضاةشمس الدین البساطی أنه:کان یرقص فی السماع۔قال:وأخبرنی من شاهده وهومعتنق مع ولی اللہ الکبیرالشهیرسیدی علی وفا“اھ۔(۲۲)[1]

والامام البساطی(۲۳)هذامن أعیان المالکیة،وترجمته مبسوطة فی کتب رجال المذهب۔[2]

[1](فرح الأسماع،لأبی المواهب الشاذلی ص ۷۹)

[2] (۱)هوالعلامة القاضی أبوالحسن علی بن محمدبن عبدالحق الزرویلی المعروف بالصغیر،المتوفی سنة (۷۱۹ھ)۔انظرترجمته فی:”الدیباج المذهب“(۲/۹۳)،و”الأعلام“(۴/۳۳۴)(۲)هوالعلامة الشیخ محمدبن یوسف بن عمربن شعیب السنوسی،()ولدسنة (۸۳۲ھ)،وتوفی سنة (۸۹۵ھ)۔انظرترجمته فی ”الأعلام“(۷/۱۵۴)(۳)(۲/۲۳۴-۲۳۵)(۴)هوالشیخ الاسلام سراج الدین أبوحفص عمربن رسلان بن نصیرالبلقینی المصری،ولدسنة(۷۹۱ھ)،وتوفی سنة (۸۶۸ھ)انظرترجمته فی :”المجمع المؤسس“(۲/۲۹۴)(۵)هوالعلامة الفقیه أبواسحاق برهان الدین إبراهیم بن موسیٰ بن ایوب الأبناسی ثم القاهری المقسی الشافعی،ولدسنة(۷۲۵ھ)،وتوفی سنة (۸۰۲ھ)۔انظرترجمته فی:”الضوء اللامع“(۱۷۲-۱/۱۷۵)و”حسن المحاضرة“(۴۳۷-۱/۴۳۸)(۶)مابین الحضرتین من ”الحاوی للفتاویٰ“(۷)القائل هوالسیوطی۔(۸)تقدم تخریجه۔(۹)تقدم تخریجه۔(۱۰)الاکمال ۳/۳۱۰(۱۱)هوابوالعباس سیدی احمدبن یوسف الفاسی۔(۱۲)أی:الحافظ الفاسی رحمه ا للہ۔(۱۳)هوالعلامة المؤرخ محمدبن أحمدبن محمدبن عبدالقادرالفهری ،ولدسنة (۱۱۱۸ھ)،وتوفی سنة (۱۱۷۹ھ)انظرترجمته فی ”الاعلام“(۱۳-۶/۱۴)(۱۴)هونسابة المغرب العلامة الشیخ ابومحمدعبدالسلام بن الطیب بن محمدالقادری الحسنی المغربی الفاسی ،ولد سنة ۱۰۵۸ھ وتوفی سنة ۱۱۱۰ھ انظرترجمته فی ”فهرس الفهارس“(۱/۱۸۸)،و”الاعلام“(۵-۴/۶)(۱۵)(۱۱/۳۸)(۱۶)ولد سنة ۶۸۰ھ وتوفی سنة ۷۷۱ھ انظرترجمته فی ”الدررالکامنة“(۴/۱۵۵)،و”المرقبةالعلیا“(ص ۱۶۳)و”الاعلام“(۷/۳۹)(۱۷)الغالب أنه یقصدبهماالمغرب والاندلس۔واللہ اعلم۔(۱۸)فی ”المعیار“قنالش بالشین المثلثة۔(۱۹)(۲/۲۷۷)(۲۰)هوالعلامة الفقیة ابوعبداللہ محمدبن عبدالرحمن بن زکری ،توفی سنة ۱۱۴۴ھ انظرترجمته فی ”الاعلام“(۶/۱۹۷)(۲۱)هوالعلامة الشیخ محمدبن محمدبن احمدبن عبدالقادربن عبدالعزیزالسنباوی المالکی المغربی الاصل المصری الدارالازهری المعروف بالأمیر،ولد سنة ۱۱۵۴ھ وتوفی سنة ۱۲۳۲ھ۔انظرترجمته فی ”عجائب الآثار“(۴/۴۴۱)و”فهرس الفهارس“(۱/۱۳۳)و”الاعلام“(۷/۷۱)(۲۲)”فرح الأسماع“لابی المواهب الشاذلی(ص ۷۹)(۲۳)هوقاضی القضاة شمس الدین أبوعبداللہ محمدبن احمدبن عثمان القاهری،المالکی،ویعرف بالبساطی،ولد سنة ۷۶۰ھ وتوفی سنة ۸۴۲ھ ،انظرترجمته فی ”المجمع المؤسس“(۳/۲۶۵)و”دررالعقودالفریدة“(۳/۱۱۹)و”الاعلام“(۵/۳۳۲)

أئمہ کی عبارتیں جماعت کے ساتھ ذکر کے جواز پر جھومنے اور رقص کے ساتھ:

جہاں تک أئمۃ الاسلام اور بڑے بڑے علماء الدین کی عبارتوں کا تعلق ہے جو انہوں نے جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر ذکر کرنے جو جھومنے اور رقص کے ساتھ ہو اسکے جواز میں تحریر فرمائی ہیں تو یہ امر تو کسی سے بھی پوشیدہ نہیں کہ ایسے بہت سے لوگ بھی ہیں جو اس قسم کے اجتماعات اور محافل کا انکار کرتے ہیں جیسے ابو الحسن الصغیر اور ان کے علاوہ دوسرے فقھاء۔ لیکن جس خیال کی وجہ سے یہ لوگ انکار کرتے ہیں لوگ اس راضی نہیں۔

امام الحافظ (جو درست و کامل حجت والے ہیں) ابو العباس سیدی احمد ابن القطب الواضح سیدی احمد ابن القطب الواضح سیدی یوسف الفاسی رحمھما اللہ نے اپنی کتاب جو صفیہ کے طریقوں پر لکھی ہے اور وہ کتاب آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور باری باری ذکر کرنے اور ذکر کی جماعت اور رقص پر مشتمل ہے اس کتاب کو انہوں نے اپنے والد صاحب کی اجازت سے تحریر فرمایا اور اسکو آٹھ (۸) صفحوں میں لکھا اور یہ کتاب بہت نفیس اور عمدہ تالیفات میں سے ہے۔ اس میں انہوں نے صاحب ''العقیدہ'' الشیخ السنوسی رحمہ اللہ کا جواب بھی تحریر فرمایا ہے۔

انہوں نے فرمایا جس کی عبارت یہ ہے ''اگر یہ بات تم لوگوں کے نزدیک ثابت ہو گئی، تو تم اس عبارت کو جو الشیخ ابو الحسن الصغیر رحمہ اللہ نے اس کتابچہ میں جسکو انہوں نے فقیروں کے رد پر تحریر فرمایا ہے لکھی ہے، تو تم اسکو اپنے علوم و معارف کے فرائض میں سے نہ بناؤ اور نہ اپنے عقائد کے وظیفوں میں سے، کیونکہ انہوں نے اپنے جلال کے سبب یہ کلام اصل مرجوح سے ہٹ کر کہا ہے اور علماء کی جمہوریت اور بہت سے بلند پایہ علماء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ان کے مخالف ہیں کیونکہ انہوں نے ان بعض لوگوں کا طریقہ اختیار کیا ہے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور وہ بہت تنگ نظر تھے ان امور و نوازل میں رجوع کرنے میں جو شریعت کے جزئی امور میں سے ہو اگر ان کو کوئی سطحی چیز اپنی نظریت کے موافق ملتی تو اچھی بات ورنہ اسکے رد کا حکم کر دیتے بغیر ان امور پر رکے جن کا اصول شریعت اور اس کے قواعد اقتضاء کرتے ہیں۔''

جو حق ہے جس پر ایک بڑی تعداد کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ غور و فکر کرنا شریعت کے قواعد اور اس کے مقاصد میں ہے اور اس کی جزئیات پر بھی نظر دوڑانا لیکن اس کو کوئی پختگی سے سر انجام نہیں دے سکتا سوائے اس شخص کے جس کا قلب بھی فقہی ہو اور شریعت اس کے خون اور گوشت میں رچ بس گئی ہو اور شریعت اس کی طبیعت بن گئی ہو کیونکہ اس کے علاوہ اگر ہم کسی دوسرے کو منتخب کریں تو ہم اس کو ایسا پائیں گے کہ وہ احادیث کو اجمالی اور بہت مختصر طور پر بیان کرے گا ان میں سے کچھ احادیث غیر صحیح بھی ہوں گی کچھ احادیث کو ایسی جگہ بیان کرے گا جو ان کا محل نہ ہو گا غیر ضروری تفاصیل بیان کرے گا اور کچھ چیزوں کی عیب جوئی کرے گا جیسا کہ وہ رقص جس کی طرف آپ نے اپنے سوال میں اشارہ کیا ہے۔

شیخ الاسلام الجلال السیوطی نے فرمایایعنی (الحاوی) میں کہ :

ایک مسئلہ ہے کہ صوفی جماعت میں کہ اگر وہ لوگ ذکر کی مجلس کیلئے جمع ہوئے پھر اس جماعت میں سے ایک شخص مجلس میں ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہوگیااوراپنے اس فعل کو جاری رکھاجو اس کو کسی ورد کی وجہ سے حاصل ہوا توکیااس کا یہ فعل درست ہے یانہیں؟ چاہے وہ فعل اسکے اختیار سے ہو یاپھر بے اختیاری کی کیفیت میں ؟اور کیاکسی پر اس کوروکنااوراس پر عتاب کرنالازم ہے؟

الجواب: اس فعل پر اس پر کوئی انکار نہیں بالکل اسی جیساسوال شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی سے بھی پوچھا گیا تھا تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: اس فعل پر اس پر کوئی انکار نہیں، منع کرنے والے کو جان بوجھ کر منع نہیں کرنا چاہیئے اگر کسی نے ایسا کیاتووہ انکار کرنے والا ملامت کا مستحق ہے۔اسی بارے میں میں علامہ برھان الدین الأبناسی سے پوچھا گیاتوانہوں نے ویساہی جواب فرمایااورمزید یہ بھی فرمایا کہ جسکو حال آتاہے وہ مغلوب ہوتاہے اوراسکاانکار کرنے والا محروم ہوتاہے اس نے وجد کی لذت کو چکھاہی نہیں اوراس کیلئے وجد کامشروب نکھرا ابھی نہیں .....یہاں تک کہ انہوں نے اپنے جواب کے آخر میں فرمایاکہ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی قوم جو حال کو تسلیم کرے اس کیلئے سلامتی ضروری ہے اس قسم کاجواب بعض حنفی اورمالکی أئمہ نے بھی دیاہے اوران سب نے اس سوال کے جواب میں مخالفت کے بجائے موافقت ظاہر کی ہے۔

سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتاہوں کوئی کھڑے ہوکر ذکر کرنے کاکیسے انکار کرسکتاہے کھڑا ہوا شخص بھی ذکر کرنے والاہوتاہے اوراللہ جل شانہ نے خود فرمایا:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا (آل عمران ۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالٰی کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ جل شانہ کاذکر کرتے تھے“۔

پھر اگر اس قیام کے ساتھ رقص یاکچھ اور بھی شامل ہوجائے تو اس پر کوئی انکار نہیں کیونکہ وہ کیفیت وجداور حال کی لذت کی وجہ سے ہے۔

اس حدیث میں بھی وارد ہواہے جس کو احمد بن حنبل نے نقل کیاہے (جسکا مفہوم یہ ہے) جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں رقص کیاجبکہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایاتم مجھ سے میری خلقت اور اخلاق میں مشابہت رکھتے ہوتوان کایہ رقص کاکرنااس کلام کی لذت کی وجہ سے تھااوران کے اس فعل پر آپ ﷺ نے بھی انکار نہیں کیااور وہ

رقص اصل میں صوفیۃ کے رقص میں سے ہے جب انکو وجد کی لذت محسوس ہوتی ہے بڑے بڑے ائمہ کی جماعت سے جن میں شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام بھی ہیں ان سے ذکر کی مجالس میں سننا اور کھڑے ہونا اور رقص کا درست ہونا ثابت ہے۔

عیاض رحمہ اللہ حبشہ کی حدیث میں فرماتے ہیں:

"زفن رقص کرنے کو کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ یہ رقص کرنا صحیح نہیں جس کی وجہ سے حبشہ نے کنکر پھینکنا شروع کر دیے۔ سو آپ ﷺ نے ان کو صانٹا اور فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) اے ارفدہ ایسا نہ کرو۔ تو عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میں بڑی قوی دلیل ہے رقص کے مباح ہونے کی جبکہ آپ ﷺ نے ان کے اقرار کرنے کے بعد ان کو اس چیز پر ابھارا"۔

اس کے بعد ابو العباس سیدی احمد بن یوسف الفاسی نے فرمایا جس کی عبارت یہ ہے:

"یہ آخری چیز ہے جس کے تحریر کرنے کا ہم نے اس کتابچہ میں ارادہ فرمایا اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی توفیق ہے او وہ ہی ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے یہ کتابچہ ہمارے شیخ الامام العلامہ اصفیاء کے منتخب کردہ اولیاء کیلئے اسوۃ، ہدایت یافتہ لوگوں کیلئے علم کے چراغ۔ جاننے والوں کے لئے آفتاب اپنی جہد کو برقرار رکھنے والوں کی چاہ، یوسف بن محمد بن یوسف الفاسی ہے اللہ ان سے راضی ہو اور ہم سے بھی" الحافظ الفاسی کے کاتب فرماتے ہیں میں اس پریشانی (رقص کے مسائل) کے بارے میں اپنے شیخ الامام العلامہ ہر معقول اور منقول کی تحقیق کرنے والے اور اسکے بحر میں غوطہ لگانے والے ہر تحقیق کرنے والے کے صدر اس وقت کے عالم المغرب جن کی کوئی مدافعت کرنے والا نہیں، نصیحت کرنے والے عالم ابو عبد اللہ سیدی محمد بن قاسم القیسی جو 'القصار' کے نام سے معروف ہیں رحمہ اللہ تو انہوں نے موافقت ظاہر کی الحمد للہ"۔

میں نے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن عبد القادر الفاسی کی کتاب (المورد الھنی بأخبار الامام عبد السلام الشریف القادری الحسنی) میں صاحب (النصرۃ) کا تعارف کرایا ہے یہ فرماتے ہوئے:

"وہ اپنے وقت میں محدثوں کے امام تھے، حافظ تھے، ضبط والے تھے، ثقہ تھے اور حجت والے تھے اور وہ اپنے حافظہ سے بخاری اور مسلم کے نسخوں کی تصحیح کیا کرتے تھے (رضی اللہ عنہ)"

میں نے کہا ان کے ترجمہ کا مراجعہ کریں (مرآۃ المحاسن) اور (ابتھاج القلوب) اور (نشر المثانی) اور (صفوۃ من انتشر) میں، اور دوسری عظیم لوگوں کی کتابوں میں (المعیار) فی السفر الحادی عشر (گیارھویں سفر میں) اسکے شروع میں لکھا ہے جسکی عبارت یہ ہے:

الشیخ الرحال ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم جو ابو البرکات ابن الحاج البلفیقی کے نام سے معروف ہیں ان سے اجنبی لوگوں کی خانقاہیں جس میں وہ لوگ جمع ہوتے ہیں ،اس میں ان کیلئے کھانے پینے کا سامان ہوتا ہے ان کو وہاں کی مجالس سے انسیت ہوتی ہے وہ لوگ ذکر اور کھانے پینے اور اشعار پڑھنے کیلئے جمع ہوتے ہیں پھر وہ لوگ روتے ہیں اور پھر کافی زمانے دور رہتے ہیں ان سب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

الحمد للہ، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی مددگار ہے ان امور میں جسمیں اسکی رضا ہے اگر یہ عمل جسکا ذکر کیا گیا ہے ایسا ہی ہے تو اس میں مغرب اور اندلس میں درگزر کا معاملہ اختیار کیا گیا ہے۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ مجتھد اگر اسکی اجازت دینے میں متردد ہے کسی خلل کی وجہ سے اور اسکو رد کر دے اپنے خشوع اور صدقات اور مسافروں کو استحکام عطا کرنے کی وجہ سے تو انشاء اللہ یہ خشوع وغیرہ اس کے عمل کا کفارہ ہو گا، اس کو ابو البرکات محمد بن ابراھیم ابن الحاج وفقہ اللہ نے لکھا اور فرمایا ہے انہوں نے اس عبارت کو استاذ شیخ الجماعۃ ابی سعید فرج ابن لب کے خط سے مقید کیا ہے جسکی عبارت یہ ہے:

"میں نے سوال اور جواب پر توقف کیا پھر اس مقید جواب کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا اور ویسا ہی جواب دیا اور اللہ؛ جل شانہ اپنے فضل سے توفیق دینے والے ہیں۔"

اس کو فرج ابن لب نے ارشاد فرمایا اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور سیدنا محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے۔

پھر جب یہ جواب اھل قلانس والوں تک پہنچا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے ہمارے لئے ایسا دروازہ کھولا ہے جسکو ہم کبھی بھی بند نہیں کر سکتے اور ہم عادل کی عدالت میں جا کر اس بارے میں مقدمہ لڑیں گے جو تم لوگوں نے عوام الناس کو وھم وگمان میں ڈال رکھا ہے.... والسلام۔

ان مذکورہ استاذ نے جواب میں فرمایا جسکی یہ عبارت ہے 'میں نے تم لوگوں کے خط پر توقف کیا تو مجھے یہ کلام غیر معتدل لگا تو مجھے بڑا تعجب ہوا تم لوگوں کی یہ ناانصافی بغیر محل کے دیکھ کر میں نے کہا ابو زید سیدی عبد الرحمن بن شیخ الشیوخ سیدی عبد القادر الفاسی نے اسکو نقل کیا ہے تسلیم کرتے ہوئے اور اسکی تسلیم کا اعتقاد کرتے ہوئے اور معترضین کے کلام سے اعراض کرتے ہوئے.

و لیس کل خلاف جاء معتبرا　　　الا خلاف له حظ من النظر

ترجمہ: ضروری نہیں کہ ہر خلاف جو وارد ہوا ہو وہ معتبر ہو سوائے اس خلاف کے جسکے لئے تحقیق اور نظر میں حصہ۔

احیاء میں کتاب التواجد میں ہے جس کی عبارت یہ ہے: "اگر رقص حرام ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حبشہ کو آپ ﷺ کے ساتھ رقص کرتے ہوئے نہ دیکھتیں۔ یہ کچھ روایتوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں جیسا کہ اس سے پہلے باب

میں گزر چکاہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے رقص کیاجب ان پر سرور کی کیفیت طاری ہوئی۔"

ایک بڑے عالم اور مشہور عارف ابو عثمان سعید ابن الشیخ ابی جعفر احمد بن ابراہیم بن لیون التجیبی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف جوانہوں نے اپنی قوم کیلئے تحریر فرمائی ہے جس کا نام "الانالہ العلمیۃ فی طریقۃ الفقراء المتبحر دین الصوفیۃ" ہے یہ فرمایا:

"البتہ وہ رقص جو مسجد میں ہو تو صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں حبشہ کی ایک قوم آئی اور عید کے دن مسجد میں رقص کرنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا تو میں نے اپنی ہتھیلی ان کے مونڈھوں پر رکھی اور ان کا کھیل دیکھنے لگی ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ زفن کا مطلب رقص ہے فرمایا ثابت ہو گیا کہ رقص اصل میں مباح ہے اگر حرام ہو تا تو آپ ﷺ کے سامنے نہ کیا جاتا۔"

علامہ ابن زکری رحمہ اللہ کی شرح النصیحۃ میں ہے جس کی عبارت یہ ہے شرح الحصن میں شیخ الاسلام السیوطی رحمہ اللہ سے روایت ہے میں کہتاہوں کہ کھڑے ہو کر ذکر کرنے والے کا کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے؟ کیونکہ قائم بھی ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا (آل عمران ۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر بھی۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ جل شانہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اگر اس قیام کے ساتھ رقص یا دوسری کوئی چیز بھی شامل ہو جائے تو ان پر کوئی انکار نہیں۔ کیونکہ وہ وجد اور حال کی لذت کی وجہ سے ہے اور حدیث میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا رقص وارد ہوا ہے آپ ﷺ کے سامنے جس وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے میری خلقت اور اخلاق میں مشابہت رکھتے ہو تو یہ رقص کرنا اس کلام کی لذت کی وجہ سے ہے اور اس پر آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا اور یہ رقص اصل میں صوفیۃ کے رقص میں سے ہے جو وجد کی لذت کی وجہ سے ہوتا ہے بڑے بڑے آئمۃ کی جماعت سے جن میں شیخ الاسلام عزالدین ابن عبد السلام بھی ہیں ان سے ذکر کی مجالس میں سننا اور کھڑے ہونا اور رقص کا درست ہونا ثابت ہے۔ یہ نقل بے شک پہلے گزر چکی ہے لیکن ہم نے اسکو دوبارہ اس لیے نقل کیا تاکہ ہم اس سے علامہ سیدی محمد بن عبد القادر کی نقل سے تائید کریں کیونکہ وہ مالکی مذہب کے ہیں سو یہ نقل محقق ہے۔

ہمارے بعض شیوخ کے شیخ علامۃ المشرق ابی عبد اللہ الامیر الکبیر المالکی کے حواشی میں جو زرقانی پر جو "المختصر" پر لکھی گئی ہے ایک نقل وارد ہے جو ابو المواہب الشاذلی المالکی سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ لوگوں سے سنا جو شیخ قاضی

القضاۃ شمس الدین البساطی سے مروی ہے جو سنتے ہوئے رقص کرتے تھے اور مجھ کو بتایا اس نے جس نے ان کو دیکھا کہ وہ ولی اللہ الکبیر الشھیر سیدی علی وفا رحمہ اللہ سے گلے لگے ہوئے تھے۔امام بساطی مالکی مذہب کے سرداروں اور بزرگوں میں سے تھے اور انکا ترجمہ مذہب کے بڑے لوگوں کے کتب میں لکھا ہے۔

اقسام الرقص وأحكامها:

وقال أبو العباس سيدی أحمدابن عجيبة(١) فی "شرح المباحث لابن البنا"(٢)مانصه:"الرقص فيه خلاف كثيربين الصوفية وعلماء الشريعة۔والتحريرفی المسألة أن تقول:الأصل فی الرقص هوالإباحة,إذهی الأصل,وقيل:الوقف حتی يأتی الحظر,ولم يردفی كتاب الله ولاسنةرسول الله ﷺ مايقتضی التحريم۔وإنماحرمته الأئمة لماقارنه من تعاطی أهل الفساد فی جمعهم بين النساء والشبان وآلة اللهو,والعلة تدورمع المعلول وجوداوعدما۔والمتحصل فيه:أنه علی ثلاثةأقسام:حرام,مباح ومطلوب:

فالأول:رقص العوام بمحضر النساء والشبان؛لمايؤدی إليه من الفسادومايهيج من الطباع الدنية والنفوس الشيطانية,ويلتحق به ماخلامن ذلک۔لكن إن قصدبه التصنع والرياء وإظهار الحال والتظاهربماليس فيه حقيقة؛فهوحرام ايضاً,لمادخله من الرياء والتلبيس۔وعلی هذين القسمين يحمل كلام من أطلق التحريم؛كصاحب "المعيار"،و"النصيحةالكافية"وغيرهما۔

الثانی:رقص الصالحين وأهل النسبة من غيروجدولاتواجد,بل راحة لنفوسهم وتنشيطالقلوبهم,بشرط الزمان والمكان والاخوان,وعدم حضور النساءوالشبان۔

ومايقال أنه:من فعل السامريةحين عبدوالعجل؛فعلی تقديرصحته؛إنماحرم فعلهم لفسادقصدهم؛لأنهم قصدوابذلک تعظيم العجل والفرح به,وهذاكفر۔ولوكان رقصهم خالياًمن ذلک؛ماحرم عليهم۔وقدثبت أن جعفربن أبی طالب رقص بين يدی النبی ﷺ لماقال له:أشبهت خلقی وخلقی.....

ثم ذكر كلام ابن ليون التجيبی المتقدم,ثم قال:

الثالث:رقص الصوفية أهل الذوق والحال ذوقاوتواجدا,وسواء كان ذلک فی حضرة الذكرأوالسماع۔ولاشک أن دواء القلوب من الغفلة وجمعهاعلی الله مطلوب بأی وجه أمكن,لكن مالم يكن محرماًمجتمعاًعلی تحريمه,فلادواء فيه۔وتقدم كلام الجنيدلماسئل عن السماع:كل مايجمع العبدعلی ربه فهو جائزمباح....ثم ذكرماتقدم عن شارح "الحصن"۔

ثم قال ابن عجيبة:قلت:وقدتواترالنقل عن الصوفية,قديماًوحديثاً,شرقاًوغرباً؛أنهم كانوايجتمعون لذكرالله تعالیٰ ويقومون ويرقصون,ولم يبلغناعن أحدمن العلماءالمعتبرين أنه أنكرعليهم !وقدرأيت بفاس فی زاوية الصقليين جماعةيذكرون ويرقصون من صلاةعصريوم الجمعةإلی المغرب,مع توفرالعلماء,فلم ينكرأحدعليهم۔

فلاینکرعلى الفقراء الرقص فی حال ذکرهم إلامقلدجامد،أومعاندجاحد،ویرحم الله الشیخ زرّوق رضی الله عنه حیث قال فی بعض شروحه على مقطعات الشیخ الششتری،لماتکلم على هذاالمعنی،قال:

وإنماأطلت الکلام هنا،لوجهین:

أحدهما:مخافةأن یغتر الغوغاءبهؤلاءالسادات،فیتعاطونه فی غیرمحله،فیقعوافی المقت۔

ثانیهما:مخافة أن یتبع أحدقول الملحدین ،أهل العقول الواهیة،والأفئِدة الخاویة ،فیقدح فی جملة طریقة أنتجهاالصالحون الواصلون أولیاءالله تعالیٰ،وظهرت نتیجتهافی کثیرمن عبادالله۔

وقداشتملت طریقتهم على رجال قاموابأحکام الشریعة ،وآداب الحقیقة،وتعلقوابأسماءرب العالمین، وتخلقوابأخلاق سیدالمرسلین،وآثارهم حمیدة،وملاقاتهم سعیدة۔

ترغب الملائکة فی خلتهم ،واشتاقت الأنبیاء إلی رؤیتهم ،کتاب الله مطرزبالثناءعلیهم ،وبشائرالسنة کلهاتشیرإلیهم،عندذکرهم تنزل الرحمة،وبسبب وجودهم تدفع النقمة،رغب فی اللحوق بعسکرهم خلیل رب العالمین،فیماأخبرعنه فی کتاب رب العالمین:رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (الشعراء۸۳)ملأالله قلوبنامن محبتهم،وحشرنافی زمرتهم...اللهم آمین"اه کلام الإمام ابن عجیبةرضی الله عنه عن الجمیع۔

وفی"حاشیة العلامة خاتمةالمحققین ،خال والدنا،سیدی الطالب ابن الحاج(۳) علی الشیخ میارة "(۴)لدی قول الناظم(۵):ویکثرالذکربصفولبه"۔مالفظه:

"وأماالرقص والتصفیق،وهزالرأس والتحرک،فقال الشیخ زروق فی "المباحث الأصلیة":إن کان بغلبة ،فالمغلوب معذور،وإن کان بغیرغلبة ،وهوللإبهام ،فهوحرام،لمادخله من الریاء والتصنع والتظاهربمالیس له حقیقة عنده۔وإن کان مع بیان الحال ،بحیث یعلم الحاضرون أنه غیرمغلوب،وإنماأرادإراحةنفسه وهزهاونحوه،فهوإلی الباطل أقرب،ولیس من الحق فی شئی"اهـ۔

والأول :علیه یحمل رقص الحبشة فی المسجدفی یوم عیدکمافی "الصحیح"،ومحمل رقص علی وجعفروزیدحین أثنی علیهم النبی ﷺ فقال لعلی:أنت منی بمنزلةهارون من موسیٰ۔وقال لجعفر:أنت أشبهت خلقی وخلقی۔وقال لزید:أنت مناومولانا..

قال العلامة ابن زکری فی "شرح الحکم":وبقیت حالة رابعة،وهو:أن یکون غیرمغلوب ،وذلک بین عند الحاضرین۔ولیس مراده راحة نفسه،بل الفرح بالانتساب إلی الله وإلی رسوله،ویلحظ الحظ عندهماوالقرب منهما،کالشیخ الذی رئی یرقص وهویقراء۔فقیل له:ماهذا؟فقال :قلت فی نفسی:عبدمن أنا؟وکلام من أقرأ؟وبیت من أناقاصد؟وکان ذاهباإلی مکة۔وفی معناه قول من قال:

وممازادنی طرباوتیها | وکدت بأخمصی أطأالثریا
دخولی تحت قولک:یاعبادی | وأن صیرت أحمدلی نبیا

وکالمرأۃ التی ضربت الدف علی راسہ ﷺ فرحابرجوعہ سالمأمن بعض غزواتہ ،وکان ذلک بإذنہ(٦) ۔قال:وھذاجائز۔واللہ اعلم۔

وللشیخ أبی مدین من قصیدۃ:

فقل للذی ینھی عن الوجداھلہ　　إذالم تذق معنی شراب الھوی؛دعنا
إذااھتزت الارواح شوقاإلی اللقاء　　ترقصت الأشباح یاجاھل المعنی

إلی أن قال:

وصن سرنافی سکرناعن حسودنا　　وان انکرت عیناک شیئا؛فسامحنا
فإناإذاطبناوطابت عقولنا　　وخامرناخمرالغرام؛تھتکنا

فلاتلم السکران فی حال سکرہ فقدرفع التکلیف فی سکرناعنا۔

اھ منہ بلفظہ۔

رقص کی اقسام اور اس کے احکام:

ابوالعباس سیدی احمد بن عجیبیۃ نے ''شرح المباحث لابن البنا'' میں فرمایا جسکی عبارت یہ ہے ''رقص کے بارے میں بہت سے صوفیۃ اور علماء الشریعۃ کا خلاف ہے۔مسئلہ کی تحریر یہ ہے کہ آپ یہ کہیں کہ رقص مباح ہے اورا باحت ہی اصل ہے یہ بھی کہا گیاہے اس امر میں وقف کرناچاہیئے یہاں تک کہ اس امر پر کوئی پابندی نہ آجائے اور نہ ہی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں کوئی ایسا امر وارد ہوا جو اس کے حرام ہونے کا اقتضاء کرے۔البتہ جن أئمۃ نے اسکو حرام فرمایاہے انہوں نے اہل فساد کے فساد کی وجہ سے جو انہوں نے ان مجالس میں عورتوں اور نوجوانوں اور لہوولعب کی چیزوں کے ساتھ اپنی مجالس میں شروع کر دیاہے اور کسی چیز کی علت معلول کے ساتھ ہی رہتی ہے وجوداً بھی اور عدماً بھی۔''

اس میں حاصل یہ ہے:یہ رقص تین قسم کاہے:حرام،مباح،مطلوب۔

پہلا:عوام کا رقص عورتوں اورجوانوں کے سامنے۔کیونکہ یہ سب فساد پھیلاتاہے اور شیطانی نفوس اوردنیاوی طبیعتوں کوجوش دلاتاہے پھراس مجلس میں ان سب کے علاوہ اور بھی بہت کچھ شامل ہو جاتاہے لیکن اگر اس مجلس میں رقص سے دکھاوااور ریاکاری اور حال آنے کی کیفیت کا ظاہر کرنا مقصد ہو ایسا اظہار جس میں کوئی حقیقت نہیں تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں ریااور دکھاواہوتاہے ان دونوں قسموں میں ان لوگوں کے کلام کا اطلاق ہو گا جو اسکا حرام ہوناثابت کرتے ہیں جیسے ''المعیار'' اور ''النصیحۃ الکافیۃ'' کے لکھنے والے اوران دونوں کے علاوہ اور بھی۔

دوسرا: صلحاء کا رقص اوراہل نسبت لوگوں کا رقص بغیر وجد اور حال کے بلکہ اپنے نفس کی راحت اور قلوب کی نشاط کیلئے لیکن اس کیلئے زمان، مکان اور مناسب اور جاننے والے لوگوں اور عورتوں اور جوانوں کی عدم حضوری کی شرط ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سامری کے فعل میں سے ہے جب ان لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی تو اگر اس رقص کی صحت کو دیکھا جائے تو ان لوگوں پر یہ فعل ان کے مقصد کے فساد کی وجہ سے حرام ہوا، کیونکہ ان لوگوں کا اس فعل سے بچھڑے کی تعظیم کرنا اور اس سے خوش ہونا مقصود تھا اور یہ کفر ہے اور اگر انکا یہ رقص اس سے خالی ہوتا تو یہ فعل ان پر حرام نہ ہوتا اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں رقص کیا جب آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ سے میری خلقت اور اخلاق میں مشابہت رکھتے ہو اس کے بعد مصنف نے ابن لیون التجیبی کا پچھلا کلام ذکر کیا پھر فرمایا۔

تیسرا: صوفیاء کا رقص جو اہل ذوق ہوتے ہیں حال اور وجد کی کیفیت میں چاہے وہ ذکر کرتے وقت ہو یا سنتے وقت اس میں کوئی شک نہیں کہ غفلت میں ڈوبے دلوں کی دواء اور ان کو اللہ جل شانہ کے راستے میں جمع کرنا مطلوب ہے جس طرح بھی ممکن ہو لیکن جو حرام طریقہ نہ ہو جس کے حرام ہونے کا سب میں اتفاق ہو سو حرام طریقے میں کوئی دواء نہیں جنید بغدادی رحمہ اللہ کا کلام ہے جو کہ پہلے گزر چکا ہے جب ان سے سماع (سننے) کے بارے میں سوال کیا گیا تھا: جو بھی چیز بندے کو اپنے رب سے ملا دے وہ مباح ہے اور جائز ہے پھر مصنف نے وہ ذکر کیا جو شارح "الحصن" سے مروی تھا۔

اس کے بعد ابن عجیبہ نے فرمایا: میں نے کہا: صوفیاء کے بارے میں کلام متواتر ہو چکا ہے نیا بھی اور پرانا بھی، شرقاً اور غرباً بھی (شرقی اور غربی بھی) کہ وہ لوگ اللہ جل شانہ کے ذکر کیلئے جمع ہوتے ہیں کھڑے ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اور کسی ایک بھی معتبر علماء میں سے ہم تک یہ نہیں پہنچا کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہو اور میں نے صقلیون کی خانقاہ میں ایک جماعت کو دیکھا جس میں علماء بھی شامل تھے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جمعہ کے دن عصر کی نماز سے لے کر مغرب تک رقص کرتے ہیں اور ان پر کوئی انکار نہیں کرتا۔

اور فقراء پر بھی ذکر کی حالت میں کوئی رقص کا انکار نہیں کرتا سوائے اس کے جو پکا تقلید کرنے والا ہو یا پھر اس کے جو ضدی اور انکار کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ شیخ زروق رحمہ اللہ پر رحم فرمائے جبکہ انہوں نے شیخ الششتری کے بعض مقطعات کے شروح میں فرمایا جب انہوں اس موضوع پر کلام فرمایا اور کہا: میں نے یہاں کلام کو دو وجوہات کی وجہ سے لمبا کیا:

پہلی وجہ: اس ڈر سے کہ دھوکہ کھانے والے ان صوفی سرداروں سے دھوکہ نہ کھا جائیں اور اس طریقے کو غیر مناسب مقامات پر استعمال کرنے لگیں اور پھر مشکل میں پڑ جائیں۔

دوسری وجہ: اس ڈر سے کوئی الحاد اور انکار کرنے والوں کے قول کے پیچھے چل پڑے جو واھیات عقل رکھنے والے ہیں اور خالی سینے والے ہیں اور اس طریقے کی مذمت کرنے لگے جس کو ان صلحاء اور اولیاء اللہ نے نکالا ہے اور اس کا نتیجہ اور بھی بہت سے خداوندوں پر ظاہر ہونے لگے۔

اور انکا طریقہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا جو شریعت کے احکام پر اور حقیقت کے آداب پر چلتے ہیں اللہ رب العزت کے اسماء سے تعلق رکھتے ہیں اور سید المرسلین ﷺ کے اخلاق کو اپناتے ہیں اور ان کے آثار تعریف کے قابل ہیں اور ان کی ملاقات سعادت والی ہے۔

فرشتے ان لوگوں سے دوستی کرنے کی رغبت رکھتے ہیں۔ انبیاء ان کو دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں اللہ جل شانہ کی کتاب ان کی تعریف سے سجی ہوئی ہے اور سنت کی بشارتیں ساری انہیں لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، ان کے ذکر کرنے کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کے وجود کے سبب مصیبتیں ٹل جاتی ہیں ان کے لشکر اور فوج میں داخل ہونے کی خلیل اللہ نے رغبت ظاہر فرمائی تھی جس کے بارے میں رب العالمین کی کتاب نے خبر دی ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (۸۳الشعراء) ترجمہ: اے میرے رب مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب قرب میں) مجھ کو (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں میں شامل فرما۔ یہاں تک کہ انہوں نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ان لوگوں کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر ان کو گوں کے ساتھ فرمادے... اللھم آمین۔

یہ کلام (دعا) ابن عجیبۃ رحمہ اللہ کا سب لوگوں کی طرف سے ہے۔

علامہ خاتمۃ المحققین کے حاشیہ میں جو ہمارے والد صاحب کے ماموں ہیں سیدی الطالب ابن الحاج شیخ میارۃ سے ناظم کے قول کے پاس روایت کرتے ہیں ناظم کا قول یہ ہے:

"وہ اللہ جل شانہ کے ذکر کی کثرت کرتے تھے اپنے قلب کے اخلاص کے ساتھ"۔

ان کی (والد کے ماموں) روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رقص کرنا اور تالیاں بجانا اور سر کو ہلانا اور حرکت کرنا" تو شیخ زروق "المباحث الأصلیۃ" میں فرماتے ہیں :

اگر یہ سب غلبہ کے سبب ہے تو غلبہ پانے والا معذور ہے اور اگر بغیر غلبہ کے ہے تو یہ لوگوں کو دکھانے اور وہم میں ڈالنے کیلئے ہے اور وہ حرام ہے کیونکہ اس میں ریا اور دکھاوا شامل ہو گیا جس کی ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں اور اگر وہ اس رقص وغیرہ کے ساتھ بولے کہ یہ حال کی کیفیت ہے جبکہ حاضرین کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص غیر مغلوب ہے اور اپنے نفس کو تسکین اور سکون دینے کے لیے کر رہا ہے تو یہ باطل کے زیادہ قریب ہے اور اس میں ذرا بھی حق نہیں۔

پہلا: جس پر حبشہ کا مسجد میں رقص کرنا عید کے دن محمول ہے جیسا کہ "الصحیح" میں ہے اور علی، جعفر اور زید رضی اللہ عنہم کا رقص جب آپ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی جبکہ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو جیسا کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تھے اور زید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہم سے ہو اور ہمارے مولیٰ ہو اور جعفر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے میری خلقت اور اخلاق میں مشابہت رکھتے ہو۔

علامہ ابن زکری "شرح الحکم" میں فرماتے ہیں :

اب چوتھی حالت رہ گئی وہ یہ ہے کہ بندہ غیر مغلوب ہو اور یہ تو حاضرین کے نزدیک واضح ہے اور اس سے مراد نفس کی راحت نہیں ہے بلکہ وہ خوشی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف انتساب کی وجہ سے ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنا حظ اور نصیب ان دونوں کے پاس پاتا ہے اور ان دونوں سے قربت محسوس کرتا ہے جیسا کے ایک شخص کو دیکھا گیا کہ وہ پڑھ رہے ہیں اور رقص کر رہے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے ؟ تو انھوں نے کہا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا۔ میں کس کا بندہ ہوں ؟ میں کس کا کلام پڑھتا ہوں ؟ اور میں کس کے گھر کا قاصد ہوں اور وہ اس وقت مکہ مکرمہ کی طرف جارہے تھے۔ اور اسی کے جیسا ایک کہنے والے کا قول ہے؛

وممازادنی طرباوتیها — وکدت بأخمصی أطأالثریا
دخولی تحت قولک یاعبادی — وأن صیرت أحمدلی نبیا

ترجمہ: جو چیز میرے اندر خوشی اور سرور کو بڑھا دیتی ہے کہ قریب ہے کہ میں اپنے پاؤں کے نیچے ستاروں کو کچل ڈالوں، وہ میرا آپ کے اس قول میں داخل ہونا ہے، اے میرے بندے اور یہ کہ آپ نے میرے لیے احمد ﷺ کو نبی بنا دیا۔

اور جیسے وہ عورت جس نے دف بجایا آپ ﷺ کے سر پر کھڑے ہو کر اس خوشی کی وجہ سے کہ آپ ﷺ کی بعض غزوات میں سے صحیح سلامت واپسی ہوئی تھی اور یہ دف بجانا آپ ﷺ کی اجازت سے تھا۔ اور یہ جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

شیخ ابی مدین کے قصیدے میں سے ہے:

فقل للذی ینهی عن الوجدأهله — اذالم یذق معنی شراب الهوی، دعنا
اذااهتزت الارواح شوقاالی اللقا — ترقصت الاشباح یاجاهل المعنی

ترجمہ: اسکو کہہ دو جو اہل وجد کو وجد سے منع کرتا ہے کہ اگر تم نے نفس کے شراب کا مزہ نہیں چکھا تو ہمیں چھوڑ دو۔ جب روحیں ملنے کے شوق میں ہلتی ہیں تو پر چھائیاں رقص کرنے لگتی ہیں اے اصل معنی سے بے خبر۔

یہاں تک کہ انھوں نے یہ کہا:

وصن سرنافی سکرناعن حسودنا — وان أنکرت عیناک شیئا، فسامحنا

فانا اذا طبنا و طابت عقولنا — و خامرنا خمر الغرام، تهتكنا

فلا تلم السكوان فی حال سكره — فقد رفع التكليف فی سكرناعنا

ترجمہ: ہماری مدہوشی کے راز کو ہم سے حسد کرنے والوں سے بچا کے رکھنا اور اگر تمھاری آنکھیں کسی چیز کا انکار کریں تو ہمیں معاف کر دینا اور اگر ہماری نفوس خوش گوار ہو جائیں اور ہماری عقلیں بھی خوشگوار ہو جائیں اور عشق کی شراب ہمیں مدہوش کر دے تو ہمیں رسوانہ کر دینا تو تم نشے والے کو نشے کی حالت میں ملامت کرو کیونکہ ہمارے نشے کی تکلیف کو ہم سے دور کر دیا گیا ہے۔[1]

لایشترط فی الحضرۃ والرقص غلبۃ الحال:

قلت: قول الشیخ زروق رحمه الله: "ان کان الرقص بغلبة، فالمغلوب معذور"...الخ، انظر من أین أخذوا شرط الغلبة، مع أن حدیث الحبشة الذی اخذوا منه جواز الرقص لا یدل علیه کما تقدم، و کذا الحدیثان المتقدمان: "فإن لم تبکوا فتباکوا"، و: "رحم الله عبداأظهر من نفسه القوة"، لا یدلان علیه۔

وفی الحدیث: "مابال أقوام یشترطون شروطالیست فی کتاب الله، من اشترط شرطاًلیس فی کتاب الله ،فهو باطل و إن اشترط مئة شرط"....الحدیث۔ (۱)

وأیضا، غلبة الحال لیس من دأب الرجال، و إنما حالهم: الرسوخ والتمکین، و إتباع سید الإرسال۔ (۲)

و أیضا، من اشترط الحضور فی الصلاۃ، هل یعذر أن یمنع من الصلاۃ إذا لم یحصل حضور؟ لا لا ... و الترجیح من غیر مرجح لیس من دأب العقلاء، و إنما الشرط المعتبر فی السنة هو إخلاص العبودیة لرب البریة۔

[1] (۱) هو العلامة الشریف الشیخ أبو العباس أحمدبن محمدبن المهدی ابن عجیبة الحسنی الأنجری، ولد سنہ ۱۱۶۰ھ وتوفی سنہ ۱۲۲۴ھ۔انظر ترجمته فی: "فهرس الفهارس" (۲/۸۵۴) الاعلام (۱/۲۴۵)

(۲) هو الفقیه الأصولی الصوفی أبو العباس احمدبن محمد بن عثمان الأزدی ،المعروف بابن البناء، ولد سنہ ۶۵۴ھ وتوفی سنہ ۷۲۱ھ ،کان ابوه بناءاً، ولهذا اشتهر بابن البناء، انظر ترجمته فی "الدرر الکامنة" (۱/۲۷۸)، و "الأعلام" (۱/۲۲۲)۔

(۳) هو العلامة القاضی محمدالطالب بن حمدون بن عبدالرحمن السلمی الشهیر بابن الحاج، توفی سنہ ۱۲۷۳ھ انظر ترجمته فی "فهرس الفهارس" (۱/۴۶۵)، و "الأعلام" (۶/۱۷۱).

(۴) هو العلامة أبو عبدالله محمدبن احمدبن محمدمیارۃ الفاسی، ولد سنہ ۹۹۹ھ، وتوفی سنہ ۱۰۷۲ھ، انظر ترجمته فی "الأعلام" (۶/۱۱) والموضع المشار إلیه: ص ۵۴۴۔

(۵) أی: سیدی عبدالواحدابن عاشر رحمه الله تعالیٰ فی نظمه الرائق "المرشد المعین علی الضروری من علوم الدین"

(۶) (اخرج الترمذی رقم ۳۶۹۱ واللفظ له- واحمد فی مسنده ج ۵ ۳۵۳-۳۵۶ وابن حبان رقم ۴۳۸۶ والبیهقی فی السنن الکبری ص ۷۷ ج ۱۰ من حدیث بریدۃ: خرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی بعض مغازیة، فلما انصرف جاءت جاریة سوداء، فقالت: یارسول الله صلی الله علیه وآله وسلم! انی کنت نذرت إن ردک الله سالماًأن أضرب بین یدیک بالدف وأتغنی۔ فقال لها رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان کنت نذرت فاضربی، والا فلا"۔ فجعلت تضرب، فدخل أبو بکر وهی تضرب، ثم دخل علی وهی تضرب، ثم دخل عثمان وهی تضرب، ثم دخل عمر، فألقت الدف تحت إستها ثم قعدت علیه، فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: ان الشیطان لیخاف منک یاعمر، إنی کنت جالساًوهی تضرب فدخل ابو بکر وهی تضرب ثم دخل علی وهی تضرب ثم دخل عثمان وهی تضرب، فلما دخلت انت یاعمر ألقت الدف" قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح" وهو کما قال۔

وقوله أيضا:"وإن كان بغيرغلبةوهو للإيهام،فهو حرام"....يقال عليه:لامفهوم للرقص فی حکم الإيهام،بل التدريس والخطابة والتلاوة والصلاة....وغيرذلک،کذلک ومع ذلک يطالب كل أحدبالقيام بهذه القربات،ويجاهدنفسه۔

فقدسئل الإمام الشافعی عن رجل أرادأن يتخذسنة العذبة(۳)فوجدنفسه مرائية،هل يترک هذه السنة خوف الرياء؟قال:"لايتركها،ويجاهدنفسه"۔فكذلک هناولا إشكال۔

وقدقال محيی السنة أبومحمدعبدالله الهبطی لماسئل عن قول بعضهم :"إن الذكربالجهرفيه الرياءوالمباهاة،وربما كانت حيلة لاستماله وجوه المخلوقات"۔

قالﷺ بعدكلام له :"وأماماعلله من حصول الرياء والمباهاة،وقوله :ربما كانت هذه حيلة لاستمالة قلوب الخلق لهم۔فهذاشيئ قلبی لايعلم حقيقته إلاالله سبحانه۔والانسان بصيرعلی نفسه وهذه العلل لاتختص بالذكرفی الجماعة بالمناوبة والاصوات العالية المستضعية الحصول الاحوال السنيةفقط،بل الذكروالسائرالطاعات فی ذلک سواء۔

ولوكان العمل يقطع مخافة الوقوع فی ذلک ماجتمع قوم علی خيرقط، ولاتصدرمنهم متصدرقط والمقصودتركها(۴)لاترک العمل من اجلهاوقدنبه العلماءعلی دائهاودوائهاالقاطع ومرهمهاالنافع الطغلغل فی علم التوحيدحتی لايری العبدفعلاولاحياولاموجودافی الوجودالاموجده المجددله علی الدوام۔

فان كان كذلک كيف يتصورفيه ان يرائی بماهو الله خالقه وفاعله ومنشئه ابتداءودواما؟ويتصورمنه الركون لغيرالله مع روئيته غيره غيرفاعل بل غيرحی بل غيرموجود(هَذَا خَلْقُ اللهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (11لقمان)ولكن ليس الشان فی قطع الإياس من الخلق ،ولكن الشان قطع الاياس من الخالق من أن لايعطيه إلاماهوفی علمه سابق غيرمسبوق۔

فمن انقطع طمعه من الحق،كيف يتعلق بالخلق؟(فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (137البقرة)ومن قال هؤلاءلم يتحققوابحقائق التوحيدولم يرسخ لهم قدم فی ميدان التفريد،ولم يحط لهم رحال بذروةالتمجيدفلايؤمن عليهم من الفتنة مع ماأخرجوه من الذكرعن حده المحدود فی كتب الأئمة كالغزالی وغيره(۵)،فتركه له أولی وأجمل۔

فهذامثله كمثل من أمرالولدان الصغاربترک القراءة لماسمعه منهم من إخراج القراءةعن حدها المحدودعندذوی الأداء۔فإذاكان هذاليس من النظرالسديد،فذلک كذلک بل يجب عليه أن يحثهم علی الدرس ويرجيهم لمبلغ الاستاذوالفقيه،وكذلک أولئک،

وأيضا،لواعتبرناصفة القضاءالتی فی كتب الأئمة وأن من ليست فيه فلانقضيه،لماكان يكون اليوم۔وكذلک الشهودوالأمراءوالجساءوغيرهم من الناس ولكن كل زمان باهله ورحم الله عبداعرف زمانه وعرف مايصلح به

وباهله فيه ورد كل فن الى اربابه وقول مالك لاخير فى الشهرة يعنى والله أعلم فى حبها والالولم يشتهر مالك ماااشتهر مذهبه!

والمستحب فى كل زمان اشتهارالخيرلمن سلمت نيته لاسيمافى زمانناهذا۔لأن إذاعة الخيرفيه فوائد،منها:تنبيه الغافل وردالشاردلأن الأحداث إذالم يرواخيرايظنوا الاخيرفى الوجودوتعليم الجاهل وإعانة العاقل...إلى غيرذلك من الفوائدالتى أخبرعنهاعمرحين سأله رسول الله ﷺ عن نيته بجهره فقال ”أوقظ الوسنان (٦) وأطرد الشيطان“(٧) والسلام“اھ۔

وقوله-أى الشيخ زروق -فيماسبق،”وان كان مع بيان الحال“...الخ،فبقيت عليه حالة إظهارالفرح بالله والمساعدة للإخوان۔وقدتقدمت فى كلام العلامة ابن زكرى وسلمهامن بعده وعليهايتخرج فعل القوم اليوم فى الزواياوالربط من اتخاذهم ذلك عادة فى كل جمعة ،هذالوفرضت أن الله أطلعناعلى قلوبهم فعلمناأنهاخالية عن الحال والغلبة وإلافلم يكلفناالله بذلك۔

وفى فرح الأسماع برخص السماع،للإمام أبى المواهب التونسى المالكى(٨) نقلاعن الإمام النووى رضي الله عنه مانصه ”ويباح رقص مالم يكن بتكسيروتثن كهيئة مخنث ،فالأمرفيه مختلف باختلاف الأشخاص والأحوال والأماكن...

وذهبت طائفة فى التفرقة بين ارباب الأحوال وغيرهم ،فيجوزلأرباب الأحوال ويكره لغيرهم۔وهذاالقول هوالمرتضى وعليه اكثرالفقهاء المسوغين لسماع الغناء وهومذهب السادات الصوفية رضى الله عنهم۔وبعض المتصوفة يفرق بين أن يشيربه شيخ أم لا ،فإن أشاربه شيخ اعتمدو إلا،فلا“اھ منه بلفظه۔

فقف على تفصيل النووى وجزمه بأن الأمرفيه يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال ونصرة جوازه بالنسبة لأصحاب الأحوال ،ولم يشترط غلبة الحال عليهم ،إنمااشترط كونهم من اهل الأحوال۔ثم نقله أنه يجوزان أمربه شيخ....وهونص جليل من إمام عظيم!

وفى ”الإرشادإلى تصفيه النفس وتطهيرالفؤاد“مانصه:”وإن قام أحدمن القوم لغلبة فينبغى أن يقوموا،لأن مذهبهم :الموافقة والمساعدة ،وذلك القائم صادق فى دعواه ،ولابأس أن يقوم متواجدايعلم الجماعة بتفعله ،ويطلب مع ذلك حصول الوجد“اھ نصه۔

ولماتكلم الشيخ الحافظ أبوالعباس أحمدبن يوسف الفاسى على الرقص قال مانصه :”وعلى هذاجرى عمل القوم؛لايقوم أحدولايتحرك إلاعن وجدصادق وحالة غالبة ،إلاأن يكون على سبيل المساعدة لصادق،أومطايبة من غيرتساكرولاإظهارحال“اھ كلامه۔

وأصله للسهروردى فى العوارف ونصه ،”وليس من الأدب استدعاءالحال والتكلف للقيام إلاعن غلبة حال يردعليه مزعج،أويكون على سبيل مساعدة لصادق“اھ۔

مجلس میں حاضری اور رقص میں حال کا غالب آنا شرط نہیں :

میں نے کہا کہ: شیخ زروق رحمہ اللہ کا جو قول ہے کہ "اگر رقص کرنا غلبہ کی وجہ سے ہے تو مغلوب معذور ہے"...الخ۔

دیکھو کہ انہوں نے غلبہ کی شرط کہاں سے لی ہے جبکہ حبشہ کی حدیث جس میں سے انہوں نے رقص کے جواز کا حکم لیا ہے وہ تو غلبہ پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ پہلے گزر چکا اور جیسے پچھلی دو حدیثیں گزریں۔ "اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونے والی شکل بنا لیا کرو" اور "اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اپنے نفس سے قوت ظاہر کرے" یہ دونوں حدیثیں بھی اس پر دلالت نہیں کرتیں۔

اور حدیث میں ہے "ان قوموں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں رکھتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں جو ایسی شرط رکھے جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ باطل ہے چاہے وہ سو شرطیں ہی کیوں نہ رکھ لے۔" الحدیث۔

اور یہ بھی کہ حال کا غالب آنا آدمیوں کی پختہ عادت میں سے نہیں بلکہ ان کا حال تو مضبوطی کے ساتھ ٹھہراؤ اور اپنے پر قابو پانا اور سید الارسال ﷺ کی اتباع کرنا ہے اور یہ بھی کہ جو نماز میں حاضری کی شرط رکھتا ہے تو کیا اس کا یہ عذر قابل قبول ہو گا کہ اس کو نماز سے منع کر دیا جائے اگر حاضری نہ ہو؟؟ نہیں نہیں.....اور کسی چیز کو ترجیح دینا بغیر مرجح کے عقلاء کی شایان شان نہیں لیکن جو معتبر شرط ہے وہ سنت میں اللہ جل شانہ کی عبادت میں اخلاص ہے۔

اور ان کا یہ قول بھی "اگر بغیر غلبہ کے ہے تو وہ لوگوں کو وھم میں ڈالنے کیلئے ہے سو وہ حرام ہے"۔

اس پر کہا جاتا ہے: وہم ڈالنے کے حکم میں رقص کا کوئی مفہوم نہیں بلکہ پڑھنا پڑھانا اور خطبہ دینا اور تلاوت اور نماز وغیرہ میں بھی نہیں ہے اس کے باوجود ہر کسی سے ان قربات کو ادا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور نفس کے جہاد کا بھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے اس بندے کے بارے میں پوچھا گیا جو عذبۃ (عمامہ کے آخر میں جو کپڑا چھوڑا جاتا ہے) کی سنت اپنانا چاہے پھر اس کو اپنے آپ میں دکھاوا محسوس ہو تو کیا وہ شخص ریا کے خوف سے اس سنت کو چھوڑ دے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں "چھوڑے نہیں اور اپنے نفس کا مجاہدہ کرے"۔ اسی طرح یہاں پر بھی ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔

سنت کو زندہ کرنے والے ابو محمد عبد اللہ الھبطی فرماتے ہیں جب ان سے بعض کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا:

"آواز کے ساتھ ذکر کرنے میں ریا اور دکھاوا ہے اور شاید یہ طریقہ ایک حیلہ ہے مخلوق کو اپنی طرف مائل کرنے کا"۔

ابو محمد عبد اللہ اپنے کلام کے بعد فرماتے ہیں :

"لیکن انہوں نے جو علت بیان کی ہے ریا اور دکھاوے کے حصول کی اور ان کا یہ قول کہ یہ ایک حیلہ ہے مخلوق کو اپنی طرف مائل کرنے کا۔ تو یہ تو قلبی چیز ہے اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ جل شانہ کے، ہر انسان اپنے آپ

کو دیکھنے والا ہے اور یہ عدل جماعت میں باری کے ساتھ ذکر کرنے میں مخصوص نہیں اور اونچی آوازیں بلانے والی وہ بلند مرتبہ کے احوال (حال کی جمع) کے حصول کیلئے ہوتی ہیں صرف، بلکہ ذکر اور باقی ساری طاعات اس چیز میں برابر ہیں"۔

کسی عمل میں وقوع پذیر ہونے کے خوف سے اس کو چھوڑا نہیں جاتا۔ اس طرح تو قوم کبھی کسی خیر پر جمع ہی نہ ہو اور نہ ہی ان سے کوئی عمل درآمد ہوتا۔ اصل مقصد تو ریا اور دکھاوے کو چھوڑنا ہے نہ کہ کسی عمل کو اس کی وجہ سے چھوڑنا چاہیئے۔ علماء نے اس مرض اور اس کو دور کرنے والی دواء کے بارے میں تنبیہ کر دی ہے اور اس مرض میں نفع دینے والے مرہم کے بارے میں بھی بتادیا ہے کہ توحید کے علم میں جاں گزیں ہونا یہاں تک بندے کو کوئی کام کرنے والا، کوئی زندہ روح اور کوئی ذی الوجود بھی نظر نہ آئے سوائے اس کو وجود میں لانے والی ہستی کے کہ اس کی نظروں میں صرف وہی ہستی ہو ہمیشہ۔

سو اگر ایسی کیفیت ہو تو پھر کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے عمل میں ریا اور دکھاوا کرے جبکہ وہ اللہ جل شانہ اس کا پیدا کرنے والا ہے اس کو توفیق دینے والا ہے اور اسکو نشوونما کرنے والا ہے شروع سے ہمیشہ تک؟! اور یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی غیر اللہ کی طرف جھکے جبکہ وہ اس غیر اللہ کو جانتا ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا بلکہ زندہ ہی نہیں بلکہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں؟!

هَذَا خَلْقُ اللهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (لقمان ١١)

ترجمہ: یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اب تم لوگ مجھے دکھاؤ کہ اس کے علاوہ جو ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کیں ہیں۔

لیکن اصل حالت مخلوق سے ناامیدی ختم کرنے میں نہیں ہے بلکہ اصل شان تو یہ ہے کہ خالق سے اس بات کی ناامیدی کو ختم کرنا کہ اللہ جل شانہ بندے کو اتنا ہی دیتا ہے جتنا اس کے علم سابق میں لکھا جاچکا ہے جو بدلنے والا نہیں۔ سو جس کی طمع حق سے منقطع ہوگئی تو وہ کیسے مخلوق سے متعلق ہو سکتا ہے؟

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرة ١٣٧)

ترجمہ: (سمجھ لو) اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے عنقریب ہی نبٹ لے گا اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔"

اور جو یوں کہتا ہے کہ ان لوگوں نے توحید کے حقائق کی تحقیق نہیں کی اور اس کے قدم توحید و تفرید کے میدان میں نہیں جمے اور ابھی انہوں نے تعظیم کی انتہاء تک اپنا پڑاؤ نہیں ڈالا، سو ان لوگوں کے فتنہ سے محفوظ نہیں ہو سکتے باوجود اس کے کہ ان لوگوں نے ائمہ کی کتابوں میں جیسے غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کو حد محدود سے نکال دیا ہے جس کا چھوڑنا اَولی اور اجمل ہے۔

اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی چھوٹے بچوں کو پڑھنے سے منع کر دے جب وہ ان کے بارے میں یہ سنتا ہے کہ وہ قرأت کو اس حد محدود سے نکالتے ہیں جو ادا کرنے والوں کے نزدیک ہے۔ سو اگر یہ بات پختہ تحقیق میں سے نہیں تب بھی یہ ہی حکم ہے بلکہ اس کو چاہیئے کہ وہ ان لوگوں کو پڑھنے پر ابھارے اوران کو حرکت میں لائے کہ وہ استاذ اور فقیہہ کے پاس جائیں۔ اور یہ بھی کہ اگر ہم قضاء کی صفت کا اعتبار کریں جو أئمہ کی کتابوں میں ہے، سو جس میں یہ صفت نہیں تو ہم ان پر قضاء کا حکم نہیں لگائیں گے کیونکہ جو صفت آج نہیں تو ہو سکتا ہے کہ کل پیدا ہو جائے اور اسی طرح گواہ اور امراء اور حسباء وغیرہ پر بھی۔ لیکن ہر زمانہ اپنے لوگوں کے حساب سے ہوتا ہے اور اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنا زمانہ پایا اور اپنی اور اپنے زمانے کے لوگوں کی اصلاح کی چیز کو جان لیا اور ہر طرح کا فن ان کے پیدا کرنے والوں پر ہی رد کر دیا۔ امام مالک کا قول ہے: شہرت میں کوئی خیر نہیں یعنی واللہ اعلم، شہرت کی محبت رکھنے میں ورنہ اگر بادشاہ ہی کی شہرت نہ ہو تو اس کا مذہب بھی مشہور نہیں ہوتا۔

ہر زمانے میں مستحب امر یہ ہے کہ ہر صحیح نیت والے پر خیر کا پھیلانا ہے خاص طور پر ہمارے زمانے میں کیونکہ خیر کے پھیلانے میں بہت فوائد ہیں جیسے: غافل کو تنبیہہ کرنا۔ گمراہ اور آوارہ لوگوں پر رد کرنا کیونکہ اگر وہ واقعات میں خیر نہیں دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ ہمارے وجود کا کوئی فائدہ ہی نہیں، جاہل کو تعلیم دلوانا اور عقل مندوں کی مدد اور اعانت کرنا.... اسی طرح اور بھی بہت سے فوائد ہیں جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی جب ان سے رسول اللہ ﷺ نے ان کی نیت کے بارے میں دریافت کیا جب وہ جہر سے ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: "کچی نیند کے سونے والے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں" والسلام۔

شیخ زروق کا وہ قول جو پیچھے گزر چکا: "اگر یہ رقص حال کی کیفیت کے بیان کے ساتھ ہو" الخ۔

اس پر تو اللہ تعالیٰ سے خوشی کے اظہار کی کیفیت اور لوگوں کی مدد کرنے میں خوشی ظاہر کرنا رہ گیا ہے۔ علامہ ابن زکری کے کلام میں گزر چکا ہے اسی پر آج کے زمانے میں لوگوں کا فعل نکلتا ہے جو انہوں نے خانقاہوں میں شروع کر دیا ہے اور اس کو ہر جمعہ میں کرنا اپنی عادت بنا لیا ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے دلوں کے حال کی خبر دے دی تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کی یہ عادت حال اور غلبہ سے خالی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہم پر اس فعل کی تکلیف عائد نہ کرتے۔

امام ابو المواہب التونسی المالکی کی "فرح الاسماع برخص السماع" میں امام نووی سے نقل کیا گیا ہے جس کی عبارت یہ ہے "وہ رقص مباح ہے جس میں توڑ پھوڑ نہ ہو اور نہ عورتوں کی سی ہیئت ہو جیسے مخنث" سو اس کا امر مختلف ہے، لوگوں اور ان کے احوال اور امکان کے اعتبار سے۔۔۔۔

ایک جماعت نے اصحاب الاحوال اوردوسرے لوگوں کے درمیان امتیاز کواختیار کیاکہ اصحاب الأحوال کیلئے رقص جائز ہے اور دوسروں کیلئے مکروہ ہے اوریہی قول قابل قبول ہے اوراسی پر اکثرفقہاءجو گاناسننے کومباح کہتے ہیں انکااتفاق ہے اوریہ سرداروں بزرگوں کامذہب ہے اوربعض صوفی حضرات اس چیز میں فرق کرتے ہیں کہ ان کے شیخ اس طرف اشارہ کرتے ہیں یانہیں،اگرشیخ اشارہ کردیں تواسی پراعتماد کریں گے ورنہ نہیں۔

سو آپ نووی رحمہ اللہ کی تفصیل پرہی اکتفاکیجئے وہ یہ کہ یہ امرلوگوں اوران کے احوال کے مناسب مختلف ہے اور اصحاب الاحوال کے لیے جائز ہونے کے متعلق مختلف ہے اوران لوگوں کیلئے حال کاغالب آناشرط نہیں بلکہ یہ شرط ہے کہ وہ اصحاب الاحوال ہوں اوراس نقل پربھی اکتفاء کیجئے کہ یہ امر جائزہے اگرشیخ نے اجازت دے دی ...یہ عظیم عبارت ہے امام عظیم کی طرف سے!

اور ''الارشادالی تصفیۃالنفس وتطہیر الفؤاد'' میں ہے جس کی عبارت یہ ہے ''اگرلوگوں میں سے کوئی شخص حال کے غلبہ کی وجہ سے کھڑاہوگیاتوباقی سب کوبھی چاہیئے کہ وہ کھڑے ہوجائیں ''کیونکہ ان کاعقیدہ یہ ہے:اتفاق کرنااورمدد کرنااوروہ کھڑا ہونے والا شخص اپنے دعویٰ میں سچاہے اوراس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ وجد ظاہر کرتے ہوئے کھڑا ہواورباقی لوگوں کواس کایہ اظہار کرنا معلوم ہوکیونکہ وہ اس فعل سے وجد کے حصول کاطالب ہے۔

اورجب شیخ الحافظ ابوالعباس احمدبن یوسف الفاسی نے رقص کے اوپرکلام فرمایاتوکہاجس کی عبارت یہ ہے:

''اسی پرلوگوں کاعمل درآمد ہواکوئی کھڑانہیں ہوتااورنہ ہی حرکت کرتاہے مگرسچے وجداورحال کے غلبہ کی وجہ سے الایہ کہ یہ کھڑاہوناایک سچے وجدوالے کی مدد کی نیت سے ہویاپھرخوشگواری کیلئے ہوبغیرنشے اورحال کے اظہارکے''۔

اس بارے میں سہروردی کی اصل جو''العوارف''میں ہے اس کی عبارت یہ ہے''حال کودعوت دینااوراس کے لئے کھڑے ہونے کاتکلف کرناادب میں سے نہیں ہاں مگرکسی پرحال کاغلبہ ہوجائے یاپھروہ سچےواجدکی مدد کیلئے کھڑا ہو سکتاہے''۔[1]

جواب الإمام ابن سیدبونۃ فی مسألۃ الرقص:

وذکرالإمام الشاطبیؒفی کتابہ المسمی ''السرالمصون،فی قولہﷺ:اذکرو االلہ حتی یقول المنافقون: إنکم مراءون (۱)''مانصہ:''وکتب عبداللہ بن حکم..من علماء شاطبۃ-لأبی العباس أحمدبن سیدبونۃ رضی اللہ عنہ

[1] (اخرجہ البخاری رقم ۴۵۲،ومسلم رقم ۱۵۰۴ عن أم المؤمنین عائشۃ رضی اللہ عنہا۔)

يستفتيه فى اشياء أنكرهاعلى المريدين ،مثل :الهزوالرقص والدوران،وماأشبه ذلک،وعدهابدعة ،وطلب منه الجواب ،فكتب إليه هذاالجواب:

الحمدلله وسلام على عباده الذين اصطفىٰ،أمابعد؛سلک الله بک طريق الحفظ والهدى،وجنبک ورطات الفتن والردى،فانه وصلنى كتابک المظلمة أنواره ،المسيئة أخباره ، لكثرة أمراضه:فمن بعضها:إنكارک على مارأيت من الاضطراب والارتعاد،والقشعريرةوالدوران،والضجيج والصياح،والصعق والغشيان ...وغيرذلک ممايخص الله عزوجل به غرباءأمته فى زمان،وهوسنةأهل التصوف قديماوحديثاً۔

لأن السنةسنتان سنةالعوام وسنةالخواص والثانيةلايعرفهاغيرهم۔ومن ذلک مارأيته وأنكرته ومنهامالم تره ولم يبلغک علمه،ولوسمعته لم تفهمه وقدشهدلهم به الآثاروالقرآن وكتب أئمة الشان ؛كأبى حامدالغزالى،وأبى طالب المكى ،وأبى القشيرى ...وغيرهم،رزقناالله المشى على سبيلهم۔بل والله كل الأنبياءوالأولياءلم يعرف لهم الاالبكاءوالارتعاش،والصعق والغشيان،وخوف الله تعالىٰ وجلالته وعظمته وهيبته۔

وقدجاءاليهودإلى رسول الله ﷺ فقالوا:يامحمد؛صف لناربک ماهو؟فأخذته ﷺ رعدة حتى غشى عليه،فلماأفاق من غشيته قال:إن ربى ليس كمثله شيئ ولاهومن شيئ ولاشيئ كهوكل شيئ يموت الاهوفقالوا بين لناالصفة۔فنزلت سورةالاخلاص(٢)۔

وقال ﷺ ماجاءنى جبريل قط إلاوهوترتعدخوفامن الجبار۔وقال زيدبن عمرة شهدت مجلس عبدالواحدبن زيدبعدالعصرفقلت انظرإلى منكبيه يرتعدان ودموعه تنخدرعلى لحيته وهوساكت والناس يبكون۔

وحكى أن سيدناموسى عليه الصلاة والسلام قص على قومه ذات يوم،فزعق منهم واحد،فانتهره موسى عليه الصلاةوالسلام معاتباًله ،فاوحى الله إليه:ياموسىٰ؛بطيبى فاحوا،وبجيبى باحوا،وبوجدى صاحوا،فلم تنكرعلى عبادى؟وصاح الشبلى ليلةبين القوم،فقيل له:مالک؟قال:

لى سكرتان وللندمان واحدة   شيئ خصصت به من بينهم وحدى

وكان أبوالحسن النورى يقول فى ولهه ودهشه:الله الله الله ۔ويدوروهوقائم۔وكان سيدناعمربن الخطاب يصيح عندالذكرويغشى عليه،ويكاشف بالغيوب۔وللسماع نصيب لكل عضو؛فإذاوقع على العين منه شيئ؛تبكى ،واللسان يصيح،واليدتمزق وتلطم،والرجلين ترقص ...والخبرفى هذاكثير۔فمتى لاح لهذاالراقص أوالصارخ برق واقشعرلبهاءمولاه جلده،ولان بذكرسناه فؤاده ،فرق وحن وصاح وباح،ولعله بذلک استراح ،أيقال له:كذبت وباطل ماادعيت؟

فتب سريعالمولاک،وصدق مارأيت ما(٣)هناوهنالک ۔وإن تبعتهم ودخلت مدخلهم وتحققت حالهم ؛عذرتهم،بل والله أحببتهم وأكرمتهم،وكنت ممن تواجدوذاق وعرف۔فلاتنكرعلى احدمنهم شيئا، ولا تذكرأحدامنهم بسوءلئلاتهلک مع الهالكين ،فان الأمرأكثرمماتظن ،وأكثرمماقيل لک ،فالزم الصدق مع الله ،واترک الخلق ترى العجب العجاب حتى تشاهدمولاک۔

واعلم أن كل علم يرجع فيه لأربابه ،ومذهب اهل هذاالطريق هو اعلى المذاهب وأرفعها ،ولا يعرفهاغيرهم ،فلايتحققه الامن دخل معهم ومن لم يدخله عاداه ،ومن جهله أنكره ـ ومن إكرام المرء نفسه:أن لا يقول إلاما احاط به علما ـ

وماذكرته من كلام الفقهاء المتقدمين ؛كمثل أبى بكر الآجرى ،وكتاب "التلبيس"وأشباههم ،كل ذلك غيرصحيح ،لايلتفت إليه العاقل ،ولايعول عليه الوصل بل ينبغي أن تمحى تلك الأسطرمن تلك الكتب ،لأنهاأضلت كثيرامن الناس ـ نسال الله العصمة ،إنه كريم وهاب ،والسلام على من تبرأمن دعواه ،وآثرالله مولاه وعبده كانه يراه ،وأحبه وأحب اولياءه حتى يلقاه ،سليم القلب من كل خاطرسواه ،ورحمة الله وبركاته"اه منه بلفظه ـ

وهو كلام عجيب ذو اسلوب غريب لايصدر إلامن صاحب فيض ربانى ،ونوراختصاصى رحمانى ـ

وفى المنن الكبرىٰ(۴) للامام الشعرانى رضی اللہ عنہ مانصه"ومما من الله به على :عدم مبادرتى للإنكارعلى من قام وتواجد ،ولوكان من الظلمة ،أولم يكن له به عادة ،فقديكشف الله الحجاب عن بعض القلوب فتحن الى وطنهافتتمايل كالشجرة كأنهاتريدقلع عروقهامن الأرض ـ"

كان الشيخ عبدالرحيم القناوى(۵) ،والشيخ أبوالحجاج الاقصرى(۶) ،وغيرهمامن الرجال يستمعون ويهيجون كهيجان الجمال ،ويصيرأحدهم يقول ياحبيبى ياحبيبى ..وهولايشعربأحدمن الخلق"اه منه باللفظ ـ

وفى الطبقات الكبرى(۷)له أيضا رضی اللہ عنہ فى ترجمة سيدى يوسف الهمدانى رضی اللہ عنہ مانصه:السماع :سفرالى الحق والى رسوله ،والتسماع هتاك للأستار ،وكاشف للأسراروشمس طلعت على بساط القرب من غيرهنالك ،فترى أهل السماع والهين حيارى خاشعين سكارى ـ

وكان يقول :إن الله خلق من نوربهائه ألف ملك من الملائكة المقربين واقامهم بين العرش والكرسى على بساط الأنس فى حضرة القدس ،لباسهم النورالأخضروو جوههم كالقمرليلة البدر ،فهم هائمون متواجدون والهون حيارى ،خاشعون سكارى ،منذخلقوايهرولون من ركن العرش الى ركن الكرسى لماهم من شدة الوله ،فهم صوفية اهل السماء إخواننافى النسب :فإسرافيل قائدهم ومرشدهم وجبريل رئيسهم ومتكلمهم وميكائيل حاديهم وعزرائيل ساقيهم والحق تعالىٰ أنيسهم وجليسهم"اه ـ

امام ابن سید بونۃ کا رقص کے مسئلہ میں جواب:

امام الشاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جس کا نام "السر المصون" ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں "اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو یہاں تک کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں" ذکر کیا جس کی عبارت یہ ہے "عبد اللہ بن حکم -جو شاطبۃ کے علماء میں سے ہیں ،نے ابو العباس احمد بن سید بونۃ رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان سے ان چیزوں کے بارے میں فتویٰ دیا جن کا انہوں (عبد اللہ بن حکم) نے پنے مریدوں کو منع کیا تھا مثلاً جھٹکے کھانا، رقص کرنا، جھومنا اور جو اس سے ملتی جلتی چیزیں ہیں اور انہوں

نے ان چیزوں کو بدعت قرار دیا، ان سے ان سب کے بارے میں جواب طلب کیا تو انہوں نے جواب میں یہ لکھا۔ "الحمدللہ اور سلامتی ہو ان لوگوں پر جن کو اللہ پاک نے چن لیا۔ امابعد: اللہ تعالیٰ نے تم کو حفاظت اور ہدایت کے راستے پر چلایا ہے اور تم کو فتنوں کے گڑھے میں گرنے اور ہلاک ہونے سے بچایا مجھ کو تمہارا خط پہنچا جو انوار کو ظلمت میں ڈالنے والا اور بری خبروں والا ہے بہت سارے امراض کی وجہ سے۔

ان میں سے کچھ تو یہ ہیں تمہارا انکار ان چیزوں کے بارے میں جو تم نے دیکھیں مثلاً اضطراب اور کانپنا، رونگٹے کھڑے ہونا، چکرانا، چیخنا چلانا اور گرنا پڑنا اور بے ہوش ہونا وغیرہ جو اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنی امت کے غرباء کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور یہ اہل تصوف کی سنت ہے ہر زمانے میں نئے اور پرانے۔

کیونکہ سنت دو قسم کی ہوتی ہیں : عوام کی سنت اور خواص کی سنت تو جو خواص کی سنت ہوتی ہے اس کو ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور تم نے انہیں سنت کی چیزوں کو دیکھا اور انکار کیا اور اس میں سے کچھ چیزیں ایسی ہیں جو تم نے نہ دیکھی ہیں اور نہ اس کا علم تم تک پہنچا ہے اگر تم سنو بھی تو نہ سمجھو۔ اس پر تو قرآن وسنت اور بڑے بڑے ائمہ کی کتابوں نے گواہی دی ہے: جیسے ابو محمد الغزالی، ابو طالب المکی، ابو القاسم القشیری وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان کے راستے پر چلنے کی توفیق دے بلکہ اللہ کی قسم !انبیاء اور اولیاء کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا سوائے رونے اور کپکپانے اور چیخنے چلانے اور بے ہوش ہونے کے اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی عظمت وہیبت اور اجلال کے۔

کچھ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ !ہم سے اپنے رب کا وصف بیان کرو کہ وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے پھر جب آپ ﷺ کو بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو فرمایا: یقیناً میرا رب ایسا ہے کہ اس کے جیسی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی وہ کسی چیز سے بنا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے ملتی ہے ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے اس کی ذات پاک کے، تو انہوں نے کہا: ہمیں صفت بتاؤ۔ اس پر سورۃ الاخلاص نازل ہوئی۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام کبھی نہیں آئے مگر اس حالت میں کہ وہ جبار کے خوف سے کانپتے ہیں۔

زید بن عمرہ کہتے ہیں کہ میں نے عصر کے بعد عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ کی مجلس کا مشاہدہ کیا تو میں ان کے مونڈھوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کپکپا رہے تھے اور آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر تھی اور وہ خاموش تھے اور لوگ رو رہے تھے۔

حکایت میں آتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک روز اپنی قوم کو قصہ سنا رہے تھے کہ ان میں سے ایک چیخنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو عتاب کے طور پر بہت زور سے ڈانٹا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف !اے موسیٰ علیہ السلام

!میری خوشبو سے یہ لوگ مہکے ہیں اور میری محبت سے ہی یہ لوگ ظاہر ہوئے ہیں اور میرے وجد کی وجہ سے چلائے ہیں تو پھر کیوں میرے بندوں پر انکار کرتے ہو؟

ایک رات شبلی رحمہ اللہ لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے کہ انہوں نے چیخ ماری ان سے کہا گیا: آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا:

لی سکرتان وللندمان واحدة شیئی خصصت بہ من بینھم وحدی

ترجمہ: میرے لئے دو مدہوش کرنے والی چیزیں ہیں اور ندمان کیلئے ایک چیز ہے۔ ان سب کے درمیان میں انکے لئے مخصوص کر دیا گیا ہوں۔

ابوالحسن النوری رحمہ اللہ دہشت اور والہانہ انداز میں کہتے تھے اللہ اللہ اللہ اور وہ کھڑے ہوئے جھوم رہے ہوتے تھے۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہوئے چیختے تھے اور بے ہوش ہو جاتے تھے اور ان پر غیبی چیزوں کا ظہور ہوتا تھا۔

اور سننے کا اثر ہر عضو پر ہوتا ہے اگر آنکھ پر اس کا اثر ہو تو وہ رونے لگتی ہے اگر زبان پر اس کا اثر ہو تو وہ چلانے لگتی ہے اور اگر ہاتھ پر اس کا اثر ہو تو وہ پھاڑنے اور مارنے لگتا ہے اور اگر پاؤں پر اثر ہوتا ہے تو وہ رقص کرنے لگتا ہے... اس بارے میں احادیث بہت ہیں تو جب اس رقص کرنے والے اور چیخنے والے پر بجلی چمکتی ہے تو اسکی جلد کانپ اٹھتی ہے اور اپنے مولیٰ کے جلال سے اور اس کے بلند مرتبہ کے ذکر سے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے تو وہ رحم دل ہو جاتا ہے اور چیختا ہے اور جھومتا ہے اور شاید وہ اس طرح سکون اور راحت حاصل کرتا ہے تو اس کو یہ کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا اور جس چیز کا تم ادعاء کرتے ہو وہ باطل ہے؟ سو تم جلد اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اس کی تصدیق کرو جس کو تم نے یہاں اور وہاں دیکھا اور اگر تم ان کی اتباع کروگے اور ان کے مدخل میں داخل ہو جاؤگے اور انکے حال کی تحقیق کروگے تو ان سے معذرت کرلوگے بلکہ اللہ کی قسم! ان سے محبت کرنے لگوگے اور انکا اکرام کرنے لگوگے اور ان میں سے ہو جاؤگے جس نے وجد کو جان لیا اور اسکا مزہ چکھ لیا اور اس کو حاصل کر لیا اور تم ان پر کسی چیز کا بھی انکار نہیں کروگے اور ان میں سے کسی کو بھی برائی کے ساتھ ذکر نہیں کروگے کہ کہیں تم بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاؤ اور یہ امر تو اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا تم سوچ رہے ہو اور اس سے زیادہ ہے جتنا تم سے کہا گیا تو اللہ کے ساتھ سچائی کو لازم رکھو اور لوگوں کی پرواہ چھوڑ دو تو تم عجیب عجیب چیزوں کا مشاہدہ کروگے یہاں تک کہ تم اپنے مولیٰ کو پہچان لوگے۔

جان رکھو کہ ہر علم میں اس علم کے ارباب کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے اور اس راستہ کے لوگوں کا مذہب سب سے اعلیٰ اور اونچا مذہب ہے اس کو ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور اس کی کوئی تحقیق نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ داخل ہو جائیں جو اس میں داخل نہیں ہوتا وہ ان سے عداوت کرنے لگتا ہے اور جو اس کی طرف سے جہل میں ہے وہ اس کا انکار

کرتا ہے اور بندے کا اپنے نفس کے اکرام میں سے ہے کہ وہ صرف اتنا ہی بولے جتنا اس کو علم ہے اور جو تم نے فقہاء متقدمین کا کلام ذکر کیا ہے جیسے ابو بکر الاآجری اور کتاب ”التلبیس“ اور اس کے جیسی اور کتابیں یہ سب صحیح نہیں ہیں عقل منداس کی طرف التفات نہیں کرتا اوران کتابوں سے تعلق جوڑنا ہی نہیں چاہیئے بلکہ چاہیئے کہ وہ سطریں ان کتابوں میں سے مٹادی جائیں کیونکہ ان سطروں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیاہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے ہیں بے شک وہ کریم ہے وھاب ہے اور سلامتی ہو اس پر جو اپنے دعویٰ سے دستبردار ہوا اور اس نے ہر کسی پر اپنے مولیٰ کو ترجیح دی اور اس کی اس طرح عبادت کرتا ہے جیسے وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہو اور اپنے رب سے محبت کرتا ہے اور اس کے اولیاء سے محبت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے خالق حقیقی سے جاملتا ہے سلیم القلب ہوتا ہے ہر فکر سے صرف اپنے رب کی فکر میں رہتا ہے ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ بہت ہی عجیب کلام ہے اور انمول اسلوب والا ہے یہ کلام کسی سے صادر نہیں ہو سکتا سوائے اس شخص کے جو ربانی فیض رکھنے والا ہو اور خاص رحمانی نور والا ہو۔

امام الشعرانی رحمہ اللہ کی کتاب ”المنن الکبریٰ“ میں ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے جو مجھ پر کرم فرمایا ہے اس میں سے یہ ہے کہ جس کو وجد حاصل ہوتا ہے اور وہ کھڑا ہوتا ہے اسکا انکار نہیں کرتا چاہے وہ گمراہ لوگوں میں سے کیوں نہ ہو یا چاہے اس کی وجد کی عادت بھی نہ ہو اللہ نے بعض دلوں پر سے حجاب کو ہٹادیا ہے تو وہ اپنے وطن کی طرف نرم دل ہو جاتا ہے اور درخت کی طرح جھولتا ہے جیسے وہ زمین سے اپنی جڑوں کو اکھاڑنا چاہتا ہے۔

شیخ عبدالرحیم القناوی اور شیخ ابوالحجاج الاَقصری اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے لوگ سنتے ہیں اور ایسے جوش میں آجاتے ہیں جیسے اونٹ جوش میں آتا ہے اور ان میں سے ایک یہ کہنے لگے یا حبیبی، یا حبیبی...اور اس کو آس پاس کی مخلوق کا بھی ہوش نہ ہو گا۔

امام الشعرانی رحمہ اللہ کی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ میں سیدی یوسف الھدانی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ ذکر کا سننا حق کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سفر ہے غورودھیان سے سننا پردوں کا ہٹانے والا ہے، اسرار کا ظاہر کرنے والا ہے یہ ایک سورج ہے جو یہاں سے بہت قریب طلوع ہوا ہے تو وہ سننے والوں کو دیکھتا ہے کہ وہ والہانہ انداز میں سنتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرنے اور نشے میں چور ہیں۔

اور وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے دلفریب نور سے ایک ہزار مقرب فرشتوں کو پیدا کیا اور ان کو عرش وکرسی کے درمیان انسیت کے بچھونے پر کھڑا کیا اپنی ذات قدس کی بارگاہ میں ان کا لباس سبز نور ہے اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کے مانند ہیں اور وہ عاشق اور مجنون کی طرح وجد کی کیفیت میں ہے والہانہ انداز میں حیرت زدہ ہیں اور اپنے رب

سے ڈرنے والے نشے میں چور ہیں ،جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں عرش کے رکن سے کرسی کے رکن تک دوڑتے رہتے ہیں اپنی گرویدگی کے سبب ،وہ آسمان والوں کے صوفیاء ہیں ۔سوائے ہمارے نسبی بھائیو!اسرافیل علیہ السلام انکے قائداورامیر ہیں ،جبریل علیہ السلام ان کے رئیس اوربات کرنے والے ہیں اور میکائیل علیہ السلام ان کے مسائل حل کرنے والے ہیں عزرائیل علیہ السلام ان کے ساقی ہیں اوراللہ شانہ ان کے رئیس اور ساتھی ہیں ۔[1]

غاية الكمال: التأسي بالنبي ﷺ:

وقال الإمام الفاضل أبو الفتوح سيدى أحمد بن محمد الطوسى الغزالي۔أخو أبي حامد حجة الاسلام الغزالي وهو السبب في زهده وخروجه للسياحة۔كمافي النجم الثاقب فيما لأولياء الله من المناقب" (١) في كتابه المسمى "بوارق الإلماع في تكفير من يحرم السماع وبيان شرفه بالإجماع"

"أخرج البخاري ومسلم عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ ما بال أقوام يتنزهون عن الشيئ أصنعه فوالله إني لأعلمهم بالله وأشدهم له خشية" (٢)

وقد اجتمع في حضرة النبي ﷺ سماع الشعر والدف، والغناء والرقص، فمن حرم ذلك كان اعترافاً منه أن النبي ﷺ فعل بحضرته محرم اقره ،ومن اختلج في ظنه أنه عليه الصلاة والسلام فعل بحضرته محرم وأقره ،فهو كافر باتفاق۔ومن اجتنب حضور مجالسه وأقر حكمه فهو فاسق؛لأنه اجتنب مجلسا حضره النبي ﷺ" اه۔

وفي سنن المهتدين (٣) عن ابن العربي مانصه "ولما كان التأسي به محمودا استحال أن ياتي منه ﷺ فعل فيه تخصيص ولم يبينه لأمته۔

وقال أيضاً (٤): مافعله النبي ﷺ كله يحسن التاسي به ﷺ على كل حال، إلا أن يخبر ﷺ أنه له خاصة أوينطق القرآن بذلك، وإلا فلا، فالاقتداء به ﷺ أقل أحواله: أن يكون مندوباً إليه۔

کمال کی غایت: آپ ﷺ کی اقتداء:

امام الفاضل ابوالفتوح سید ی احمد بن محمد الطوسی الغزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو ابوحامد حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ کے بھائی تھے وہ ہی ان کے زہد کا سبب اور سیاحت کیلئے نکلنے کا سبب تھے۔جیسا کہ "النجم الثاقب فيما لاولياء الله من المناقب" میں ہے اوران کی کتاب جس کانام "بوارق السماع في تكفير من يحرم السماع وبيان شرفه بالاجماع" ہے اس میں ہے کہ امام بخاری اور مسلم اس حدیث کو منظر عام پر لائے ہیں ،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) ان اقوام کا کیاحال ہے جو ان چیزو ں سے دور ہوتے ہیں اور بچتےہیں جن کو میں کرتاہوں،سواللہ کی قسم،میں ان لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والاہوں اور میں ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والاہوں۔

---

[1](الطبقات الکبریٰ ص ۲۰۰)

آپ ﷺ کی خدمت میں شعروشاعری سننے اوردف اور گانے اوررقص کی محفل ہوئی سوجس نے اس کو حرام کیاہے یہ اس کی طرف سے اعتراف ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حرام کام ہوا جس کاانہوں نے اقرار کیااور جس کے ذہن میں یہ شک آیاکہ آپ ﷺ کی خدمت میں حرام کام ہوااورانہوں نے اس کااقرار کیاتووہ شخص بالاتفاق کافرہے اگروہ اس مجلس میں جانے سے اجتناب کرے اوراس کے حکم کااقرار کرےتووہ فاسق ہے کیونکہ اس نے ایسی مجلس سے اجتناب کیاجس میں آپ ﷺ بھی حاضر ہوئے۔"

"سنن المھتدین "میں ابن العربی سے روایت ہے جس کی عبارت یہ ہے "جب آپ ﷺ کی اقتداء کرنامحمودہےتویہ محال ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی ایسافعل صادرہو جس میں تخصیص ہواوروہ اپنی امت کواس فعل کے بارے میں نہ بتائیں۔"

یہ بھی فرمایا: "جو بھی آپ ﷺ نے کیاتوہرحال میں اس کی اقتداء کرنااچھاہے،سوائے اس فعل کے جس کی آپ ﷺ نے خبر دی کہ وہ ان کیلئے خاص ہے یاپھر قرآن ان کے اس فعل کوخصوصیت کے ساتھ بیان کرے ورنہ تونہیں،سوآپ ﷺ کی اقتداءکرناان کے احوال کے اقل درجہ میں ہے کہ وہ ان کے نزدیک مندوب ہے۔"[1]

جواب الإمام ابن خجو فی مسألة الرقص:

وفی ضیاء النہار لغمام الأبصار فی نصرة الفقراء أہل السنة الأخیار المبین لماخفی من أحوالہم للأبرار۔لفقیہ الملة ناصح الأمة أبی القاسم علی المعروف بابن خجو، مانصہ:

فإن قال لک قائل جاہل بمافی کتاب السماع من إحیاء علوم الدین وبمافی القشیری وأبی نعیم فی الحلیة ،وبمافی صفوة الصفوة لابن الجوزی وبماللقزوینی فی تفسیر سورة الحج ،وبماللفقیہ الإمام ابن أبی زمنین (۱) فی حیاة القلوب فی صفة أرباب القلوب۔فمادلیل الفقراء علی جوازالبکاء والعویل ،والأنین والرقص والتصفیق والاھتزازوالرکض والزفن،والصیاح والزعق،وتقطیع الثیاب والسقوط علی الأرض متغاشین؟

قلت:أصل جواز الرقص :رقص الحبشة فی مسجد الرسول ﷺ وھوینظر الیھم ویقول لھم دونکم یابنی أرفدة أی جدوافی الرقص۔

فالرقص والشطح ولباس المرقعات والصفق ونحوہ مماذکرفجمیع ذلک لہ أصل یبتنی علیہ فی الشرع ،وکذلک حلق الذکرفلایلام فاعل ذلک بمجردہ مطلقاإذلایحرم من ذلک الامایقع منہ ریاءوسمعة سوی تقطیع الثیاب إذلایسوغ تقطیعھااختیاراتقطیعالایبقی فیھامنفعة۔

---

[1] (۱) "النجم الثاقب فیمالأولیاء اللہ من المناقب"لأبی عبداللہ محمدبن احمدبن ابی الفضل بن صعدالأنصاری الأندلسی،توفی ۹۰۱ھ رتبہ علی حروف المعجم کمافعل ابن خلکان فی "وفیات الأعیان"،وھوکتاب شریف فی فنہ ،کثیرالفائدة ،فی أربع مجلدات،وقداستحسنہ سلطان تلمسان،وکتبت تراجمہ وفصولہ بماء الذھب،وحق لہ ذلک،انظرترجمةابن صعدفی:"وفیات الونشریسیی"(موسوعةأعلام المغرب)و"دوحةالناشر"(ص ۱۲۳-۱۲۴)

امام ابن نجو کا جواب رقص کے مسئلے میں:

ملت کے فقیہہ ،امت کے ناصح ابوالقاسم علی جوابن نجو کے نام سے معروف ہیں ان کی کتاب ”ضیاء النہار لغمام الابصار،فی نصرۃ الفقراءأھل السنۃ الاخیار،المبین لماخفی من احوالھم للأبرار“ جس کی عبارت یہ ہے ”اگر تم سے کوئی کہنے والا جاھل یہ کہے جو ”احیاءعلوم الدین“میں ہے اور جو قشیری اورأبي نعیم کی ”الحلیۃ“میں ہے اور جو ابن جوزی کی ”صفوۃ الصفوۃ“میں ہے اور جو قزوینی کی سورت الحج کی تفسیر میں ہے اور جو فقیہہ امام ابن ابی زمنین کی کتاب ”حیاۃ القلوب،فی صفۃ أرباب القلوب“میں ہے تو فقراء کے رونے، گریہ وزاری، آہ و زاری کرنے، رقص کرنے، تالیاں بجانے، جھومنے، دوڑنے، چیخنے، چلانے اور کپڑے پھاڑنے اور غش کھانے کے بعد زمین پر گرنے کے جواز کے بارے میں کیا دلیل ہو گی؟ میں نے کہا:رقص کے جواز کا اصل یہ ہے کہ حبشہ کا رقص جو کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں تھا اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور آپ ﷺ کا ان سے یہ کہنا کہ :اے بنی ارفدہ اور کوشش کرو یعنی رقص میں جستجو کرو۔سو رقص کرنا اور پیوند والے کپڑے پہننا اور تالیاں بجانا وغیرہ جنکا ذکر کیا گیا تو ان سب چیزوں کی شریعت میں ایک اصل ہے جس پر ان چیزوں کی بنیاد ہے اور اسی طرح ذکر کے حلقے بھی ،تو ان سب کے کرنے والے کو بالکل بھی ملامت نہ کی جائے گی کیونکہ یہ سب حرام نہیں ہے الا یہ کہ یہ عمل ریاکاری اور دکھاوے کیلئے ہو سوائے کپڑوں کے پھاڑنے کے کیونکہ اختیاری طور پر کپڑوں کا پھاڑنا آسان نہیں ہے وہ بھی ایسا پھاڑنا کہ اس لباس میں کوئی نفع باقی نہ رہے۔[1]

الدلیل علی جواز البکاءبالأنین والصعق ونحوہ فی ملأمن الناس:

أماالدلیل علی جواز البکاء فی ملامن الناس بالأنین ونحوہ ؛فحدیث العرباض بن ساریۃ(۱) الذی قال فیہ وعظنارسول اللہ ﷺ موعظۃ بالغۃ ذرفت منھاالعیون ووجلت منھاالقلوب ...الحدیث(۲)،إلی غیر ذلک من الأحادیث والحکایات۔

ومن ذلک:مانقلہ الإمام ابن العربی فی أول کتابہ”سراج المریدین“عندافتتاحہ للکتاب ،حین ذکر خطبۃ لأبی بکر صدیق رضی اللہ عنہ التی قال:خطبناأبوعلی الحلبی خطیب المسجدالأقصی حیث قال فی کلامہ:ولم یبلغ من الخطبۃ ھاھناحتی غلب علی الخلق الأنین،واستولی علیھم الحنین،وسال الدمع وارتفع الزعق ،وکثر الصعق ...الحکایۃإلی آخرھا۔

---

[1] (۱)ھو الامام العلامۃ المفسر ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی زمنین المری إلبیری،ولد ۳۲۴ھ وتوفی ۳۹۹ھ،انظر ترجمتہ فی ”سیر أعلام النبلاء“(۱۸۸-۱۸۹/۱۷)و”الأعلام“(۲۲۷/۶)

ومانقله الفقيه ابن أبی زمنين فی حياة القلوب والغزالی فی كتاب السماع۔ومن وجدعند قراءة قوله تعالیٰ: إِنَّ لَدَيْنَاأَنْكَالًا وَجَحِيمًا(12)وَطَعَامًاذَاغُصَّةٍوَعَذَابًاأَلِيمًا(13المزمل)فصعقﷺ۔(۳)

ومن الاحياء(۴) فی كتاب السماع :أن عمرؓ قرأ : إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ (7) مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ (8الطور)فصاح صيحةوخرمغشياعليه،وحمل إلی بيته فلم يزل فی بيته مريضاشهرا...(۵)

الی غيرذلک من الحكايات التی لاتسع فی دفترواحد؛كحكاية(۶) الشبلی التی فی كتاب السماع(۷) المذكورالتی قال فيها:كان الشبلی فی مسجده ليلة رمضان،فقرأالإمام :وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْکَ (86الاسراء)،فزعق الشبلی زعقة ظن الناس انهاطارت روحه وأخضروجهه وارتعد....الحكاية إلی آخرها۔(۸)وفی هذاالمعنی قال الإمام ابن البنافی ”المباحث الأصلية“فی باب السماع منها:

والرقص فيه دون هجم الحال ليس علی طريقة الرجال
ومن يكن يقوی علی السكون فانه اسلم للظنون
والزعقات فيه والتمزيق ضعف وهزالراس والتصفيق

والضميرفی قوله ”فيه“فی البيت الأول يعودعلی السماع،ولاينكروجودهذاالأشياءمن غيررياء الاجاهل باحوال أرباب القلوب،ومن لاقلب له وسبح عمره فی بحر الغفلةولم يراقب علام الغيوب۔

ولايخفی علی من له أدنی بصيرة أن حقيقة الخوف:حدوث ألم مافی القلب وأن غايته خروج النفس بالموت خوفاوانبهارا،وحقيقة أول السرور:حدوث شيئ مامن الفرح فی القلب وأقصاه:خروج النفس شوقاوتلک الحالة التی ذم بهاالجهال الذين لاقلوب لهم أرباب القلوب ففرق بين مبدأحقيقة الخوف وأقصاه ومابين مبدأالفرح وأغياه۔

لوگوں کی جماعت کے درمیان آواز کے ساتھ رونے اور غش کھاکر گرنے وغیرہ کے جواز کی دلیل:

لوگوں کی جماعت میں آواز کے ساتھ رونے وغیرہ کے جواز کی یہ دلیل ہے:عرباض بن ساریۃ کی وہ حدیث جس میں انہوں نے یہ فرمایا:آپ ﷺ نے ہم سے ایک ایساجامع وبلیغ وعظ فرمایاکہ اس سے آنکھیں نم ہوگئیں اوردل ڈرگئے۔الحدیث،اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اور حکایات ہیں اوراس میں سے یہ بھی ہے جو امام ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”سراج المریدین“ کے شروع میں نقل کیاہے کتاب کے افتتاح کے نزدیک جب انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ ذکر کیا جس میں انہوں نے اپنے کلام میں فرمایاوہ اپنے خطبہ میں یہاں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ لوگوں پر چیخ وپکار طاری ہوگئی اوران پر اشتیاق کی کیفیت طاری ہوگئی آنسو بہنے لگے اور چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہوگئیں اور بے ہوشی بڑھ گئی...حکایت آخرتک۔

الفقیہ ابن ابی زمنین نے ”حیاۃ القلوب“ میں نقل کیا ہے اور غزالی نے کتاب السماع میں کہ اس آیت کی قراءت کرتے ہوئے آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے تھے وہ آیت یہ ہے:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا (۱۲) وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿المزمل ۱۳﴾

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔“

اور ”الاحیاء“ کی کتاب السماع میں سے ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (۷) مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ﴿الطور ۸﴾

ترجمہ: بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

تو انہوں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر ان کو اٹھایا گیا اور گھر لے جایا گیا اور وہ اپنے گھر میں ایک مہینے تک بیمار رہے۔

اس کے علاوہ اور بھی حکایات ہیں جو ایک دفتر میں نہیں آسکتیں جیسے شبلی رحمہ اللہ کی حکایت جو کتاب السماع میں مذکور ہے جس میں انہوں نے یہ کہا: ایک رمضان کی رات شبلی رحمہ اللہ مسجد میں تھے تو امام نے یہ آیت پڑھی:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ﴿بنی اسرائیل ۸۶﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے لئے ہمارے حضور اس پر وکالت کرتا۔

تو شبلی رحمہ اللہ نے ایک زوردار چیخ ماری کہ لوگ خیال کرنے لگے کہ ان کی روح پرواز کر گئی اور انکا چہرہ نیلا پڑ گیا اور کپکپی طاری ہو گئی... آخر تک۔

اسی مفہوم میں امام ابن البنا نے ”المباحث الأصلية“ کے باب السماع میں فرمایا:

والرقص فيه دون هجم الحال	ليس على طريقة الرجال
ومن يكن يقوى على السكون	فانه اسلم للظنون
والزعقات فيه والتمزيق	ضعف وهز الرأس والتصفيق

ترجمہ: سماع میں جو رقص ہوتا ہے وہ حال کے ھجم سے کم ہوتا ہے اور لوگوں کے طریقے پر نہیں ہوتا اور جو سکون پر قوت پا لیتا ہے وہ شک وشبہ سے سلامت رہتا ہے اور اس رقص میں چیخ وپکار اور پھاڑ پھوڑ ہوتی ہے جو زیادہ ہوتی ہے اور سر کو ہلانا اور تالیاں بجانا بھی ہوتا ہے۔

ان کے قول "فیه" جو پہلے بیت میں ہے اس میں ضمیر "سماع" کی طرف لوٹتی ہے۔ان سب چیزوں کا ریا کے بغیر کوئی انکار نہیں کرتا سوائے جاہل کے اور جس کے اندر دل ہی نہیں ہو اور وہ جس نے اپنی ساری عمر غفلت کے سمندر میں تیرا کی کی ہو اور اس نے علام الغیوب کا کبھی مراقبہ نہ کیا ہو۔یہ ہی لوگ دل والے لوگوں کے احوال کا انکار کرتے ہیں۔

جو بندہ ادنیٰ بصیرت رکھتا ہے اس سے بھی یہ امر مخفی نہیں کہ خوف کی حقیقت یہ ہے: دل میں ایک درد کا پیدا ہونا اور اس کی غایت یہ ہے: موت سے نفس کا اخراج ہونا خوف کی حالت میں۔اور سرور کی ابتدائی کیفیت کی حقیقت یہ ہے: ایک قسم کی خوشی کا دل میں پیدا ہونا اور اس کی انتہاء یہ ہے کہ نفس کا جسم سے شوق کی حالت میں نکلنا اور یہ ہی حالت ہے جس کا جاھل لوگ جن کا دل نہیں ہوتا وہ اہل بصیرت لوگوں پر انکار کرتے ہیں سو خوف کی حقیقت کے مبدا اور اس کی غایت میں اور خوشی کی ابتداء اور اس کی غایت میں فرق ہے۔[1]

ماهية الوجد واقسامه واحكامها:

قال أبو حامد فی کتاب السماع من "إحياء علوم الدين" (١) فی الوجد: اعلم أن الوجد ينقسم إلى: هاجم وإلى متكلف ويسمى: التواجد، وهو تواجد التكلف۔فمنه مذموم وهو الذی يقصد به الريا، وإظهار الأحوال الشريفة مع الإفلاس منها۔

ومنه ماهو محمود وهو: التوصل إلى استدعاأحوال واكتسابها واجتلابها بالحيلة، فإن للكسب مدخلا فی جلب الأحوال السنية۔ولذلک أمر ﷺ من لم يحضره البكاء فی قراءة القرآن أن يتباكی ويتحازن.....

إلى أن قال أبو حامد بعد كلام طويل تركته اختصارا: وانقسام الوجد إلى مايمكن الإفصاح عنه وإلى مالا يمكن وانقسامه إلى المتكلف وإلى المطبوع...

---

[1] (١) هو الصحابی الجليل أبو نجيح العرباض بن سارية السلمی، كان من أهل الصفة، وهو من البكائين، نزل الشام وسكن حمص، توفی ۷۵ھ انظر ترجمته فی: "تهذيب الاسماء واللغات" (١/٣٣٠) و"تهذيب الكمال" (١٩/٥٤٩)

(٢) اخرجه الترمذی رقم (٢٦٧٦)، وأبو داؤد رقم (٤٥٩٩) وابن ماجه رقم (٤٣)

(٣) (هناد فی الزهد رقم ٢٦٧، وأحمد فی الزهد ٣٦، والبيهقی فی شعب الايمان رقم ٨٨٩ وابن عدی فی الكامل ٢/٨٤٢ وزاد السيوطی نسبته فی الدر منثور ٥٣-١٥/٥٤) لعبد بن حميد۔والحديث ضعيف۔

(٤) ٢/٢٩٧

(٥) (الدر المنثور ١٣/٧٠٠)

(٦) هو شيخ الطائفة أبو بكر الشبلی البغدادی، قيل اسمه دُلف بن جحدر، وقيل جعفر بن يونس، وقيل جعفر بن دلف، توفی ۳۳۴ھ انظر ترجمته فی: "تاريخ بغداد" (١٦/٥٦٣) و"وفيات الأعيان" (٢/٢٧٦-٢٧٣) و"سير أعلام النبلاء" (١٥/٣٦٧)

(٧) الاحياء ٢/٢٩٧

(٨) ذكرها الامام القشيری فی الرسالة ص ٥٥٣

إلی أن قال:فلایرفع صاحب الوجدصوته بالبکاء وهو یقدرعلی ضبط نفسه,ولکن إن رقص أوتباکی فهومباح إذالم یقصدبه المرآة؛لأن التباکی استجلاب للحزن والرقص سبب فی تحریک السروروالنشاط,فکل سرورمباح تحریکه...

إلی أن قال:وقدروی عن جماعة من الصحابة أنهم حجلوا الماوردعلیهم سرورأوجب ذلک ,فی قصة بنت حمزة(۲)لمااختصم علی بن ابی طالب وأخوه جعفروزیدبن حارثة,فتشاحوافی تربیتهارضی اللّٰہ عن جمیعهم۔فقال رسول اللّٰہ ﷺ لعلی:أنت منی وأنامنک۔فحجل۔وقال لجعفر:أشبهت خلقی وخلقی۔فحجل جعفروراء حجل علی۔وقال لزید:أنت أخوناومولانا۔فحجل وراء حجل جعفر,ثم قال علیه السلام :هی لجعفرلأن خالتهاتحته ,والخالةوالدة۔

إلی أن قال أبوحامد:والحجل هوالرقص,وذلک یکون بفرح أوشوق,فحکمه حکم مهیجة...إلی أن قال أبوحامدبعدکلام طویل:قال عمروبن عثمان المکی:(۳)لاتقوم علی کیفیة الوجدعبارة ؛لأنه سرعندعباده المؤمنین...إلی أن قال:الوجدأول درجات الخصوص۔

إلی أن قال:فإذاانقطعت الأسباب,وخلص الذکروصحاالقلب ورق وصفا,ونجحت فیه الموعظة,وحل من المناجاة فی محل قریب ,وخوطب وسمع الخطاب باذن واعیة وقلب شاهدوسرظاهریشاهدمنه ماکان خالیا,فذلک هوالوجد؛لأنه وجدماکان معدوماعنده۔

وقال أیضا: الوجد: ما یکون عند ذکر مزعج, أوخوف مقلق, أو توبیخ علی زلة, أو محادثة لطیفة, أو إشارة فائدة۔أویکون شوقاإلی غائب,أوندماعلی ماض,أواسفاعلی فائت,أواستجلاب حال,أوداع إلی واجب أومناجاة إلی سر...

إلی أن قال بعدکلام معنی العشق:ولعلک تقول:کیف یتصورالعشق فی حق اللّٰہ تعالیٰ حتی یکون السماع محرکاله؟فاعلم أن :من عرف اللّٰہ أحبه اللّٰہ لامحالة ومتی تأکدت معرفته تأکدت محبته بقدرمعرفته ۔والمحبة إذاتأکدت ؛سمیت عشقا,فلامعنی للعشق إلامحبة مؤکدة مفرطة,ومعنی :أحبه اللّٰہ ؛أی:هداه اللّٰہ ووفقه واصطفاه۔ومن"قانون التأویل"۔

من کان یفرح باللذات والطرب	ویستریح إلی روض البستاتین
ویشرب الراح فی وقت الربیع علی	نوع الثماروأنواع الریاحین
فإن اللّٰہ أقواماإذاطربوا	لایسکنون إلی رسم الدهاقین
بل کل همتهم فی ذکرسیدهم	اهل التقی وجمیل الفضل والدین

وجد کی ماہیت اور اس کی اقسام اور اس کے احکام:

ابو حامد کتاب السماع میں جو "احیاء علوم الدین" میں ہے وجد کے باب میں فرماتے ہیں کہ جان رکھو وجد دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے ایک وہ غلبہ کی وجہ سے ہو جس کو ھاجم کہتے ہیں اور ایک وہ جو تکلف کے ساتھ ہو جس کو متکلف کہتے ہیں اور اس کو تواجد بھی کہتے ہیں اور وہ تکلف کا تواجد ہوتا ہے اس میں سے ایک تو مذموم ہے جس سے ریاکاری مقصود ہوتی ہے اور معزز احوال کا افلاس کے ساتھ اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے اور ان میں ایک وہ ہے جو محمود ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ احوال کے مقتضی کی طلب میں پہنچنا اور اس کو حاصل کرنا اور حیلے سے اسکا کسب کرنا اور بلند مرتبہ کے حال کو حاصل کرنے میں کسب کا دخل ہے۔ کسب (اجتہاد کرنا/ حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنا)۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ایسے شخص کو جس کو قرآن کی قرأت کرنے میں رونا نہیں آتا یہ حکم فرمایا کہ وہ رونے والی شکل بنائے اور حزن کا تکلفاً اظہار کرے۔

یہاں تک کہ ابو حامد رحمہ اللہ نے ایک طویل کلام کے بعد یہ فرمایا جس کو میں نے اختصار کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیا: وجد کا انقسام ایسی قسم پر بھی ہوتا ہے جس کی وضاحت کی جاسکتی ہے اور ایسی قسم پر بھی ہوتا ہے جس کی وضاحت ممکن نہیں اور وجد کا انقسام متکلف (تکلفاً ظاہراً) پر بھی ہوتا ہے اور مطبوع (جو حقیقت میں ہو) پر بھی ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ انہوں نے یہ فرمایا: صاحب الوجد رونے میں اپنی آواز کو بلند نہیں کرے جبکہ اپنے نفس پر قابو پانے کا اختیار رکھتا ہو لیکن اگر اس نے رقص کیا اور رونے والی شکل بنائی تو وہ مباح ہے اگر اس سے اسکا مقصود ریاکاری نہ ہو کیونکہ رونے والی شکل بنانا حزن اور غم کے حاصل کرنے کی طلب ہے اور رقص کرنا خوشی اور نشاط کو حرکت میں لاتا ہے تو ہر خوشی کو حرکت میں لانا مباح ہے۔

یہاں تک کہ انہوں نے یہ فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ لوگ ایک پیر پر کھڑے ہو کر چلے جب ان پر سرور کی کیفیت طاری ہوئی بنت حمزہ کے قصہ میں ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کے بھائی جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہوا وہ سب بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کی تربیت میں مسابقت کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو انہوں نے رقص کیا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری خلقت اور اخلاق میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو تو جعفر رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے رقص کرنا شروع کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہو تو انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے رقص کرنا شروع

کر دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جعفر کی ہیں کیونکہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کی خالہ ان کے ماتحت تھیں اور خالہ والدہ ہوتی ہے۔

اورابو حامد رحمہ اللہ نے فرمایا جل رقص کو کہتے ہیں اوروہ خوشی اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے تواس کا حکم اس کو جوش دلانے والے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ ابو حامد رحمہ اللہ نے ایک طویل کلام کے بعد فرمایا عمرو بن عثمان المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: وجد کی کیفیت پر کوئی عبارت نہیں لکھی جاسکتی کیونکہ یہ ایک راز ہے مومن بندوں کے پاس....یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ وجد خصوصیت کے درجات میں سے پہلا درجہ ہے۔

یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا اگر اسباب منقطع ہوجائیں اور ذکر خالص ہو جائے اور دل صحیح ہو جائے اور نرم اور صاف ہو جائے اور وعظ ونصیحت ایسے شخص پر کامیاب ہو جائے اور وہ مناجات کی وجہ سے اللہ کے نزدیک اپنی جگہ قریب کرے اگر اس کے سامنے خطاب کیا جائے تو وہ سننے والے کانوں سے سنتا ہے جو اثر انداز ہوتا ہے اور حاضر دل سے سنتا ہے اور ظاہری سر سے ان چیزوں کا مشاہدہ کیا جو اس کے سامنے خالی تھیں تو یہ بھی وجد ہے: کیونکہ اس نے ایسی چیز کو پا لیا جو پہلے معدوم تھی۔

اورانہو ں نے یہ بھی کہا کہ وجد وہ ہوتا ہے جو پریشان کن ذکر میں ہو یا پھر قلق میں ڈالنے والے خوف سے ہو یا پھر کسی لغزش پر سرزنش کی وجہ سے ہو یا پھر کسی لطیف حادثہ کی وجہ سے ہو یا پھر کسی مفید اشارے کی وجہ سے ہو یا پھر غائب کو دیکھنے کے شوق میں ہو یا پھر ماضی کی ندامت کی وجہ سے ہو یا پھر ہاتھ سے نکل جانے والے پر افسوس کی وجہ سے ہو یا پھر حال کو حاصل کرنے کی وجہ سے ہو یا پھر کسی واجب کی طرف بلانے کی وجہ سے ہو یا پھر تنہائی میں مناجاۃ کی وجہ سے ہو........

یہاں تک کہ انہوں نے کہا عشق کے معنوں میں کلام کرنے کے بعد: شاید آپ کہیں: اللہ تعالیٰ کی ذات سے عشق کیسے تصور کیا جاسکتا ہے جبکہ اس میں ایسا سماع ہو جو اس کو ہلا کر رکھ دے؟ خوب جان لو جس نے اللہ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے لامحالہ محبت کر لیا اور جب اس کی معرفت کا تاکد ہو جائے تو اس کی معرفت کی بقدر اس کی محبت کا تاکد ہو جاتا ہے اور جب محبت کا تاکد ہو جاتا ہے تو وہ عشق کہلاتا ہے سو عشق کے کوئی معنی نہیں سوائے حد سے نکل جانے والی مؤکد محبت کے۔ ”اور اللہ نے اس سے محبت کر لی“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دیتا ہے اور اس کو توفیق دیتا ہے اور اس کو چن لیتا ہے۔

”قانون التاویل“ میں ہے:

من كان يفرح باللذات والطرب ويستريح إلى روض البساتين

ویشرب الراح فی وقت الربیع علی — نوع الثمار وأنواع الریاحین
فإن الله أقواما إذا طربوا — لایسکنون إلی رسم الدهاقین
بل کل همتهم فی ذکر سیدهم — اهل التقی وجمیل الفضل والدین

ترجمہ: جو خوشی اور مستی سے خوش ہوتا ہے اور جھومنے لگتا ہے اور باغوں کے گلستان میں آرام کرتا ہے اور وہ بہار کے وقت شراب پیتا ہے پھلوں کی اقسام میں سے اور انواع قسم کی شراب پیتا ہے اللہ کی کچھ قومیں ہیں جو خوش ہوتی ہیں اور جام کو چھلکانے والوں کے طور طریقوں سے نہیں رہتیں بلکہ ان کی ساری ہمت اپنے سید کی یاد میں لگ جاتی ہے اور وہ لوگ تقویٰ والے اور جمیل فضل والے اور دین والے ہوتے ہیں۔[1]

دحض زعم تحریم الاهتزاز بحجة أنه ریاء:

فإن قلت :إن الرقص والاهتزاز ونحوهما قد صرحتم بتحریم مایقع من ذلک ریاء وسمعة وأکثر الناس محمولون علی الریاء فلأجل ذلک أنکرت علیهم خوف أن یلعب الشیطان بهم ویزید لهم الریاء والسمعة...

قلت:أصلح نفسک التی تعلم مساوئها بالدلیل القطعی ،ولادلیل علی الغیر إلا بمجرد الظن وسوء الظن بالمسلم حرام ومافی القلوب من اخلاص أو ریاء لایعلمه الا الله علام الغیوب۔

فکیف یحل لنا أن نظن بمن ذکر الله تعالیٰ أو تلا القرآن أو سمع موعظة فرقص واهتز أو رکض أو صفق أو صعق الریاء والسمعة ونحمله علی أمر محرم،ونحن نقرأ قوله تعالی: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (۲الانفال) وقوله:وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (۳۴) الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُم (الحج ۳۵،۳۴) وقوله تعالیٰ:وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ (۶۰ المؤمنون)

دحض نے دعویٰ کیا کہ جھومنا حرام ہے اور حجت یہ دی کہ اس میں ریاکاری ہے:

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ رقص اور اهتزاز وغیرہ جو ریاکاری اور دکھاوے کی وجہ سے ہوتا اس کے حرام ہونے کی تو آپ لوگوں نے بھی صراحت کر دی اور زیادہ تر لوگ ریاکاری کی وجہ سے ہی کرتے ہیں اسی لئے میں نے ان پر انکار کیا اس خوف سے کہ شیطان ان کے ساتھ کھیلنے لگے اور ان کی ریاکاری اور دکھاوا اور بڑھادے۔

میں نے کہا کہ اپنے نفس کی اصلاح کرو جس کے مساوی کو تم دلیل قطعی سے جانتے ہو اور اس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں صرف مجرد خیال کے، مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی حرام ہے اور دل میں جو بھی اخلاص یا ریاکاری ہوتی ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ

---

[1] (۱) ۲/۲۹۵

(۲) سبق تخریجه

(۳) هو الامام الربانی شیخ الصوفیة أبو عبدالله عمرو بن عثمان بن کرب بن غصص المکی، توفی قبل ۳۰۰ھ۔انظر ترجمته فی:"تایخ بغداد" ۱۴/۱۳۶ و"مناقب الأبرار ومحاسن الأخیار" ۱/۴۳۲ و"العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" ۶/۴۱۱

جانتاہے جو تمام غیب کے جاننے والے ہیں تو ہمارے لیے یہ کیسے حلال ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو یا قرآن کی تلاوت کر رہا ہو یا کوئی وعظ سن رہا ہو پھر وہ رقص اور جھومنا شروع کر دے یا پھر ایک پاؤں پر چلنا اور تالیاں بجانا شروع کر دے اور بے ہوش ہو جائے تو ہم اس کے اس فعل کو ریاکاری اور دکھاوا خیال کریں اور اس کے اس امر کو حرام قرار دیں۔

جبکہ ہم اللہ جل شانہ کا قول پڑھتے ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴿الانفال ٢﴾

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔

اور یہ قول بھی:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (٣٤) الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴿الحج ٣٥﴾

ترجمہ: اور اے محبوب خوشی سنادو ان تواضع والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴿المومنون ٦٠﴾

ترجمہ: اور ان کے دل ڈر رہے ہیں۔

حديث آخر في مشروعية الاهتزاز بالذكر:

وفي المختار شرح المؤطا الجامع بين المنتقى والاستذكار (١) في باب الذكر منه: ثبت عنه ﷺ أنه: مشى يوماً مع اصحابه حتى وقف على جبل فقال: سيروا فقد سبق المفردون۔ قيل يارسول الله ﷺ۔ من هم؟ قال: الذين اهتزوا بذكر الله، يضع الذكر عنهم أوزارهم۔ (٢)

قال صاحب المختار في شرح هذا الحديث: قوله: المفردون يعني الذين أفردوا الله تعالى بالوجود الحقيقي بعموم العلم والقدرة وبعموم الخلق وباختصاص الإرادة... إلى أن قال: لم يروا إلا الله!

ثم قال: قوله: الذين اهتزوا بذكر الله۔ يعني: الذين غلب عليهم الذكر في الأقوال والطاعة في الأعمال، حتى يكونوا كما روى عن الحسن البصري أنه قال: أدركت أقواما لو رأيتموهم لقلتم: إنهم مجانين، ولو رأونا، لقالوا: فساق (٣)... الخ ما ذكر۔

وهذا ذكره صاحب الأنوار السنية (٤) وشرحه بنحو من ذلك وأعرفه في حديث آخر وأظنه في صحيح مسلم بلفظ آخر قال فيه: سبق المفردون۔ قيل: ومن هم يارسول الله ﷺ؟ قال "الذاكرون الله كثيرا والذاكرات" (٥) (أخرجه مسلم رقم ٢٦٧٦)

وأعرفه في سراج المهتدين لابن العربي بلفظ ثالث، قال فيه: سبق المفردون۔

قيل: من هم يارسول الله؟ قال: "الذين اهتزوا بذكر الله"

وکفی ب:"المختار الجامع بین المنتقی والاستذکار" و"شرح الأنوار السنية"(٦) حجة حيث شرح الفظ الاهتزاز" اھ کلامہ۔[1]

دوسری حدیث ذکر میں جھومنے کی مشروعیت میں :

"المختار شرح الموطا الجامع بین المنتقی والاستذکار" کے باب الذکر میں ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ پر رکے، پھر فرمایا"چلو، مفردون نے سبقت حاصل کرلی ہے" ان سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں ؟ فرمایا جو اللہ کے ذکر سے جھوم اٹھے اور ذکر نے اپنے سارے اوزاران پر لاد دیئے۔"

صاحب "مختار"اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ قول "المفردون" کا مطلب ہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ایک جانا ان کے وجود حقیقی سے، اور علم وقدرت میں اور مخلوق کو پیدا کرنے میں اور ارادہ میں اسی کو خاص جانا.....یہاں تک کہ انہوں نے یہ کہا کہ ان کو کچھ نظر نہیں آتا سوائے اللہ کی ذات کے۔

پھر انہوں نے کہا: آپ ﷺ کا یہ قول:"جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جھوم اٹھتے ہیں" اس کا مطلب یہ ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے اقوال میں ذکر کا غلبہ ہے اور اعمال میں طاعت کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ وہ ایسے ہو جائیں جیسے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ایسے لوگوں کو جانا ہے کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھ لو تو تم ان کو مجنون کہنے لگو، اور اگر وہ لوگ ہم دیکھ لیں تو وہ ہمیں فساق کہنے لگیں... آخر تک جو ذکر کیا۔

اس کو صاحب "انوار السنية" نے بھی ذکر کیا اور ان کی شرح بھی اسی جیسی ہے۔ میں اس امر کو دوسری حدیث میں بھی جانتا ہوں۔ میرے خیال کے مطابق وہ "صحیح مسلم" میں دوسرے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مفردون سبقت لے گئے پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ ﷺ ؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔"

[1] (١) المختار الجامع بین المنتقی والاستذکار" للامام ابی عبداللہ محمد بن عبدالحق بن سلیمان الیفرنی التلمسانی، ولد ٥٣٦ھ وتوفی ٦٢٥ھ انظر ترجمته فی:"برنامج شیوخ الرعینی" ص ١٦٩، و"سیر أعلام النبلاء" ٢٢/٢٦١ و"الأعلام" (٦/١٨٦)

(٢) (أخرجه مسلم رقم ٢٦٧٦ والترمذی رقم ٣٥٩٦)

(٣) (نحوه عن الحسن البصری فی حلية الأولياء ٢/١٣٤)

(٤) "الانوار السنية فی الفاظ السنية" لأبی القاسم محمد بن احمد ابن جزی الغرناطی المتوفی ٧٤١ھ طبع بتطوان ١٣٦٨ھ "تراث المغاربة" للتليدی رقم ٢٢٠

(٥) اخرجه مسلم رقم ٢٦٧٦

(٦) شرح الانوار السنية" لأبی الحسن علی بن محمد بن محمد بن علی القرشی الشهير بالقلصادی الغرناطی المتوفی ٨٩١ھ "تراث المغاربة" للتليدی رقم ٩٢٩

اور میں اس کو ابن العربی کی ”سراج المھتدین“ میں تیسری روایت میں بھی جانتا ہوں اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ”مفردون سبقت لے گئے“ پوچھا گیا وہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جھوم اٹھتے ہیں۔

”المختار الجامع بین المنتقی والاستذکار“ اور ”شرح الانوار السنیة“ حجت اور دلیل کیلئے کافی ہیں کہ ان دونوں نے لفظ ”اھتزاز“ کی شرح کر دی۔

الرقص فرحا بالحق تعالیٰ:

أقول: والحالة الرابعة للرقص التی استدرکھا العلامة ابن زکری علی الشیخ زروق، وھی: حالة الفرح باللہ، التی أشار لھا القاضی عیاض رحمہ اللہ فی قولہ:

وممازادنی فرحا وتیھا — وکدت بأخمصی أطأ الثریا
دخولی تحت قولک: یاعبادی — وأن صیرت أحمد لی نبیا

قد نص علی اعتبارھا واستحسانھا جبل السنة والدین: الإمام أحمد بن حنبل رضی اللہ عنہ۔

ففی ”الحدائق“ للإمام أبی سعید النیسابوری عن الإمام أحمد، أنه قیل له ”إن ھؤلا الصوفیة جلسوا فی المساجد علی التوکل بغیر علم، فقال، العلم أقعدھم فی المساجد! قیل له: ان ھمتھم کبیرة۔ قال: لا أعلم قوما علی وجه الأرض أحسن من قوم ھمتھم کبیرة“ قیل: إنھم یقومون ویرقصون! قال دعھم یفرحوا مع اللہ ساعة!

وحکی قبلھا عن بعض المشائخ أنه: مر بحبشی یرقص فی أیام القحط، ویقول: من مثلی ولمولای کذا وکذا من مد من حنطة؟ فأخذ ھذا الشیخ یرقص ویقول: من مثلی ولمولای ملک السماوات والأرض! اھ۔

اللہ تعالیٰ سے خوشی کے اظہار میں رقص کرنا:

میں نے کہا: چوتھی حالت رقص کی جس کو علامہ ابن زکری نے شیخ زروق سے معلوم کی وہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ سے خوشی کی حالت جس کی طرف قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے:

وممازادنی فرحا وتیھا — وکدت بأخمصی أطأ الثریا
دخولی تحت قولک: یاعبادی — وأن صیرت أحمد لی نبیا

ترجمہ: جو چیز میرے اندر خوشی اور سرور کو بڑھا رہی ہے کہ قریب ہے کہ میں اپنے پاؤں کے تلے سے ستاروں کو کچل ڈالوں وہ میرا آپ کے اس قول میں داخل ہونا ہے اے میرے بندے! اور یہ کہ آپ نے میرے لیے احمد کو نبی بنا دیا۔ اس حالت کے معتبر اور حسن ہونے پر دین و سنت کے پہاڑ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبارت لکھ دی ہے۔

ابو سعید النیسابوری کی ”الحدائق“ میں امام احمد سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا کہ یہ صوفی لوگ مسجد میں بیٹھ گئے بغیر علم کے صرف توکل پر، تو انہوں نے فرمایا کہ علم نے ہی ان کو مسجد میں بٹھایا ہے۔“ ان سے کہا گیا کہ ان کی ہمت بڑی مضبوط

ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں روئے زمین پر کسی قوم کو نہیں جانتا کہ وہ احسن ہو دوسری قوم سے، وہ جن کی ہمت مضبوط ہے" ان سے کہا گیا کہ وہ کھڑے ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں ۔فرمایا کہ ان کو چھوڑدو کہ وہ تھوڑی دیر اپنے رب کے ساتھ خوش ہو جائیں" اس سے پہلے انہوں نے کچھ مشائخ سے روایت کی کہ وہ ایک حبشی کے پاس سے گزرے اور وہ قحط کے دنوں میں رقص کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ کون میرے جیسا ہے کہ میرے مولیٰ کی فلاں فلاں چیز ہے جس نے گندم کو پھیلایا؟" توان شیخ نے رقص کرنا شروع کر دیا اور فرمایا: "میرے جیسا کون ہے کہ میرے مولیٰ کی سلطنت ہے آسمانوں اورزمین میں"

إثبات أن التمايل فی الذکر کان من لدن الصحابة و السلف الصالح ,والردعلی صاحب "الإبریز" فی إنکاره ذلک۔

فإن قلت:ذهب صاحب الإبریز (١) علی عدم القول بالتمایل ,وربماظهر من کلامه إنکار الرقص رأساً۔ونصه :إن الحضرة لم تکن فی القرون الثلاثة۔

وسبب ذکره لهذاالکلام :أن رجلا سأله عنهافأجابه بقوله :نسأل عن هذه المسألة علماءناهل فعلهاالنبی ﷺأم لا؟فإن نفواذلک،سألناهم :هل فعلهاأحدمن الصحابة الکرام رضوان الله تعالیٰ علیهم ؟فإن قالوا:لا۔قال:نسألهم هل فعلهاأحدمن أتباع التابعین ؟فإن قالوا:لم تثبت عن أحدمنهم۔علمناأن مالم یفعله هؤلاء القرون الثلاثةلاخیرفیه!...وهذاکلامه باختصار ,ویأتی تتمة کلامه إن شاءالله تعالیٰ۔

الجواب والله الموفق للصواب:إنه لماوقع النزاع بینناوبینه فیه,نرجع لکلام الله ولسنة رسوله ﷺ فوجدنا فیهما أصول الرقص ومایستندإلیه فیهماأربابه ,علی ان عدم وجود نص فی القرآن أوالسنة لایصیره بدعة ولاغیرمشروع أبدا بدلیل تقسیم البدعة الی ماهوواجب أومندوب ,وقدأوضحنا–فی ماسبق۔أن البدعة مالیس له أصل فی السنة,ولیس الأمر کذلک هنا۔

وفی الاحیاء(٢) لیس کل مایحکم بإباحته منقولاعن الصحابة وإنماالمحذورمایراغم سنةمأثورة۔اه۔

نقول:ان کان مراده رضی الله عنه إنکاره التمایل فی الذکرفقط,فیردعلیه أن الإمام العارف السهروردی ذکرأن سیدنا موسیٰ علیه السلام کان یتمایل إذاقرأالتوراةویهتز۔

وفی نصرة الشیخ أبی القاسم ابن خجوللصوفیة نقلاًعن صاحب المنتقی وغیره علی باب الذکرمن المؤطا مانصه:ثبت عنه علیه السلام أنه مشی مع اصحابه حتی وقف علی جبل فقال:سیرواواستبقوا,فقدسبق المفردون۔ قیل یارسول الله ﷺ،من هم؟قال:الذین اهتزواعندذکرالله,یضع الذکرعنهم أوزارهم۔(٣)اه۔

وفی جواب للعارف الفاسی,ونصه:وقدوقع فی وصف الصحابة من کلام مولاناعلی أنهم: کانوا إذاذکروالله؛ مادواکمایمیدالشجرفی یوم الریح,وهملت عیونهم بالدموع حتی تبل ثیابهم"(٤)اه منه۔ولاشک أن المثبت مقدم علی النافی,لأن من أثبت حجة علی من خفی۔

وقدقال الإمام العارف الكبير،شيخ الطريقة الخلوتية فى المشارق والمغارب،أبوعبدالله محمدبن سالم الحفنى الشافعى،شيخ الإسلام بالديار المصرية فى عصره،فى رسالة له مستقلة،فيمانقله عنه العلامة الشيخ حسن العدوى المالكى(٣)فى كتابه"مشارق الأنوار"وهو الذى وصفه بالقطبانية فى هذاالكتاب ونصه:

"ولاعبرة بماأنكره بعض الناس على القوم من التمايل،وقالوا:لم يردبذاك نص،وإنماورد فى الحديث الحث على ذكر الله من غيرتمايل۔قال القطب المذكور:الجواب أن الحافظ أبانعيم روى-يعنى فى الحلية-عن سيدناالفضيل بن عياض(٦) أنه قال:كان أصحاب رسول الله ﷺ إذاذكروالله تمايلوايميناوشمالاكماتتمايل الشجرة فى الريح العاصف إلى قدام،ثم ترجع إلى وراء۔قال :فاغتنتم ذلک ياأخى؛وإن كنت منكراولابد،فأنكرعلى أهل المحرمات بالنص"اهمنه بلفظه۔

وفى "مغنى المحتاج"للعلامة أحمدبن الحسن ابن عرضون،نقلاعن جواب الإمام العارف أبى المواهب عبدالوهاب بن أحمد المشهدى الحنفى المشهورفى الديار المصرية بتاج الدين،بعدذكره أثرالفضيل هذاعن "الحلية"قال:"المتفق على صحتها"۔وزادمانصه :"ومعلوم أن الشجرة فى يوم الريح تتحرک حركة شديدة يميناوشمالا"اه۔

وقدسبقهم إلى الاستدلال بأثر"الحلية"هذاعلى تمايل الصوفية عندالذكرواهتزازهم:القطب الشعرانى فى كتابه "الأجوبة المرضية عن أئمة الفقهاء والصوفية"وفى الميزان الصغرى" للشعرانى رضی اللہ عنہ مانصه :"نقل ابن الصلاح(٧)رحمة الله تعالىٰ عليه(٨)عن الإمام الشافعى رضی اللہ عنہ أنه قال فى "رسالته القديمة":الصحابة رضى الله عنهم فوقنافى كل علم،واجتهادوورع،ورأيهم لناأحمدوأولى من آرائناعندنالأنفسنا"اه۔(٩)

وقدصح عنهم-رضوان الله تعالىٰ عنهم-هذاالتمايل الكامل الذى لم نره يصدرعن أحدمن أهل وقتناقط!

فالاقتداء بهم أولى من كل أحدكائنامن كان،حيث إن الشارع حضناعلى اتباعهم فقال:"عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى،عضواعليهابالنواجذ"(١٠)

وقال:"أصحابى كالنجوم بأيهم إقتديتم اهتديتم " وهومصحح عندأهل الكشف (١١)كمافى الميزان الكبرىٰ"للشعرانى رضی اللہ عنہ۔

ويظهرمن كلام سيدناالفضيل أن هذاالتمايل كان يصدرمن جميعهم أومن جلهم،لامن أفرادمنهم فقط۔

وفى "حل الرموزومفتاح الكنوز"لعبدالسلام المقدسى(١٢)"واعلم أنه قدحضرالسماع وسمع وماقنع بالسماع حتى كشف القناع ،وتواجدوتحرک كثيرمن الأكابروالمشائخ والتابعين"اه منه،فقف على إثباته التواجدوالتحرک عن التابعين۔

وفى "تحفة الإخوان"لمفتى المذهبين أبى العباس أحمدالدرديرالمالكى المصرى(١٣)مانصه:"ولايعيبهم ذكرالله قياماوقعودا،أوهزهم فى الذكروالإنشادالذى يقع وليس هذابخفة كمايزعمه المنكرون۔فإن للذكرحلاوة

ومخامرة باطنية يعلمهاأربابها۔فاقتضى هذه الحالة شدة الذكروشدة الهز,كماأشارله الغوث سيدى أبومدين المغربى بقوله:

أباحادى العشاق قم واحدقائماً ... وزمزم لنابسم الحبيب وروحنا
وصن سرنافى سكرناعن حسودنا ... وأن أنكرت عيناك شيئاًفسامحنا
فإناإذاطبناوطابت نفوسنا ... وخامرناخمرالغرام تهتكنا

وكماقال غيره:

ولمااجتلاك الفكرفى خلوة الرضا ... وغيبت؛قال الناس:ضلت بك الأهوا
لعمرك ماضل المحب وماغوى ... ولكنهم لماعموا،أخطؤوا الفتوى

وفى ”حائية“ شاعر الأمة وسلطان العشاق أبى حفص ابن الفارض رضی اللہ عنہ:

وإذاذكرتكم أميل كأننى ... من طيب ذكركم سقيت الراحا

وفى ”نجاة الأرواح وكنزالفتوح“ للعلامة العارف, المحدث المسند،أبى الحسن على بن عبدالبر الونائى، (۱۴) لدى ذكره آداب الذكر:وأن يكون بقوة تامة,فيهتزبلاتكسرمن قرنه إلى أصابع قديمه“ اھ منه۔

وعليه،فإن كان مرادصاحب ”الإبريز“ بالحضرة:التمايل فقط،لم يصح قوله:وإنماظهرت الحضرة فى القرن الرابع“۔قال:وسببها:أن أربعة أوخمسة من الأولياء كان لهم أتباع,وكانوافى بعض الأحيان ربماشاهدواملائكة يذكرون الله تعالىٰ۔

قال:ومن الملائكة من يذكرالله بلسانه وبذاته كلها,فترى ذاته تتحرك يميناوشمالاوتتحرك أماماوخلفا, فكان الولى من هذه الخمسة إذاشهدملكاعلى هذه الحالة؛تعجبه حالته,فتتاثرذاته بالحالة التى يشهدهامن الملك ثم تتكيف ذاته بحركة الملك,فتتحرك ذاته كماتتحرك ذات الملك,وهولاشعورله بمايصدرمنه لغيبته فى مشاهدته تعالىٰ۔ولاشك فى ضعف صاحبه,فكان إذارآه أتباعه تبعوه۔ثم مات الأشياخ الخمسة,فاشتغل أهل الزى الظاهربالحضرة۔وزادوافى حركتها...لأمور:

أحدها:قولها:”وإنماظهرت فى القرن الرابع“ فيه نظر,بل ظهرت فى زمان أصحاب مولانارسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ذکر میں جھومنا صحابہ اور سلف الصالحین کے نزدیک صحیح ہونے کا اثبات اور صاحب ”الاِبریز“ کا اس پر انکار کرنے پر رد:

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب ”الابریز“ کا رجحان جھومنے کے قول پر نہیں ہے اور ان کے کلام سے سر سے رقص کرنے پر انکار ظاہر ہوتا ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ ذکر کی مجالس میں حاضر ہونا تیسری صدی میں نہیں تھا۔

ان کے اس کلام کو ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک آدمی نے ان سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے اس کا جواب دیا کہ ہم اس مسئلے کے بارے میں اپنے علماء سے پوچھیں گے کہ آپ ﷺ نے اس فعل کو کیا یا نہیں ؟تو اگر انہوں نے اس کا انکار کیا تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کیا؟تو اگر انہوں نے کہا کہ نہیں تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ تابعین میں سے کسی نے کہا؟تو اگر انہوں نے کہا کہ نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ اتباع التابعین میں سے کسی نے کیا؟تو اگر انہوں نے کہا کہ ان سب سے یہ ثابت نہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ جو ان تین صدیوں کے لوگوں نے نہیں کیا اس میں کوئی خیر نہیں۔"ان کا یہ کلام اختصار کے ساتھ ہے ان کے کلام کا تتمہ آگے آئے گا۔ان شآءاللہ۔

اس پر جواب یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ ہی صحیح توفیق دینے والا ہے)جب ہمارے اوران کے درمیان اس بارے میں جھگڑا ہوا تو ہم اللہ کے کلام اوراس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کریں گے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں آیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴿النساء ۵۹﴾

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو

"سو ہم نے اس کو اللہ کے حوالہ کر دیا اس کے بعد اس کے رسول ﷺ کی سنت کے حوالہ کر دیا۔سو ہم نے اس میں رقص کے اصولوں کو پایا اوران حوالوں کو جس پر یہ اصحاب الرقص اعتماد کرتے ہیں اور کسی چیز کی عبارت کا قرآن وسنت میں نہ ہونا اس کو بدعت یا غیر مشروع نہیں بناتا کبھی بھی۔اس کی دلیل یہ ہے کہ بدعت کی تقسیم دو قسموں میں ہوتی ہے جس میں سے ایک واجب ہے اورایک مندوب ہے اور ہم اس کی وضاحت کر چکے۔جیسا کہ پہلے گزر چکا۔بدعت اس کو کہتے ہیں جس کی سنت میں کوئی حقیقت ہی نہ ہو جبکہ یہ امر ایسا نہیں ہے۔

"الاحیاء"میں ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جس میں اباحت کا حکم لگایا جاتا ہو صحابہ سے منقول ہو بلکہ جس بدعت کا منع کیا گیا ہے:وہ وہ فعل ہے جو ماثور سنت کے خلاف ہو۔"ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر انکار کرنے سے ان کی مراد صرف ذکر میں جھومنے کا انکار کرنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پر ایسے رد کیا جائے گا:امام عارف السہروردی نے ذکر کیا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب تورات پڑھتے تھے تو جھومتے تھے اور رقص کرتے تھے۔"نصرۃ"میں شیخ ابوالقاسم ابن نجو جو صوفیۃ مذہب کے ہیں ان کی ایک نقل ہے جو صاحب "المنتقیٰ"وغیرہ سے مروی ہے ذکر کے باب "موطا"کی کتاب میں ،جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ

ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر جا کر رکے اور فرمایا چلو اورآگے بڑھو مفردون سبقت لے گئے پوچھا گیایارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں ؟فرمایاجو اللہ کاذکر کرتے وقت جھوم اٹھتے ہیں ذکرنے ان پر اپنے اوزار لاد دیئے ہیں۔

عارف الفاسی کے جواب میں ہے جس کی یہ عبارت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں واقع ہوا ہے جوانہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وصف میں کیا کہ وہ لوگ جب اللہ جل شانہ کاذکر کرتے تھے تووہ ایسے ہلتے تھے جیسے ایک درخت آندھی کے دن ہلتاہے اوران کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے ترہو جاتے تھے۔"اس میں کوئی شک نہیں کہ مثبت نفی پر مقدم ہوتاہے کیونکہ حجت کا ثبوت اسی پر ہوتا ہے جس پر امور مخفی ہوں۔

بڑے عارف جو مشارق و مغارب کے شیخ الطریقۃ الخلوتیۃ میں جن کانام ابوعبداللہ محمد بن سالم الحنفی الشافعی رحمہ اللہ ہے جو اپنے زمانے میں مصر کے شیخ الاسلام رہے ہیں وہ اپنے ایک مستقل رسالہ میں فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کلام علامہ شیخ حسن العدوی المالکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مشارق الانوار"میں نقل کیاہے انہوں نے ان کاوصف اپنی کتاب میں سربراہ سے کیاہے جس کی عبارت یہ ہے کہ قوم کے بعض لوگوں نے جو جھومنے کاانکار کیاہے اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نص وارد نہیں۔"اور حدیث میں بھی بغیر جھومے ذکر پر ابھارا گیاہے قطب جن کاذکر کیا گیاوہ فرماتے ہیں کہ اس کاجواب یہ ہے کہ حافظ ابونعیم "حلیہ"میں روایت فرماتے ہیں سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب اللہ جل شانہ کاذکر کرتے تھے تو دائیں اور بائیں ایسے جھومتے تھے جیسے تیز آندھی کے دن درخت آگے کی طرف جھومتاہے پھر پیچھے کی طرف چلا جاتا ہے اور فرمایا اے میرے بھائی اس کو(اس کیفیت کو)غنیمت جانو اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو ضروری ہے کہ حرام کام کرنے والوں کاانکار کرو جن کاموں کی حرمت نص سے ثابت ہے۔"

علامہ احمد بن الحسن ابن عرضون کی کتاب "مغنی المحتاج"میں امام العارف ابوالمواہب عبدالوھاب بن احمد المشھدی الحنفی کے جواب کی نقل ہے یہ امام مصر میں تاج الدین کے نام سے مشہور تھے انہوں نے "الحلیۃ"کی اس روایت کاذکر کیااوراس کے بعد فرمایا کہ اس روایت کی صحت پر سب کااتفاق ہے۔"اور مزید یہ بھی فرمایا جسکی عبارت یہ ہے کہ سب کو ہی معلوم ہے کہ آندھی کے دن درخت دائیں اور بائیں جانب شدید حرکت کرتے ہیں۔"

"الحلیۃ "کے اثر سے استدلال لینے میں جو ذکر کرتے وقت صوفی لوگوں کے جھومنے پر ہے اوران کے رقص کرنے پر ہے القطب الشعرانی نے اپنے کتاب "الاجوبۃ المرضیۃ عن أئمۃ الفقھاء والصوفیۃ" میں سبقت لی ہے۔

شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب ''المیزان الصغریٰ''میں ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ ابن صلاح رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رسالے ''رسالۃ القدیمیۃ''میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہم سے علم میں اوراجتہاد میں اور خوف وخشیت میں بڑھ کرتے تھے۔ان کی رائے ہمارے لیے ہماری رائے سے جو ہمارے لیے ہو احمد اوراول درجہ کی ہے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایت سے کامل طور پر جھومنا ثابت ہے جس کو ہم آج کے زمانے میں کسی سے بھی صادر ہوتا ہو انہیں دیکھتے! ہر حال میں ہر کسی سے ان لوگوں کی اقتداء کرنا اولیٰ درجے میں ثابت ہے اوراس شریعت والے نے بھی ہم کو ان کی اتباع پر ابھارا ہے اور فرمایا''جس کا مفہوم یہ ہے''کہ تم لوگ میری سنت کا اتباع کرو اور میرے بعد خلفاء الراشدین کی سنت کا اتباع کرو اوراس کو مضبوطی سے تھام لو اور فرمایا(جس کا مفہوم یہ ہے کہ)میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانندہیں ان میں سے جس کسی کی بھی اقتداء کروگے ہدایت یافتہ ہو جاؤگے یہ تصحیح شدہ ہے کہ اہل کشف (علماء)کے نزدیک جیساکہ امام شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب''المیزان الکبریٰ'' میں ہے سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جھومنا اس زمانے کے سب لوگوں سے صادر ہوتا تھا یا پھر ان میں اکثر سے،یہ نہیں کہ صف چند لوگوں سے صادر ہو۔

عبدالسلام المقدسی کی کتاب ''حل الرموز ومفتاح الکنوز'' میں ہے ''جان رکھو کہ بہت سے اکابر ومشائخ اور تابعین سماع کی مجلس میں حاضر ہوئے اورانہوں نے سنا مگر سننے سے قانع نہیں ہوئے اتنا سنا کہ ان پر حقیقت ظاہر ہوگئی اورانکو وجد کی کیفیت نے گھیر لیا اوروہ حرکت کرنے لگے''سو اس سے تابعین سے وجد اور تحرک کے اثبات پر اکتفاء کرو۔

مفتی المذھبین ابوالعباس احمد الدردیر المالکی المصری کی کتاب''تحفۃ الاخوان''میں ہے جس کی عبارت یہ ہے ''کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ذکر کرنا ان کو عیب دار نہیں کرتا اور نہ ہی ذکر اوراشعار کے پڑھنے میں جو جھومتے ہیں وہ عیب دار کرتا ہے اور یہ جھومنا کوئی ہلکا پھلکا نہیں ہوتا جیسا کہ یہ منکر لوگ خیال کرتے ہیں یقیناً ذکر میں ایک حلاوت ہے اور باطنی نشہ ہے جس کو وجد والے ہی جانتے ہیں اور یہ حالت شدید ذکر اور شدید حرکت کا اقتضاء کرتی ہے۔جیسا کہ الغوث سیدی اَبومدین المغربی نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا'':

أباحادی العشاق قم واحدقائماً — وزمزم لنابسم الحبیب وروحنا

وصن سرنافی سکرناعن حسودنا — وأن أنکرت عیناک شیئاًفسامحنا

فإناإذاطبناوطابت نفوسنا — وخامرناخمر الغرام تهتكنا

ترجمہ:اے عاشقوں کے سرداراس واحد الاحد کیلئے کھڑے ہو جاؤاور حبیب کے نام سے گرجنا اور گونجنا شروع کردو اور ہم کو آرام

پہنچاؤہماری مدہوشی کے راز کو ہم سے حسد کرنے والوں سے بچاکر رکھواور اگر تمہاری آنکھیں کسی چیز کا انکار کریں تو ہمیں معاف کر دینا، اگر ہمارے نفوس خوشگوار ہو جائیں اور ہماری عقلیں بھی خوشگوار ہو جائیں اور عشق کی شراب ہمیں مدہوش کر دے تو ہمیں رسوانہ کر دینا۔

اور جیسے دوسرے نے کہا:

ولمااجتلاک الفکر فی خلوۃ الرضا وغیبت،قال الناس:ضلت بک الأھوا

لعمرک ماضل المحب وماغوی ولکنھم لماعموا،أخطؤواالفتوی

ترجمہ: جب تم نے اپنی مرضی سے خلوت اختیار کی اور تم کو اپنے مولیٰ سے قریب ہونے کی فکر نے گھیر لیا اور تم اس میں غائب ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ نفس نے تم کو گمراہ کر دیا: قسم خدا کی! محبت کرنے والا نہ کبھی غلط راستے پر ہوتا ہے اور نہ کبھی راہ بھٹکتا ہے لیکن جب یہ لوگ اندھے ہو جائیں تو فتویٰ دینے میں غلطی کرتے ہیں۔

امت کے شاعر اور عشق کرنے والوں کے سلطان ابو حفص ابن الفارضؒ کی کتاب "حائیۃ" میں ہے:

وإذاذکرتکم أمیل کأننی من طیب ذکرکم سقیت الراحا

ترجمہ: جب میں نے تم لوگوں کا ذکر کیا تو میں تمہارے ذکر کی حلاوت سے ایسا جھومنے لگا جیسے میں نے شراب پی لی ہو۔

جاننے والے علامہ سندوالے محدث ابوالحسن علی بن عبدالبرالوتائی کی کتاب "نجاۃ الارواح وکنزالفتوح" میں ہے جہاں انہوں نے ذکر کے آداب کا ذکر کیا کہ ذکر پوری قوت کے ساتھ ہوناچاہیئے کہ وہ توقف کے سر سے لے کر پیر کی انگلیوں تک حرکت میں آجائے۔

توپھر اگر صاحب "الابریز" کا حضرۃ سے مراد جھومنا ہے صرف۔توانکایہ قول صحیح نہیں کہ یہ تمایل (جھومنا) چوتھی صدی میں ظاہر ہوا" کہا: اس کا سبب یہ ہے کہ چار یاپانچ اولیاء تھے ان کے کچھ اتباع تھے اور ان لوگوں نے کبھی کبھار شاید ملائکہ (فرشتوں) کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مشاہدہ کیا۔"

اور کہا کہ فرشتوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان اور اپنی پوری ذات سے کرتے ہیں تو ان کی ذات دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی دکھائی دیتی ہے ان پانچ اولیاء میں سے اگر کوئی فرشتوں کو اس حالت میں دیکھ لے تو ان کو فرشتوں کی یہ حالت پسند آئی تھی اور وہ حالت جس کو وہ فرشتوں میں دیکھتا ہے اس کی ذات میں اثرانداز ہوتی ہے۔اس کے بعد اس کی کیفیت بھی فرشتوں کی حرکت جیسی ہو جاتی ہے اور وہ اسی طرح حرکت کرنے لگتا ہے جیسے فرشتے کرتے ہیں اور اس کو اس کیفیت کا جو اس سے صادر ہوتی ہے احساس بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے مشاہدے

میں غائب ہو جاتا ہے اور اس بندے کے ضعف میں کوئی شک نہیں اور جب ان کے اتباع ان کو دیکھتے تھے تو ان کی اِتباع کرتے تھے پھر ان پانچ اولیاء کا انتقال ہو گیا پھر اس کیفیت کو ظاہر کرنے والے ایسی مجلس یعنی حضرۃ کی مجلس میں مشغول ہو گئے اور اس میں زیادتی کرنے لگے ...چند امور کی وجہ سے ان کا یہ قول صحیح نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا یہ قول ''کہ تمایل چوتھی صدی میں ظاہر ہونا'' اس میں اختلاف بلکہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کے زمانے میں ہی ظاہر ہو گیا تھا۔[1]

قصة رقص الإمام الجنيد مع صحبه بجبل الطور:

وفي آخر الوصايا من ''الفتوحات المكية'' (١) لأعرف الكبراء، وكبير العلماء الشيخ محي الدين ابن عربي قدس سره العاطر (٢): حدثنا الزكي أحمد بن مسعود ابن شداد المقرى الموصلي بالموصل، سنة إحدى وست مئة، وكان ثقة قال: حدثنا أبو جعفر بن القاضي، (٣)

قال: حدثنا يوسف بن القاسم الدياربكري، حدثنا جمال الاسلام ابو الحسن علي بن أحمد القرشي الهكاري حدثنا أبو الحسن الكرخي، حدثنا ابو العباس احمد بن محمد بن الفضل النهاوندي قال سمعت شيخي محمد بن الخلدي يقول كنت مع الجنيد رحمة الله تعالىٰ عليه في طريق الحجاز حتى صرنا إلى جبل طور سيناء، فصعده الجنيد وصعدنا معه فلما وقفنا في الموقف الذي وقف فيه موسى عليه السلام، وقعت علينا هيبة المكان وكان معنا قوال فأشار إليه الجنيد أن يقول، فقال:

---

[1] (١) ص ٢١٢

(٢) ٢/٣٠٥

(٣) سبق تخريجه

(٤) اخرجه ابو نعيم في ''حلية الاولياء'' ١/٨٦ وابن عدي في ''الكامل'' ١/٢٧٥ والدينوري في ''المجالسة وجواهر العلم'' رقم (١٤٦٦) عن أبي أراكة۔ واسناده هالک۔

(٥) ولد سنہ ١٢٢١ھ وتوفي سنہ ١٣٠٣ھ۔ انظر ترجمته في: ''نزهة الفكر فيما مضى من الحوادث والعبر'' ١/٢٩١ و''الأعلام'' ٢/١٩٩

(٦) الأثر في ''حلية الأولياء'' عن أبي أراكة، وليس عن الفصيل بن عياض!

(٧) هو الامام الحافظ أبو عمرو عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان الكردي الشرخاني الشهرزوري الموصلي، ولد سنہ ٥٧٧ھ وتوفي سنہ ٦٤٣ھ۔ انظر ترجمته في ''وفيات الأعيان'' ٣/٢٤٤ و''سير أعلام النبلاء'' ٢٣/١٤٠ و''طبقات الشافعية الكبرىٰ'' ٨/٣٢٦۔

(٨) في ''معرفة أنواع علم الحديث'' ص ٤٠٠

(٩) (انظر المإلى السنن الكبرىٰ للبيهقي ١/٤٤ رقم ٣٧)

(١٠) (قطعة من حديث العرباض بن سارية، أخرجه الترمذي في سننه رقم ٢٦٧٦)

(١١) هذا التصحيح لا يعتبر علمياً، ولا يصح أن يرتب عليه حكم شرعي، ولا يبنى عليه ثبوت حديث ما إن لم يثبت بطرق الإثبات المعروفة عند جهاذبة المحدثين أهل الصناعة المشهود لهم بالمعرفة۔ أفاده العلامة المحقق الشيخ عبدالفتاح أبو غدة رحمه الله تعالىٰ فيما علقه على ''تحفة الأخيار'' للكنوى ص ٥٣۔ قال محمد الحسين: وقد فصلت طرق الحديث في تعليقي على ''هدية الأبرار في سبحة الاذكار'' للامام اللكنوى ص ٥٤-٥٧ فانظره هناک۔ غير مأمور۔

(١٢) هو الواعظ عزالدين عبدالسلام بن أحمد بن غانم بن علي المقدسي، توفي سنہ ٦٧٨ھ انظر ترجمته في ''البداية والنهاية'' ١٧/٥٦١ و''الوافي بالوفيات'' ٢٥٣-١٨/٢٥١، و''الأعلام'' ٣/٣٥٥۔ ووقع في الاصل: ''لابن عبدالسلام المقدسي'' وهو تصحيف، والتصويب من مصادر الترجمة۔

(١٣) هو الشيخ العلامة أحمد بن محمد بن احمد بن ابي حامد العدوي المالكي الأزهري الخلوتي الشهير بالدردير، ولد سنہ ١١٢٧ھ وتوفي سنہ ١٢٠١ھ۔ انظر ترجمته في: ''المعجم المختص'' للزبيدي (ص ١٢٢)، و''فهرس الفهارس'' ١/٢٩٣، و''الاعلام'' ١/٢٤٤۔

(١٤) هو الامام الفاضل العلامة علي بن عبدالبر بن علي الحسني الونائي الشافعي، ولد سنہ ١١٧٠ھ وتوفي سنہ ١٢١٢ھ۔ انظر ترجمته في: ''المعجم المختص'' للزبيدي ص ٥٤٨ و فهرس الفهارس (١١١٦-٢/١١١٤) و''الاعلام'' ٤/٢٩٨

وبدالہمن بعدماندمل الھوی	برق تألق موھنالمعانہ
یبدو کحاشیۃالرداءودونہ	صعب الذری متمنع أرکانہ
فبدالینظر کیف لاح فلم یطق	نظر إلیہ وصدہ سبحانہ
فالنار: مااشتملت علیہ ضلوعہ	والماء: ماسمحت بہ أجفانہ

قال: فتواجدالجنیدوتواجدنامعہ، فلم یدرأحدناأفی السماءنحن أوفی الأرض۔ وکان بالقرب منادیرفیہ راھب، فنادانا: یاأمۃ محمد، باللہ أجیبونی! فلم یلتفت أحدإلیہ ، لطیب الوقت۔ فنادانا الثانیۃ: بدین الحنفیۃ إلاأجبتمونی، فلم یجبہ أحدمنا۔ فنادانا الثالثۃ: بمعبودکم إلاأجبتمونی۔ فلم یردعلیہ احدجوابا۔

فلمافترنامن السماع وھم الجنیدبالنزول، قلنالہ: إن ھذاالراھب نادانا وأقسم علیناولم نردعلیہ۔ فقال الجنید: ارجعوابناإلیہ لعل اللہ أن یھدیہ للإسلام ۔ فنادیناہ فنزل إلیناوسلم علینافقال أیمامنکم الأستاذ؟ فقال الجنید: ھؤلاء کلھم سادات وأستاذون۔ فقال: لابدأن یکون واحدھواکبرھم۔ فأشاروا إلی الجنید۔

فقال أخبرنی عن ھذاالذی فعلتموہ ؛ھل ھومخصوص فی دینکم أم معموم؟ فقال بل لأقوام مخصوصین ۔ فقال: بأی نیۃ یقومون؟ فقال :بنیۃالرجاءوالفرح باللہ تعالیٰ۔ فقال: فبأی نیۃ تسمعون؟ فقال بنیۃ السماع من اللہ تعالیٰ۔ فقال: بأی نیۃ تصیحون؟ فقال بنیۃ إجابۃ العبودیۃ للربوبیۃ لماقال اللہ تعالیٰ للأرواح: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا (الأعراف ۱۷۲) قال فماھذاالصوت؟ قال نداءأزلی۔ قال :فبأی نیۃ تقعدون ؟ قال بنیۃ الخوف من اللہ تعالیٰ۔ قال: صدقت! ثم قال الراھب للجنید: مدیدک أناأشھدأن :لاإلہ إلااللہ وحدہ لاشریک لہ وأشھدأن محمداﷺعبدہ ورسولہ۔ وأسلم الراھب وحسن إسلامہ۔ فقال لہ الجنیدبم عرفت أنی صادق؟ قال لأنی قرأت فی الأنجیل المنزل علی المسیح بن مریم :خواص أمۃمحمدﷺیلبسون الخرقۃ، ویأکلون الکسرۃ ،ویرضون بالبلغۃ، ویقومون فی صفاء أوقاتھم باللہ یفرحون، وإلیہ یشتاقون، وفیہ یتواجدون، وإلیہ یرغبون ومنہ یرھبون۔ فبقی الراھب معناثلاثۃأیام ثم مات رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ" اھ۔

جبل طور پر امام جنید کا اپنے ساتھی کے ساتھ رقص کرنے کا قصہ:

بڑے اعرف اور بڑے علماء میں سے الشیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی "الفتوحات المکیہ" میں وصایا کے آخر میں ہے "زکی احمد بن مسعود ابن شداد المقری الموصلی بالموصل نے ہم سے چھ سو ایک ہجری میں حدیث بیان کی اور وہ ثقہ (جن پر اعتماد کیا جاتا ہے) میں سے تھے۔ فرمایا: ابو جعفر بن القاضی نے ہم سے بیان کیا فرمایا یوسف ابن القاسم الدیار بکری نے ہم سے بیان کیا جمال الاسلام ابو الحسن علی ابن احمد القرشی الھکاری نے بیان کیا فرمایا: ابو الحسن الکرخی نے بیان کیا فرمایا: ابو العباس احمد بن محمد بن الفضل النہاوندی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ محمد بن الخلدی کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں جنید رحمہ اللہ کے ساتھ تھا حجاز کے راستے میں تھا یہاں تک کہ ہم پہاڑ طور سیناء پر پہنچے تو جنید رحمہ اللہ اس پہاڑ پر چڑھے اور ہم بھی ان کے ساتھ

چڑھنے لگے پھر جب ہم اس مقام پر پہنچ کر رکے جہاں موسیٰ علیہ السلام نے وقوف فرمایا تھا تو ہم پر اس جگہ کی ہیبت طاری ہو گئی اور ہمارے ساتھ اس سفر میں قوال بھی تھے تو جنید رحمہ اللہ نے ان قوال کی طرف اشارہ کیا کہ وہ کچھ کہیں تو انہوں نے کہا:

وبدالہ من بعدما اندمل الھوی ۔۔۔ برق تألق موھنا لمعانہ
یبدو کحاشیۃ الرداء ودونہ ۔۔۔ صعب الذری متمنع أرکانہ
فبدا لینظر کیف لاح فلم یطق ۔۔۔ نظر إلیہ وصدہ سبحانہ
فالنار: مااشتملت علیہ ضلوعہ ۔۔۔ والماء: ماسمحت بہ أجفانہ

ترجمہ: جب ان کے نفس کے زخم اچھے ہو گئے تو ان کے سامنے ایک ایسی بجلی ظاہر ہوئی جس کی چمک نے ان کو کمزور کر دیا: وہ بجلی ایسے ظاہر ہوئی جیسے کسی چادر کا کنارہ ہو کہ اس کے بغیر اس چادر کے کونوں کی حفاظت مشکل ہے اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیسے ظاہر ہوتی ہے مگر وہ اس دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکے اور ان کو سبحانہ وتعالیٰ نے روک دیا سو آگ تو وہ ہے اس کی پسلیوں پر حاوی ہے اور پانی وہ ہے جس نے اس کی آنکھوں کو دل کھول کر بخشا ہوا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ "جنید رحمہ اللہ پر وجد طاری ہو گیا اور ان کے ساتھ ہم پر بھی وجد طاری ہو گیا سو ہم میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ہم آسمان پر ہیں یا زمین پر اور ہمارے قریب ایک عیسائی خانقاہ تھی اس میں ایک راہب تھا تو اس نے ہمیں آواز دی اے محمد ﷺ کے امتیو! اللہ کیلئے میری دعوت قبول کرو! تو ہم میں سے کسی نے بھی اس کی طرف التفات نہیں کیا اس وقت کی خوشگواری کی وجہ سے۔ پھر اس نے ہمیں دوسری دفعہ آواز دی: تم لوگوں کو حق دین کی قسم میری دعوت قبول کرو! تو ہم میں سے کسی نے بھی اس کا جواب نہیں دیا، پھر تیسری دفعہ آواز دی تم کو اپنے معبود کی قسم میری دعوت قبول کرو! تو ہم میں سے کسی نے بھی اس کو جواب نہیں دیا، پھر جب وجد کی کیفیت سے افاقہ ہوا تو جنید رحمہ اللہ نے اترنے کا ارادہ کیا تو ہم نے ان سے کہا کہ اس راہب نے ہمیں پکارا اور ہمیں قسم دی اور ہم نے اس کو جواب نہیں دیا تو جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ اس کے پاس چلو شاید اللہ پاک اس کو اسلام کی ہدایت دے دے تو ہم نے اس کو آواز دی تو وہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم میں سے استاد کون ہے؟ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب بڑے لوگوں اور اساتذہ میں سے ہیں اس نے کہا لازمی بات ہے کہ ان سب کا کوئی بڑا ہو گا تو سب نے جنید رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے دریافت کیا کہ مجھے اس بارے میں بتاؤ جو تم کر رہے تھے کیا یہ فعل تمہارے دین میں مخصوص ہے یا پھر سب ادیان میں عام ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ قوموں کیلئے مخصوص ہے، پھر پوچھا کہ کس نیت سے یہ کرتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے امید اور خوشی کی نیت سے، پھر پوچھا کس نیت سے سنتے ہو؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے سننے کی نیت سے، پھر پوچھا کہ کس نیت سے چیختے چلاتے ہیں؟ فرمایا کہ رب کی ربوبیت کے سامنے اپنی عبودیت کو ظاہر کرنے کی نیت سے جب اللہ تعالیٰ نے ارواح سے فرمایا: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى

شَہِدْنَا ﴿الاعراف ۱۷۲﴾ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے۔ پھرپوچھایہ آواز کیاہے؟فرمایاایک ازلی پکارہے پھرپوچھاکس نیت سے تم لوگ بیٹھتے ہو؟فرمایاکہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی نیت سے۔اس نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔پھرراہب نے جنید رحمہ اللہ سے کہا کہ اپناہاتھ پھیلاؤمیں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سواکوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتاہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اورر سول ہیں۔راہب اسلام لے آیااوراس کااسلام خوب پختہ ہوا۔جنید رحمہ اللہ نے اس سے فرمایاکہ تم کوکیسے پتہ چلاکہ میں نے سچ کہا؟اس نے کہاکہ میں نے انجیل میں پڑھاتھاجومسیح ابن مریم پرنازل ہوئی تھی:امت محمد ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ وہ لوگ پرانے کپڑے کے ٹکڑے پہنتے رہتے ہیں اور روکھے سوکھے ٹکڑے کھاتے ہیں اور گزربسر کے بقدر مقدار میں راضی رہتے ہیں اوروہ لوگ اللہ کیلئے اپنے اوقات میں اخلاص کے ساتھ خوشی سے کھڑے ہوتے ہیں اس سے قریب ہونے کے مشتاق ہوتے ہیں اوراسی کے ذکر سے وجد میں آجاتے ہیں اوراسی کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اسی سےڈرتے ہیں وہ راہب ہمارے ساتھ تین دن رہاپھرانتقال کر گیا(رحمہ اللہ)[1]

لایشترط الزہدفی الدنیامن أجل الرقص والسماع:

قال بعض الفضلاء:"فإن قلت :وقع فی ہذہ الحکایة لجواز السماع والرقص اشتراط الزہدفی الدنیافمابال من لم نرہ زاہدایفعل المشروط بدون شرطہ؟والجواب:أن ہذہ الطائفة علی ثلاثة اقسام:فالقسم الأول منہم:وہم التارکون للدنیااختیاراً،لاإشکال فی جوازسماعہم ورقصہم،ولایعبأبمن اعترض علیہم۔وماعدی ہذامن القسمین الباقیین فہم متواجدون کی یجدون ویتحرکون،لعلہم یرزقون ممثلین أمرہ ﷺ حیث قال:"إقرؤوالقرآن وابکوا،فإن لم تبکوافتباکوا"(۱)

والمنکرون ذلک:إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ(غافر ۵۶)،الذی تولی کبرہ منہم ہم:الزائغون فیہم بسوء الاعتقاد الذین اذاذکرمعنی لطیف فی آیة أوحدیث لم یکن طرق سمعہم قط أنکروہ، سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (139الأنعام) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (الاسراء۳۶)فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (43النحل)قال اللہ تعالیٰ:وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ (11الأحقاف)وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ (164الصافات)وکل یقف عنداحدہ حتی : يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ(المائدة ۵۲)و:وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا،وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا،وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً"(۲)

---

[1] (۱)۸/۲۹۸

(۲)ہوالشیخ الأکبرأبوبکرمحمدبن علی بن محمدابن العربی الحاتمی الطائی الأندلسی المعروف بمحی الدین بن عربی ولدسنہ۵۶۰ھ وتوفیسنہ۶۳۸ھ،انظرترجمتہ فی:"لسان المیزان"۳۹۱/۷،و"العقدالثمین"۱۶۰/۲،و"الأعلام"۲۸۱/۶۔

(۳)فی المطبوعةمن"الفتوحات"القاص۔

وسبحانہ وتعالیٰ عمایقولون علوا کبیرا“اھ۔

رقص اور سماع کی وجہ سے دنیامیں زہد شرط نہیں

بعض فضلاء فرماتے ہیں کہ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اس حکایت میں جو رقص اور سماع کے جواز پر دنیا سے زہد کی شرط واقع ہوئی ہے تو ان لوگوں کا کیاحال ہے جن کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ زہدوالے نہیں پھر بھی وہ اس مشروط کام کو کر رہے ہوتے ہیں بغیر شرط کے؟

الجواب :یہ جماعت تین قسم کی ہے ان میں جو پہلی قسم ہے وہ لوگ ہیں جو اختیاری طور پر دنیا چھوڑنے والے ہیں ان کے رقص اور سماع کے جواز میں کوئی اشکال نہیں اوران پر اعتراض کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی جائے گی اوراس قسم کے علاوہ باقی جو دو قسمیں ہیں وہ متواجدون کی ہیں جو ہلتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں تاکہ انہیں بھی حال کی کیفیت نصیب ہو آپ ﷺ کے امر کو مانتے ہوئے جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا(قرآن پڑھواورروؤاوراگر تم کورونانہ آئے تورونے والی شکل بنالو)اور جو اس کے منکر ہیں وہ اس لئے ہیں :

إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ﴿المؤمن ٥٦﴾

ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جسے نہ پہنچیں گے۔

اور جن لوگوں کو اس کی بڑائی نے دھوکے میں ڈال رکھاہے یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہیں اپنے برے اعتقاد کی وجہ سے وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کسی آیت یاحدیث میں کوئی لطیف معنی آتے ہیں جوانھوں نے کبھی سنے نہیں ہوتے تو وہ اس کاانکار کرنے لگتے ہیں۔

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴿الانعام ١٣٩﴾

ترجمہ:اللہ اُنہیں اُن کی باتوں کابدلہ دے گا بے شک وہ علم حکمت والا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴿الاسراء ٣٦﴾

ترجمہ:اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴿النحل ٤٣﴾

ترجمہ:تواے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ﴿الاحقاف ١١﴾

ترجمہ:اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوئی تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا بہتان ہے۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿الصافات ۱۶۴﴾

ترجمہ: اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ ﴿المائدہ ۵۲﴾

ترجمہ: فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم۔

اور جو اللہ تعالیٰ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اس کی طرف چل کر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے" اور جو یہ باتیں بناتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک و برتر ہے۔

(ازاقتباس کتاب شرح الفکر بذکر دلائل التواجد عند الذکر تالیف السید الامام ابی المکارم عبد الکبیر بن محمد بن عبد الواحد الحسینی الادریسی الکتانی)[1]

اعتراض سابع:

ساتواں اعتراض منکرین کا وجد و حال کا اس طرح ہے کہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"شرط الوجد فی زعقته ان یبلغ الی حد لو ضرب وجهه بالسیف لا یشعر فیه وجع"۔

وجد کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچا ہو کہ اگر کوئی اس کا چہرہ تلوار سے مارے تو اس کو شعور واحساس نہ ہو تو معلوم ہوا کہ جس کا وجد و حال اس انداز تک نہ پہنچا ہو وہ صحیح وجد نہیں ہے۔

"الجواب بعون الملک الوھاب"

شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کی توجیہہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

"فقد ذکر عند السری حدیث الوجد الحاد الغالب فقال نعم یضرب وجهه بالسیف وهو لا یدری معناه انه فی بعض الاحوال قد ینتهی الی هذا الحد فی بعض الاشخاص۔"

ترجمہ: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے تیز اور غالب وجد کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ہاں اس کا چہرہ مارا جارہا ہو اور اسے پتہ نہ چلے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وجد بعض حالات میں بعض لوگوں کیلئے اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ (لیکن یہ کلی حکم نہیں ہے)[1]

---

[1] (۱) سبق تخریجه

(۲) (أخرجه البخاری رقم ۷۴۰۵ ومسلم ۲۶۷۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه۔

معلوم ہوا کہ یہ وجد کی ایک خاص قسم ہے جو بعض حالات میں بعض لوگوں پر آتی ہے اور ہر وقت ہر کسی پر اس قسم کا وجد نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ مراقی الفلاح (ص ۳۵۹ قبیل باب مایفسد الصلوٰۃ) میں لکھتے ہیں:

"الوجد مراتب و بعضہ یسلب الاختیار فلا وجہ لمطلق الانکار"۔

ترجمہ: یعنی وجد کی بہت ساری قسمیں ہیں لیکن بعض وجد سے اختیار سلب ہو جاتا ہے لہٰذا مطلقاً انکار کیلئے کوئی دلیل نہیں۔

لہٰذا وجد کی بہت اقسام ہیں علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الحدیقۃ الندیۃ (ج ۲ ص ۲۰۸) میں اسی قسم کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"سمعت عمن ینتقد علی فقرآء الصوفیۃ فی زماننا و یحط علیھم انہ قال: من رایناہ یتواجد منھم نغرزہ بسملۃ و نحوھا من ابرۃ الحدید فان احس بھا فھو کاذب فی وجدہ و ھٰذہ حماقۃ و جھالۃ و عداوۃ لفقرآء طریق اللہ و اضحۃ و لو غرز النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابرۃ فی وقت نزول الوحی علیہ و غیبتہ عن عالم الحس بالکلیۃ لتالم بذٰلک و وجد الوجع منہ مع کمال صدقہ فی حالہ۔"

ترجمہ: میں نے اپنے زمانے میں منکرینِ اہلِ تصوف سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: اگر ہم کسی کو وجد و تواجد کی حالت میں دیکھیں تو اس کے بدن میں کیل یا لوہے کی سوئی چبھو دیں گے اگر اس کو تکلیف محسوس ہوئی تو وہ کاذب ہے۔ حالانکہ منکرین کا یہ قول مبنی بر حماقت و جہالت ہے اور فقرائِ طریقت کے ساتھ واضح عداوت ہے اس لئے کہ اگر حضور ﷺ کے بدن مبارک میں بھی وقتِ نزولِ وحی سوئی چبھوئی جاتی (معاذ اللہ) جو کہ اس وقت عالمِ حس سے بالکل غائب ہوتے ہیں تو آپ مبارک کو بھی الم ہو گا۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنے حال میں کمال طور پر صادق ہیں۔

اعتراض ثامن:

منکرینِ وجد و حال کا آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب نمبر ۲۶۶ (ص ۱۳۴) میں وجد و تواجد اور رقص و سماع سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ کام ممنوع ہے اور مکتوب نمبر ۳۶ میں اسے اطفال طریقت کا کام گردانا ہے۔

[1] (احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۳۰۴)

”الجواب بعون الملک الوھاب“

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک طرف حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود مکتوب نمبر ۳۶، ۲۸۵ اور ۳۰۲ ج ا میں وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے مکتوب نمبر ۲۶ اور ۳۰۲ کی عبارات میں گزر چکا ہے۔ اور مکتوب نمبر ۲۸۵ کی عبارت یہاں ملاحظہ فرمائیں:

”بالجملہ سماع متوسطان را نافع است وقسمی از منتھیان را نیز چنانکہ بالا گزشت (الی ان قال) وسماع ورقص ھر چند نسبت بہ بعضی منتھیان نیز در کار است لیکن ایشان چون ھنوز مراتب عروج در پیش دارند از اوساط اند۔(الی ان قال ملخصًا)۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ سماع متوسطین کیلئے نفع مند ہے اور اس میں ایک قسم منتہیین کیلئے بھی نفع مند ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے (پھر آگے لکھتے ہیں) بعض منتہیین کیلئے نسبت کے حساب سے رقص وسماع درکار ہے چونکہ ان کیلئے ابھی عروج کے مراتب درپیش ہیں اس لئے یہ متوسطین میں سے حساب کئے جائیں گے۔

اور دوسری طرف مکتوب نمبر ۳۶: اور مکتوب نمبر ۲۶۶: میں امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد وتواجد کی تردید کرتے ہیں یا اسے کارِ اطفال بتاتے ہیں لہٰذا ان دونوں اقوال میں تطبیق کرنا ضروری ہوا اور وہ یہ کہ جہاں پر امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد ورقص وسماع کی تردید کی ہے تو اس سے مراد متصوفہ، ریاکار اور خلافِ شرع اور حقیقی نور باطن سے محروم لوگوں کا رقص ووجد ہے جن کے پاس طریقت کا کمال اور شرائط یا نور وفیض موجود نہ ہو اور صرف اپنے آپ کو اس وجد ورقص وسماع اور ذکر جہری میں مشغول رکھا ہو اور اسے کمال جانتا ہو۔

اور جن مقامات پر امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے تو ان سے مراد حقیقی اہلِ تصوف کا وجد وحال ہے جن کے پاس نورِ باطن بھی ہوتا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں اور ذوقِ دلی بھی رکھتے ہیں اور ان کی مجالس منکرات اور خلافِ شرع امور سے پاک وصاف ہوتی ہیں۔

تو ان جیسے لوگوں کیلئے وجد وتواجد اور رقص وسماع کثیر دلائل کی روشنی میں ثابت اور حق ہے لیکن مبتدی اور متوسط کا وجد وتواجد الگ الگ ہے۔ اور منتہی کا الگ تو ہر ایک قسم اطفالِ طریقت کا خاصہ نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل)۔

اعتراض تاسع:

نواں اعتراض یہ ہے کہ تفسیر قرطبی نے اہلِ تصوف کے وجد ورقص پر رد کیا ہے لہٰذا یہ ممنوع کام ہے۔

”الجواب بعون الملک الوھاب۔“

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ قرطبی کی اس تردیدی عبارت کو علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیقۃ الندیہ میں متصوفہ پر محمول کیاہے اور بعض دوسرے فقہائے کرام کی عبارتیں جو کہ طریقہ محمدیہ کے متن میں لائے ہیں۔ان کے ساتھ قرطبی کی یہ عبارت بھی لائے ہیں۔

اور ان سب کے آخر میں علامہ شارح نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

”واعلم ان ھٰذا الذی سبق ذکرہ فی المتن من عبارات الفقھاء جمیعہ فی حق من ذکرنا ھم من طائفۃ متصوفۃ اللہ اعلم باعیانھم فلا تنزلہ انت فی حق کل من وجدتھم علی شبہ منھم وقیاس منک لھم علیھم فان الشیطان للانسان عدو مبین والا فان طریق الوجد والتواجد الذی تعلمہ الفقراء الصادقون فی ھٰذا الزمان وبعدہ کما کانوا یعلمونہ من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایۃ واثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایۃ۔الخ“

ترجمہ: جان لو یہ کہ متن طریقہ محمدیہ میں جو تنقیدی عبارات فقہائے کرام کی گزری ہیں تو یہ سب متصوفہ فاسقین کے وجد کی تردید میں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے لہٰذا تو ان تنقیدی عبارات کو ہر شخص کے حق میں مت استعمال کیا کریں کہ جن کا ظاہر ان سے مشابہ نظر آئے اور نہ ان پر قیاس کر اس لئے کہ شیطان لعین انسان کا کھلا دشمن ہے اور اگر اس طرح نہ کیا جائے تو صادقین فقرائے کرام کا وجد وتواجد جس کی وہ تعلیم دیتے ہیں۔اس زمانے میں اور تعلیم دیں گے آنے والے زمانے میں اور جیسا کہ پچھلے زمانے میں تعلیم دیا کرتے تھے تو یہ نور،ہدایت واثر اللہ تعالیٰ کی مہربانی وتوفیق ہے۔[1]

لہٰذا قرطبی کی یہ عبارت متصوفہ،خلافِ شرع اور ریاکار اور فاسقوں پر محمول ہے اور حقیقی اہلِ تصوف کا وجد وحال اجماعی طور پر نور وہدایت ہے۔اور اگر قرطبی کے اس قول کی تطبیق نہ کی جائے تو پھر قرطبی اگرچہ فقیہ اور عالم ہیں لیکن نہ تو علم الکلام میں امام مجتہد ہے اور نہ فقہ میں اور نہ تصوف میں،بلکہ فقہ میں وہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور مالکی مذہب سے ہے۔اور پھر مالکیہ میں متشدد اور متعصب بھی ہے کیونکہ جلد اول میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی ہستی کو ضعیف کہاہے۔اور ابن سعد پر اعتماد کیاہے۔

تو آیا ہم اہلِ انصاف اور بالخصوص احناف قرطبی کے اس قول کو مانیں گے؟کلا وحاشا۔تو اس طرح اگر قرطبی علی الاطلاق وجد وحال کی تردید کرے اور حال یہ ہے کہ اس کے اثبات میں ہزاروں دلائل موجود ہوں تو ہم کبھی بھی قرطبی کے اس قول کو

[1] (حدیقۃالندیۃشرح طریقہ محمدیہ ج:۲:ص:۵۲۳)

نہیں مان سکتے۔ بلکہ اسے تفرد خاطئہ، قولِ غیر مقبول، اور مردود جانیں گے۔ اور یا تو حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی تاویل حسنہ اور تطبیق کریں گے۔ اور وہ یہ کہ وجد وحال کی تردید خلافِ شرع اور فاسق متصوفہ پر محمول ہو گی۔

"اللھم جذبنی بجذبات ربوبیتک واعطنی من خزائن کنوز رحمتک ووفقنی وجمیع المسلمین بمحبة مجاذیبک الذین محبتهم محبتک واحفظنی وجمیع المؤمنین من معادات مجاذیبک الذی معادتهم معادتک اللّٰهم لاتحرمنی من انوارهم واعطنی من اسرارهم واحشرنی فی زمرة اخیارهم واملاء السجین باغیارهم"۔

وارحم علی اصحابهم وأفض فی احبابهم   وانصر علی اعدائهم هم مستحقون القتل

حرکاتِ لطائف اور حرکتِ قلب کے دلائل

حضور سیدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جسم و لطائف کی حرکات کے متعلق آیات و اقوال صوفیاء:

اللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو یا بعض حصہ کی حرکت اور اضطراب ثابت ہے۔

اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر: ۲۳)

پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کیلئے۔

اس سے جلد، چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ:

لانت اجسادھم فصارت ظواھرھم بواطنھم بواطنھم ظواھرھم۔

ترجمہ: اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہے یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔[1]

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مشغول اور متحرّک ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جسم کا ہر ذرّہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین ہی ہیں جو کہ علمِ احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

---

[1] (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

ارشادِ ربّانی ہے کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۃ فاطر: ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

و قال الربیع بن انس، من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالمِ حقیقی نہیں ہے۔[1]

اگرچہ ظاہری الفاظ و عبارات اسے یاد ہوں۔

اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ (الزمر ۲۳)

یعنی ان کے جسم پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں۔

یعنی تتحرّک تضطرب و ترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔

من اقشعرّ جلدہ من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورقۃ الشجرۃ الیابستہ۔

جس کا جسم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے تو اس سے اس طرح گناہ جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے نیچے گر جاتے ہیں۔

کہ نبی اکرم ﷺ پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما انا بقاریٔ تو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ" فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي۔

ترجمہ: حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑ لیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب عزوجل کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ نبی

[1](الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۲، ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حرکاتِ لطائف اور حرکت قلب کے دلائل

محترم ﷺ قرآن پڑھا کریں اور آپ ﷺ کا رب عزوجل بڑا کریم ہے۔تو اس وحی کو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لائے اور آپ ﷺ کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔[1]

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے:

ترجمہ :دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑکتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

۱۔اور علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸٦ ؁ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

و اما علم خدیجه بر جفان الفؤاد۔فالظاهر انها رأته حقیقة ویجوز انها لم تره و علمته بالقرآئن و صورة الحال۔أو أخبرها النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ:اور خدیجۃ رضی اللہ عنہادل کی حرکت پر مطلع ہونا تو ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حقیقتاًدل کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی جائز ہے کہ انہوں نے خود حقیقتاًنہ دیکھا ہو قرآئن اور صورت حال سے دل کی حرکت معلوم ہو۔(یعنی آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کپڑے کی حرکت کی وجہ سے انہیں معلوم ہوا) یا آپ ﷺ مبارک نے انہیں خود خبر دی۔[2]

۲۔اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

احیاء دلہائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است۔

ترجمہ:مردہ دلوں کا زندہ ہونا ان کی توجہ شریفہ سے وابستہ ہے۔[3]

مکتوب ۲٦۰ لطائف عشرہ،ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے مطالعہ فرمایئے۔

۳۔مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ٦۷۱ھ، لکھتے ہیں :

وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَلِكَ وَكَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سمِعَ وَجِيبُ قلبه على ميلين۔

---

[1] (صحیح البخاری، باب بدء الوحی الی رسول، رقم:ص ۲)
[2] (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰۴)
[3] (جلد اول دفتر اول مکتوب ۲۹۲)

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دو میل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔[1]

۴۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخي، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چوں نمی داند دلِ دانندۂ ہست با گردندہ گردانندۂ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔[2]

۵۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحي الشامي، رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأستاذ أبو علي الدقاق رحمه الله تعالى: الرهبة على مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية وهي من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ ثالثها الهيبة، وهي من شرط المعرفة. وقيل هي حركة القلب من جلال الرب.

وأما وصفه تعالى بها في قوله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التي هي التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ علىّ ولكن ملء عينٍ حبيبها

استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رھبۃ کے کئی مراتب ہیں۔

پہلا درجہ خوف ہے۔ یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

خافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آلِ عمران: ۱۷۳)

ترجمہ: "مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔

خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد پاک ہے:

إِنَّما يَخْشَى اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ (فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

---

[1] (تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ج، ۸، ص، ۱۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج، ۴ ص، ۷۵۹)

[2] (مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۸۶)

حرکاتِ لطائف اور حرکت قلب کے دلائل

تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ "اللہ" کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابو حیوۃ، عمر بن عبد العزیز اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابک إجلالاً وما بک قدرةٌ　　　علیّ ولکن ملء عینٍ حبیبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔[1]

۶۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما ما معدہ را محلی است ودل را محل دیگر ذکرے و تحرکے کہ از محل معدہ برآید آن ذکر منسوب بمعدہ است وذکرے کہ از محل دل ظاہر گردد وذکر دل:

فالامتیاز بینھما بامتیاز المحال۔

ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔[2]

۷۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

از صاحبدلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش ازانکہ حضرت خواجہ از ہندوستان بماوراء النہر شوند در لاہور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ درآمدند در اثنای نماز ناگاہ از سینہ سکینہ ایشان آوازی مہیب ظاہر شد چنانکہ اہل صف نماز ازان حیر تہاروی وار بعد از ادای تسلیمتین حضرت خواجہ تبجیل ہرچہ تمام تراز مسجد بیرون رفتند ازان پس دو سہ تن از نزدیکان را فراہم آوردہ در منزل خود ادای جماعہ میفرمودند۔

---

[1] (سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج، ۱، ص، ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
[2] (مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۷۰، ص، ۱۱۸، ۱۱۷، گارڈن ویسٹ، کراچی) (مکتوبات معصومیہ، ج، ۲، مکتوب، ۷۰)

ایک اہل دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔ نماز پڑھتے وقت یکا یک آپ کے سینے سے ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہو گئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔[1]

۸۔ شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں :

علم و عمل اور عالم و جاہل

آپ کا ارشاد ہے:

"العلم بحرکات القلوب فی مطالعة الغیوب اشرف من العمل بحرکات الجوارح"۔

"دل کی حرکتوں کا علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔"[2]

۹۔ حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں :

حرکت قلبی ہر گاہ بر وفق حرکت ذکر ے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔

ترجمہ: دلِ کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔[3]

۱۰۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی اور آپ کے شیخ نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہات کا اثر باطن میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے شیخ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جارہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

۱۱۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔[4]

---

[1] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۱۱،)

[2] (فیضان صوفیاء صفحہ ۲۸۷/۲۷۷)

[3] (کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام ورسائل و ملفوظات و مکتوبات، رقعہ، ۲۷، ص، ۹۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور) (مکتوبات خواجہ باقی، رقعہ، ۲۵)

[4] (سیف الابرار، ص، ۶۵، ۶۷، ۶۶، اسنبول، میرزا مظہر جان جاناں کے خطوط، مکتوب، ۵۳، ص، ۱۶۳، لوائح خانقاہ مظہریہ، ص، ۱۱۲) (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص:۲۸۵)

۱۲۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں :

تازگی و جنبشِ طوبے ست ایں ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔[1]

۱۳۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں :

بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں :

من جبلة الانسان انه اذا استقر فی قلبه شیئ جری حسب ذلک الارکان واللسان وهو قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم "ان فی جسد ابن أدم مضغة" الحدیث ففعل اللسان ولارکان اقرب مظنة وخلیفة لفعل القلب۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔[2]

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے تا کہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔[3]

۱۴۔ شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں :

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اور اذکار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تا کہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیاس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یاحی یاقیوم الخ پڑھے اس کے

---

[1] (مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۶۲)
[2] (حجة اللہ البالغه، الامور التی لابدمنها فی الصلٰوۃ، مطبوعه المکتبة السلفیه لاهور، ۵/۲) (فتاوی رضویه، ج، ۷، ص، ۲۰۸، رضافاؤنڈیشن، جامعه نظامیه رضویه، لاهور)
[3] (هدایت الطالبین، ص، ۲۳)

بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت وشدت جہر یہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تا کہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تا کہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور علم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی وشہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرلے اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا اختیار حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر وپریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر وفکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔[1]

۱۵۔ دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سید زادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مر جائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔ قضائے الٰہی سے سید زادی پہلے مر گئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سید زادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔[2]

۱۶۔ ایک دفعہ حضرت قیّوم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دی اور حرکت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ

---

[1] (کلیات امدادیہ، ص ۱۲)
[2] (مقامات فضلیۃ، ص، ۸۴)

یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارچی میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معیّن دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبّت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہُ: نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپادے اور ختم کردے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جس طرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں۔ اس طرح آپ بھی دعاء مانگو تاکہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو تعمیلِ امر کے واسطے جب اس فقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حالت کو چھپانے اور اس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔[1]

(واقعہ نمبر ۲)

ایک مرتبہ زرخرید میں حضرت سیّدنا مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سیّد حسن جان آغا جان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالاپوش پہن رکّھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالاپوش (کوٹ) پہننے کی وجہ سے حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھینکو اس ،چرم خیرس، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم کیونکر چھپائیں؟ تو میں نے بالاپوش اتار کر پھینک دیا۔[2]

(واقعہ نمبر ۳)

ایک دفعہ زرخرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھا تو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجھے ایک شیشہ چاہیئے جب ہم نے شیشہ حاضر کیا تو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑ لیا ہے تو اگر میں خود تکلفًا اپنے کندھوں کو ہلادوں تو یہ

[1] (ہدایت السالکین، ص، ۲۴۹)
[2] (ہدایت السالکین، ص، ۲۵۱)

شیشہ نیچے گر جائے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفاً نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنی جگہ رہے گا تو انھوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ: اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آؤ میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھ کر جتنا زور تمھارے اندر ہے صرف کر کے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو۔ اس مولوی نے ہاتھ رکھ کر خوب زور لگا کر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔[1]

۱۸۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

اذ تمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبد للہ عز و جل و ان لم یذکرہ بلسانہ کلما دام العبد فی ذکر اللہ عز و جل دامت موافقتہ لہ و رضاہ بافعالہ۔

جب ذکر الٰہی قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ عز و جل کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔[2]

۱۹۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

فھو یراکم من کان ذاکر اللہ عزّ و جل بقلبہ فھو ذاکر و من لم یذکرہ بقلبہ فلیس بذاکر ا۔

ترجمہ: وہ تم کو یقیناً دیکھتا ہے جو شخص اللہ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔[3]

۲۰۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکرہ بلسانہ و بقلبہ و فی اکثر اوقاتہ یکون قلبہ ذاکرا و لسانہ ساکنا۔

ترجمہ: مومن کا ذکر زبان و قلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔[4]

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکر اللسان بلا قلب لا کرامۃ و لا عزازۃ لک بہ الذکر ھو ذکر القلب و السر ثم ذکر اللسان اذا صح ذکر الحق عزّ و جل للعبد ذکرہ الحق کما قال (فاذکرونی اذکرکم و اشکروا لی و لا تکفرون) اذکرہ حتیٰ یذکرک اذکرہ حتیٰ یحط الذکر عنک او زارک تبقی خالیا عن وزر تصیر طاعۃ بلا معصیۃ۔

---

[1] (ھدایت السالکین، ص، ۲۵۱، ۲۵۲)

[2] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس السادس عشر، ص، ۷۷، دار الریان للتراث، بیروت) (ص 197 فیوض غوث یزدانی)

[3] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثالث و العشرون، ۱۰۴، دار الریان للتراث، بیروت) (ص، ۲۵۱ فیوض غوث یزدانی)

[4] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثامن و الاربعون، ۱۹۴، دار الریان للتراث، بیروت) (ص، ۴۲۱ فیوض غوث یزدانی)

ترجمہ: بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی بزرگی ذکر الہیٰ قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الہیٰ! درست ہو جاتا ہے پس حق عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت بلا معصیت ہو جائے۔[1]

۲۱۔ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں :

وقال مجاهد في معنى قول الله تعالى (من شر الوسواس الخناس) قال هو منبسط على القلب فإذا ذكر الله تعالى خنس وانقبض وإذا غفل انبسط على قلبه۔

امام مجاہد من شر الواسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔[2]

لطائف سبعہ اور ان کی حرکت کا بیان:

۲۲۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ با توجہ بلطائف سبعہ تا دران حرکت ذکر پیدا شود ایست کہ اول بیست وپنج بار استغفار بخواند باز بارواح طیبۂ بزرگان علیہم الرحمہ فاتحہ بخواند وبواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا وطلب فیض محبت ومعرفت کند وصورت شخص کہ ازو تلقین یافتہ روبروی دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالیٰ کہ ذاتی است بیچون سبحانہ درلحاظ داشتہ ونگہداشت خواطر گذشتہ وآیندہ توجہ بقلب کردہ توجہ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہرگاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن در عین وسط سینہ است

[1] (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس الثامن والخمسون، ۲۵۰، دار الریان للتراث، بیروت) (ص، ۵۳۵ یوض غوث یزدانی)

[2] (احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج، ۳، ص، ۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ) (احیاء العلوم، جلد سوئم، ص ۵۶)

حرکاتِ لطائف اور حرکت قلب کے دلائل

بازاز لطیفہ نفس کہ محل آن درپیشانی است ذکر نماید بازاز لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تاکہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ تاکہ اس میں حرکت ذکر پیدا ہو جائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے پھر بزرگوں کی ارواح پاک علیہم الرحمہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت و معرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے اس کو دل کے روبرو حاضر کرے (پھر) اول لطیفہ قلب سے جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے (حق سبحانہ کا) ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ و آئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے دل میں اس مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے وسط کی جانب پھر لطیفہ اخفی سے جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس سے جس کا محل پیشانی میں ہے ذکر کرے پھر لطیفہ قالب سے تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبان حال سے اللہ اللہ کہے تاکہ لطیفہ قالب میں ذکر جاری ہو جائے۔[1]

۲۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر جہر برای گرمی دل و شنیدن اشعار محبت باآواز حزین بجہت غلبہ شوق گاہ گاہ و استماع قرآن مجید بحسن صوت دل را برقت و گداز می آرد اللہ تعالیٰ این پیر ضعیف و ہمہ عزیزان را برین توشتہ عمل کرامت فرماید اول ذکر از دل باید نمود و محل لطیفہ قلب زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ہر گاہ حرکت ذکر در دل معلوم شود باز ذکر از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست مقابل پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است ہر گاہ حرکت ذکر دریافت شود باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محلش برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز اء لطیفہ اخفی کہ محلش در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محلش وسط پیشانی است باز از لطیفہ قالب کہ محل آن تمام بدن است ذکر می نمایند زبان بکام

---

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب نمبر دوہم ص ۱۴)

چپانبدہ توجہ بدل و توجہ دل بہ حضرت حق سبحانہ نمودہ واندیشہای گذشتہ وآیندہ از دل نگہداشتہ بزبان خیال ذکر اسم ذات اللہ اللہ می کنند وبعد چند بار ذکر بخیال خود می گویند خداوندا مقصود من توئی ورضائی تو محبت خود دہ ومعرفت خود دہ ہر گاہ لطائف سبعہ ذاکر می شوند۔

ترجمہ: گرمی دل کے لئے ذکر جہر غلبہ شوق کے لئے غمگین آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدت مندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔ اول ذکر دل سے کرنا چاہئے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں) ظاہر ہو جائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی کا فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) پیشانی کے درمیان ہے پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حق سبحانہ کی طرف متوجہ رکھے گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: سب لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں۔[1]

۲۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوسرے مکتوب میں طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بیان طریقہ اول از لطیفہ قلب کہ محل آن زیر پستان چپ مائل بہ پہلو است ذکر اسم ذات اللہ اللہ نمایند تا کہ حرکت پر حلاوت پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست محاذی آن است ذکر میکنند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن پیشانی است باز از تمام بدن کہ آنرا سلطان الاذکار گویند دل را از خواطر گذشتہ وآیندہ نگاہداشتہ و توجہ بدل نمودہ ذکر می کنند باز نفی واثبات

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب: سیز دہم ص ۳۰)

حرکاتِ لطائف اور حرکت قلب کے دلائل

معمول است زبانرا بکام چسپانیدہ ودم رازیر ناف بند نمودہ بزبان خیال کلمہ لا بدماغ رسانیدہ کلمہ الہ رابردوش رسانیدہ الا اللہ بر دل ضرب می نمایند بطوری کہ گذر آن بر لطائف خمسہ افتد و معنی اینست کہ نیست ہیچ مقصود بجز ذات پاک وقت مشغولی اول بیست وپنج بار استغفار نمودہ وفاتحہ بزرگان خواندہ ذکر می نمایند ہر گاہ کیفیت وجمعیت پیدا می شود آنرا نگاہ میدارند واگر مستور شود باز ذکر می کنند۔

ترجمہ: طریقہ اول کا بیان لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے اس کے برابر ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر جس کا محل بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ خفی جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ اخفیٰ جس کی جگہ سینہ کے بالکل درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس جس کی جگہ پیشانی ہے پھر تمام بدن سے جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں پھر نفی واثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کے اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اول پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔[1]

۲۵۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ذکر بر دو قسم است اول اسم ذات است طریقش آنکہ زبان بکام چسپانیدہ وبزبان دل کہ محل آن زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است اسم مبارک اللہ را بگوید ومفہوم آن در لحاظ داشتہ کہ ذاتیست موصوف بصفات کاملہ ومنزہ از سمات ناقصہ کہ بران ایمان آوردہ ایم واین لحاظ را پرداخت وجود ذہنی گویند در وقت ذکر حرکت در زبان وبدن پیدا نشود ودر تمام اوقات براین ذکر مواظبت نماید تا دل جاری شود پس از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید پس از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ کہ مائل بوسط سینہ بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست است بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کنند باز از لطیفہ اخفیٰ

---

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب شصت وششم ص ۷۳)

کہ محل آن در عین وسط سینہ است ذکر نماید تاآنکہ لطائف خمسہ جاری شوند بذکر باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در وسط پیشانی است واز لطیفہ قالبیہ نیز ذکر اسم ذات معمول است۔

ترجمہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں پہلی (قسم) اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالوسے چپکا کر زبان دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اسم مبارک اللہ کہے اور اس مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ذکر کے وقت تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگارہے۔یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔پھر لطیفہ روح جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ سر جس کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کی دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے پھر لطیفہ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر وسط سینہ کی جانب ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ اخفی جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔پھر لطیفہ نفس جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔[1]

۲۶۔اے عزیز حرکت ظاہری نتیجہ حرکت معنوی است یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح است و حرکت روح علامت حظ وذوق وشوق است از ندا الست بربکم روے نمودہ بود اے عزیز حظ روح در قلب اثر می کند واز قلب بقالب می رسد اعضا در حرکت می آیند ومرغ روح پرواز می کند ومی خواہد کہ از قفس دامن گیر می گردد وقفص رانیز در حرکت و گردش می آرد رزقنا اللہ و ایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

ترجمہ: اے عزیز حرکت ظاہری حرکت معنوی کا نتیجہ ہے یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح ہے اور حرکت روح علامت ذوق وشوق وحظ الٰہی ہے کہ جو نداء الست بربکم سے نمودار ہوا۔اے عزیز حظ روح قلب میں اثر کرتا ہے اور قلب سے قالب میں جاتا ہے اعضاء حرکت میں آجاتے ہیں اور مرغ روح پرواز کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قفس تن سے روح کو جدا کرے اور قفس کو بھی حرکت اور گردش میں لاتا ہے رزقنا اللہ و ایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔[2]

۲۷۔امام زین الاسلام عبد الکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابتداء الذکر بالجوارح یجد العبد حرکۃ فی کل جوارحہ حتی لا یبقی جزء من لحمہ وعظمہ الا وفیہ حرکۃ واختلاج وتقوی الحرکات والاختلاجات حتی تصیر اصواتا وکلمات تنبعث مسموعۃ من جمیع الجوارح

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب نودم ص ۱۳۷)

[2] (الھامات غوثیہ ص ۵۰)

والاجزاء۔ ماعدا اللسان لان اللسان لا ینطق فی مثل ھذہ الاحوال ویلازم العبد الترکیز فی ھذہ الھمۃ وھو یتیقن انہ لو لا حظ ھذہ الاذکار وطلب علمھا فانہ ینفی عنھا الی غیرھا ذلک لان الذکر قد وقع علی القلب صحیح انہ فی حال ذکر اللسان قد یکون للجوارح حرکات واختلاجات ولکنھا لیست علی ھذہ الدرجۃ من القوۃ والشمولیۃ۔

ترجمہ: جوارح کے ساتھ ذکر کی ابتداء کرنے سے بندہ تمام جوارح میں ایک حرکت کو پانے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی جزو بھی گوشت اور ہڈی سے باقی نہیں رہتا مگر اس میں حرکت اور اقشعرار ہوتا ہے جب حرکات اور اقشعرار قوی ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اصوات اور کلمات بن جاتے ہیں جو کہ نکلتی ہے سنانے کی طرح جمیع جوارح اور اجزاء سے ماسواء زبان کے اس لئے کہ زبان ان احوال میں نطق نہیں کرتی ہے اور بندہ لازم رکھتا ہے ہمت میں ثابت رہنے کو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ ان اذکار کو ملاحظہ نہ کرے اور اس کے علم کو طلب کرے پس یہ اس سے دور ہو جائے گا اور غیر کی طرف چلا جائے گا اس لئے کہ ذکر تحقیق کے ساتھ قلب صحیح پر وارد ہوتا ہے ذکر لسانی کے حال میں کبھی کبھار جوارح کیلئے حرکات اور اقشعرار ہوتی ہے لیکن وہ اس درجہ پر نہیں ہوتا قوت اور شمولیت سے۔[1]

۸۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

(رشحۃ) سئلہ مولانا بدر الدین المیدانی الذی کان من کبار اصحاب الشیخ حسن البلغاری و وجد صحبۃ عزیزان ایضاً: ان ذکر الکثیر الذی امر نابہ من عند الحق سبحانہ حیث قال عز اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) ھل ھو ذکر اللسان او ذکر القلب؟ فقال: ھو فی حق المبتدی ذکر اللسان وفی حق المنتھی ذکر القلب۔ فان المبتدی یتکلف فی الذکر دائماً ویتعمل ویبذل روحہ واما المنتھی فانہ اذا وصل اثر الذکر الی قلبہ یکون جمیع اعضائہ وجوارحہ وعروقہ ومفاصلہ ذاکرۃ فیتحقق الذاکر فی ذلک الوقت بکونہ ذاکراً بالذکر الکثیر ویکون یرمہ الواحد فی ذلک الحال مساویاً لسنۃ غیرہ من الرجال۔

رشحہ ذکر کثیر:

ترجمہ: شیخ بدر الدین میدانی جو شیخ حسن بلغاری رحمہ اللہ کے اکابر ساتھیوں میں سے ہیں اور انہوں نے حضرت عزیزان رحمہ اللہ کی صحبت کو بھی پایا ہے، نے آپ سے پوچھا کہ ہم حق سبحانہ کی طرف سے جس ذکر کثیر پر مامور ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) یعنی اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔ یہ زبان کا ذکر ہے یا دل کا؟ حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے زبان کا ذکر اور منتہی کیلئے دل کا ذکر ہے۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و دشواری سے (ذکر) کرتا ہے اور سخت مشقت اٹھاتا ہے لیکن منتہی کے دل پر جب ذکر کا اثر پہنچتا ہے تو اس کے تمام اعضاء و جوارح اور رگیں

---

[1] (ترتیب السلوک فی طریق اللہ تعالی ص ۳۴)

اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک روز کا کام دوسروں کے ایک سال کے کام کے برابر ہوتا ہے۔[1]

۲۹۔(رشحة) قال قدّس سره: أن معنی قولھم: (إن اللہ ینظر فی الیوم و اللیلة الی قلب المؤمن بنظر الرحمة ثلاث مائة و ستین نظرة) ھو ان للقلب ثلاث مائة و ستین روزنة الی جمیع الاعضاء و ھی عبارة عن ثلاث مائة و ستین عرق فی البدن من الاوردة و الشرایین متصلة بالقلب فاذا تأثر القلب من الذکر و بلغ مرتبة الکون منظوراً إلیه بنظر خاص من الحق سبحانه۔ تنشعب حینئذ آثار ذلک النظر من القلب الی جمیع الاعضاء حتی یشتغل کل عضو من الاعضاء بطاعة لائقة بحاله فیصل الفیض الحاصل من تلک الطاعة الی القلب و ذلک الفیض ھو المراد بنظر الرحمة۔

رشحہ: ذکر دل:

آپ فرماتے تھے کہ اس بات کا مطلب کہ حضرت حق سبحانہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ مومن بندے کے دل پر نظر رحمت فرماتا ہے یہ ہے کہ دل تمام اعضاء کی جانب تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے اور وہ دل سے متصل تین سو ساٹھ رگیں ہیں جو رگیں اور شریانیں ہیں ۔جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور بن جاتا ہے اور اس نظر کے آثار دل سے سب اعضاء کی طرف پھیل جاتے ہیں ۔پھر ہر عضو اپنے حال کے مطابق ایک طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طاعت کے نور سے ہر عضو سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔[2]

۳۰۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے اور اسی طرح انوار مراقبات و لطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کرکے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔[3]

---

[1](رشحات عین الحیات ص ۷۲)
[2](رشحات عین الحیات ص ۷۲)
[3](کلیات امدادیہ ص ۵۴ دار الاشاعت)

ذکر دینے اور توجہ کرنے کا طریقہ اقوال مشائخ کی روشنی میں:

۳۱۔ حضرت علامہ مولوی شاہ غوث محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

یضع الشیخ یدہ علی قلب المرید تحت الثدی الایسر بفاصلة اصبعیه ویلقنه ذکر اسم الذات۔

ترجمہ: کہ شیخ اپنا ہاتھ مرید کے قلب پر رکھے جو کہ الٹی طرف پستان کے دو انگلی کے فاصلے پر نیچے واقع ہے اور اسے اسم ذات کی تلقین کرے۔[1]

۳۲۔ حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن علامات جریان الذکر القلبی ھو ان یرجع الی القلب بعد النوم ویجد قلبه فی مقام الذکر وقد یتحرک راسه موفقا للقلب من غیر اختیارہ ومنھا ان یستمع ھو فقط من قلبه صوت الذکر وقد یسمع غیرہ۔

ترجمہ: ذکر قلبی کے جاری ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ شخص نیند کے بعد جب قلب کی طرف رجوع کرلیتا ہے اور قلب کو مقام ذکر میں پالیتا ہے اور اس کا سر حرکت کرتا ہے قلب کے ساتھ بغیر اختیار کے اور ایک علامت یہ ہے کہ یہ اپنے قلب سے ذکر کی آواز خود سنتا ہے اور کبھی کبھار غیر بھی سنتا ہے۔[2]

۳۳۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وذکر فی(فصل الخطاب)أن کیفیة اشتغال خواجه عبدالخالق الغجدوانی حجة فی الطریقة ومقبولة عندجمیع الفرق کان قدس سرہ مداوماعلی طریق الصدق والصفاءومتابعة الشریعة وسنة نبینامحمدالمصطفیٰ ﷺ ومجانباًللنفس ومخالفالھواھاوکان یسترسیرته السنیة عن نظرالاغیارتلقن الذکر القلبی ایام شبابه عن الخضر علیه السلام فکان یواظب علی الذکر المذکور وقبله حضرة الخضر علیه السلام للولدیة وامرہ بان یغوص فی الحوض وان یقول بقلبه تحت الماء لا اله الا الله محمد رسول الله۔ ففعله الخواجه وأخذمنه ذلک واشتغل به ھنالک ففتح له انواع الفتوح والترقیات فوق ادراک المدارک۔

ترجمہ: کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روش طریقت میں حجت ہے اور تمام سلاسل میں مقبول ہے۔ آپ ہمیشہ صدق وصفا کے راستے میں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت وسنت کی پیروی اور بدعت وخواہش نفس کے اجتناب ومخالفت میں کوشاں رہے ہیں اور اپنی پاکیزہ روش کو غیروں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ آپ نے جوانی میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر قلبی کی تعلیم پائی ہے اور اس سبق پر ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ پانی کے حوض میں داخل ہو اور غوطہ لگاؤ اور دل میں کہو لا الہ الا اللہ

---

[1] (طریقة الراشدین حجة المسترشدین ص ۹۲)

[2] (قطب الارشاد ص ۱۶۵)

محمد رسول اللہ۔ خواجہ نے اسی طرح کیا ہے اور سبق کو حاصل کیا ہے اور کام میں مشغول ہو گئے اور کشادگیاں پائیں اور اول سے آخر تک آپ کے روزگار کا حال تمام خلقت کے ہاں مقبول و محبوب تھا۔[1]

نوٹ: برزگان دین کے ان اقوال وکیفیات سے معلوم ہوا کہ قلب اور اسی طرح دیگر لطائف جاری ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشائخ کی توجہات کی برکات سے قلب و دیگر لطائف اللہ کے ذکر میں جاری ہوتے ہیں اور جاری ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کا دل تیز حرکت کرتا ہے کبھی اس ذکر کی آواز کو وہ خود سنتے ہیں اور کبھی دیگر لوگ بھی سنتے ہیں۔

۳۴۔ حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اما بتفضلات الٰہی بے توقف بحال بندہ توجہ فرمودن لطائف خمسہ من بذکر اسم ذات گویا گردید واین از خصائص ایشان است کہ بیک توجہ شریفہ لطائف خمسہ جاری بذکر الٰہی مے شود۔

ترجمہ: فقیر کے حال کو نہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے موافق ان کا توجہ فرمانا جس سے میرے پانچوں لطائف ذاکر ہوئے ان کی (میرے شیخ کی) خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی ایک توجہ سے پانچوں لطائف ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں۔[2]

۳۵۔ تاج العرفا قطب اولیا عاشق اللہ جناب میر سید عبد الخالق نقشبندی فرماتے ہیں

می باید کہ شیخ بزرگوار دست مبارک خود را بالای لطیفہ قلب مرید بنہد بضرب شدید از قلب خود بقلب مرید توجہ نماید برای القا نور چنین نیت کند کہ الٰہی نور قلب پیران کبار کہ بقلب من عاجز خاکسار رسانیدہ بقلب این طالب برسان و قلب مرید از یک توجہ یا دو سہ بہ حرکت می آید و زندہ می شود و علامت زندہ شدن دل وجد و رقص و اضطراب است چونکہ دل بحرکت آید زندہ شود آن را فتح الباب گویند و بسیار مبارک است باید کہ برادران طریقت مبارک گویند۔

ترجمہ: چاہیئے کہ شیخ بزرگوار اپنے ہاتھ مبارک کو مرید کے قلب پر رکھے اور پوری قوت کے ساتھ اپنے قلب سے مرید کے قلب کی طرف توجہ کرے القائے نور کی خاطر اسی طریقے سے نیت کرے کہ اے باری تعالیٰ پیران کبار کے قلوب کے وہ انوار جو اس خاکسار عاجز کے قلب تک پہنچے ہیں اس طالب کے قلب تک پہنچا دے اور مرید کا قلب (دل) ایک توجہ یا دو یا تین

[1] (رشحات عین الحیات ص ۵۴)

[2] (مقامات مظہریہ ص ۲۷)

سے حرکت میں آجائیگا اور وہ قلب زندہ ہو جائے گا اور دل کے زندہ ہونے کی علامت وجد ورقص واضطراب ہے جب دل حرکت کرنے لگ جائے تو زندہ ہو جاتا ہے تو اسے صوفیاء کے نزدیک فتح الباب کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مبارک ہے (یعنی دل کا زندہ ہو جانا اور حرکت کرنے لگ جانا صوفیاء کی توجہات کی برکت سے) چاہیئے کہ طریقت کے پیر بھائی اسے مبارکباد دیں۔[1]

فائدہ: حضرت مجدد رحمہ اللہ نے اسی لئے فرمایا کہ جو سفر ہم نے طے کرنا ہے وہ سات قدم ہے یعنی جب انسان کے سات لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں تو انسان عارف ہو جاتا ہے۔ہاں ہر شخص کی معرفت کی مقدار اس کے حال کے مطابق کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے۔(مقام افسوس یہ ہے کہ جو چیز طریقت کی اصل ہے لوگ اس کو نہ صرف چھوڑ چکے ہیں بلکہ اس کو درست تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں سیفی عفی عنہ۔)

۳۶۔ حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل اوچنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تادور مسموع گشتے واز بعضے مشائخ عصر خلافت داشت واز حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے رادر عجب وپندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجۂ او سلب این حال ست۔ دوروز نگذشتہ بود کہ آن حال رااز وے سلب کردند۔ حیران شدو می نالید واشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب وپندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ بمعاملات ومقامات وے رانواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینۂ اول ہم نمی تواند بود ووے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دوروز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اس کے بعد اپ نے

[1] (مجمع الدوائر بمع جامع الاسرار والانوار ص ۷)

خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔[1]

۳۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و بہ مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ۔ دررسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیا اعراض نمودہ بہ احیای روحی پرداکتہ اند و متوجہ احیای دل مردۂ طالب گشتہ اند والحق کہ احیای جدی نسبت بہ احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر بہ این، داخل عبث چہ، این احیا سبب حیات چند روزہ است وآن احیا، وسیلۂ حیات دائمی است، بلکہ گوییم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مرخلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم یمطرون و بہم یرزقون) در شان شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ہم جلساء اللہ وہم قوم لایشقیٰ جلیسہم ولایخیب انیسہم۔

ترجمہ: کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دنیا اللہ تعالیٰ کے رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہے۔ **بھم یرزقون و بھم یمطرون**

(انہیں کے ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔[2]

---

[1] (حضرات القدس ج ۲ ص ۱۷۳)

[2] (مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، مکتوب ۹۲)

حرکاتِ لطائف اور حرکت قلب کے دلائل

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے بلکہ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہیئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

مولانا سید عبد المالک نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

۳۹۔ تشریح: مکتوب نمبر ۱۱۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے سیر و سلوک کی ابتداء قلب سے کی ہے اور آغاز سلوک میں قلب پر تجلی افعال کا اثر پڑتا ہے تو شیخ کامل کے باطن کی وساطت سے تجلی افعال کے اثرات سالک کے قلب پر پڑتے ہیں تو اس کا قلب ان کا احساس کرنے لگتا ہے اس احساس کے اثرات میں قلب کی حرکات میں اضافہ، درد، حرارت اور خوشی کا محسوس ہونا ہے اور یہ محسوسات ذکر قلبی کی علامت ہیں نیز لطیفہ روح پر بھی یہی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک سالک حقیقی کو یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یہ احساسات تصوف کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں کہ سالک انہیں پر خوش ہوتا رہے اور آگے نہ بڑھے۔[1]

دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل:

۱۔ فضیلۃ الشیخ العارف باللہ عبد القادر عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الحركة في الذكر أمر مستحسن، لأنها تنشط الجسم لعبادة الذكر وهي جائزة شرعاً بدليل ما أخرجه الإمام أحمد في مسنده والحافظ المقدسي برجال الصحيح من حديث أنس رضي الله عنه قال: كانت الحبشة يرقصون بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقولون بكلام لهم: محمد عبد صالح، فقال صلى الله عليه وسلم: "ماذا يقولون ؟" فقيل: إنهم يقولون: محمد عبد صالح، فلما رآهم في تلك الحالة لم ينكر عليهم، وأقرهم على ذلك، والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره، فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز.

وفي الحديث دليل على صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدحِ رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأن الاهتزاز بالذكر لا يُسمى رقصاً محرماً، بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر، ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى، إذا صحت النية. فالأمور بمقاصدها، وإنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء ما نوى.

ولنستمع إلى الإمام علي رضي الله عنه كيف يصف أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال أبو أراكة: (صلّيتُ مع علي صلاة الفجر، فلما انفتل عن يمينه مكث كأنَّ عليه كآبة، حتى إذا كانت الشمس على حائط المسجد قيد رمح

[1] (شرح مکتوبات حضرت امام ربانی مسمی بہ دار المعرفت ص ۳۶۰ ج ۲)

صلی رکعتین، ثم قلب یده فقال: واللہ لقد رأیت أصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم، فما أری الیوم شیئاً یشبههم، لقد کانوا یصبحون صفراً شعثاً غبراً، بین أیدیهم کأمثال رُکَب المَعْزی، قد باتوا للہ سجداً وقیاماً، یتلون کتاب اللہ یتراوحون بین جباههم وأقدامهم، فإذا أصبحوا فذکروا اللہ مادوا [أي تحرکوا] کما یمید الشجر في یوم الریح، وهملت أعینهم حتی تَنبَلَّ-واللہ-ثیابُهم).

ویهمنا من عبارة الإمام علي رضي اللہ عنه قوله: (مادوا کما یمید الشجر في یوم الریح)، فإنک تجده صریحاً في الاهتزاز، ویُبطل قولَ من یدّعي أنه بدعة محرمة، ویثبت إباحة الحرکة في الذکر مطلقاً

وقد استدل الشیخ عبد الغني النابلسي رحمه اللہ بهذا الحدیث في إحدی رسائله علی ندب الاهتزاز بالذکر، وقال: هذا صریح بأن الصحابة رضي اللہ عنهم کانوا یتحرکون حرکة شدیدة في الذکر. علی أن الرجل غیر مؤاخذ حین یتحرک ویقوم ویقعد علی أي نوع کان حیث إنه لم یأت بمعصیة ولم یقصدها۔

ذکر میں حرکت:

ترجمہ: ذکر میں حرکت امر مستحسن ہے کیونکہ یہ بدن کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے اور اس کی دلیل امام احمد اور حافظ مقدسی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کررہے تھے اور اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں: ”محمد ﷺ نیک بندے ہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے تھے عرض کی گئی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ناپسند نہیں فرمایا: اور ان کے اس فعل کو ثابت رکھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ احکام شرعیہ نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر سے ماخوذ ہیں جب آپ ﷺ نے ان کے فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اس حدیث پاک میں جھوم جھوم کر نعت رسول ﷺ پڑھنے کی دلیل ہے۔ حرکت ذکر کو رقص کا نام نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ جسم کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے۔ اور دورانِ ذکر حضوری قلب کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو اَراکتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند ہوا تو دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو ملنے لگے پھر ارشاد فرمایا:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی بھی ان کی مثل نظر نہیں آتا۔ بوقت صبح ان کے رنگ پیلے اور بال بکھرے اور گرد آلود ہوتے، رات بھر اللہ کے حضور سجود و قیام میں رہتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سجود

وقیام سے تسکین اور راحت حاصل کرتے۔ علی الصبح ذکرِ الٰہی کرتے اور اس طرح حرکت کرتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہوتے کہ قسم بخدا ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔"

اس ساری عبارت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ: "مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح, وھملت اعینھم حتی تنبل واللہ ثیابھم" قابلِ توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب وحرکت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعت محرمہ ہے ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد کیا۔[1]

والخلاصة:

يُفهم مما سبق أن الحركة في الذكر مباحة شرعاً, هذا بالإضافة إلى أن الأمر بالذكر مطلق يشمل جميع الأحوال ,فمن ذكر الله تعالى قاعداً أو قائماً, جالساً أو ماشياً, متحركاً أو ساكناً... فقد قام بالمطلوب ونفَّذَ الأمر الإلهي. فالذي يدَّعي تحريم الحركة في الذكر أو كراهتها هو المطالَب بالدليل, لأنه يخصص بعض الحالات المطلقة دون بعض بحكم خاص۔

ترجمہ: خلاصہ بحث: یہ ہے کہ ذکر میں حرکت شرعًا مباح ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امرِ الٰہی کو بجا لایا۔ اور جو شخص دورانِ ذکر وجد وجذب کی حرمت کا دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ کیونکہ وہ مطلق حکم کو بلادلیل مقید کرنا چاہتا ہے۔[2]

[1] "البداية والنهاية في التاريخ" للإمام الحافظ المفسر المؤرخ إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي المتوفى 774هـ. ج8/ص6. وأخرجه أيضاً أبو نعيم في "الحلية" ج1/ص76

[2] (حقائق عن التصوف ص ۱۵۷)

الشیخ عبدالرحمٰن بن ابو بکر القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

يقول الشيخ جمال الدين عبد الله بن حسام الدين أسد اباذي : وهذا صريح على أن الصحابة رضى الله عنهم اجمعين كانوا يتحركون في الذكر حركة شديدة يميناً وشمالاً ، لأنه شبه حركتهم بحركة الشجر يوم الريح ، ومن المعلوم أن الشجر في يوم الريح يتحرك حركة شديدة ، فثبت مطلقاً إباحة الميلان بهذا الأثر۔

ترجمہ: شیخ جمال الدین عبداللہ بن حسام الدین اسد آبادی کہتے ہیں کہ یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر میں حرکت کیا کرتے تھے حرکت شدیدہ کے ساتھ دائیں اور بائیں اسی لئے ان کی حرکت کو تشبیہہ دی درخت کی حرکت کے ساتھ سخت اور تیز ہوائیں اور یہ بات معلوم ہے کہ درخت تیز ہوائیں حرکت شدیدہ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (پس مطلقاً ثابت ہوا اس اثر کے میلان کی طرف مطلقاً حرکت کرنا ثابت ہوا۔)[1]

امام القشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

إشارة مشايخ الصوفية إلى جواز الحركة في الذكر يقول الشيخ أبو علي الدقاق : الحركة بركة ، حركات الظواهر توجب بركات السرائر۔

ترجمہ: ذکر میں حرکت کے جواز کی طرف مشائخ وصوفیاء نے اشارہ کیا ہے۔ شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر کی حرکات اسرار کی برکات کو واجب کرتی ہیں۔[2]

الشیخ عبدالرحمن بن ابي بکر القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أشار بعض العلماء إلى أن الحكمة في رفع اليدين في التكبير من الصلاة : إشارة إلى التبري مما سوى الله تعالى وإلقائه وراء ظهره .فان قيل : هذا الرفع مأثور ، وحركة الذكر غير مأثورة .قيل : ما كل ما لم يرد فيه نص مردود على فاعله البتة ، وإنما ما لم يرد فيه نص ووافق أصول الشريعة قبلناه ، لكن هذا فيه نص وقد سلف من حديث علي۔

ويقول : قال والدي (قدس الله تعالى روحه) : ولم يرد عنه نهي عن الحركة في الذكر ، ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته فى ما ورد عنه۔

ترجمہ: بعض علماء نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ تکبیر افتتاح میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ماسوا اللہ کے چھٹکارہ مل جائے اور ماسوا اللہ کو پیٹھ پیچھے گرا دے اگر کہا جائے کہ یہ رفع الیدین ماثور ہے اور حرکت ذکر غیر ماثور ہے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ جس میں نص وارد نہ ہو تو وہ مردود ہے اس کرنے والے پر خواہ مخواہ اور جس میں نص وارد نہ ہو اصول الشریعہ کے موافق ہو تو ہم اس کو قبول کریں گے لیکن ذکر کی حرکت میں نص ہے جو کہ

---

[1] (مخطوطة تحفة العباد و ادلة الاوراد ص ۴۵ أ)

[2] (الامام القشیری الرسالة القشیریة ص ۵۲)

حدیث عالی سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کہتے تھے کہ حرکت فی الذکر میں منع وارد نہیں ہے اگر اس میں کراہت ہوتی تو امت کیلئے بیان کرتے جو وارد ہوا ہے۔[1]

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

[1] (مخطوطة تحفة العباد وادلة الوراد ص ۴۵ ب)